تاریخ کشمیر

معروف بہ

بہارستان شاہی

سال تصنیف ۱۰۲۳ سنہ ہجری

مطابق ۱۶۱۴ سنہ عیسوی

ترتیب و مقدمات

ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری

ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی، ڈی لٹ

تاریخ کشمیر

معروف بہ

بہارستان شاہی

سال تصنیف ۱۰۲۳ سنہ ہجری
مطابق ۱۶۱۴ سنہ عیسوی

ترتیب و مقدمات

ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری
ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی، ڈی لٹ

بہارستان شاہی

"بہارستان شاہی کا وجود کشمیر میں مفقود تھا۔ اس کے کئی نسخے یورپ کے کتاب خانوں میں دریافت ہوئے۔ الحمد اللہ کہ ان میں سے اہم نسخوں کی عکسی نقلیں محکمۂ تحقیق و اشاعت کے کتاب خانے میں پہنچ چکی ہیں۔ مصنّف کا نام کتاب میں کہیں درج نہیں ہے۔ کتاب میں ایک جگہ اس نے اپنے خاندانی وجاہت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مصنّف کا خاندان غزنی سے آکر سلطان زین العابدین کے عہد میں کشمیر میں آباد ہوا تھا۔ کتاب میں جا بجا سادات و آئمہ طاہرین علیہم السلام اور شیعہ علماء کا تذکرہ غمازی کرتا ہے کہ صاحب تصنیف اہلِ تشیع میں سے ہے۔ اُس شیعہ کشی کے دَور میں ایسی کتاب کا بغیر نام مصنّف کے لکھا جانا کچھ ایسا تعجب خیز نہیں۔ کِتاب کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ مصنّف شاہان چغتائیہ کے حملے اور تسخیر کشمیر کا ہمعصر شاہد ہے۔ اور اس واقعہ کو ایک محبِ وطن کشمیری مسلمان کی نظر سے دیکھ کر بیان کرتا ہے۔ شک اور پرجاہٹ کے غلو اور افسانہ نگاری سے اس کا دامن بالکل پاک ہے۔ یہ کتاب ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو پائی۔ کاش کوئی صاحبِ ذوق اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھا لیں"

(اقتباس از مقدمۂ تاریخ حسن، مرتبہ صاحبزادہ حسن شاہ مطبوعہ ۱۹۵۶ء)

معروف بہ

سال تصنیف ۱۰۲۳ سنہ ہجری

سالِ اشاعت
مئی ۱۹۸۲ء
مطابق رجب ۱۴۰۲ھ
زیرِ اہتمام
انجمن شرعی شیعیان جموں و کشمیر

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله والصلوة والسلام علی عباده الذین اصطفی محمد و آله الاصفیاء

و بعد مخفی نماند که کتاب بهارستان شاهی تاریخ احوال سعادت اشتمال عمدة العارفین فخر المجاهدین شمس مضیء دین مبین حضرت خاتم النبیین و بدر منیر تشیع لامع در کشمیر حضرت میر محمد شمس الدین عراقی رفع الله اعلامه و اعلی فی الجنة مقامه در اینجا مفقود و در لندن موجود بوده و جناب سعادت اکتساب مورخ خبیر ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب سلمه الله وفقه لمراضیه بجهد جهید و سعی اکید خود نسخه آن دریافت و استنساخ نموده با اضافه مقدمه تحقیقی از مواد تاریخی بتحریر کتاب پرداخته سحاب ارتیاب را از عیون و انظار کمیر را معاندین برداشته آثار هدایت و مقام رفعت و سیادت آن مجاهد کبیر را چون آفتاب جهان تاب ظاهر و روشن ساخته فشکر الله سعیه و اجزل مثوبته فی الدارین و جباه بکل ما تقر به العینین والسلام علی من اتبع الهدی

من خادم خدمة الشریعة الغراء یوسف بن محمد الموسوی الصفوی النجفی الکشمیری نزیل شریعت آباد

بڈگام کشمیر ۱۹ ج ۱ ۱۴۰۲

حجتہ الاسلام جناب آغا سید یوسف الموسوی الصفوی ۔ صدر انجمن شرعی

انتساب

میں تاریخ کشمیر معروف بہ "بہارستان شاہی"

(سال تصنیف ۱۰۲۳ھ، ہجری)

کا یہ غیر مطبوعہ نایاب اور مستند نسخہ خاندان

میر سید شمس الدین محمد عراقی

مکسر الاصنام کے چشم و چراغ، سیادت پناہ

شریعت مدار، حجۃ الاسلام جناب

آغا سید یوسف الموسوی الصفوی مدظلہ

کے نام گرامی منسوب کر کے اپنے لئے

فخر سمجھتا ہوں۔

• اکبر حیدری

فہرست مضامین

(بہارستانِ شاہی)

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچواں باب

فتح شاہ بار سوم

چھٹا باب

ساتواں باب

آٹھواں باب

نواں باب

الحاج سید محمد فضل اللہ الموسوی

الحاج سید محمد فضل اللہ الموسوی

volume. There is after fol.41a lacune extending from the death of Zanulabidin, A.H.873 to that of Mirak Hassan A.H.893.

The narration becomes very full for the later period, especially from the death of Ali Shah, A.H.986, fol 110a, to the end. The last events recorded are the appointment of Haider Malik Chadurah to the Govt. of Kashmir, the death of Raja Man Singh, A.H.1021, and the departure of Syed Shah Ab ul Ma'ali for his Jagir in Tattah, A.H.1023.

The title Baharistan-I-Shahi is found in some verses at the end, which contain also the date of completion, A.H.1023, expressed by the chronogram (نامۂ شاهانِ کشمیر). The same title has also been written by a Contemporary persian hand on the first page.

بہارستان شاہی ۔ نسخۂ دوم ۔ برٹش میوزیم لندن، سائز ۹ × ½۵"، سطر ۱۷، سال کتابت سترھویں صدی۔

یہ نسخہ ناقص الطرفین ہے۔ ابتدا میں ۲۰ اور آخر میں ۸ اوراق کم ہیں۔ بیچ میں بھی کچھ ورق غائب ہیں۔

کتاب کا آغاز کم و بیش سلطان شہاب الدین کی وفات ۷۸۰ ہجری سے ہوتا ہے۔ اور عبارت کا سلسلہ یعقوب شاہ کی موت پر ٹوٹتا ہے جو زہر سے واقع ہوئی تھی۔

نسخۂ سوم ۔ یہ غیر معتبر اور غلط ہے۔ اس کی میکروفلم زیر نمبر ۳۶ ریاست جموں و کشمیر کے محکمۂ تحقیق و اشاعت میں موجود ہے۔ ابتدا میں دیباچہ بھی ہے۔ ذیل میں اس کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

" حمد آں مبدء کہ عالم جو دست۔ گردش چنانکہ بود کشود الحمد للہ رب العالمین والعاقبت للمتقین و الصلوٰت والسّلام علیٰ رسولہ محمّد و آلہ و اصحابہ اجمعین بعد از حمد و سپاس بے قیاس مر حضرت رزاق علی الاطلاق دارندۂ جہاں و خالق مخلوقات انس و جانِ جہانیاں برخی از تواریخ نزول حضرت سلیمان علیہ السلام دریں کتاب المسمیٰ بہ راژہ ترنگ بطریق اختصار درج نمودہ مصنف و مولف از مقالاتِ حالات خطۂ کشمیر رنج فراوان و مشقتِ بے پایاں بسر بردہ۔ بہ مقتضائے کتب والہامِ حقائق غیبی واحادیث فرمودہ، چنانچہ

حاجی محمد طالب بیگ (سکریٹری)

روایت است کہ از ابن عباس رضی اللہ عنہ شصت و دہ لک صد ہزار و ہشتاد و پنج ہزار سال باشد از آں قرن اول و بست و چہار لک وصد ہزار ہژدہ ہزار سال بود۔ در آں قرنِ ابداں دریں جہاں دیوان بودہ اند۔ اول واصل آنہا ارم نام داشت و زنش مارجہ واز اینہا تناسل بسیار شد"

نسخۂ چہارم۔ نمبر مخطوطہ ۵۰۹۔ فہرستِ مخطوطاتِ فارسی جلد اول ص۲۰۲ مرتبہ ایتھے۔ اس نسخے کے بارے میں مرتب فہرست کہتا ہے۔

is based on Raj Tarangni and other sources by an annonymous author brought down to A.H.1023 the 8th year of Jahangir's reign(See the Chronogram at the end 1023(نامۂ شاہانِ کشمیر)and beginning without introduction.

" مورخان اخبارِ سلاطین ممالک کشمیر کہ از جملہ حالات و واقعاتِ ملوک واحکام واحوال اشراف انام را بقلم کشمیری نوشتند۔ در دفاتر اخبار وصحائف آثار چنیں ثبت نمودند کہ در کشمیر در زمان

It ends on fol.213a complete;Rieu 1 P.297.On off 214,B 221 a poetical fragment is ended, a peculiar kind of didactic poen, consisting of a series of Kitas,usually two, sometimes three and even four baits long, mised with fardsand put together in form of a masnavi being all of the same metre, it begins:-

خواہی ایمان مرد بشناسی (کذا) رو کن بسوئے ایمانش
کہ بود گر بقولِ خود ثابت بس بود ایں دلیل ایمانش
آں برادر مداں کہ در راحت روئے خود سودہ پیشِ تو بزمیں
ہر کہ در وقت سختیت یار ست آں برادر ترا بود بہ یقیں

No date,The right order of off 160-166 is a 160,162-165,161-166.

نسخۂ پنجم۔ انڈیا آفس لندن

نمبر مخطوطہ ۹۴۳۔ اوراق ۲۲۱، خط نستعلیق، سائز ۵" × ۸⅝"

نسخۂ ششم۔ یہ بھی ناقص الطرفین ہونے کے علاوہ غلط اور غیر معتبر ہے۔ کتاب کے آخر میں کاتب نے غلطیوں کا اعتراف کیا ہے۔ کہتا ہے کہ:۔

"مخفی نہ ماند کہ کاتبِ ایں کتاب بہ غفلت شعاری در عبارات بسیار مغالطہ مرقوم نمودہ است۔ از آں جملہ در تاریخ جلوسِ سلاطین ہم مبدّل تحریر کردہ است بعدم فرصت ترمیم وصحت آں نتوانستم تمام یافت۔ تحریر بتاریخ دوازدہم جمیدالاول ۱۲۷۴ھ ہجری"

نسخے کے آخر میں عجائبات کشمیر کے بارے میں بہت سی باتیں درج ہیں۔ اس کی میکروفلم محکمۂ ریسرچ و اشاعت سری نگر میں زیر نمبر ۴۱ دستیاب ہے۔

نسخہ ہفتم۔ بہارستان شاہی کا یہ نسخہ میر شمس الدین حیرت کاملی کی ملکیت میں تھا۔ محکمۂ ریسرچ و اشاعت میں اس کی میکروفلم ہے۔ جب اس کا مقابلہ برٹش میوزیم کے نسخۂ ششم سے کیا گیا تو کوئی خاص فرق نظر نہیں آیا۔ یعنی کہ یہ نسخہ بھی غلط اور غیر معتبر ہے۔ کاتب نے جابجا میر سید شمس الدین عراقی کے نام کے ساتھ بے ادبی کی ہے۔ آخر میں ذیل کا ترقیمہ درج ہے:۔

"حمد بے قیاس را سزد کہ بہ الطاف گوناہائے گوں مشت خاکی را ایں ہمہ کرامات عطا فرمود۔ ونعتِ بے پایاں سروری را سزد کہ آیۂ لولاک در شان او نازل شدہ۔ امابعد ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ مسمّٰی بہارستان شاہی از تصنیف ملک حیدر چاڈورہ اختتام یافت۔ راقم الحروف بندہ عبدالعزیز عفی عنہ نقل ہذا در ۱۳۰۱ھ ..... محمد عبدالعزیز ..... در اثنائے مطالعہ معلوم شد کہ اغلاط خطی بسیار دارد، بازہم اہتمام نقل ہمچنیں کتب ہا اندر آں زماں می رسید قابل ستائش و السلام"

پیر غلام حسن کھویہامی مولف تاریخ کشمیر (تاریخ حسن) متوفی ۱۸۹۸ء نے بہارستانِ شاہی مشہور بہ راجہ ترنگ (راج ترنگنی) کا ذکر اپنے ماخذ میں کیا ہے۔ جہاں جہاں مصنف بہارستانِ شاہی نے حقیقت پسندی اور حق گوئی کا مظاہرا کیا ہے۔ وہاں پیر غلام حسن نے ان واقعات سے چشم پوشی کی ہے۔ بعض حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ مورخِ موصوف نے بہارستان شاہی سے استفادہ نہیں کیا ہے اور وہ اس کے نام سے ہی واقف تھے۔

بہارستان شاہی کے جو مخطوطے برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لندن میں موجود ہیں ان کے عکس پروفیسر حسن شاہ سابق ڈائرکٹر آف لائبریریز نے منگوا کر محکمۂ تحقیق و اشاعت میں محفوظ کرائے ہیں۔ شاہ صاحب کو تاریخ کشمیر کے ساتھ بڑی دلچسپی تھی۔ اسی واسطے انھوں نے کشمیر سے متعلق ان

تمام کتب تواریخ کی میکروفلم اور عکس لندن اور دوسرے مقامات سے منگوائے تھے جو مخطوطات کی شکل میں بیرون ہندستان مختلف کتاب خانوں میں موجود ہیں اور جن سے استفادہ کرنا طالب علموں کے لئے جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ پروفیسر موصوف نے تاریخ حسن کی دو جلدیں بھی شائع کی ہیں۔ وہ تاریخ حسن کی کتابیات کے سلسلے میں بہارستان شاہی کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں :۔

" مصنف نامعلوم۔ کشمیر کی کشمیری مصنفین کی لکھی ہوئی فارسی تاریخوں میں بہارستان شاہی، تاریخ ملائے نادری، مراۃ الاولیا اور تاریخ سید علی کی صف میں سے ہے۔ ان میں اول الذکر دونوں عنقا ہیں۔ تاریخ سید علی کا ایک نسخہ منشی محمد امین ابن مہجور ہیڈ منشی محکمۂ تحقیق واشاعت کے پاس راقم کی نظر سے گذرا ہے۔ اسی طرح بہارستان شاہی کا وجود کشمیر میں مفقود تھا۔ سب سے پہلے اس کی ایک ناقص نقل اس دور میں شاعر کشمیر حضرت غلام احمد مہجور مرحوم کے پاس راقم نے دیکھی تھی۔ بعد کے تجسس سے اس کے کئی ایک نسخے یورپ کے کتاب خانوں میں دریافت ہوئے۔ الحمدللہ کہ ان میں اہم نسخوں کی عکسی نقلیں محکمۂ تحقیق واشاعت کے کتاب خانے میں پہنچ چکی ہیں۔ مصنف کا نام کتاب میں کہیں درج نہیں ہے۔ ویسے عام خیال ہے کہ مرزا مہدی اس کے مصنف تھے۔ لیکن اس کی تصدیق وتوثیق یا مصنف کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ کتاب میں ایک جگہ مصنف نے خاندانی وجاہت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف کا خاندان غزنی سے آکر حضرت سلطان زین العابدین کے عہد میں کشمیر میں آباد ہوا تھا۔ بہارستان شاہی کی تذکرہ عبارت یہ ہے ـــ

" وجد وپدر مسوّد این اوراق کہ ملا حسام الدین نام داشت از غزنی مرید بابا حاجی ادہم شدہ۔ ہمراہش بود ودر مطبخ وے جماعت درویشاں را خادمی کرد واین بابا حاجی ادہم تا زمان سلطان زین العابدین در قید حیات بود "

کتاب میں جا بجا ساداتِ آئمہ طاہرین علیہم السلام اور شیعہ علماء کا تذکرہ غمازی کرتا ہے کہ صاحب تصنیف اہل تشیع میں سے ہے ـــ اس شیعہ کشی کے دور میں ایسی کتاب کا بغیر نام مصنف کے لکھا جانا کچھ ایسا تعجب خیز نہیں۔ کتاب میں ذوالقدر کے حملے کا ذکر کرتے ہوئے مصنف زمانۂ تصنیف کا تعین کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے :۔

" تا اکنوں کہ دو لیست و ہفتاد سال گزشت "

ذوالفقدر کے حملے کی تاریخ ۷۲۴ھ ہجری (۱۳۲۴ء) ہے اس حساب سے جب یہ فقرہ قلمزد (کذا) ہوا۔ ۹۹۴ھ یا ۱۵۸۶ء کا سال کھلتا ہے۔ لیکن کتاب کے آخر پر قطعۂ تاریخ یہ ہے ؎

بہ پرسیدم زعقل راست تدبیر بگفتا " نامۂ شاہانِ کشمیر "
۱۰۲۳ھ

اس حساب سے سال تصنیف ۱۶۱۴ء ہوتا ہے۔

کتاب کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ مصنف شاہانِ چغتائیہ کے حملے اور تسخیر کشمیر کا ہمعصر شاہد ہے۔ اور اس واقعہ کو ایک محبِ وطن کشمیری مسلمان کی نظر سے دیکھ کر بیان کرتا ہے۔ شک اور پرجابٹ کے غلو اور افسانہ نگاری سے اس کا دامن بالکل پاک ہے۔ یہ کتاب ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوپائی۔ کاش کوئی صاحبِ ذوق اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھالیں "

ڈاکٹر محب الحسن اپنی کتاب "کشمیر انڈر سلطانز (کشمیر سلاطین کے عہد میں) کی ابتداء میں لکھتے ہیں کہ:

" بہارستان شاہی کے مصنف کا نام معلوم نہیں۔ یہ دراصل رنچن کی تخت نشینی سے ۱۶۱۴ء تک کی تاریخ ہے۔ اس میں اسلامی عہد سے پہلے کے واقعات صرف چند صفحات پر لکھ کر ختم کردیے گئے ہیں۔ اس کے مصنف کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ شیعہ تھا اور غالباً بیہقی سادات کا ملازم تھا۔ کیونکہ اس نے ان لوگوں کے حالات دوسرے مؤرخین کی بہ نسبت تفصیل سے لکھے ہیں اور ان لوگوں کی خداترسی، شجاعت اور سخاوت کا ذکر خوشامدانہ انداز میں کیا ہے۔ اس کے ماخذ یون راج اور شری ور کی تاریخوں کے ساتھ ساتھ ملا احمد، ملا نادری، قاضی ابراہیم اور حسن قاری کی فارسی تاریخیں کئی ہیں۔ اس نے خاندان شاہ میر اور خاندانِ چک کے حکمرانوں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ یا تو اس کے ذاتی مشاہدات ہیں یا بڑے بوڑھوں کی زبانی سنی ہوئی باتیں ہیں۔

بہارستان شاہی کا اسلوب بیان مرصع ہے۔ اس میں الفاظ کی بھرمار ہے۔ اس میں ہجری سنہ کے ساتھ لوک سنہ بھی درج ہیں۔ اس میں خاندان شاہ میر سے لے کر حسن شاہ کے عہد کی مختصر تاریخ ہے۔ لوہر میں قطب الدین کے خلاف بغاوت ملکہ سُورکی قائم مقامی اور زین العابدین کے عہد میں خانہ جنگی جیسے کئی اہم واقعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شجرۂ آغا سیّد یوسف الموسوی الصفوی النجفی مدظلہ
امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
حمزہ
قاسم
احمد الاعرابی
محمّد
اسماعیل
محمّد
جعفر
ابراہیم
الحسن
سیّد محمّد
آغا سید محمد
آغا سید علی
آغا سید ابوالحسن
آغا سید احمد
آغا سید جعفر
حجتہ الاسلام آغا سیّد یوسف الموسوی
آغا سید مصطفیٰ
آغا سید باقر
آغا سید محمد فضل اللہ
آغا سید محمود
آغا سید مرتضیٰ
آغا سید جعفر
آغا سید عباس
کتابت علی احمد لکھنؤ

حذف کر دیئے گئے ہیں۔ سلطان حیدر شاہ کے حالات کو چند سطروں ہی میں بیان کر دینے پر اکتفا کر لیا گیا ہے۔ اور حسن شاہ کے دورِ حکومت کے سیاسی واقعات کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ محمد شاہ اور اس کے بعد کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ کشمیر میں مغلوں کی فتح کی تاریخ بڑی وضاحت سے لکھی گئی ہے۔ یہ مغلوں کے عہد کی لکھی ہوئی تاریخوں کا ایک مفید ضمیمہ ہے اور آخر الذکر تاریخوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا تجزیہ کرنے میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے۔ اس کے علاوہ یہی ایک کتاب ہے جس میں یوسف شاہ کی جلاوطنی اور ان کی موت کے حالات کا تفصیلی بیان ملتا ہے۔ اس لئے اتنے نقائص کے باوجود یہ ایک بہت اہم تاریخی ماخذ ہے"

صاحبزادہ پروفیسر حسن شاہ اور ڈاکٹر محب الحسن صاحب نے بہارستان شاہی کے مصنف کو قطعیت کے ساتھ شیعہ قرار دیا ہے۔ راقم الحروف کو مصنف کے شیعہ ہونے کے بارے میں کوئی داخلی یا خارجی شہادت دستیاب نہیں ہوتی ہے۔ صاحبزادہ نے مصنف کے شیعہ ہونے کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ کتاب میں جا بجا سادات، آئمہ طاہرین اور شیعہ علماء کا ذکر کیا گیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے غالباً یہ اس لئے کہا کہ مصنف نے آئمہ معصومین اور شیعہ علماء خاص کر میر شمس الدین عراقی کا نام بڑے احترام اور ادب سے لیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کتاب میں مصنف نے بعض شیعہ اور سنی علماء اور اکابر کے نام تعظیم سے لئے ہیں۔ سنی علماء میں جامع اسلوب شیخ یعقوب صرفی اور قاضی موسیٰ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے سلاطین چک کے خلاف مغلوں کے ساتھ جو سازباز کی تھی مصنف نے اسے کھل کر بیان کیا ہے۔ شیعہ علماء میں مصنف نے میر شمس الدین عراقی اور بابا خلیل اللہ کی بزرگی کو بیان کیا ہے۔ جب یعقوب شاہ نے ایک سنی وزیر محمد بٹ کو برطرف کر کے ایک شیعہ عالم ملا احسن اسود کے مشورے سے نازک بٹ کو منصب وزارت کا عہدہ بخشا تو بہارستانِ شاہی کے مصنف نے یعقوب شاہ، ملا احسن اسود اور نازک بٹ تینوں کی کھل کر تنقید کی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"در اثنائے ایں حال از رائے رکیک ملا احسن اسود وغیرہم محمد بٹ کہ بکمال فراست آراستہ بود از مسندِ وکالت و وزارت معزول گردانیدہ در قید حبس نگاہ داشت۔ ایں قضیہ نیز باعثِ زیادتی فتنہ و فساد شد۔ وخلعتِ وزارت و مہام بر قامتِ بے اندامِ نازک بٹ پوشانید۔ و نازک بٹ از حلیۂ عقل سادہ و از زیورِ

فراست دُور افتادہ بود۔ تدارک و تلافیِ فتنہ و فساد کہ در کشتنِ قاضی موسیٰ وقوع یافتہ
نتوانست نمود۔ واز خبرداریِ سپاہ و رعایائے حال تباہ واقف و آگاہ نتوانست
شد۔ لاجرم سپاہِ آں دیار از ولی نعمت ہائے کبار خویش منحرف المزاج شدہ۔
ناچار راہ بے وفائی و جدائی پیمودند"

لوگوں کا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ چونکہ مصنف بہارستانِ شاہی نے آئمہ معصومین کا نام احترام سے لیا ہے اس لئے وہ شیعہ تھا۔ بہت سے سنّی حضرات بھی آلِ رسول کی عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہیں۔ خصوصاً صوفی حضرات کسی نہ کسی طریقہ سے اپنا سلسلہ حضرت علیؓ تک پہنچاتے ہیں۔

راقم کی رائے میں بہارستان شاہی کا مصنف عالم جیدّ اور فاضل یگانہ تھا۔ اُسے تعلیماتِ قرآن اور احادیث نبویؐ پر گہری نظر تھی۔ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھتا تھا۔ تاریخ مرتب کرنے میں اس نے سچائی اور رواداری کے اصولوں کو برقرار رکھا ہے۔ اسے کشمیر سے محبت تھی اور وہ مغلوں کے خلاف تھا۔ اس نے مغلوں کے قتل عام کو طشت از بام کیا۔ مرزا حیدر کاشغری اور شہنشاہ اکبر کے مظالم کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے اور کشمیریوں کی نا اتفاقی اور خانہ جنگیوں پر خون کے آنسو بہائے۔ وہ ہمیشہ بزرگانِ دین کا احترام کرتا تھا۔ مرزا حیدر نے میر دانیال کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو بقول مصنف کتاب میر دانیال کی شہادت ہی اس کی حکومت کے زوال کا باعث ہوئی۔ کہتا ہے کہ

"زہے بے وفائیِ دنیائے غدار کہ مرزا حیدر ناخداترس خون حضرت شیخ دانیال را
و عہدۂ اموالِ او را مصلحت ملک گویا بگردنِ خود گرفت۔ و گواہانِ دروغ را
رشوت داده بہ فریب ملاّ فتح الله را اغوا و گمراہ ساختہ، آنحضرت را بدرجہ شہادت
رسانیدند۔ و خونِ آں چناں بزرگے دیدہ و دانستہ بگردنِ خود گرفت۔ بہ طمع
آنکہ دولتِ دنیا باو باقی و پائندہ باشد۔ و بعد از شہادتِ آنحضرت بحکم الدم
لاینام زیادہ از نہ ماہ نتوانست زیست"

اسی طرح مصنفِ بہارستان شاہی نے قاضی موسیٰ کے قتل کو یعقوب شاہ کی حکومت کے لئے زوال کا باعث قرار دیا۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ

"از وقوعِ ایں قضیہ در میانِ بزرگان و اعیان و اہالیِ ممالک کشمیر حادثۂ واقعۂ حادث و ہائل شد کہ ہابت آں حادثہ موجبِ نقصانِ بنیانِ قصرِ مملکت یعقوب شاہ گشت"

ڈاکٹر اکبر حیدری (مرتبِ کتاب)

بہارستان شاہی کا مصنف غیر متعصب تھا۔ اس نے یوسف میر کے حادثۂ قتل کو افسوس ناک قرار دیا اور اس قتل کی ذمہ داری علی کوکہ وزیر اعظم اور دو ملاؤں کے سر تھوپی۔ بہارستان شاہی پہلی تاریخ ہے جس میں قتل یوسف اور اسلامی عدالت کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ راقم ان لوگوں کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا ہے جو اُسے شیعہ کہتے ہیں۔ اس بات کا کوئی ٹھوس اور واضح ثبوت نہیں ملتا ہے کہ وہ شیعہ تھا۔ مصنف نے ملّا حسام الدین کو اپنا جد قرار دیا ہے۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ غزنی میں بابا حاجی ادہم کے مرید ہوئے تھے۔ اور بابا حاجی ادہم زین العابدین کے زمانے میں زندہ تھے۔ ملّا حسام الدین غزنی کے رہنے والے تھے۔ غزنی ہمیشہ سے سنّی مسلمانوں کا مرکز رہا ہے۔ غالباً وہاں شیعہ نہیں رہتے تھے وہ سلطنت صفویہ کے قیام کے بعد ایران میں رہنے لگے۔ مصنف کے غیر شیعہ ہونے کی ایک شہادت یہ بھی ہے کہ اس کے دادا پیری اور مریدی کے قائل تھے۔ شیعوں میں پیری مریدی نہیں ہوتی ہے۔ وہ نور بخشی بھی نہیں تھے۔ تحفۂ سامی (مولفہ سام میرزا) اور نفائیس المآثر (علاء الدولہ) میں جن نوربخشیوں کے حالات ملتے ہیں ان میں ملّا حسام الدین کا نام کہیں نہیں ہے۔ راقم چارلس ریو کے ساتھ اس بارے میں متفق الرائے ہے کہ مصنّفِ بہارستان شاہی سید ابو المعالی کا ملازم تھا۔ سید ابو المعالی بیہقی سادات کے چشم و چراغ تھے۔ وہ سنّی تھے اور سلاطینِ چک کے ساتھ ان کی قرابتداری تھی۔ سید ابو المعالی اور ان کے والد سید مبارک شاہ بڑے روادار اور غیر متعصب تھے۔ اس لئے مصنّف بہارستانِ شاہی بھی غیر متعصب اور روشن خیال سنّی تھا۔ وہ ہمیشہ بیہقی سادات کے کارناموں کو شاندار الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ ایک جگہ کہتا ہے کہ

"میراں سید شاہ ابو المعالی کہ مدت بست و چہار سال کابل حسب الحکم جہان مطاع خلافت پناہ اکبر بادشاہ در خدمت و ملازمتِ راجہ مذکور بود۔ و درین مدت بہ سبب شجاعتِ جبلی و شہامتِ ذاتی کہ لازمہ طائفۂ شریفۂ ہاشمی است با دشمنان بادشاہی انواع محاربہ و اصناف مقاتلہ در صوبہ ہائے بنگالہ واڑیسہ و دکن نمودہ در ہر معرکہ کہ بتائید الہٰی مظفر و منصور بود اوقاتِ فرخندہ ساعات نیاز و نعمت و عیش و عشرت باعتبارِ تمام و اقتدارِ لاکلام گذرانیدہ آمدہ"

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ

"مثل فرزندانِ میراں سید مبارک شاہ ازیں مہلکہ ناگاہ خلاص می ساختند۔

ہر آئینہ نقشِ نکوئی و کرم ایشان بر صفحۂ زمان تا قیام قیامت باقی می ماند"

بہارستانِ شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف سید ابوالمعالی کی جلاوطنی کے زمانے میں ان کے ساتھ ساتھ رہا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مصنف نے بہارستان شاہی میں اکثر مقامات پر "ایں دیار" و "آں دیار" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جب وہ کشمیر میں تھا تو ہندوستان کو "آں دیار" کہتا تھا اور جس زمانے میں شاہ ابوالمعالی کے ساتھ ہندوستان میں رہا تو کشمیر کو "آں دیار" اور ہندستان کو "ایں دیار" لکھتا تھا۔

مصنف اپنے زمانے کا نامور شخص معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے اس نے کتاب میں کہیں بھی اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ اکبر بادشاہ نے مجاہدینِ آزادیٔ کشمیر کا جو قتل عام سالہا سال تک جاری رکھا تھا اس میں شیعوں کے ساتھ ساتھ سنی بھی شامل تھے۔ اس مردم کشی کے دور دورہ میں صرف ان ہی لوگوں کو امان دے دی گئی تھی۔ جنھوں نے شہنشاہ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالا تھا۔ بہارستان شاہی میں وہ الفاظ سونے کے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں جن کے تحت کشمیری حریت پسند سید مبارک خان بیہقی نے جلاوطنی کے زمانے میں شہنشاہ کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ جس کی بنیاد پر انھیں اذیتیں دی گئیں اور آخر کار مصنف نے "شہید رفت" (۹۹۹ ہجری) ان کی تاریخ وفات کہہ کر اس بات کا انکشاف کیا کہ وہ مردِ غیور بھی سامراجی ہتھکنڈوں کا شکار ہوا تھا ورنہ لفظ "شہید" مصنف نہ لکھتا۔

سلطان زین العابدین کے زمانے میں جو خلاف شرع رسمیں وجود میں آئی تھیں۔ مصنف نے ان کی روشنی میں سلطان کی کھل کر تنقید کی ہے۔ اس بارے میں وہ لکھتا ہے کہ

"علماء و فضلاء و سادات و قضاتِ ایں دیار ہم آں رسوم بجامی آوردند۔ وازآں ہیچ کراہیت نمی دانستند۔ چہ جا آنکہ کسے ایشان را منع و اجتناب می کرد۔ وہم چنیں ضعف اسلام و زبونیٔ شرائع و احکام و قوتِ کفرہ عبیدۂ اصنام و رونقِ فجور و آثام شائع و غالب بود تا تشریف قدوم حضرت امیر شمس الدین عراقی قدس اللہ سرہ و بہ برکت مساعی جمیلہ و اہتمام جزیلہ آں حضرت کفرہا برطرف شدہ و رونق دین اسلام و رواجِ شریعتِ حضرت سید انام بیُمنِ اہتمام آں مرشد ایام بہ ظہور رسید"

اسی طرح بہارستان شاہی میں مرزا حیدر کاشغری کے مذہبی تعصب کا پردہ اس طرح چاک کیا گیا ہے

"مرزا حیدر را از غایتِ انکارِ طریقِ حنفیہ، نوربخشیہ بلکہ سلسلۂ خواجۂ ہمدانیہ را از یں ممالک بکلیہ محو و معدوم ساختہ بود۔ چنانچہ درتمام ایں ممالک ازاں سلسلۂ شریفہ ہیچ اثرے باقی نماندہ بود۔ و قریب ہشت سال ہیچ کس از اہالی و موالی ایں ملک دم ازاں سلسلہ علیہ نتوانستند زد۔ بلکہ از کمالِ تعصّب خود مذہبِ شافعی کہ تمام اہل عالم از شرق تا غرب انکار آں مذہب نتوانند کرد۔ مردم ایں ممالک را منع می کرد کہ ہیچ کس شافعی المذہب ہرگز نہ باشند و ماسوئ مذہبِ حنفیہ تمام مذاہب را محو و منسوخ ساختہ"

بہارستان شاہی دراصل کشمیری محبّ وطن اور جانباز سپاہیوں کی جنگِ آزادی کی تاریخ ہے۔ آزادی کی یہ جنگ سلاطین چک کے زمانے میں لڑی گئی۔ اس میں شہنشاہ اکبر کے دورِ استبداد، سامراجی ہتھکنڈوں، معاہدہ شکنی اور کشمیریوں پر اکبر کے ہاتھوں کیے گئے مظالم کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ تاریخ کا ایک ایک ورق کشمیری مسلمانوں کے خون کی رنگین داستان پیش کرتا ہے۔ اور اس کی ایک ایک سطر میں کشمیریوں کے عزم و استقلال، صبر و ثبات اور ان کے بلند کارناموں کی مکمل تفسیر درج ہے۔

تاریخ کشمیر کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ بنگاہِ غلط انداز مورخین نے حقیقت پسندی اور غیر جانبداری کے اعلیٰ اصولوں کو پسِ پشت ڈال کر ہمیشہ تنگ نظری اور عصبیت کے جنوں میں تاریخیں اختراع کی ہیں۔ جو بات دل میں آئی اسے بغیر کسی حوالے کے لکھ دی۔ ان لوگوں نے شیعان کشمیر کے ساتھ تاریخ مرتب کرتے وقت دیدہ و دانستہ انصاف نہیں کیا ہے۔ ایسے نام نہاد مورخین کو تعصب کی رو میں بہہ کر لفظ "شیعہ" ہی ذہن سے اتر گیا۔ ان میں ملا عبدالقادر بدایونی[1]، نظام الدین[2]، محمد قاسم فرشتہ[3]، عبدالباقی نہاوندی[4]، سید علی[5]، خواجہ اعظم دیدہ مری[6]، احمد بلخی کشمیری[7] اور حاجی محی الدین مسکین[8] پیش پیش ہیں۔ ان تاریخ سازوں نے اپنی تاریخوں میں منافرت پھیلانے کے لئے لفظ "شیعہ" استعمال ہی نہیں کیا ہے بلکہ ہر جگہ شیعہ کے بدلے رافضی لکھا ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں اس قدر تعصب نے گھر کر رکھا ہو ان کی تاریخوں کی اصلیت شیعوں کے بارے میں کیا ہوگی۔ بعد کے مورخوں نے انہی

---

[1] منتخب التواریخ ص ۳۹۳ ترجمہ محمود احمد فاروقی۔ [2] طبقات اکبری ص ۴۲۵، جلد سوم انگریزی ترجمہ برجندر ناتھ، [3] تاریخ فرشتہ ص ۳۳۲ مطبوعہ نولکشور۔ [4] مآثر رحیمی جلد اول ص ۲۵۲، [5] تاریخ کشمیر از سید علی بیہقی ورق ۲۵ الف [6] تاریخ کشمیر ص ۱۰۵، [7] نوادر الاخبار قلمی، [8] تاریخ کشمیر کبیر قلمی صفحہ ۱۷۲۔

کتابوں سے استفادہ کرکے، اپنی کتابوں کی زینت بڑھا دی ہے۔ کاش یہ حضرات کسی لغت میں "رافضی" کے معنی دیکھتے!

خیر یہ تو تھے آج سے سیکڑوں برس پہلے کے مورخین جبکہ لوگ غیر مہذب اور جاہل تھے۔ اب زمانۂ حال کے "روشن خیال" لوگوں کو بھی ملاحظہ فرمایئے۔ پروفیسر محمد طیب شاہ صدیقی المتخلص بہ ضیغم کشمیری مختلف سرکاری عہدوں پر فائز تھے۔ اب ملازمت سے سبکدوش ہوگئے ہیں اور پنشن پا رہے ہیں۔ موصوف اردو فارسی کے بھی استاد رہ چکے ہیں۔ انھیں کتاب لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ان کی تحریروں سے تعصب کی عفونت اس قدر آتی ہے کہ ان کی روشن خیالی اور علمی معلومات کی تنگ دامانی پر حیرت اور افسوس ہو رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"ایران میں خاندان صفوی کے برسر اقتدار آنے کا سب سے بڑا ذریعہ اس خاندان کا نمائشی ترفض تھا۔ خاندانِ صفوی نے تشیع کے پردے میں رفض اور رافضیت کو اپنا مسلک بنایا۔ کشمیر کی طرف ملّا بایزید اور میر شمس الدین عراقی رفض کو فروغ دینے کے لیے بھیج دیے گئے۔ چک خاندان نے حکومت پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا۔ میر شمس عراقی اس خاندان میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے میں کامیاب ہوا اور اس خاندان کے چند افراد غازی چک، یوسف چک اور یعقوب چک کو غالی اور رافضی بنالیا۔ ان حکمرانوں نے اسلام اور بزرگان دین پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ عوام پر تو اہل بیت کے نام لیواؤں کے نام سے ترویج رافضیت کرتے رہے۔ غازی چک نے حضرت سلطان (شیخ حمزہ مخدوم) کو شہر بدر کیا۔ اور وہ بیروہ کی طرف چلے گئے۔ حضرت سلطان العارفین نے نہ صرف جہاد اکبر سے ان ظالموں کو مقہور کیا بلکہ اکبر جلال الدین کی فوجیں یہاں بلوانے کا انتظام فرمایا۔ یوسف شاہ کے دوران حکومت میں رفض کا غلبہ رہا۔ حضرت سلطان نے ایک وفد عمائدین متین کا تیار کیا جو کہ بسرکردگی جناب صرفی بہ شمولیت حضرت خاکی اکبری دربار میں بھلا گیا تاکہ اکبر اپنی فوجیں بھیجدے۔ اور ملک کو ان نامعقول اور عیش پرست ظالموں سے نجات دے اور ضلالت کا خاتمہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، مرکزی فوجیں کشمیر میں آئیں اور کشمیر سلطنت مغلیہ میں شامل ہوا" [۱]

---

[۱] تذکرۃ العارفین ص۲۱، ۹۶ء۔

پروفیسر ضیغم کشمیری ایک اور کتاب میں فرماتے ہیں کہ

"جاہل چک حکمرانوں نے اکثر کتب خانے نذرِ آتش کرائے تھے۔ ان میں شیخ صرفی کا کتب خانہ بھی تھا"[1]

جناب ضیغم کشمیری اگر اپنے بیان کی تائید میں کسی کتاب کا حوالہ دیتے تو زیادہ بہتر رہتا اور ان کی معلومات کی بنیاد بھی معلوم ہوتی۔ انھوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ اس لئے ان کا ایک ایک جملہ نہ صرف لغو، مہمل، غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ گمراہ کن بھی ہے۔ اگر وہ کسی چھوٹی سے چھوٹی تاریخ پر بھی انحصار کرتے تو اس قدر لغویات کا شکار نہ ہوتے۔ کس قدر جھوٹ فرماتے ہیں کہ میر شمس الدین عراقی نے یوسف چک اور یعقوب چک کو رافضی بنا لیا" ایسے عالم کا کیا کرے کوئی" جس کو یہ تک نہ معلوم ہو کہ میر شمس الدین کا انتقال کب ہوا تھا۔ ان کا انتقال ۹۳۲ھ میں ہوا۔ اس وقت یوسف شاہ اور یعقوب شاہ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ ہاں غازی خان کم سن تھے لیکن ان کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

پروفیسر صاحب کا یہ ارشاد بھی غلط ہے کہ غازی شاہ نے شیخ حمزہ مخدوم کو سری نگر سے بدر کیا تھا۔ یہ شر انگیز پروپگنڈا مولوی محمد شاہ سعادت نے اپنی طرف سے محض "فی سبیل اللہ فساد" کے لئے تاریخ کشمیر مولفہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کے حاشیے میں کیا ہے۔ کاش ضیغم کشمیری اس تاریخ کا کوئی قلمی یا پرانا مطبوعہ نسخہ ملاحظہ فرماتے۔ یہ افسانہ من گڑھت ہے۔ اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ ان کا یہ کہنا بھی بہتان اور مضحکہ خیز ہے کہ چونکہ یوسف شاہ کے زمانے میں رفض کا غلبہ رہا اس لئے شیخ حمزہ مخدوم نے ایک وفد اکبر بادشاہ کے پاس تسخیر کشمیر کے لئے روانہ کیا۔ ضیغم کشمیری کی داد دیجئے انھوں نے شیخ حمزہ پر کتاب شائع کی لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان کا انتقال کب ہوا تھا۔ شیخ حمزہ مخدوم کا انتقال ۹۸۴ھ میں ہوا۔ "مخدوم مرحوم" مادۂ تاریخ ہے۔ جبکہ یوسف شاہ ان کی وفات کے دو سال کے بعد ۹۸۶ھ میں تخت نشین ہوئے تھے۔ شہنشاہ اکبر نے ۹۹۴ھ میں معاہدۂ الحاق کے تحت جس کی قیادت شیخ صرفی کر رہے تھے کشمیر کو فتح کیا۔ پروفیسر صاحب کا یہ کہنا بھی سفید جھوٹ ہے کہ سلاطین چک نے لوگوں کو پریشان کیا اور ان کے مکان نذر آتش کیے۔ برعکس اس کے کتب تواریخ میں "تاراج

---

[1] رشحات صرفی ص ۳۲۔

نظر ڈالنے والے مورخین کو سلاطین چک میں برائیوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ مقدمہ میں ان کے عدل و انصاف، سخاوت، شجاعت اور علم دوستی کے اہم واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

مرتب کو اس بات کا احساس ہے کہ کشمیر میں میر شمس الدین عراقی اور سلاطین چک کی وجہ سے شیعہ مسلمانوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا ہے۔ میں خود بھی شیعہ ہوں اس لئے مجھ پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ جو مظالم مغلوں اور دوسرے غیر ملکی حکمرانوں نے کشمیر کے شیعوں پر ڈھائے ہیں اور جو غلط فہمیاں انھوں نے اپنی حکومتوں کے استحکام کے لئے شیعہ اور سنّی مسلمانوں میں پیدا کی ہیں ان کی اصلیت کے اسباب بیان کروں۔ میں نے ایک محبّ وطن کشمیری ہونے کی حیثیت سے وہ تمام واقعات پیش کیے ہیں جو کتب تواریخ میں درج تو ہیں لیکن مورّخوں نے محض بربنائے تعصّب آج تک کھل کر بیان نہیں کئے ہیں۔

راقم کو بہارستان شاہی کا ایک مکمل نسخہ عرصہ ہوا دستیاب ہوا تھا۔ اس کا مقابلہ جب لندن کے نسخوں سے کیا گیا جن کے فوٹو اسٹیٹ حکومت جموں و کشمیر کے محکمہ ریسرچ کے کتاب خانے میں موجود ہیں تو کوئی خاص فرق نظر نہیں آیا۔ نسخۂ برٹش میوزیم اور راقم کے نسخے میں سو فیصد مطابقت پائی جاتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نسخے ایک دوسرے کی نقلیں ہیں۔ ترتیب کے دوران جو سہولتیں صاحبزادہ حسن شاہ اور صاحبزادہ محمود احمد ڈائرکٹر لائبریریز اینڈ ریسرچ ریاست جموں و کشمیر نے مرتب کو فراہم کی تھیں اس کے لئے وہ ان دونوں بھائیوں کا ممنون ہے۔

متن کے حواشی میں مستند لغات کی مدد سے مشکل الفاظ کے معنی درج کئے گئے ہیں۔ فہرست ماخذ میں بہارستان شاہی کے صفحوں کے جو نمبر دیے گئے ہیں وہ مخطوطہ کے مطابق ہیں۔ مقدمات میں حرف "ح" سے مراد حاشیہ ہے۔ اصل مخطوطے میں ابتدا سے آخر تک عبارتیں سلسلہ وار ہیں۔ راقم نے ابواب اور متن کی مختلف سرخیاں مرتب کی ہیں۔ جن نایاب اور نادر مخطوطات سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں اکثر و بیشتر غیر مطبوعہ ہیں اور وہ ریاست کشمیر کے محکمۂ ریسرچ میں محفوظ ہیں۔

مجھے بہارستان شاہی کے مقدمات کی ترتیب دینے کے سلسلے میں کئی مرتبہ خدا بخش لائبریری پٹنہ اور لکھنؤ کے مختلف کتاب خانوں کی خاک چھاننا پڑی۔ ڈاکٹر نیّر مسعود نے بھی مقدمات کی ترتیب کے بارے میں اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ میں ان کتاب خانوں کے منتظمین اور ڈاکٹر موصوف کا بھی شکر گذار ہوں۔

آخر میں جناب حجۃ الاسلام آغا سید یوسف الموسوی الصفوی صدر انجمن شرعی شیعان

جمّوں و کشمیر کا شکریہ ادا کرنا راقم الحروف کے لئے لازم و ملزوم ہے۔ اگر آنجناب بہارستانِ شاہی کی اشاعت کی طرف توجہ نہ فرماتے تو تاریخ کشمیر کا یہ نادر، نایاب اور مستند نسخہ منظرِ عام پر کبھی نہ آتا۔ تصویروں کی فراہمی کے لئے جو زحمتیں آغا صاحب کے فرزند جناب سیّد محمّد فضل اللہ نے اٹھائیں مرتب ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے۔

اکبر حیدری

۲۲ر فروری ۸۲ء لکھنؤ

مقدمۂ اوّل

میر شمس الدّین محمّد عراقی اور اُن کا خاندان

ذوالجو کے حملۂ کشمیر کے بعد ۷۲۰ھ ہجری مطابق ۱۳۲۰ء میں لداخ کے حکمراں رینچن نے کشمیر پر دھاوا بول دیا۔ اور اسے فتح کیا۔ انھوں نے کشمیر میں اپنا آبائی مذہب بودھ مت ترک کر کے سید شرف الدین بلبل شاہ (متوفی ۷۲۲ھ مطابق ۱۳۲۴ء) کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ اور پھر آخر وقت تک احکام شریعت مصطفوی اور طریقت مرتضوی یعنی مذہب امامیہ کے پابند رہے۔ جب رینچن نے بلبل شاہ سے ان کے دین و مذہب اور عقاید کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے حضرت رسالت پناہ اور امام ابلین حضرت علیؑ کے معجزات و مناقب بیان کرنے کے بعد فرمایا ؎

نعمت اللہ ماست پیر و ولی
یادگار محمدؐ است و علیؑ

رینچن کے قبول اسلام کا واقعہ تاریخ میں اس طرح درج ہے :-

"چوں آئینۂ دل او از صور اعتقادات مِلَل باطلہ سیاہ بود۔ و مرآتِ ضمیرش از نقوشِ عقائدِ مذاہب فاسد ارادہ قوم سعادت لزوم احکام شریعت مصطفوی و اصولِ عقائدِ صحیحۂ طریقت مرتضویؑ بر صفحۂ دلِ او مرقوم و منقوش گشت و باعتقاد و اخلاص تمام دین و ملّت

۲۔ شاہ نعمت اللہ کرمانی شیخ مشائخ میں سے تھے۔ ان کے والد کا نام میر عبداللہ تھا۔ نسب پانچویں امام حضرت محمد باقر علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ ۷۳۰ھ ہجری ۱۳۲۹-۳۰ء میں حلب میں پیدا ہوئے تھے۔ ۲۴ برس کی عمر میں حج بیت اللہ کیا اور مکۂ معظمہ میں سات برس مقیم رہے۔ پھر سمرقند، ہرات اور یزد میں زندگی کے دن صرف کیے آخر عمر میں کرمانشاہ واپس آئے اور وہیں ۲۲ رجب ۸۳۴ھ (۵ اپریل ۱۴۳۱ء) کو انتقال کیا مقبرہ کرمان شاہ میں آج تک موجود ہے اور لوگ زیارت کرنے جاتے ہیں۔ اکثر قصاید آپ کے نام منسوب ہیں جن میں بذریعہ کشف اخبار آئندہ کی پیشین گوئی کی ہے (صنادید عجم ص ۲۲۶ طبع ثانی مطبع شانتی پریس الہ آباد)

اسلام قبول کرد۔ واز ادیانِ باطلہ و مذاہب فاسدہ تبرا نمود۔ اول بادشاہے کہ در ممالک کشمیر بشرف اسلام مشرف شد، رینچو بود۔ از برائے بلبل شاہ قلندر نزدیکِ حویلیِ خود خانقاہے بنا کرد۔ و جاگیر برائے وے تعیین نمودند" [1]

بلبل شاہ راجہ سہدیو کے دور حکومت (۱۳۰۱ء ـ ۱۳۲۰ء) میں منگولوں کے حملے کے خوف سے ایک ہزار پناہ گزینوں کے ساتھ ترکستان سے کشمیر آئے۔ وہ امام موسیٰ کاظم کی اولادوں میں سے تھے۔ اسی لیے موسوی سید کہلاتے تھے۔ انہی کے مشورہ سے رینچن نے اسلامی نام صدرالدین رکھا تھا[2]۔

بلبل شاہ اور سید علی ہمدانی (متوفی ۷۸۶ھ ہجری مطابق ۱۳۸۵ء) کے بعد اشاعت اسلام کے سلسلے میں میر شمس الدین عراقی کا نام قابل ذکر ہے۔ وہ نوربخشیہ مسلک کے پیرو تھے۔ اس مسلک کے بانی سید محمد بن محمد بن عبداللہ تھے۔ وہ کوہستان کے مقام قائین میں ۷۹۵ھ ہجری مطابق ۱۳۹۳ء میں پیدا ہوئے تھے۔ حصول تعلیم کے بعد خواجہ اسحاق ختلانی کے خلیفہ ہوئے۔ خواجہ صاحب بذاتِ خود سید علی ہمدانی کے مرید اور شیعہ مذہب کے مسلک تھے۔ انھوں نے ہی سید محمد کو نوربخش کا لقب دیا تھا۔ سید محمد نوربخش سید علی ہمدانی کے بلاواسطہ مرید بھی تھے۔ خواجہ صاحب نے سید محمد نوربخش کو سید علی ہمدانی کا خرقہ دے کر ان کے مہدی اور امام ہونے کا اعلان کیا۔ اس پر امیر تیمور (متوفی ۸۰۷ھ مطابق ۱۴۰۵ء) کے بیٹے شاہ رخ مرزا (متوفی ۱۴۴۶ھ) نے سید محمد نوربخش کو قید کیا۔ وہ اپنے موقف پر سختی سے کاربند رہے۔ اس لیے انہیں تین مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں۔ شاہ رخ کے انتقال کے بعد انھیں قید سے رہائی ملی تھی[3]۔ ان پر مہدویت کے دعویٰ کا الزام بے بنیاد تھا۔ تفصیلات نوربخشیہ کے حاشیے میں ملیں گی۔

سید محمد نوربخش بقول مولوی حشمت علی لکھنوی سید علی ہمدانی کے بھانجے تھے[4]۔ ان کا انتقال ۸۶۹ھ مطابق ۱۴۶۴ء میں ہوا۔ ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔ اور وہ شیعہ تھے[5]۔

سلطان سکندر (متوفی ۸۱۶ھ مطابق ۱۴۱۳ء) کے بعد جس مبلغ دین اور مجاہد اولوالعزم نے کشمیر کے چپے چپے پر اسلام پھیلایا تھا وہ حضرت سید امیر شمس الدین محمد عراقی تھے[6]۔ تاریخ کشمیر میں وہ مکسر الاصنام کے لقب سے مشہور ہیں[7]۔ ان کے کچھ حالات "تحفۃ الاحباب" میں درج ہیں۔ اس کا ایک مخطوطہ ان کی اولاد جناب آغا سید یوسف قبلہ کے کتاب خانے میں محفوظ ہے۔ کتاب میں مصنف کا نام کہیں درج نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مرزا حیدر کاشغری کی شیعہ کشی کا پردہ چاک کیا ہے۔ مصنفِ کتاب نے ابتدا میں اپنے والد کا نام مولانا جمال الدین خلیل اللہ لکھا ہے۔ جو میر شمس الدین عراقی کے

نامور مریدوں میں تھے۔ مخطوطہ میں سال تصنیف یا سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ اس میں میرزا دانیال کی شہادت تک کے واقعات ہیں ان کی شہادت ۹۵۷ھ ہجری میں ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے تحفتہ الاحباب کا سال تصنیف ۹۵۸ھ ہجری میں قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ تاریخ کشمیر سے متعلق فارسی کا قدیم ترین نسخہ ہے۔

تحفتہ الاحباب میں میر شمس الدین کے نام کے ساتھ یہ القاب درج ہیں "حضرت قطب المحققین مکمل الکاملین، مزنی الواصلین، آفتاب فلکِ سیادت، خورشید سپہر دودمانِ ولایت، مظہر آثار معارفِ الہٰی، منبع متاخر حقایق نامتناہی، حامی قواعد شریعتِ مصطفیٰ، رافع اعلام طریقہ آئمہ ہدیٰ اللامع مصابیح ولایت انوار الحقائق والمعارف الفائیض من ینابیع ارشادت، اسرار کمالات العوارف المنحتص بعنایات الملک الباقی، شمس الحق والحقیقت والملت والدین"

او دریں گنبد فیروزہ فام	قطب زماں شمس فلک احترام
محرم رازِ حرم کبریا	محیی رسم و روشِ اولیا
عارفِ حق شیخ ولایت پناہ	شمس ہدا قطب فلک دستگاہ
پیر ہدا بود ولیِ خدا	برہمہ خلقِ خداء رہنما
باطن او مظہرِ انوارِ حق	سینۂ او مخزنِ اسرارِ حق
گوشِ دلش محرمِ رازِ خدا	اہل طلب را بجدا مقتدا
ظاہر او شمس دوم بر زمین	باطن او ہمدمِ روح الامین
دست و عصائش کہ امید و بیم	چوں ید بیضا و عصائے حکیم
بر در او ہر کہ ارادت نمود	فضل ولیش راہ سعادت نمود

وانکہ در آیات دے انکار کرد
روشد و سر در سرایں کار کرد

"آفتاب فلکِ سیادت" سے معلوم ہوتا ہے کہ میر شمس الدین محمد عراقی سادات سے تھے۔ اسی کتاب میں آگے چل کر یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ موصوف موسوی سید اور شاہانِ صفویہ کی اولادوں میں سے تھے میر عراقی کا شجرہ زڈی بل سری نگر کے ایک نامور شخص میر ہاشم خراسان میں شیخ محمد حرے مرتب کرا کے لائے تھے۔ شیخ محمد غالباً وہی شخص ہیں جو حج کرنے گئے تھے اور دوران سفر شہر رَے میں شاہ قاسم فیض بخش سے کشمیر سے متعلق تبادلۂ خیال کیا تھا۔

میر شمس الدین موضع کن متصل سولغان میں پیدا ہوئے تھے۔ سولغان اس زمانے میں عراق عجم کا ایک حصہ تھا۔ ان کے والد بزرگوار کا نام درویش ابراہیم تھا۔ والدۂ محترمہ سادات قزدین سے تھیں۔ تحفۃ الاحباب میں درج ہے کہ

"معلوم ضمائر منائر ارباب محبت و مودّت و مفہوم خواطر اصحاب اخلاص و ارادت تو ند بود۔ کہ نسب آنحضرت از قبایل شاہانِ صفویہ کہ در ممالکِ عراق و امصار خراسان معروف مشہور بود۔ و چونکہ ایشان پسر خواندہ کیان بودند ازیں جہت ایشان را "کے" می نامند۔ والّا در اصل ایشان سادات موسویہ اند۔ شجرۂ ایشان را میر ہاشم زڈی بلی بخراسان رفتہ از پیش شیخ محمد حر نوشتہ آورد۔ مولد و منشاء آنحضرت در موضع کن۔ کہ نزدیک سولغان است واقع بود۔ و در آں منزل مملوکات و متصرفات و موطن و مساکن آبا و اجداد ایشان از قدیم می بود۔ و پدر بزرگوار آنحضرت درویش ابراہیم نام داشت والدۂ آنجناب از اولاد سادات قزدین بود"

کتب تواریخ میں میر شمس الدین عراقی کے نام کے ساتھ لفظ "شیخ" بھی استعمال ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو "شیخ" کی وجہ سے ان کی سیادت مشکوک نظر آتی ہے۔ اگر ان لوگوں کا مطالعہ وسیع ہوتا تو اس قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے۔ یہاں "شیخ" تصوف کی اصطلاح میں آیا ہے۔ اور صوفیوں میں "شیخ" بڑے بڑے عالم دین کے نام کے ساتھ بطور عظمت و بزرگی لکھا جاتا ہے خواہ وہ سید ہو یا غیر سید۔ جامی کی "نفحات الانس" اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی "اخبار الاخیار فی اسرار الابرار" مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ میں جو لوگ اکابرینِ سادات میں شامل ہیں ان کے نام کے ساتھ لفظ "شیخ" ضرور ملتا ہے۔ ان میں شیخ جنید بغدادی، حمزہ بن عبداللہ العلوی الحسینی، شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم القرشی الہاشمی، میر سید قاسم انوار اردبیلی اولاد شیخ صدر الدین اردبیلی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ علامہ قاضی نور اللہ شوستری کی کتاب مجالس المومنین طہران ایڈیشن ۱۲۹۹ھ) کے صفحات ۲۵۵ تا ۲۵۴ میں بڑے بڑے شیخ المشائخ کا تفصیلی تذکرہ ملتا ہے۔ مصنف نے ان تمام مشائخ کو صوفیائے کرام کے تحت درج کیا ہے اور اس نے ان مشائخ کو شیعہ قرار دیا ہے۔ یہاں ان کے شیعہ سنی ہونے سے کوئی مطلب نہیں ہے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ لفظ "شیخ" ساداتِ باکمال کے نام کے ساتھ بھی لکھا جاتا ہے۔ علامہ قاضی

تمہید میں لکھتے ہیں کہ :۔

"سید حیدر بن علی الآملی در کتاب جامع الانوار فرمود کہ فرقہ ناجیہ امامیہ ایدہم اللہ تعالیٰ دو طایفہ اند۔ طائفہ آنکہ حامل ظاہر علوم رسول مجتبیٰ و آئمہ ہدیٰ اند۔ کہ عبارت از طریقت دایقان باشد۔ واوّل موسوم است بہ مومن فقط دثانی بہ مومن ممتحن وشیعی وصوفی عبارت ازاین دو طائفہ اند۔ زیراکہ شیعی وصوفی دو اسم متغائر ند۔ کہ مراد ازیشان حقیقت واحدہ است۔ یعنی کہ حامل شریعتِ محمدیہ باشد۔ بحسب ظاہر و باطن بعد از آں فرمودہ کہ اگر گویند کہ اکثر صوفیہ بحسب ظاہر و باطن برطریقۂ اہل سنت واصول قواعد ایشان اند۔ پس چگونہ ایشان راشیعہ حقیقی تواں گفت۔ گوئیم صوفیہ فرق بسیارند مانند شیعہ۔ امّا فرقۂ حقیہ ازایشان یکیست وآں فرقہ ایست کہ حامل اسرار سیّد مختار وآئمہ اطہار باشند۔ ایمان بحسب ظاہر و باطن داشتہ باشند۔ ہمچنانکہ فرقۂ حقیہ ناجیہ ازفرق متکثرہ شیعہ یکیست وآں امامیہ اثناعشریہ اند کہ قواعد احکام ایشان در فروع مبین است، بہ نقل صحیح از نبی وعترتِ علیہم السلام ومولف عقیدہ آنست کہ ہیچ کس ازاین طائفہ رفیعہ سنّی مذہب نہ بودہ" لے

علامہ شوستری نے جن مشائخ کا تذکرہ کیا ہے ان کا سلسلۂ ولایت حضرت علیؑ تک پہنچتا ہے۔ ان میں سے اکثر وبیشتر سادات میں سے ہیں اور ان کے نام کے ساتھ "شیخ" استعمال کیا ہے۔ موصوف نے میر سید علی ہمدانی کے نام کے ساتھ بھی "شیخ" لکھا ہے۔ صفحہ ۲۵۷ میں لکھتے ہیں کہ

"شیخ مشائخ وسیّد متالہین امیر سید علی قدس اللہ سرہ"

ذیل میں اس قسم کی چند اور مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

"شیخ جنید بغدادی۔ ازجملۂ سادات واکابرین ایں طائفہ" (صفحہ ۲۶۶)

"قطب الآفاق سلطان شیخ صفی الدین اسحٰق اردبیلی کہ جداعلائے طبقۂ علیّہ سلاطین صفویہ موسویہ است" (صفحہ ۲۷۳)

"شیخ صدرالدین موسوی خلف شیخ صفی الدین اسحٰق" (صفحہ ۲۷۳)

"السید العارف الموّحد شیخ قطب الدین حیدر التونی" (صفحہ ۲۷۶)

"شیخ" کی وضاحت

لغات اور کتب صوفیاء میں "شیخ" ان بزرگانِ دین کے اسمائے گرامی کے ساتھ استعمال ہوا ہے

جناب آغا صاحب ۲۵ رجب ۱۴۰۲ھ ہجری کو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے یوم شہادت کے سلسلے میں سوگواروں سے خطاب کر رہے ہیں۔

جنھوں نے اسلام کی اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں مستند حوالوں سے کئی صفحات میں "شیخ" کی تشریح کی گئی ہے۔ یہ عربی لغت کا لفظ ہے۔ اس کے دو مفہوم ہیں۔(۱) خاص اور (۲) عام۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) کسی دینی یا روحانی سلسلے کا بانی، مگر اس کے جانشین کو جو اس سلسلے کی گدّی سنبھالے یا ان لوگوں کو جو اس کی مختلف شاخوں کے رئیس ہوں کو بھی شیخ کہہ دیا جاتا ہے۔ شیخ الطریقہ اپنے سلسلے کا دینی اور دنیوی دونوں امور میں رہنما ہوتا ہے۔ اس میں لازمی طور پر تمام اخلاقِ حسنہ پائے جانے چاہئیں۔ اسے عالی ظرف، زہد کیش اور تمام اوصاف حمیدہ کا حامل ہونا چاہیئے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اسے علم وافر حاصل ہو۔ وہ اللہ کا برگزیدہ بندہ ہوتا ہے۔ اور اللہ اس پر اپنی برکت نازل کرتا ہے۔ اس لیے وہ بندے کو اللہ تک پہنچانے کا وسیلہ ہوتا ہے۔ اسے قانون الٰہی یا شریعت کا مکمل علم ہوتا ہے۔ وہ وساوس نفسانیہ اور ان کے علاج سے واقف ہوتا ہے۔ اپنے طریقے کی مخصوص تعلیمات کا بانی یا وارث ہونے کی وجہ سے وہ صاحبِ سرّ ہوتا ہے (یعنی اس کی رضا قادرِ مطلق کی مشیت سے فیض یاب ہوتی ہے) وہ صوفیوں کی روایات کا جاری رکھنے والا ہوتا ہے۔ اس کے دل میں ان خیالات کے سوا جو اللہ عزوجل نے یا بانی سلسلہ نے جو عالم ملکوت کے اندر حظیرۃ القدس میں صاحبِ مرتبہ ہوتا ہے اور وجود اقصٰی کے مقدس خیالات سے براہ راست فیض یاب ہوتا ہے [مرید کی نظر میں شیخ ہر قسم کی روحانی فضیلتوں کا پیکر ہوتا ہے] اور [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] اسے تصرف اور کشف و کرامات کی قدرت عطا کی جاتی ہے۔

(۲) عام معنوں میں شیخ سے مراد وہ شخص ہے جس پر بڑھاپے کے آثار نمایاں ہوں۔ جس کی عمر پچاس سال سے اوپر ہو گئی ہو۔ اس کا اطلاق معمّر قرابت داروں پر بھی ہوتا ہے۔ قوم یا خاندان کا سردار بھی شیخ کہلاتا ہے۔ زمانۂ قبل از اسلام میں سیّد یعنی سردارِ قوم کو اکثر اوقات شیخ کا لقب دیا جاتا تھا جس کا مفہوم عمر میں بلوغ کامل اور اسکے لیے ذہنی قویٰ میں رشد تام ہوتا تھا۔ اسلامی دور کی تاریخ میں یہ لفظ بڑی کثرت کے ساتھ اعلیٰ سردار کے معنوں میں استعمال ہوا۔ بالخصوص ایسے مدعیان حکومت جو عربوں کی روایات کے احیاء کے خواہاں تھے۔ اس لفظ کو اختیار کر لیتے تھے۔ مثلاً چوتھی صدی ہجری میں مصلح ابو یزید نے شیخ المومنین کا لقب اختیار کیا۔

موجودہ وقت میں اس لقب کو جو بیک وقت ایک مہذب طریق خطاب بھی ہے اور اہمیت

کا ایک نشان بھی، یعنی معزز، محترم، وہ تمام لوگ جن کے ہاتھ میں حکومت ہو، یا جو کسی شعبۂ نظم ونسق کے مختار ہوں یا جو کسی عہدے یا منصب پر فائز ہوں یہ لقب حاصل کرنے کے لیے آرزومند رہتے ہیں۔ مفتی اعظم یعنی اسلام کے بڑے پیشوا کو شیخ الاسلام، وزیر امور مذہبی کو شیخ الدین، پولیس کے افسر اعلیٰ کو شیخ المدینۂ شہر کے رئیس البلدیہ کو شیخ البلد کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دینی مدارس میں شیخ الحدیث، شیخ التفسیر اور شیخ الشیوخ کے القاب عام طور پر مروج ہیں۔

لیکن اس لفظ کی اہمیت مخصوص طور پر اسلامی مذہبی اخوت یا طریقے میں ظاہر ہوتی ہے۔ ان اعزازی القاب میں سے ایک جو پہلے پہل چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر میں دینی شخصیتوں کے لیے اختیار کیے گیے۔ بجائیکہ لفظ اسلام سے مرکب بعض دوسرے القاب ان لوگوں نے اختیار کیے جو صرف دنیوی اقتدار کے مالک تھے۔ شیخ الاسلام کا لقب صرف علماء اور کبھی کبھی صوفیہ کے لیے مخصوص رہا ہے جس طرح کہ وہ دوسرے اعزازی القاب جن کا پہلا جز لفظ شیخ ہے۔ آنے والی صدیوں میں اس کی دوسری مثالیں صوفی شیخ صفی الدین اردبیلی اور علامہ التفتازانی ہیں۔

خود میر شمس الدین عراقی کے جد اعلیٰ سید صفی[7] الدین اردبیلی اور ان کے صاحبزادوں کے نام کے ساتھ (جیسا کہ شجرے میں بھی ظاہر ہوتا ہے) "شیخ" کا لفظ آج تک استعمال ہوتا آرہا ہے۔

---

۷ - شیخ صفی الدین۔ ایران کے صفوی بادشاہوں کے جد امجد ۶۵۰ھ ہجری (۱۲۵۲-۱۲۵۳ء) میں اردبیل میں تولد ہوئے۔ خواجہ کمال الدین عرب شاہ اور خانم دولتی کے بیٹے حضرت علیؓ سے ۲۵ ویں اور ساتویں امام موسیٰ الکاظم سے بیسویں پشت میں تھے۔ چھ سال کے تھے کہ والد انتقال کر گئے۔ شروع ہی سے مذہبی ریاضتوں میں منہمک ہو گئے۔ چونکہ اردبیل کے علماء میں کوئی ایسا نہ ملا جسے وہ بطور استاد پسند کرتے اس لیے وہ شیخ نجیب الدین بزغوش (م ۶۷۸ھ) کے درس میں شرکت کی غرض سے شیراز گئے۔ لیکن موخر الذکر ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے انتقال کر گئے۔ انھوں نے پرہیزگار درویشوں اور متقی اشخاص سے واقفیت پیدا کی۔ جن میں شیخ رکن الدین البیضاوی اور امیر عبداللہ بھی تھے۔ آخر کار شیخ صفی الدین نے شیخ زاہد گیلانی سے استفادہ کیا اور ان کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔ شیخ صفی کا انتقال ۱۲ر محرم ۷۳۵ھ ہجری مطابق ۲ر دسمبر ۱۳۳۴ء کو ہوا۔ مرنے سے پہلے اپنے بیٹے شیخ صدر الدین کو اپنا جانشین نامزد کر چکے تھے۔

شیخ صفی الدین درویشوں کے صفوی فرقے کے بانی تھے۔ جس نے بعد میں ایران پر سیاسی اقتدار حاصل کر لیا۔ صفوی لوگ امتیازی نشان کے طور پر بارہ کونوں کی ایک سرخ ٹوپی (تاج حیدر) پہنتے

(بقیہ ص ۳۵ پر)

کتبِ تواریخ میں شمس الدین محمد عراقی کے ساتھ لفظ "شیخ" نام کا جز نہیں ہے بلکہ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ لفظ بزرگی کے اعزاز میں آیا ہے۔ ان کے نام کے ساتھ "امیر" اور "میر" نام کے جز کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ "میر" یا "امیر" اصل میں نشان سیادت ہے۔ معتبر کتب لغات میں "میرزا" کے معنی سید ہیں۔ ٹیک چند کی بہار عجم ص۴۲۴ جلد دوم مطبع نولکشور لکھنؤ میں "میرزا" کے معنی اس طرح درج ہیں۔

"میرزا۔ بیائے معروف، ایں لفظ بیشتر از القاب بادشاہان یا بادشاہزادگان بود۔ دریں روزگار بزرگ زادگان و رئیس پسران اطلاع کنند و در ایران بر سادات نیز تجوز است۔ بخلاف آقا کہ لفظ ترکی است و اطلاق بر سلاطین و امرار درست نیست۔

غیاث اللغات ص۴۶۱ مرتبہ مولوی غیاث الدین مطبع نولکشور لکھنؤ نفائس اللغات ص۸۲۳ اوحد الدین بلگرامی مطبع مصطفائی لکھنؤ مطبوعہ ۱۲۵۷ھ ہجری میں بھی "میرزا" سید کے معنی میں آیا ہے۔ ان لغات میں یہ تصریحاً درج ہے کہ "میرزا" دراصل مخفف ہے "امیرزا" کا اور "میر" ہے مخفف "امیر" کا۔ الف کثرت استعمال سے حذف ہو گیا ہے۔ جیسے کہ بوجہل اور بولہب میں۔ نور اللغات جلد چہارم ص۳۱ میں میر مخفف امیر کا دکھایا گیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ فارسی میں یہ لفظ سید کے اعزازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ شمس الدین محمد عراقی کے نام کے ساتھ "میر" یا "امیر" کے الفاظ سیادت کے لیے آئے ہیں۔ اور یہ دونوں لفظیں ان کے سید ہونے پر دال ہیں۔ جیسے کہ تاریخ کشمیر میں یہ الفاظ میر علی ہمدانی، میر محمد ہمدانی، میر سید محمد مدنی وغیرہ اور اردو تذکروں میں، میر کا لفظ میر تقی میر، میر حسن، میر انیس اور میر ضمیر وغیرہ کے نام کا ساتھ سید کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

کتب تواریخ سے میر شمس الدین عراقی کی سیادت مسلّم ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ راقم الحروف نے ان تمام دستاویزات کو بنظر غور دیکھا ہے جو اس وقت ان کے خاندان کی ایک فرد سید باقر معرکہ دار (کشمیری اصطلاح میں معرکہ دار امام باڑہ زڈی بل کے متولیوں کو کہتے ہیں) کی ملکیت میں ہیں۔ ان میں سے ۱۱۲۲ھ ہجری اور ۱۱۲۸ھ ہجری کے دہ کاغذات بھی درج ہیں جن کے تحت میر شمس الدین عراقی کی اولاد

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تھے۔ اسی سے قزلباش کا لقب مخصوص ہوا۔ اسمٰعیل اول صفوی (م ۹۳۰ھ) خاندان صفویہ کے پہلے نامور بادشاہ تھے (دائرہ معارف اسلامیہ ص۱۳۸-۱۳۹) شیخ صفی الدین اور شیخ زاہد گیلانی کے لیے "صفوۃ الصفا" کی طرف رجوع کریں (فرہنگ ادبیات فارسی دری ص۳۱۷)

سیادت پناہ میر مختار ولد میر ابوسعید و میر صادق اور میر باقر نے زڈی بل میں اپنی تمام اراضی کو خانقاہ میر شمس الدین کے لیے وقف کر دی تھی۔ وقف نامہ میں صریحاً میر شمس الدین کے نام کے ساتھ لفظ "سید" بھی درج ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

"...... واقفان مذکوران کہ حق ملکیت آنہا در قبض و تصرف مالکانہ خود ہا داشتند...

..... الی الیوم الوقت ہذا ہمگی و تمامی قطعۂ زمین واقع در محلہ مذکور محدودہ در ذیل وقف بر خانقاہِ غفران پناہ سید شمس الدین بت شکن نمود"۔

دستاویز پر حاکم شرع کے علاوہ بہت سے لوگوں کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔ ان میں سے چند بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ ابوالفضل، ملک محمد، مرزا سلطان، خواجہ عبداللہ، محمد مہدی، محمد حبیب اللہ، محمد حسین محمد تعظیم میر مرتضیٰ، آقا محمد حسین۔

واقفان زمین کے نام یہ ہیں۔ (۱) میر مختار الحسینی، (۲) میر سید باقر الحسینی (۳) سید صادق الحسینی

دستاویز پر ۲۴ شہر حمید الاول ۱۱۲۵ھ ہجری کی تاریخ درج ہے۔

ان کے علاوہ دو اور دستاویز ۱۲۳۲ھ ہجری اور ۱۲۳۳ھ ہجری کی راقم کی نظر سے گزری ہیں ان میں بھی میر شمس الدین عراقی کے نام کے ساتھ لفظ "سید" درج ہے۔ یہ دستاویز بھی سید باقر معرکہ دار کے پاس موجود ہیں۔ ایک اور دستاویز مورخہ ۱۲۴۰ھ ہجری کا دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا جو پروفیسر سید سرور حسین پرنسپل اسلامیہ کالج سری نگر کی ملک ہے۔ اس میں سادات خانقاہیہ کو میر سید علی ہمدانی اور سادات زڈی بل کو سید شمس الدین عراقی کی اولاد تسلیم کیا گیا ہے۔ دستاویز میں میر شمس الدین عراقی کو ساتویں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اور میر سید ہمدانی کو امام زین العابدین کی اولاد قرار دیا گیا ہے۔ اس میں میر سید محمد رضا زڈی بلی (متوفی ۱۱۸۹ھ ہجری) اولادِ میر سید شمس الدین عراقی کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کی ضرورت یوں محسوس ہوئی تھی کہ ۱۲۴۰ھ ہجری میں سادات کشمیر میں خمس یا سہم امام کی تقسیم کے لیے کچھ مشکلات پیش آئی تھیں۔ اور بعض سادات کی سیادت مشکوک نظر آنے لگی تھی۔ ان میں کچھ سادات زڈی بل اور سادات ہمدانیہ شامل تھے۔ دستاویز میں اس زمانے کے عراق، ایران اور کشمیر کے بڑے بڑے علماء نے ان سادات کے موقف کی تائید کی تھی۔ ان میں آقا سید محمد طباطبائی، مرزا ہدایت اللہ، مرزا داؤد، مرزا محمد جواد، ملا حسین طہرانی وغیرہ کے دستخط اور مہریں بھی ہیں۔ دستاویز کرم خوردہ ہے۔ ذیل میں متعلقہ عبارتیں درج کی جاتی ہیں:۔

"..... سید شرف ابن نور حدیقۂ اصطفیٰ و حدیقۂ ارتضیٰ میر محمد رضا وغیرہ اولادِ مہر سپہر سیادت و سعادت و دافع کفر و ظلام، مروجِ دینِ اسلام، زبدۂ اولادِ سید المرسلین و آفتاب دودۂ حضرت امیر المومنین حضرت میر شمس الدین عراقی بت شکن کہ اسم شریفش چوں خورشید در آفاق روشن است و از روئے شجرہ وثیقہ، انیقہ ایں دو قبلۂ جلیلہ کہ مزین ..... مجتہد العصر آقا سید محمد طباطبائیؒ و مرزا ہدایت اللہ، و میرزا داؤد، و میرزا محمد جواد ملا حسین تہرانی وغیرہ جمعے کثیر از مجتہدین ادام اللہ تعالیٰ ایام افاداتہم کہ در دست دارند، سلسلۂ میر شمس الدین عراقی بجناب تقدس انتساب امام الحکیم سمی الکلیم مجد الازہر، قمر الاقمر موسیٰ ابن جعفرؑ۔

و شجرۂ سادات حضراتِ خانقاہیہ۔ بجناب امام ہمام جناب حضرت زین العابدین می رسد ...... از اعزاز کبرائے کشمیر جنت نظیر مثل عالی جناب فضیلت و کمالات انتساب ملا محمد جواد ...... و غیرہما از سادات و علماء و فضلاء، بر صحت نسب این دو قبیلۂ جلیلہ شہادت ...."

دستاویز کے آخر میں حاکم شرع اور دوسرے علمائے اکابرین نے یہ بات صریحاً لکھی ہے کہ سادات میر شمس الدین عراقیہ اور سادات ہمدانیہ کے بارے میں کسی قسم کی کدورت نہیں رکھنی چاہیئے۔

دستاویزات کے علاوہ راقم کی نظر سے رسالہ عجالہ مصنفہ آقا سید مہدی آیت اللہ مجتہد کشمیر مطبوعہ مطبع اسلامی لکھنؤ واقع لکھنؤ ۱۳۰۸ھ ہجری بھی گذرا ہے۔ رسالے کی ابتدا میں ص۲ تا ص۴ تک جناب ملا محمد جواد صاحب انصاری ابن ملا فضل علی صاحب قبلہ کشمیری کا ایک خط جناب حجۃ الاسلام آقا سید مہدی قبلہ کے نام سہم امام علیہ السلام کے سلسلے میں درج ہے۔ خط میں ملا محمد جواد صاحب نے میر شمس الدین عراقی کے اہل خاندان کی سیادت تسلیم فرمائی ہے۔ ذیل کی عبارت قابل غور ہے:۔

" و بعضے از آنہا مثلِ ساداتِ خانقاہیہ و بعضے از ساداتِ مدنیہ و بعضے از سادات امیر شمس الدینیہ و ساداتِ متفرقہ کہ بآں سہم قلیل ہم راضی شدند۔ بردند، حقیقت ہمیں است کہ مرقوم شد" (رسالۂ عجالہ ص۴)

اسی رسالہ میں ص۲۹ میں یہ بھی درج ہے کہ :۔

"میر شمس الدین از سادات صفویہ است و با این کہ مثل او در فضل و کمال و اوصافِ

حمیدہ و اخلاق پسندیدہ کے از طرف ایران وارد کشمیر نہ شدہ است و این کہ مقصود او از

توجہ بہ طرف کشمیر محض ہدایت مردم بودہ است و از اہلِ تصنیف بودہ است۔"

میر شمس الدین محمد کی تاریخ ولادت یا سنہ وفات تحفتہ الاحباب میں درج نہیں ہے۔ قلمی حالات زندگی جو ان کے خاندان کے ایک بزرگ سید حسن نے مرتب کیے ہیں اس میں ان کی تاریخ ولادت ۱۳ رجب ۸۶۹ھ ہجری بغیر کسی حوالے کے درج ہے۔

میر شمس الدین عراقی سلطان حسین مرزا والی خراسان کی طرف سے پہلی مرتبہ ۸۸۲ھ میں بطور سفیر کشمیر آئے تھے یہاں انھوں نے کوہ ماراں کے دامن میں ایک وسیع خانقاہ اور عبادت خانہ تعمیر کیا تھا۔ خانقاہ میں وہ چلّے میں بیٹھ کر اوراد و اذکار میں مصروف رہتے تھے۔ اس زمانے میں شیخ الاسلام ملا اسماعیل کا کشمیر میں طوطی بول رہا تھا۔ میر عراقی نے ان کے خلیفوں کو اپنی طرف متاثر کیا۔ کشمیر میں آٹھ سال گذار کر اور اپنے نقوش چھوڑ کر حسب ۸۹۰ھ ہجری میں وہ خراسان واپس چلے گئے تو وہاں سلطان حسین مرزا کی ملازمت ترک کر دی۔ خراساں میں شاہ قاسم فیض بخش کے پاس رہنے لگے اور ان کے دوش بدوش نور بخشیہ[ع] تحریک چلانے میں پیش پیش رہے۔ پھر بارہ سال کے بعد دوسری مرتبہ ۹۰۲ھ

ع۔ نور بخشیہ ایک صوفی فرقہ تھا جس کے بانی سید محمد نور بخش تھے۔ یہ فرقہ تقیہ میں امامیہ مذہب کی ترویج و اشاعت کرتا تھا۔ سید محمد قائن میں ۷۹۵ھ ہجری مطابق ۱۳۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا تھا پھر قلیل عرصے میں مختلف علوم میں مہارت حاصل کی۔ فقہ احوط اور رسالۂ عقائد ان کی دو اہم تصانیف تھیں۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ:

"ہر دو تصنیف آنحضرت اند با صول عقاید ملتِ محمدی و فروغ مسائل شریعت احمدی

کہ در زمان رسول اللہ متحقق و متعین بود ولالت و ہدایت نمودٗ (تحفتہ الاحباب قلمی)

سید محمد موسوی سید تھے۔ اور وہ امام موسیٰ کاظمؑ کی ۱۷ ویں پشت سے تھے۔ ان کے والد بزرگوار محمد بن عبداللہ قطیف اور جد امجد لحصا میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی لیے بعض غزلوں میں سید محمد لحصوی اور بعض میں نور بخش تخلص کرتے تھے۔ وہ خواجہ اسحٰق ختلانی کے خلیفہ ہوئے تھے۔ خود خواجہ صاحب سید علی ہمدانی کے مریدوں میں تھے۔ خواجہ اسحٰق نے ہی میر سید محمد کو نور بخش کا لقب دیا تھا۔ قاضی نور اللہ کہتے ہیں کہ: (بقیہ حاشیہ ص ۳۹ پر)

میں شاہ قاسم فیض بخش فرزند سید محمد نوربخش کی ہدایت کے مطابق تبلیغ اسلام کے سلسلے میں تشریف لائے
اس دفعہ آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ کشمیر کے ایک شخص شیخ محمد بغرضِ حج بیت اللہ جب رَے پہنچے تو انھیں شاہ
قاسم کی زیارت و ملاقات کا شوق ہوا۔ پھر انھوں نے درشت میں ان سے ملاقات کی۔ شاہ قاسم نے ان سے
کشمیری مسلمانوں کے حالات جب سنے تو وہ ملا اسماعیل کے طرزِ عمل سے دلگیر اور خفا ہوگئے۔ انھوں نے اسی
وقت میر شمس الدین عراقی کو طلب کیا اور ان سے وہ حالات بیان کیے جو شیخ محمد کشمیری نے بیان کئے تھے۔
شاہ قاسم نے مزید فرمایا۔

بقیہ حاشیہ: "بنا بر قابلیت و استعدادِ ذاتی کارِ میر باندک روزی در فقر و سلوک تمام شد۔ خدمتِ خواجہ
اسحٰق خرقۂ آخرین سید علی ہمدانی را باو حوالہ کرد و بدستِ خود پوشانید۔ و بر مسندِ ارشاد نشاند
و امورِ خانقاہ و جمیع سالکاں را باو تفویض کرد۔ فرمودند کہ ہر کرا داعیۂ سلوک ست بخدمت میر
رجوع نماید کہ اگرچہ بظاہر او مرید ماست امّا در حقیقت پیر ماست۔ و حضرت میر در بعضے اشعارِ
خود بایں معنی اشارت کردہ فرمود ؎

پیرم و مرید خواجہ اسحٰق　　　آں شہید و قطب آفاق

محمد بن حاجی محمد سمرقندی کہ از مریدانِ حضرت میر بودہ در تذکرہ بیان احوال و مقامات آں حضرت نوشتہ
کہ چوں اسحٰق از روئے کشف صحتِ سیادت و علوِ مرتبۂ میر ظاہر شد دست بیعت باو دادند و گفتند بیعت می کنیم با فرزند
حضرت مصطفیٰ محمد نوربخش"۔

سید محمد نوربخش کا انتقال ۱۴ ربیع الاول روز پنجشنبہ سنہ ۸۶۹ ہجری کو ہوا۔ تاریخ وفات یہ ہے ؎

آفتاب اوجِ دانش نورِ چشم اہل دید　　　نوربخش جسم و جاں آں قہرمانِ ماء و طین
سال عمرش بود ہفتاد و سہ سالِ وفات　　　ہشتصد و شصت و نہ و ماہش ربیع الاولین
چاردہ زاں ماہ رفتہ پنجشنبہ چاشتگہ　　　درگذشت از عالم فانی ہمام العالمین

مخفی نماند کہ جناب خواجہ اسحٰق قدس سرہٗ کہ در اصل سید نیز بود، ہمیشہ ترویج مذہب شیعہ در خاطر عاطرش جلوہ می نمود۔
و از استیلائے سلاطین اہل سنت خصوصاً مرزا شاہرخ بسیار و بغایت ملول بود۔ و چوں سید محمد نوربخش بخدمت
او رسید و آثار رشد و نجابت و انوار علم و ہمت و شجاعت در ناصیۂ میر دید از روئے دردِ دین و محبت خاندان
سید المرسلین برآں شد کہ بطریق بعضے از اکابر سلف کہ بر متغلبانِ عباسی و غیرہم خروج کردند او نیز سلسلہ آغاز کرد
عالم را از لوثِ وجود متغلبان زمان پاک سازد۔ لاجرم جہتِ ترغیب سید محمد نوربخش را مہدی نام نہاد و در

(باقی حاشیہ آئندہ)

بقیہ حاشیہ: مقام تدبیر ظہور و بروز در ایستاد۔ و چوں تقدیر الٰہی برخلاف آں تدبیر رفتہ بود، آں کار بجائے نہ رسید و خدمتِ میر بدعوی مہدویت و امثال آں راکہ بنا بر مصلحتِ وقت مذکور شدہ بود متہم گردیدہ و لہٰذا چنانچہ مشہور است اگر کسے از مریدان حضرت میر از مقولۂ آں دعاوی چیزے ذکر می نمود حضرت شاہ قاسم ہم در حضور ایشاں را توبیخ می فرمود۔ و می گفتہ کہ شما میر را بدنام می سازید و بالجملہ تشیع حضرت خواجہ و حضرت میر و سلسلۂ رفیعۂ ایشان الی یومنا ہذا اظہر من الشمس و بین من الامس است" علامہ شوستری نے ان کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے۔

"غوث المتاخرین و سید العارفین سید محمد نوربخش نوراللہ مرقدہٗ کوکبے درخشندہ بود و نوربخش دیدۂ مرتابان لمعاتِ غیبی و فروغ افزائے بصیرت راصدان مراصد واردات لاریبی در لباس سیاہ کہ سنت مشائخ ولایت دستگاہ او بود مضمون النور فی السواد را برہان و آبحیات راکہ در ظلمات نہان است۔ عنوانِ انوار کمال عرفان و المعاع ہمت و علو شان از وجنات حال و مقال او از غایت ظہور چوں لمعات نور بر شاہق طور مستغنی از ایراد دریں سطور است ؎

بہ ماہتاب چہ حاجت شب تجلی را (مجالس المومنین ص۳۱۳ تا ص۳۱۵ تہرانی ایڈیشن)

ح۔ شاہ قاسم فیض بخش سید محمد نوربخش کے جانشین تھے۔ میر شمس الدین عراقی ان کے مرید خاص تھے اور انہی کے حکم کے مطابق دین اسلام کی اشاعت کے لیے کشمیر آئے تھے۔ شاہ قاسم کے بارے میں مرزا علاء الدولہ تذکرہ نفائس المآثر (سال تصنیف ۹۷۳ھ تا ۹۷۹ھ) میں لکھتے ہیں کہ:۔

"طبقۂ نوربخشیہ بادمنسوب اند و ایں شاہ قاسم بسیار فاضل و خوش طبع و شیریں کلمات بود۔ از انواع علوم بہرہ داشتہ، طب و رمل نیکو می دانستہ و سلاطین روزگار بہ صحبتِ او رغبتِ تمام داشتہ اند۔"

"شاہ قاسم فیض بخش از اولاد و احفاد کرام قدوۃ السالکین سید محمد نوربخش است۔ در قصبۂ طرشت رے مسکن داشتہ اند و آثار نجابت و بزرگی و علو شان از ناصیہ احوالش نمایاں۔ و احوال زاکیہ اش مذکور افواہ و السنہ عالمیان و خود در درگاہ معلی منظور انظار عواطف و الطاف شاہی و مرجع مریدانِ سلسلہ علیہ نوربخشیہ" شاہ قاسم کا انتقال ۹۰۹ہجری میں ہوا تھا۔ (تاریخ عالم آرائے صفوی از سکندر بیگ ترکمان) اورینٹل کالج میگزین لاہور بابت مئی ۱۹۲۹ء حصہ اول میں چیف ایڈیٹر مولوی محمد شفیع نے ص۱ تا ص۱۵ سید محمد نوربخش کی اولاد اور بعض نوربخشیہ مشائخ کے حالات لکھے ہیں۔ ان میں شاہ صفی (برادر شاہ قوام الدین) نوربخشی، امیر نوربخشی امیر سید سعد الحق نوربخشی، شیخ زادۂ فدائی، قاضی عبداللہ یقینی نوربخشی، قاضی امیدی نوربخشی، افضل نامی نوربخشی، قاضی یحییٰ نوربخشی، فکری نوربخشی خواجہ ہدایت مشرب نوربخشی وغیرہ شعرا کا کلام بھی درج ہے۔ نوربخشی شعرا کے حالات تحفۂ سامی میں بھی ملتے ہیں۔

جناب آغا صاحب بڈگام عیدگاہ میں نماز پڑھا رہے ہیں۔

"بشیخ شمس الدین محمد می خواہم کہ شما را باز بہ کشمیر بفرسیم۔ تا دراں ممالک ارشاد مردم آں ولایت و اصلاح حال اہل آں مملکت نمائید" ۹؎

میر عراقی کشمیریوں کی مخالفت کی وجہ سے یہاں نہیں آنا چاہتے تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ مولانا برہان الدین کے انتقال کے بعد بغداد جانا چاہتے تھے۔ برہان الدین کی موت ان ہی دنوں واقع ہوئی تھی۔ شاہ قاسم نے دوسری مرتبہ میر شمس عراقی کو بلایا اور کہا کہ:۔

" شمس الدین محمد البتہ شما را بجانب کشمیر می باید رفت کہ حضرت ہادی مالک ببرکت رفتن شما درآں ممالک برکت ہا و خیرہائے کثیر بظہور خواہد رسانید۔ وچوں مبالغہ حضرت شاہ ولایت پناہ آیات دریں امر بجرات وتورع یافت کہ در استخارہ رفتن بغداد دست دادہ بود و بغرض آں حضرت تقریر نمودم و آں دو بیت مولوی ہم پیش آں حضرت خواندم۔ آنحضرت فرمودند کہ میل رفتن تو بہ بغداد از ہواجس نفسانی بودہ۔ لاجرم از عالم معنوی در مضمون دو بیت مولوی اشارت منع وترک آں عزم نمودہ شد و رفتن کشمیر بہوائے نفس تو نیست بلکہ بحکم قضا وتقدیر الٰہی وفرمان و ارادت ایں داعی است۔ و دریں امر امید است کہ خیر کثیر بظہور خواہد رسید"

میر شمس الدین عراقی اپنے مرشد شاہ قاسم فیض بخش کی گفتگو سے متاثر ہوئے اور وہ سفر کشمیر کے لیے آمادہ ہو گئے۔ شاہ قاسم کا اثر ورسوخ کشمیر میں پہنچ گیا تھا۔ روانگی کے وقت انھوں نے کشمیریوں کی رشد و ہدایت کے لیے ان کے ہاتھ ایک خط بھی دیا تھا جو تحفتہ الاحباب میں درج ذیل الفاظ میں موجود ہے۔

" اصحاب و احباب و سایر ارباب الباب احسن اللہ تعالیٰ عواقبہم وانجح مقاصدہم و ما رہہم دعوات درویشانہ قبول فرمایند۔ بعدہٗ اعلام می رود کہ دریں وقت جناب قدوۃ المشائخ الاعظام، زبدۃ الاولیاء الکرام مرشد السالکین ہادی المرشدین شیخ شمس الدین محمد عراقی دام اللہ برکات کمالات را بہ جانب کشمیر جہتہ توبہ تائبان و ارشاد طالبانؑ بہ تربیت سالکان وتلقین آداب مشائخ طریقت وتعلیم قواعد طریقہ اہل معرفت فرستادیم۔ بتاریخ روز عید الضحیٰ سنہ احدی وتسعمایۃ (۹۰۱ھ) وایں نصیحت نامہ را در خدمتِ او فرستادیم کہ چوں حضرت حق جل شانہٗ طائفہ اہل حق را بہ مرتبہ فضل واحسان بر سائر عباد ممتاز گردانیدہ وبہ محبتِ خود و دوستانِ خود مخصوص فرمودہ و زنگِ کدورتِ دنیا از آئینہ قلوب زاکیہ و بواطن صافیہ ایشان زدودہ و عین سرایر ایشان را بجلی الجواہر معرفت خود روشن ساختہ شکرانۂ آں نعمت می باید کہ پیوستہ

اوقات شریف را بہ تصفیہ دل تزکیہ نفس و ملازمت اذکار و مطالعہ اسرار و ملاحظہ آثار و مشاہدۂ انوار ملک و ملکوت صرف کنند۔ و ترک لذّات نفسی و مرغوبات حسّی را نصب العین ہائے ہمتِ عالی دانند و از صحبتِ دونانِ دنیا پرست کہ عنانِ نفسِ امارہ بدستِ حرص و ہوا دادہ اند و سایر بنیاد معاش و معاد را بر متابعتِ شہوات و مشتہیات طبیعت نہادہ اند۔ اجتناب و احتراز واجب و لازم شمرند۔ کہ ایام حیاتِ صوری تقصیر در اکتساب کمالات معنوی بغایت عسیر است و روزگار بہ صحبت ناجنس مصروف گردانیدن حیف است۔ بیت ؎

عزیز است ایں دو روزہ زندگانی   بہ غفلت مگذراں دیگر تو دانی

یقین کہ آں عزیزان چوں از حقیقت باخبر اند ایں نصائح را از سر اخلاص تلقی خواہند نمود و خدمت و ملازمت و صحبت و نصیحت شیخ مشارٌ الیہ را غنیمت خواہند شمرد۔ و بوسیلۂ ایں مواعظ بمراتب علیہ ترقی خواہند فرمود۔ نظم

کسے را کہ دولت بود رہنما   چہ حاجت مرا در الفہما

والسلام علی من اتبع الہدیٰ قاسم بن محمد نوربخش "

میر شمس الدین بڑے جاہ و جلال اور تزک و احتشام سے درویشوں کے ایک بڑے قافلہ کے ساتھ عراق سے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ محذرات، اطفال، اولاد اور خاندان کے دوسرے لوگ محملوں و عماریوں میں سوار تھے۔ دورانِ سفر میر عراقی کے دل میں طرح طرح کی پریشانیاں پیدا ہونے لگیں۔ تحفۃ الاحباب میں منقول ہے کہ

" آیا بہ مردم کشمیر و اہالی آں دیار و علماء و ملّایانِ آں ممالک کار دھم من بچہ رنگ خواہد پیش آمد۔ نوبتِ اول کہ من بایلچی گری بودم، مخالفتِ ملّایان و منازعت متعصبان بداں مرتبہ انجامیدہ بود۔ و در کشتن و قتل ایں داعی کمر سعی می بستند۔ ایں بار کہ جہتِ ارشاد اہل ایں دیار متوجہ می شوم و برائے امر معرفت و نہی منکر آنجاں فساق و فجار و اصلاح احوالِ آں نوع کفار و اشرار می روم صحبت من بایشان چہ نوع دیگر خواہد شد و سہام نصائح من در احجار قلوب آں سنگ دلان چہ طور موثر خواہد شد و ہیچ نمی دانم "

جب خراسان پہنچے تو خیمے نصب کیے۔ میدان میں جنوب کی طرف ایک بڑا صحرا نظر آیا۔ میر عراقی تھوڑی دور آگے بڑھے تو سامنے سے

"مردے پیدا شد با محاسنی سفید نورانی و جاہتے در غایت صباحت و جوانی و چون نزدیک

بمن رسید سلامی باد کردم۔ جواب سلام باز دادہ، پرسید کہ از کجا می آئید۔ گفتم از عراق آمدہ ام۔
باز پرسید کہ قصد بہ کجا دارید؟۔ گفتم کہ بکشمیر خواہم رفت۔ باز پرسید کہ بکشمیر چہ کار دارید و
بکدام می روید؟ گفتم کہ حضرت شاہ قاسم فیض بخش کہ فرزندِ ارجمند حضرت امام محمد نور بخش
است مرا بولایتِ کشمیر جہتِ ارشاد مردم آن ممالک واہل دیار فرستادند"

اس مرد نورانی نے کہا کہ خدائے بزرگ و برتر تم کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے گا۔ اور تمہاری رشد و ہدایت سے کفار مذہب اسلام قبول کریں گے اور تمہاری کوششوں سے اسلام کی ترویج و اشاعت ہوگی۔ بزرگ نے پھر کہا کہ میں بھی تم کو نصیحت کرتا ہوں اگر قبول کروگے میر شمس عراقی نے اثبات میں جواب دیا۔ اس شخص نے کہا

"در ممالک کشمیر چون بتوفیق ربّانی موفق شوید و تائید سبحانی مساعد و ممد احوالِ شما گردد
باید کہ زمام ہمتِ خود بدان معطوف و مساعی جمیلۂ خویش بران مصروف دارید۔ کہ مردم مخالف
جاہل و ارباب مذاہب باطل و جماعتِ متعصبان کور دل را بہ مذاہب آئمہ معصومین ہدایت
نمودہ۔ و طریقِ مستقیم مشائخ مرشدین دلالت کردہ باشید و تحقیق و یقین نمائید۔ کہ اگر حق تعالیٰ
شمارا در دنیا ہزار سال عمر دہد و مدتِ حیاتِ نوح بخشد و در آں ہزار سال چناں توفیق ارزانی
فرماید کہ ہر روز ہزار ہزار کافر زنّار دار و مشرک اشرار را مسلمان سازید و در دین اسلام و در
دائرہ ایمان در آید، ثواب جملہ ایں عبادات و جزائے تمامی ایں طاعات عند اللہ آں
مقدار معظم و مکرم نہ باشد کہ یک مردی حنفی یا شافعی یا کسیکہ مخالف المذاہب بودہ باشد نصیحت
نمودہ محب و موافق سازید۔ و بہ مذہب آئمہ عظام در آید و بطریقۂ مستقیمہ کہ مشائخ دین
و ارباب یقین آں را اختیار نمودند واقف و آشنا سازید" ؎

میر شمس عراقی نے مرد غیب کو یقین دلایا کہ ان کی نصیحت و وصیت پر وہ ہر ممکنہ عمل کریں گے اور اس طرح ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"گفتم کہ ایں وصایائے شمارا بجان و دل منت دارم و ایں نصائح بسر و چشم بجا آورم
و آں مرد غیبی وداع نمودہ بہ ہماں راکہ آمدہ بود معاودت نمود۔ و من ہم بجانب خیمہ گاہِ خود
باز آمدم و بمنزل و وثاقِ خود مراجعت نمودم و دانستم و یقین کردم کہ ایں مرد عیسیٰ دم بغیر
از حضرؑ مبارک قدم کسے دیگر نخواہد بود"

میر شمس الدین محرم ۹۰۲ھ ہجری (۹۷-۱۴۹۶ء) میں عراق سے جانب کشمیر روانہ ہوئے اور اسی سال شورا تمی کے دن بارہمولہ میں وارد ہوئے۔ یہاں پر بابا اسماعیل اور دوسرے صوفیوں نے ان کا شایان شان استقبال کیا۔[۱۱]

میر شمس عراقی کے آنے سے قبل کشمیر میں ایران سے جو جلیل القدر علما و فضلا آئے تھے۔ ان میں میر سید علی ہمدانی کا نام غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے علاوہ سید محمد ہمدانی کے ہمراہ میر سید احمد اصفہانی اور سید محمد خاوری قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں بزرگوار سید محمد ہمدانی کے معتقد خاص تھے۔ سید حسین شیرازی بھی میر موصوف کے شاگرد تھے۔ یہ لوگ سلطان سکندر کے عہد میں آئے تھے۔ اسی زمانے میں شیخ جلال بخاری اپنے تمام سادات کے ساتھ کشمیر تشریف لائے تھے۔ ان میں سید محمد مدنی، میر سید تاج الدین اور میر سید برہان الدین مشہور و معروف تھے۔ ان کے مقبرے اسکندر پورہ میں ہیں جہاں زمانۂ قدیم سے شیعہ سادات رہتے ہیں۔ کشمیری مسلمان ان تمام بزرگوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے[۱۲] اسی پس منظر کے تحت شاہ قاسم نوربخشیہ تحریک کا دائرہ اثر خراسان اور دیگر ممالک کے علاوہ کشمیر میں بڑھانا چاہتے تھے۔ قاضی نوراللہ شوستری کہتے ہیں کہ

> "مخفی نہ ماند کہ شرح مذاہب از ہیچ کتاب بنظر مولف نہ رسیدہ است و آنچہ خود در ایام عبور بآں دیار تحقیق نمود آں است کہ اہالیِ آں جا قریب العہد باسلام اند، وہنوز درمیانِ ایشان کفار بسیار اند' واز زمانے سید اجل عارف سید محمد خلف سید محمد سید علی ہمدانی درآں دیار اقامت نمودہ۔ بعضے از مردم آں جا بہ مذہبِ شیعہ درآمدند'۔ بعد ازاں میر شمس الدین عراقی کہ از خلفائے شاہ قاسم نوربخش بودہ بہ کشمیر آمد۔ ودرآں جا اقامت نمودہ۔ چونکہ حکومت آں جا بطائفۂ چک تر ہنگام رسید در تقویتِ سید مذکورہ اہتمام نمودہ' مذہب شیعہ بیشتر از بیشتر رواج یافت "[۱۳]

میر شمس عراقی بنیادی طور پر موسوی سید تھے اور وہ خالص امامیہ مذہب کو کشمیر میں تصوف کے پردے میں پھیلانا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انھوں نے تقیہ کا راستہ اختیار کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوتے۔ اس زمانے میں یہاں کے لوگ نئے نئے مسلمان ہو گئے تھے۔ اور وہ صوفیوں اور درویشوں کی عزت کرتے تھے۔ جب میر عراقی نے مسلمانوں کا یہ رنگ دیکھا تو وہ بھی اسی رنگ میں رنگ گئے اور بڑے بڑے مشائخ کو اپنا ہمنوا بنایا۔ یہ لوگ بلا جبر و اکراہ ان کی تحریک میں شامل ہو گئے اور پھر انہی کا مذہب قبول کیا۔

میر شمس عراقی "عالم اجل اور دانائے بے بدل" تھے۔ بڑے مدبر، دور اندیش اور انقلاب پسند تھے۔

جب لوگوں کو ان کی علمی استعداد اور انقلابی ذہنیت کا اندازہ ہوا تو جوق در جوق ان کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔ ان کے مرید جاہل نہیں تھے بلکہ عالم اور فاضل تھے۔ لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ وہ "نادانِ محض" تھے[14] اعظم دیدہ مری نے میر عراقی کے ورود کشمیر اور ان کی تحریک کو زمانے کا سب سے بڑا واقعہ قرار دیا ہے[15] حسن لکھتے ہیں کہ :-

"میر شمس عراقی تا عرصۂ ہشت سال دریں جا اقامت نمودہ، و خود را بنا بر تقیہ در سلک مریدانِ بابا اسماعیل کبروی کہ شیخ وقت بود، درآورد۔ و ارادتِ خاص بہ او ظاہر کردہ، حیثیتے بہم رسانید۔ چوں بر تقیۂ ذاتی و وضع شائستگی و آراستگی ظاہرش کہ زبانے و حسنِ بیانے داشت، بعض علوم غریبہ می دانست۔ شاید بابا اسماعیل بہ مریدانِ خود گفتہ باشد کہ مصاحبتِ ایں مغل غنیمت پندارند۔ موجب بابا علی نجار کہ از خلفائے برجستہ، حضرت بابا بود برابطۂ ظاہری و باطنی باوے پیوست۔ باہمدگر خلوص و یگانگی ظاہر نمودہ متحدہ گشتند تا کہ میر مذکور عقیدۂ خود بہ خاطرش موثر گردانید۔ بذریعۂ او بعضے کسان را اغوا نمود و درمیان امرائے کشمیر طرفہ نفاقے انداختہ"[16]

ترجمہ : میر شمس عراقی نے یہاں آٹھ سال تک قیام کیا۔ اس دوران وہ تقیہ کی بنا پر شیخ الاسلام بابا اسماعیل کبروی کے ارادت مندوں میں شامل ہو گئے۔ اس طرز عمل سے انھوں نے ایک غیر معمولی اہمیت حاصل کی۔ میر عراقی ذاتی طور پر شائستگی اور آراستگی سے بہرہ مند تھے۔ اس کے علاوہ وہ شیریں بیان تھے اور کئی علوم غریبہ سے واقف تھے۔ اس لیے ممکن ہے کہ بابا اسماعیل نے اپنے مریدوں سے کہا ہو کہ میر عراقی کی صحبت کو غنیمت جانو۔ بابا علی نجار نے جو بابا اسماعیل کے مریدوں میں سے تھا ظاہری اور باطنی تعلقات میر عراقی کے ساتھ پیدا کیے۔ اور آپس میں بالکل متحد ہو گئے۔ یہاں تک کہ میر عراقی نے ان کے دل میں اپنا مذہبی عقیدہ مضبوط کر دیا۔ ان کی وجہ سے کئی لوگ اپنے اصلی مذہب سے منحرف ہو گئے اور اس طرح امرائے کشمیر میں نفاق پیدا ہو گیا۔

میر شمس الدین عراقی مشائخ عظام میں تھے۔ اسی لیے بزرگی کے طور پر شیخ صفی الدین کی طرح صوفی اور درویش لوگ انھیں شیخ کہتے تھے۔ اس پس منظر میں بعض مورخین نے ان کے نام کے ساتھ "شیخ"

بھی لکھا ہے۔ انھوں نے مشیخت کے لباس میں یہاں امامیہ مذہب کے لیے وہی کام کیا جو ان کے جدِ امجد
نے ایران میں کیا تھا۔ میر عراقی ظاہری طور پر نوربخشیہ تھے لیکن حقیقت میں وہ مذہب امامیہ کی تبلیغ
کر رہے تھے۔ اگر وہ لوگوں کے مذاق کے مطابق تصوف اختیار نہ کرتے تو ان کی تبلیغ بھی سید حسین شیرازی
یا سید محمد مدنی وغیرہ کی طرح محدود رہ جاتی۔

جب میر عراقی نے دیکھا کہ جو لوگ سلطان سکندر کے زمانے میں مسلمان ہو گئے تھے وہ سلطان
زین العابدین (متوفی ۸۷۶ھ مطابق ۱۴۷۰ء) کے عہد میں پھر اپنے آبائی مذہب پر آ کر بت پرستی کی
طرف مائل ہو گئے اور یہ ملحدانہ اور مرتدانہ اثرات اب تک قائم ہیں تو انہوں نے ان تمام بت خانوں کو زمین بوس
کیا جو ان کے زمانے میں پھر سے بنائے گئے تھے۔ ان کی جگہ انھوں نے ہر قصبے، گاؤں اور محلے میں مسجد،
مکتب، موذن اور مبلغ مقرر کئے جو مسلمان مردوں اور عورتوں کو تعلیم اسلام کا درس دیتے تھے۔
سلطان سکندر کے بعد جس مبلغ دین اور مجاہد اعظم نے اس زمانے کے رواج کے مطابق کشمیر کے ذرہ
ذرہ کو نور الاسلام سے منور کیا تھا وہ میر شمس الدین عراقی ہی تھے۔ اسی لیے وہ مکسّر الاصنام کہلاتے ہیں۔
کشمیر کے بڑے بڑے سلاطین، نامور وزراء، امراء، حکما اور عوام کی بھاری تعداد مذہبی عقائد میں انکی
حلقہ بگوش ہو گئی تھی ان میں ملک موسیٰ رینہ[ح۱] (متوفی ۹۱۶ھ)، ملک کاجی چک (متوفی ۹۵۱ھ)، ملک محمد
ناجی[ح۲] ملقب بہ کمال الدین (متوفی ۹۸۸ھ) اور ملک دولت چک وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ملک موسیٰ رینہ

ح ۱؎ ملک موسیٰ رینہ۔ بتاریخ نہصد و ہفت (۹۰۷ھ) سریر آرائے جہانبانی گردید و در ایام حکومت خود ہمگی
ہمت بر قلع و قمع کفرہ و ترویج دین مبین حضرت سید المرسلین مصروف داشت و
اکثر بتخانہا را کہ کفار بنیاد پرستی داشتند خراب ساخت و در ہر جا کہ بتخانہ ویران کرد مسجدے
تعمیر نمود و جمعی کثیر را بشرف اسلام در آورد۔ ہیچ کس از سلاطین کشمیر بعد از سلطان سکندر
منفور بہ ترویج دین اسلام بقدر ملک موسیٰ چاڈورہ سعی و اہتمام نہ نمود۔ ازیں جہت سعادتمند
بت شکن لقب یافت (تاریخ کشمیر ملک حیدر چاڈورہ ص ۱۲۸ سال تصنیف ۱۰۲۹ھ
نسخۂ خدا بخش لائبریری پٹنہ)

ملک موسیٰ ملکان چاڈورہ کشمیر کے سب سے بڑے طاقتور اور دولت مند تھے۔ ان کے اجداد ہندو تھے اور
وہ راون چندر پسر ملک اچل کی اولاد سے تھے۔ انھوں نے تن من اور دھن کی قربانی دے کر میر شمس الدین
عراقی کو کامیاب بنایا اور مذہب شیعہ اختیار کیا۔ ان کا انتقال ۹۱۶ھ ہجری میں ہوا اور اپنے آبائی مقبرے

نے میر عراقی کے حصولِ مقاصد کے لیے جس ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا اس کی مثال تاریخ کشمیر میں کہیں نہیں ملتی ہے۔ ان کے عہد حکومت کے نو سال میں چوبیس[۲۴] ہزار خاندان مسلمان ہوئے تھے[۱۱] تحفتہ الاحباب میں میر شمس عراقی کے کسرِ اوثان و اصنام کے بارے میں منقول ہے کہ

"چوں درزمانِ حکومت و عہد سلطنتِ مخصوص الطاف حضرت ذوالمنن سلطان مرحوم و مغفور سکندر بت شکن تمام کافرانِ ایں مملکت و جملہ مشرکانِ ایں ولایت را مسلمان ساختہ بودند و سائر طوائف کفرہ و عبدہ اوثان بردائرہ اہل اسلام و ایمان درآمدہ تمام اہل ایں دیار از صغار و کبار خواہ بطبوع خاطر و اختیار یا بطریق اکراہ و اجبار بہرحال گردن اطاعت در ربقۂ انقیاد در دائرہ قبول اسلام و ایمان درآمدہ و تمام اہل ایں دیار ربقۂ امتثالِ اوامر و احکام نہادہ بودند و بعد از چند گاہ در عہد سلاطینِ زین العابدین باز جملہ قبائل و اقوام و طوائفِ انام با کفرہ و عبدۂ اصنام موافقت نمودہ بمراسم بت پرستی و قواعدِ کفر و کافری و رسوم مشرکی رجوع نمودند۔ بواسطۂ آنکہ ایں سلطان زین العابدین در وقت وفاتِ سلطان سکندر در طفولیت و صغرِ سن بود و در تربیت و مرمت آں سلطان مرحوم و مغفور پرورش نیافتہ بود۔ باطفال کفار و اولادِ مشرکان مجالست و مخالطت می ورزید۔ و لشومیت مجالس ناجنسان و تاثیر مخالطت ایشان عقیدہ و اخلاص وے از راہ سداد و طریق رشاد و انحراف یافتہ۔ لاجرم در ایام سلطنت و ہنگامِ حکومت براہِ اعتساف شتافتہ و باغوائے شیاطین و اضلال ملحدین میل بتزندق و الحاد نمود۔ و باتمام قبائلِ مشرکان و طوائف کفار رخصت کفر و اجازت بت پرستیہا فرمود و دیور منہدمہ و بتخانہائے قدیمہ کہ پدرِ بزرگوار او ویران ساختہ بود آں مدبر بے دولت باز بہ تعمیر و آبادان ساختنِ آں پرداختہ و تمام منافقان و زندیقان کہ خود را بظاہر از اہل اسلام و ایمان می نمودند و در بواطن خبیثۂ خود عقائد

میں جامع مسجد سری نگر کے سامنے دفن ہیں۔ (تاریخ ملک حیدر و تاریخ حسن ص۲۲۶ جلد دوم)

(بقیہ حاشیہ) ۲۳ ملک محمد ناجی مشہور کشمیری پاہی اور مورخ ملک حیدر چاڈورہ کے دادا تھے۔ بڑے بڑے معرکوں میں دادِ شجاعت دی ہے۔ حسین شاہ اور یوسف شاہ کے عہد حکومت میں منصب وزارت پر فائز تھے۔ بڑے دیدہ ور تجربہ کار اور باصلاحیت سیف زن تھے ۹۶۸ ہجری (۱۵۶۰ء) میں انتقال کیا۔ "شیخ پاہی" تاریخ وفات ہے (تاریخ کشمیر ۶۶۴ ملک حیدر چاڈورہ نسخۂ سری نگر)

باطلۂ کفار و اہل شرک پنہاں می داشت برخصت و اجازت آں پادشاہِ بے دین بظاہر اعلانیۂ قدم از دائرۂ اسلام و طریقِ دین و ملتِ سید انام آوردند و در طریقِ ضلالتِ ارتداد و راہِ نفاق و عناد نہادند۔ و تمام مردم ایں ولایت از خورد و بزرگ یہ جملگی مرتد و بے دین شدند و بانواعِ کفر و بت پرستی ہا مشغول و احیاءِ مراسم زنادقہ و کفار و اقامتِ مجامع فساق و فجار نمودند و بحیثیت کہ در تمام ولایت کشمیر ہیچ قصبہ و بقعۂ بلکہ ہیچ دہے و قریہ نماند کہ در وے دو سہ بتخانہ برپا نکردند و ہیچ مقامے و منزلے و معمورے و محلّے نگذاشتند کہ در آنجا مجمع فسقی و مفسّق جشنے باسم دیوی و رسم جشن مرسوم و معتاد نساختند۔

و تمام مردم ولایتِ کشمیر از معارف و مشاہیر و اعوام و جماہیر و صغیر و کبیر و سائر اماجد و افاضل و اعالی و اسافل بکفر و بت پرستیہا راضی بلکہ مشتغل و مستعمل بودند و ہر یکے از اہل شہر و بازار و ارباب سودا و تجار و مردم ہنرور و خرچہ دار پنج شش بتہائے سنگین و صنمہائے روئین و لعبات برنج و تماثیل چوبین مانند کفار و مشرکین در خانہائے خود نگہداشتند و شب و روز و صباح و رواح عبادت و پرستش آں بتہا بتعلیم کافران و مشرکان می کردند و جملہ قواعدِ کفار و مراسم اہل زنّار بجا می آوردند۔ و ہیچ کس از فواجہا مشہور و ارباب ایں معمور و سوداگرانِ بازار و ہنرمندانِ ایں دیار مختون و مسنون نبودند و جملہ ادانی و عالی انام بلکہ خواص و عوام بمتابعت کفرہ و عبدہ و اصنام بے ختنہ و نابریدہ بودند۔ و اکثر خلائق در عبادت باوجود ایں نوع کفرہا و نامشروعات مشربِ خمریات و خوردنِ مسکرات افتخار و مباہات می نمودند۔ و تمام انام از خواص و عوام ارتکاب مناہی و معاصی و اشتغال ملاہی و مناصی را حلال و مباہات می دانستند و اگرچہ آں از روئے ظاہر در شہر و قصبات اقامت اعیاد و جمعات و بعضے از احکام اسلام و شرعیات و فقہا و قضات برجا و برپا بودند۔ اما از روئے معنی و قواعد و شرائط اسلام را رونقے و حقیقت ایمان را اثرے و ارکانِ احکام را قوتے نماندہ بود۔ ہیچ کس از علماء و قضات و فقہا و سادات منع ایں نوع نامشروعات و نہی ایں چنیں منکرات کجا می کردند۔ حالانکہ تمام ایں منکرات و ہمگی ایں نامشروعات در خانہا و بیوتاتِ ایشان ثابت و قائم بود۔

جملہ نساء و عورات ایشان مطیع و منقاد احکام کفار و اہل زنار و مامور اوامر فساق

و فجار بودند۔ و تاثیراتِ اضلال طوائف کفرہ و تصرفات اغوائے فجرہ در قلوب تیرہ
نسوان علماء و دلہائے تیرہ زنان فقہا چناں موثر و غالب بود کہ ہیچ کارے و امرے بغیر
فرمانِ کافران و مشرکان نمی کردند۔ و بہ ہیچ شغلے و مہمّے بے حکم منجمان مشغول نمی شدند۔ و ایں
علما و فضلا و فقہا و سادات، زنان و عوراتِ خود را منع ایں مشروعات و نہی ایں منکرات
نمی توانستند نمود۔ چہ جائے آنکہ مردم دیگر را منع و نہی [illegible] کردند۔ و ایں علماء و فضلاء
چناں زبون و نامرد بودند و از دین و اسلام بے پروا کہ زنان و عورات ایشان صد ہزار
نامشروعات و انواع مشرکی و کفریات ظاہر و ہویدا می کردند۔ و ایں علماء و فضلا بہ جمیع
آں فضایح در اوراق سابقہ در قضیہ نزاع و مناقشات شیخ شہاب الدین ہندی مذکور
زباں بستہ و مسطور قلم شکستہ گشت و چوں حضرت امیر شمس الدین محمد قدس سرہٗ از حقیقتِ کفر و
کیفیتِ شرک اہل دیار و ماہیت تزندق و ارتداد مردم ایں مملکت بظاہر از ہر و باطنِ
انور خود واقف و مطلع گشت۔ تحقیق و یقین نمود کہ ہیچ احدی از مردم ادانی و اعالی و
سایر خلائق از اہالی و حوالی ازیں کفرہا و نامشروعات بری و خالی نیستند۔ لاجرم آنحضرت
از بعضے علماء آں وقت و فقہائے آں عصر کہ اہل دین و دیانت و صاحب تقویٰ و طہارت بودند
مانند معلم اہلِ کشمیر مخدومنا و مولانا حافظ بصیر و مثل قاضی محمد قدسی و غیرہما کہ با آنحضرت
نسبت اخلاص و ارادت داشتند پرسیدند و از ایشان استفتیٰ نمودند کہ در شریعت شریفۂ
مصطفویؐ حکم مرتدان اسلام و منکران احکام چہ نوع فرمودند؟ و جملہ علماء و فقہائے
مذکور بعد از اتفاق حکم نمودند و فتویٰ دادند کہ حکم مرتدانِ کفرہ و عبدہٗ اصنام بحکم شریعت
محمدیؐ تجدید عرض اسلام است۔ اگر مجدداً قبول اسلام و اذعان احکام نمائیند فہو المراد
و المرام و اِلّا بغیر از قتل و کشتن بر ایشان حکمے دیگر نیست۔ نہ عذر ایشان مسموع است و نہ
جزیہ ایشان مقبول فی حقہم اما السیف و امّا الاسلام۔

پس حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی بتدبیر و اتفاق ملک سعادت یار معدلت
آثار ملک موسیٰ رینہ و بتقویت و تمشیتہ دولت و حکومت آں سعادت مند حکم نمودند کہ
تمام طوایف کفرہ و عبدہ اصنام و جملہ قبائل انام و سائر اقوام ہنود مسلمان شوند و طریق
ارتداد و عناد ترک نمودہ بدائرہ اسلام در آیند و جملہ منافقان و زنادقہ و ہمہ فجّار و

اشرار و فسقه مراسم بدعت و ضلالات و لوازم غوایت و خیالات را گزاشته، تجدید کلمهٔ
شهادت و تصحیح عقاید و تنقیح نیت پرداز ند. و همیں حکم اعلا و فرمانِ والا را انتمام ولایت
کشمیر از سرحد مراج تا به نهایت کمراج نافذ و مجری ساختند و بنیاد رسومِ کافران و اساس
عباداتِ مشرکان را بالکلیه از پا بر انداختند و به همت بلند و نهمت ارجمند خود به تقویت دین و ملت
و تمشیتِ اسلام و شریعت پرداختند و در ترویج شریعت غرائے مصطفوی و رونق
طریقت بیضائے مرتضوی جان و جهاں را در باختند تا به میامن مساعی جمیله و مساعد مجاهد
جزیله بهجه اعلام شریعت و اسلام محمدیؐ و سر طوغ رایاتِ دین و احکام ملت محمدی را
بر قبهٔ افلاک و ذروهٔ سماک بر افراختند. و ایں حکم و فرمان حضرت امیر شمس الدین بقوت
دولت و شوکتِ حکومت آں ملک سعادت منزلت چناں نفاذ و جریان یافته که هر روز
بدر خانهٔ هدایت آشیانهٔ آنحضرت هزار و پانصد از مردم کفار بلکه دو هزار یا بیشتر کافر زنار
دار حاضر می ساختند و جماعتهائے درویشان و مریدانِ آنحضرت از جوانب و اطرافِ ایں
ولایت ایں قدر و جمعیت و کثرت گرفته می آوردند. و هیچ کس از امراء و اربابِ دولت
مانع و حامی ایشان نمی توانستند و چوں هر روز ایں قدر جمعیتها بدر دولت خانهٔ آنحضرت
حاضر می آوردند. خلفا و درویشانِ آنحضرت به تخصیص پدر بزرگوارِ ایں فقیر جمله آں
کافران و مشرکان را زنار بابریده کلمهٔ شهادت تلقین و تعلیم می نمود. و تمام ایشان
را گوشت گاؤ خورانده به ختنه می نشاندند و چنداں حجام و سر تراش حاضر می بودند که
جمله جماعتها ختنه ادا می کردند. و همه ایشاں را مسلماں ساخته کفیل و زمانه گرفتند
که در هر دِهے و قصبے و در هر منزلے و محلے ملائے معلم گرفته بخواندن سورهٔ قرآن و
تعلیم آداب و ارکان و آموختن صورت نماز و کیفیت روزهٔ رمضان مشغول باشیم و
تمام شرائط اسلام و احکام اسلام و شریعت را بجا آریم و تمام کافرانِ ایں مملکت و
مشرکانِ ایں ولایت را که موسوم و متهم به تزندق و ارتداد بودند بهمیں طریقه مسلمان
ساختند. و دریں ولایت و مملکت، هیچ کس از کفار و اهلِ زنار بے کلمه و بے ختنه نمانده.
الّا جماعتے اندک که ایشان و پدرانِ ایشان در عهد سلطان مرحوم و مغفور سکندر بت
شکن مسلمان نه شده بودند. بلکه ایشان در آں وقت بعضے بجانب نگره کوٹ

و بعضے بطرف کشتواڑ و جموں گریختہ بودند۔ و چوں ایشان نا مسلمانی خود و پدرانِ خود اثبات نمودند دیگر ایشان را تکلیفِ اسلام باکراہ نہ نمودند و ایشان را بحال خود گذاشتند۔

حضرت امیر شمس الدین محمد چوں از مسلمان ساختنِ کافران و مشرکان فارغ گشت و از تجدید اسلام مرتدان پرداخت توجہ ظاہر و باطن انور خود بہ مسلمان ساختن کفرۂ اسلامیہ و اصلاح احوالِ مرتدان لازمیہ مصروف ساخت و ابتدائے از مردمِ شہر و اہل بازار و اربابِ سودا و تجار نمود، جہتہ آنکہ جملہ خلائق ایں ولایت و مردم ایں مملکت خود را بظاہر مسلمان و مومن می نمودند و در بواطن بے باک و خانہائے ناپاک کافر محض و مشرک صرف بودند۔ بواسطۂ آنکہ تمام زنان و عورات ایشان بت پرستیہا می کردند۔ و جملہ نساء و ازواجِ اہل شہر کافرات و مشرکات بودند و تمام رسوم مشرکان و کفار و حرمت اعیاد و ایام اہلِ زنار را بجامی آوردند۔ و ہمہ ایں زنادق مسلمان نام بآں کفر و بت پرستیہا رخصت و رضا دادہ بودند بلکہ در اکثر کفرہا و اغلب شرک با ازواج زنانِ خود ممد و شریک بودند و نخست از اہالی و موالی ایں ممالک خواجہا و اربابِ شہر و سوداگرانِ وقت و تجار دہر را طلب نمودہ از قواعد و شرائط ایمان و احکام و ارکانِ اسلام و فرائض و واجبات طہارت و نماز و روزہ استفسار نمودند۔ ہیچ کس از عہدہ جواب آں نتوانست بر آمد۔ و ہیچ وقوف و شعور از آں نداشتند۔ چوں دیدند کہ اربابِ شہر و اکابر دہر از قواعد اسلام و شرائط و ارکان ایمان بالکلیہ اجنبی و بیگانہ اند۔ ایشاں را دل تجدید کلمۂ طیبہ تلقین نمودند و تعلیم و تفہیم مالا بد شرعیات فرمودند۔ و شرائط و احکام ایمان و اسلام آموختند و جملہ ایشان را ختنہ کردن فرمودند و بعضے از ایشان کہ دریں مملکت معروف و مشہور بودند و در اہالی و موالی این دیار اعتبارے و اقتدارے داشتند از ختنہ خود در معرکۂ ننگ و عار می داشتند و التماس می نمودند کہ سر تراشی و حجام از ایں جا ہمراہ کنند تا در خانہائے خود ختنہ کنیم و در ہمانجا چند روز بنشینیم ملتمس ایشاں را قبول نہ کردند۔ کہ بہ سر تراشی و حجام رشوت دادہ تزویر و تمویہ کنند و دریں کار اہمال ورزند۔ لاجرم ایشان را در ہمان عرصاتِ مردم و معرکۂ عوام ختنہ می کردند۔ و دریں امور ہیچ اہمال و مداہنہ نمی ورزیدند۔ تا رونقِ دین و ملّت و رواج شریعت نبوی ہیچ قصور و فتور واقع نشود و اللہ

صاحب تحفۃ الاحباب کی مزید تائید "بہارستان شاہی" سے بھی ہوتی ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ:-

"کارہائے بزرگ و اوامر عظام کہ ملک کاجی چک بحکم فرمان حضرت شمس الدین محمد عراقی بجا آورد، قتل کفار و کشتن مشرکانِ ایں دیار است و آں چناں بود کہ در عہد حکومت ملک موسیٰ رینہ جملہ کفرہ و فجرۂ ایں ولایت را مسلمان ساختہ بودند۔ بعضے از ایشان بجماعتِ ملوک و امرا ایں دیار طریق ارتداد پیش گرفتند و بر سوم کفر و شرک رجوع نمودند و مرتد شدہ باز بہ بت پرستیہا در آمدند۔ و بعضے دیدہ کفرہ نقل می کردند۔ کہ در وقتِ عبادت اصنام و بت پرستیہا قرآن مجید و فرقان حمید را کرسی ساختہ زیرِ سرین گرفتند و بر سرِ کلامِ ربانی تنزیل سبحانی نشستہ عبادت اصنام بجا آوردہ اند و چوں اخبار و اوضاع ایں احوال بسمع مبارک حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی رسید۔ ملک کاجی چک را پیشِ خود طلبید و ہمراہ نے ملک علی و خواجہ احمد کہ ہر دو مرید و مشیرانِ ملکِ مذکور بودند۔ بحضور فائز السرور حاضر آمدند۔ آنحضرت با ایشان فرمود کہ ایں جماعتِ کفرہ کہ بعد از اسلام و انقیاد از سر انکار و عناد طریق ارتداد می نمائیند۔ اگر ایشان را حدِ شرعی و تعذیر حکمی بجا نمی توانید آورد ما را واجب و لازم است کہ از ایں دیار جلائے وطن نمائیم۔ و در وقتِ نہضت مانع و مزاحم نشوید۔ چوں ملکِ مذکور پیش از یافتن دولت و حکومت بیایم از حکم و فرمانِ حضرت شمس الدین تخلف و تجاوز نور زم۔ جہت امتثال فرمان آنحضرت با مدیران و مشیرانِ خود مشورت و تدبیر نمودہ و قرار بر قتلِ کفار دادند و دراں وقت عاشورا نزدیک بود و ایام ہماں عاشورا موعد کشتن ایشان ساختند۔ و در تاریخ سنہ ۹۲۴ھ نہصد و بست و چہار کہ بحساب کشمیری نود و چہارم بود در عاشورا قریب ہفتصد ہشتصد کافر مرتد را کشتند و در آں وقت از جملہ کفرۂ ایں دیار آں جماعت بزرگ و صاحب دولت و ارباب حکومت بودند و ہر یکے از ایشان صاحب اختیار و اہل تصرف صد خانوادہ دیگر از کفر و مشرکانِ بودند و کافران و مشرکان تمام شہر را بضرب شمشیر مطیع و منقاد اسلام ساختند و ایں کار محوست از کارہائے ملک کاجی چک بود۔"

ترجمہ: کاجی چک کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انھوں نے امیر شمس الدین محمد عراقی کے حکم سے کفار اور مشرکین کا قلع قمع کیا۔ واقعہ یوں ہے کہ ملک موسیٰ رینہ نے اپنے عہد

حکومت میں تمام کفار اور مشرکین کو مسلمان بنایا تھا۔ کچھ لوگوں نے اپنے رہنماؤں اور حکام کی مدد سے پھر کفر و ارتداد کی طرف رجوع کیا اور مرتد ہو کر دوبارہ بت پرست ہو گئے۔ کفر یہاں تک پہنچا تھا کہ بتوں کو پوجتے وقت یہ لوگ قرآن مجید کو کرسی بنا کر سرین (چوتڑوں) کے نیچے رکھتے تھے اور اس طرح کلام اللہ پر بیٹھ کر بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ جب کفار کا یہ طرز عمل میر شمس الدین عراقی کو معلوم ہوا۔ تو انھوں نے ملک کاجی چک کو طلب کیا۔ ان کے ساتھ میر عراقی کے دو مرید ملک علی رینہ اور خواجہ احمد بھی حاضر خدمت ہوئے۔ میر عراقی نے ان سے کہا کہ یہ کافر لوگ قبول اسلام کے بعد پھر مرتد ہو گئے ہیں۔ اگر تم ان کو حدود شریعت میں داخل نہیں کر سکتے ہو تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ان کو جلا وطن کریں۔ تم ان کے ملک بدر ہونے پر مزاحمت نہ کرنا۔ چونکہ حصول وزارت سے قبل ملک کاجی چک نے میر شمس عراقی سے معاہدہ کیا تھا کہ ان کے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہوگی اس لیے انہوں نے امتثال امر کے تحت اپنے مشیروں سے مشورہ کر کے کفار کو قتل کرنے کا عہد کیا۔ اور بالآخر ۹۲۴ھ ہجری (مطابق ۱۵۱۸ء) بحساب ۹۴ کشمیری میں عاشورا کے دن سات آٹھ سو مرتدوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس زمانے میں مشرکین صاحب اقتدار اور ارباب حکومت تھے۔ اور تمام کفار کو تلوار کی زد پر مسلمان بنایا۔

تحفۃ الاحباب اور بہارستان شاہی کے بیان کی تائید فرشتہ سے بھی ہوتی ہے۔ وہ فتح شاہ کے عہد کے واقعات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسی زمانے ۹۴ھ ہجری میں شاہ قاسم انوار بن

۳۔ یہ واقعہ ڈاکٹر آر۔ کے پارمو نے بھی بہارستان شاہی کے حوالے سے اپنی کتاب "ہسٹری آف مسلم رول ان کشمیر" کے صفحہ ۲۰۰۔ ۲۰۱ میں نقل کیا ہے۔ انہوں نے اصل بات کو توڑ مروڑ کے پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"بعض لوگ بتوں کو قرآن مجید کے پیچھے چھپاتے تھے"

ان کے الفاظ یہ ہیں:-

"Some concealed them behind the Holy Quran."

سید محمد نوربخش کے ایک مرید مسمی میر شمس عراق سے وارد کشمیر ہوئے۔ اور یہاں آکر مرجع خلائق بن گئے۔

ان کے رشد کا بازار ایسا گرم ہوا کہ املاک و معابد و دیورہ وغیرہ کے تمام اوقاف کی تولیت ان کے مریدوں کے سپرد کی گئی۔ اس فرقہ کے صوفی غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرتے تھے۔ اور کوئی ان سے باز پرس کرنے والا نہیں تھا۔ مختصر یہ کہ چند ہی روز میں تقریباً تمام اہل کشمیر خصوصاً فرقہ چک کے کل افراد میر شمس کے مرید ہو گئے۔ ان مریدوں نے تصوف کے لباس میں میر شمس کا مذہب جو در اصل تشیعی تھا اختیار کیا اور انھیں متصوفین کے اثر سے کشمیر کے باشندے صوفی پرست ہو کر شیعہ ہو گئے" [21]

مورخین کشمیر جیسے حسن[22]، اعظم دیدہ مری[23] اور نرائن کول[24] عاجز نے پرسپور میں للتادت کے تعمیر کردہ پرہام[٣] کیشو عظیم بت خانے کے انہدام کے واقعہ کو سکندر کی طرف منسوب کیا ہے لیکن قدیم کتب تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی میر شمس الدین عراقی کے ہاتھوں مسمار ہوا تھا۔ ابوالفضل کے قول کے مطابق سلطان زین العابدین نے ایک مرتبہ بیان کیا تھا کہ قوم چک کے عہد حکمرانی میں ملک کی حکومت اس خاندان سے منتقل ہو کر فرمانروایانِ دہلی کے قبضۂ اقتدار میں چلی جائے گی چند سال کے بعد یہ پیش گوئی پوری ہوئی[25]

فرشتہ کے بیان کے مطابق راجہ للتادت نے ظہور اسلام سے پیشتر پرسپور میں ایک مستحکم بتخانہ تعمیر کرایا تھا۔ راجہ نے نجومیوں سے دریافت کیا تھا کہ یہ عبادت خانہ کب تک اپنی اصل حالت پر قائم رہے گا اہل نجوم نے اپنے حساب سے یہ حکم لگایا تھا کہ آج کی تاریخ سے ایک ہزار ایک سو سال گزرنے کے بعد سکندر نام ایک بادشاہ اس عمارت کو منہدم کر کے عطارد کی مورت کو جو اس میں رکھی ہوئی ہے مسمار کرے گا۔ راجہ کے حکم کے موافق یہ احکام نجومی ایک تانبے کی تختی پر کندہ کرائے گئے۔ اور وہ لوح اس عمارت کی بنیاد کے نیچے دفن کر دی گئی۔ یہ عمارت سکندر کے وقت میں منہدم کی گئی اور لوح مذکور برآمد ہوئی بادشاہ کو اس نوشتہ مضمون سے اطلاع ہوئی اور اس نے کہا کہ کاش یہ لوح اس بتخانہ کی دیوار پر نصب کی جاتی تاکہ میں اس کے مضمون سے اطلاع حاصل کر کے ان احکام کے مخالف عمل پیرا ہوتا[26]

سال ۱۱۵۵

ڈاکٹر اسٹائن کی تحقیق کے مطابق یہ بتخانہ وج برور (بیجبہارہ) جنوبی کشمیر میں اننت ناگ (اسلام آباد) سے پانچ میل کے فاصلے پر آج تک موجود ہے اور یہ "وزیر الشری" کا بگڑا نام ہے۔ "وزیر الشری" مرکب ہے "وجے ایشور" کا سنسکرت میں "وجے" بمعنی "فتح" و "ایشور" بمعنی "خداوند"[27] اور جو نوشتہ اس

---

٣ - پرہام کیشو مسلم مورخین نے اس کا نام پرسپور لکھا ہے جس لکھتے ہیں کہ: (باقی حاشیہ ۵۵ پر)

سے نکلا تھا بقول حسن اس کی عبارت یہ تھی :۔

" بسم اللہ منتری نہ شنت وزیہ البشری "

یعنی بسم اللہ ایک جادو ہے جو وزیہ البشری کو تباہ کرتا ہے۔ حسن نے اس کا انہدام سکندر سے منسوب کیا ہے[۲۸] اسٹائن نے نوشتہ کی عبارت اس طرح درج کی ہے۔

" ایکادَ شے سَشتَم وَرْ شم سِیکیندَر مہابَل بسم اللہ یت منترین
نَنہ مشنت وَ جے یشرَاہ "

یعنی گیارہویں صدی میں سکندر اعظم وجے یشراہ کو تباہ کرے گا۔[۲۹]

اس بتخانے کی جو کچھ بھی حقیقت ہو وہ اپنی جگہ پر تحقیق طلب ہے۔ اسے پرسپور کا بت خانہ کہنا کشمیری مورخین کی رو سے درست نہیں ہے۔ ملک حیدر چاڈورہ نے اس کے انہدام کا سہرا میر شمس الدین کے سر باندھا ہے۔ جب یوسف شاہ سنہ ۹۸۹ھ مطابق سنہ ۱۵۸۱ء میں لوگوں کی کثرت آرا کے خلاف شہنشاہ اکبر کی طرف مائل ہو گئے تھے تو ان کا ماتھا ٹھنکنے لگا اور انہیں پرسپور کی پیشین گوئی یاد آ گئی۔ ملک حیدر لکھتے ہیں کہ :۔

" حکایت مکتوبے کہ از بتخانہ پرسپور برآمدہ بود۔ بخاطر ایشان آمد۔ و آنچناں بود کہ درزمان سلطنت موسی چاڈورہ حقائق و معارف آگاہ ممالک طریقت مروج دین و ملت، واقف اسرار خفی شیخت پناہ جناب شیخ شمس الدین محمد عراقی نور اللہ مرقدہٗ کہ بجمیع فضائل آراستہ بود بہ کشمیر آمدہ و ملک ممالک خصال موسیٰ علیہ رحمت کمال تعظیم

" پر بامہ گیشو متصل پرسپور للتادت تعمیر کردہ بود۔ و ہفتاد و چہار ہزار پل طلائی احمر برقبہ آں تلمیع ساخت تصویر جہاد (وشنو) را ہیکلے کلان درست نمودہ۔ آں را ختقاں طلا دربر کردہ بود و در صحن ستونے از یک تختۂ سنگ بہ طوالت پنجاہ و چہار دست و بروایت بعضے پنجاہ و چہار گز بر فرق آں صورت گوروجی رسم کردہ قائم ساخت و سی صد و بست و ہشت خردار شالی برنجے را چہار ہزار صورت بودھ اوتار مصنوع کردہ درمیان بت خانہائے پرسپور موجود داشت " (تاریخ حسن صفحہ ۱۸۲ جلد اول) کہتے ہیں کہ میر عراقی نے یہاں ایک مسجد بنائی تھی۔ مسجد اب تک موجود ہے۔ راقم الحروف نے بھی اسے دیکھا ہے۔ اس میں ایک ستون سنگین بیچ میں نصب ہے۔ جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ اسی زمانے کا ہے۔ بت خانے کے پتھر اب تک موجود ہیں۔ آغا صاحب بڈگام صدر انجمن شرعی نے اس کے کچھ پتھر امام باڑے میں لگائے ہیں۔

نسبت بایشان بجا آورده در محله زڈی بل برائے سکونت ایشان خانہ تیار نموده و آں
محلہ را تمام بایشان نذر نموده و خود به محلہ تاشواں نقل نموده و به جهتِ معاش ایشان چند قریہ
مقرر کرده تا حال آں محله در تصرف اولادِ ایشان است ۔ و دراں
وقت مردم بشرف اسلام کمتر شده بودند۔ و قلیلے که شرف اسلام را دریافته بودند از راه
ضعف اسلام ادراک مسائل شرعی اصلاً نموده بودند۔ حضرت مشیخت پناه ارشاد دستگاه
کمال سعی در ترویج دین اسلام نموده به تخریب بتخانه ها و بت شکنی با مداد و اعانتِ سلطان دیندار
ملک موسی پرداخت و دخترِ خود بی بی بانو را به برادر زادهٔ ایشان ملک محمد ناجی که بکمال
الدین ملقب بود تزویج نموده و بحبالهٔ نکاح در آورد۔ و قبیلهٔ ملک مذکور را تمام از خود ساخت
بایں نسبت مستظهر گشته دراز دیاد رواجِ شرع شریف و ملت حنیف بذل جہد بکار داشت
و چوں نوبت خرابی به بت خانهٔ پرسپور که در کمال عظمت و استحکام بود۔ اول دروازه
آں ظلمت کده را خراب کردند۔ و از میان طاق آں دروازه صندوقچے برآمد۔ چوں
او را وا کردند لعلے و شیشے و کاغذے که بخط قدیم مرقوم بود برآمد۔ که مضمونِ کاغذ ایں بود
که بعد از هزار و پانصد سال شخصے از ولایتِ عراق بکشمیر می آید۔ بایں نام و ایں بتخانه
را خراب خواهد ساخت و از وجه قیمت لعل خانقاه در زڈی بل بنا خواهد نمود و دریں
شیشه که آبحیات است آں را گمان شراب خواهد شکست و در زمانِ حکام کشمیر
از تصرف سلاطینِ کشمیر بدر خواهد رفت در تصرف اولیائے دولتِ چغتائی خواهد آمد[۳۰]

میر شمس الدین عراقی میں ایک بڑا وصف یہ تھا کہ ان کے ہاتھ میں قلم کی طرح تلوار بھی رہتی تھی۔ قلم اور تلوار کا کسی مردِ مجاہد کے ہاتھ میں یکجا ہونا کارے دارد والا معاملہ ہوتا ہے۔ یہ خداداد استعداد بہت ہی کم لوگوں میں ہوتی ہے۔ تواریخ سے ثابت ہے کہ میر عراقی بڑے بہادر، باہمت اور میدان جنگ کے بہترین سپاہی تھے۔ ضرب و حرب کے فنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ جب لڑتے تھے تو کوہِ گراں کی طرح میدان جنگ میں قدم گاڑتے تھے۔ اور مانند شیر ببر کفار گو سفنداں پر حملہ کرتے تھے ان کے مرید جان کی بازی لگا کر ان کے ارد گرد پروانوں کی طرح رہتے تھے۔ خود زخم تیر و تفنگ کھاتے تھے لیکن کیا مجال کہ ان کا بال بیکا ہونے دیتے۔ جب تک کہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوتے تھے میدان سے قدم ہٹانا گوارا نہیں کرتے تھے۔ ان کی سب سے بڑی لڑائی ۹۱۳ھ مطابق ۱۵۰۶ء میں ذال ڈگر

(سری نگر) میں ہوئی۔ جب لڑائی میں انھوں نے دشمن کا صفایا کیا تو پھر ذال ڈگر کا نام انھوں نے عیدگاہ رکھا تھا۔ لڑائی میں میر شمس الدین عراقی اور دوسرے لوگوں کے علاوہ ملک موسٰی رینہ ملک علی رینہ، امیر سید بدلا، قاضی محمد قدسی اور مصنف تحفتہ الاحباب کے والد مولانا جمال الدین بھی شامل تھے۔ وہ اس معرکے میں زخمی بھی ہوئے تھے۔ مصنف تحفتہ الاحباب اپنے والد اور امیر سید بدلا کے حوالے سے اس محاربۂ عظیم کا واقعہ یوں بیان کرتا ہے۔[۱]

"یہ جنگ ذال ڈگر کے قرب وجوار میں لڑی گئی تھی۔ ان دنوں ذال ڈگر میں ایک بڑا بتخانہ باخی رینو کے نام سے مشہور تھا۔ یہ مقام کافروں، مرتدوں اور منافقوں کا مرکز تھا اور وہ بڑے فاسق و فاجر تھے۔ سال میں کئی مرتبہ یہاں میلہ بھی لگتا تھا۔ اور لوگوں کا اجتماع بھی رہتا تھا۔ میلے میں دور دور سے لوگ آتے تھے۔ رنڈیوں اور کسبیوں کا ناچ گانا ہوتا تھا یہ نظارہ دیکھنے کے لیے بیرون کشمیر سے بھی لوگ آتے تھے۔ رقص و سرود اور زناکاری کے بعد ڈھیروں شراب پی جاتی تھی۔ اور اس طرح برے کاموں اور بداخلاقیوں کا ارتکاب کیا جاتا تھا۔ جب میر شمس عراقی کو انکی بیہودگیوں کا پتہ چلا تو وہ صوفیوں اور درویشوں کی ایک مختصر سی جماعت کے ہمراہ باخی رینو کو منہدم کرنے کے لیے وہاں پہنچے۔ اور لوگوں کو مار بھگایا۔ باخی رینو کے گرد و نواح میں جموں اور ہندوستان کے سپاہی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ ان کو جب معلوم ہوا کہ باخی رینو مسمار کیا جا رہا ہے۔ اور میلہ منتشر ہو رہا ہے تو وہ تیر و کمان اور دیگر سامان حرب سے مسلح ہو کر ہاتھوں میں تلواریں بلند کرکے میر شمس عراقی اور ان کی جماعت پر ٹوٹ پڑے۔ صوفیوں اور درویشوں نے باوجودیکہ ان کی تعداد دشمن کی کثرت کے مقابلے میں بہت قلیل تھی کوہ گراں کی طرح بڑی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ آخر لڑتے لڑتے پیر اکھڑنے لگے اور وہ ذال ڈگر کے میدان کی طرف چلے گئے۔ میر شمس الدین ابدال ماگرے کے مکان "یون راترے" میں پناہ لینے لگے۔ ابدال ماگرے گھر میں نہیں تھے۔ ان کی بیوی ملک موسی رینہ (وزیر اعظم) کی بیٹی تھیں۔ انہوں نے عورتوں اور خدمت گاروں کو ہدایت دی تھی کہ وہ کھڑکیوں اور دریچوں سے درویشوں پر پتھر اور ڈھیلے برسائیں کیوں کہ یہ لوگ بتخانوں اور بتوں کو مسمار کرتے ہیں اور ان کو گالیاں دیتے ہیں۔ جب اس واقعہ کی اطلاع ملک موسٰی رینہ کو ہوئی تو انھوں نے اپنے

ابدال ماگرے [illegible] ملک موسی رینہ (وزیر [illegible]) [illegible]

بیٹے ملک علی رینہ کو سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ لشکر کفار کو بھگانے کے لیے روانہ کیا۔ ملک علی رینہ نے ان کو مار بھگایا اور میر شمس عراقی ملک موسیٰ رینہ کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے ملک مذکور سے کہا کہ اگر اسی وقت "باخی رینو" کے انہدام اور فاسقان و فاجران کا قلع قمع نہ کیا جائے اور انھیں کیفر کردار کو نہ پہونچایا جائے وہ ابھی آل و عیال کے ساتھ عراق چلے جائیںگے۔ جب ملک موسیٰ رینہ نے ان کا یہ اضطراب اور بے قراری دیکھی اور بچشم خود مجروح صوفیوں کو دیکھا تو اسی وقت میر شمس الدین عراقی کے ہمراہ "باخی رینو" کے انہدام کے لیے آمادہ ہوئے۔ انھوں نے ملک علی رینہ کو سات آٹھ سپاہیوں کے ساتھ جائے وقوع پر روانہ کیا۔ موصوف نے کافروں اور نامور سرداروں کو گرفتار کرکے قید کیا۔ اور ان کی ایک جماعت کو جموں کی طرف جلاوطن کیا۔ اس کے بعد میر شمس الدین "باخی رینو" کو مسمار کرنے میں مصروف ہوئے۔ اور اس کی بیخ کنی کی۔ وہاں ایک بڑا پتھر نام کے ساتھ زمین میں نصب تھا۔ میر عراقی اس کو توڑ کر زمین سے اکھاڑنا چاہتے تھے۔ انھوں نے اس کے گرد زمین کھودی اور پھر اس میں آگ لگادی۔ چونکہ وہاں کثرت سے پانی نکلا اس لیے آگ اور چوٹیں لگانا بے کار ثابت ہوئیں۔ ان وجوہ کی بنا پر اس پتھر کی بنیاد معلوم نہ ہوسکی۔ آخر کار اس تالاب کو مٹی اور پتھروں سے پٹ دیا اور پھر اس جگہ مسجد بنائی۔ اذان اور نماز کے لیے موذن اور پیش نماز مقرر کیے۔ اور ذال ڈگر کا نام اسلام پور رکھا۔ اسی دوران ملک کاجی چک میر شمس عراقی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سری نگر میں ان کے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ انجام کار اسلام پور (ذال ڈگر) کا موضع انھیں بخش دیا۔ جب ملک موصوف ان کی دعاؤں کے فیض سے وزیر اعظم ہوئے تو یہیں رہنے لگے ان کی اولادیں بھی یہیں رہتی تھیں۔" [۳۱]

قاضی جمال الدین محمد قدسی فارسی کے ایک اچھے شاعر اور میر شمس عراقی کے مرید خاص تھے۔ انھوں نے ذال ڈگر کی جنگ سے متاثر ہوکر اپنے مرشد کامل کی اسلامی سرگرمیوں سے متعلق ۵۰ اشعر کی مثنوی کہی تھی۔ ذیل میں چند شعر درج کیے جاتے ہیں [۳۲]

آں مرشد مقتدائے ایام — آں زبدۂ اولیائے انام

آں بحر معارف و معانی — آں عارف سرّ آسمانی

آں قطبِ زمان مبارک شمس بدین ملا ایستقی — در شرع محمدیؐ معین است

آں شمس کہ نور معرفت یافت — از مطلع نور بخشش برتافت

کشمیر کہ در زمانِ پیشیں — جز کفر نہ داشت رسم و آئیں

در ہر طرفش کلیسا ہے — وز بت کدہ ہا قوی پناہے

در ہر سر راہ او کنشتے — ہر سوئے کنشت بد سرشتے

حاصل نہ درو گروہ دیگر — غیر از بت و بت پرست و بت گر

ہر گوشہ عمارتیست سنگیں — صد گونہ درو بتانِ رنگیں

تا آنکہ زہجرتِ محمدؐ — ہفتاد و سہ سال رفت و ہفصد

سلطانِ ممالکِ معانی — شاہِ ہمداں علی ثانی

آں شاہ سوار عرصۂ دیں — سرِّ دل خاتم النبیین

ہم رایت شرع برافراخت — ہم آیتِ کفر را بر انداخت

اسلام بملک گشت پیدا — شد دین محمدی ہویدا

تا باز باختلافِ اقوام — شد روز بروز ضعفِ اسلام

در شرع کسے نہ داد ترویج — شد کسر امور دیں بتدریج

شد بار دگر برسم معتاد — آتشکدہ و کنشت بنیاد

اسلام بکفر گشت مخلوط — ارکان ہمہ ماند غیر مربوط

بت خانہ و خانقاہ باہم — یک مسجد و یک کلیسا ہم

گر مرد گزار دے نمازے — می گفت زنش بہ دیو رازے

از آمدنِ علی ثانی — آں گوہر گنج لامکانی

تاریخ چو شد صد و چہل سال — زد شرع نبیؐ بفرخی فال

شیخے کہ ز خویش فانی آمد — ثانی علی ثانی آمد

القصہ دریں کہن بوادی — از ہمتِ ایں ولی ہادی

ہر بتکدۂ کہ گشت ویراں — شد خانقاہے بموضع آں

ہر سال در آں مقام سہ بار — جشنے شدے از طریق نجار

اکثر زن و مرد اہل کشمیر — خواہی زجوان نہ خواہی از پیر
قومے بضلال و بت پرستی — جمعے بہوائے لعب و مستی
چوں از زمنِ نبی مرسل — شد نہصد و سیزدہ مکمل
برکند بنائے بربت پرستان — برداشت تمام کافرستان
فرمود عمارتے در آنجا — زیبا و مزین و دل آرا
لیکن چو زمین ز اوّل کار — آلودۂ کفر بود بسیار
می خواست طہارتے ہمانا — کز حکمت صانع توانا
پس آمد و برد اصل خاکش — ز آلائش کفر ساخت پاکش
زیں واسطہ یافت شست و شوئے — گر کفر درو نماند بوئے
شد بارِ دگر جناب عالیش — مشغولِ عمارت حوالیش
دو چار حدش بنائے از سنگ — بربست نہ شد زکار دِل تنگ
ہر حد بمسافتے طویلے — مجموع زمیں قریب میلے
آں جملہ بلند ساخت یکسر — قدر دو سہ گز نہ بل فزوں تر
در یک طرفش قوی بنائے — دلخواہ عمارتے بجائے
آں باغ و عمارت و حوالی — از خلد نمونہ ایست حالی

دیں جاہ نہ سرا و باغ است
کز باغ سرامرا فراغ است ۱۱۳۵ھ

میر شمس الدین عراقی اور خانقاہ ہمدانیہ کی تولیت

کتب تواریخ میں مورخین نے خانقاہ ہمدانیہ کے بارے میں واقعات توڑ مروڑ کے پیش کیے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سلطان حسن شاہ کے عہدِ حکومت میں خانقاہِ ہمدانیہ نذرِ آتش ہوئی تھی۔ بادشاہ نے اس کے اردگرد مکانوں کو خرید کر کے صحنِ خانقاہ میں شامل کیا اور پھر اسے از سرِ نو تعمیر کیا سید علی نے اس کی تاریخ ۸۹۸ھ ہجری (۱۴۹۲ء) جبکہ خواجہ اعظم دیدہ مری اور حسن نے ۸۸۵ھ مطابق ۱۴۸۰ء لکھی ہے۔ انہی تاریخوں میں یہ بھی منقول ہے کہ جب میر شمس الدین عراقی حسن شاہ کے زمانے میں واردِ کشمیر ہوئے تھے تو ان کے تین مریدوں غازی خاں، ملک موسیٰ رینہ اور کاجی چک جو اقتدارِ اعلیٰ کے

مالک تھے انھیں یہ تحریک و ترغیب دلائی کہ خانقاہ ہمدانیہ جو یک طبقہ ہے اسے ویران کر کے دو طبقہ بنایا جائے۔ اس میں ان کی غرض و غایت یہ تھی کہ ویرانی کے بعد اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے تاکہ بقول ان مورخین کے خانقاہِ زڈی بل کی اہمیت بڑھ جائے اور اس طرح لوگوں کے لیے مرکز توجہ بن سکتی ہے۔ بالآخر محمد شاہ بادشاہ نے اُسے گرا دیا اور قریب دو سال تک پھر خانقاہ ہمدانیہ یوں ہی بے رونق اور ویران پڑی رہی بعد میں کاجی چک کی بہن صالحہ ماجی جو سلطان کی زوجہ تھیں زیورات بیچ کر خانقاہ کو پھر سے بنوایا[۳۳]

دراصل واقعات یوں ہیں کہ جب حضرت میر سید شمس الدین عراقی ۹۰۲ھ ہجری (مطابق ۱۴۹۶-۹۷ء) میں دوسری مرتبہ کشمیر تشریف لائے تو انھوں نے ملک کاجی چک کے عہد حکومت میں خانقاہ میر سید علی ہمدانی کو جس کی بنیاد سکندر بت شکن نے اپنے عہد سلطنت (۷۹۶ھ ہجری تا ۸۲۰ھ مطابق ۱۳۹۴-۱۴۱۷ء) میں ۷۹۶ھ ہجری میں سید محمد ہمدانی کے ہاتھوں رکھوائی تھی اور جو بہت ہی مختصر عمارت تھی اس کو از سر نو تعمیر کر کے کافی وسعت بخشی اور اس کی وسعت کے لیے ملحقہ مکانات اور آراضی کو زر کثیر کے عوض خرید کر صحن خانقاہ میں شامل کیا۔ موصوف نے اپنے مریدوں قاضی محمد قدسی اور فرزندانِ ملا بابا علی کے مکانوں کو بھی وہاں سے ہٹایا تاکہ خانقاہ آگ جیسی ناگہانی آفتوں سے محفوظ رہ سکے۔ انہوں نے خانقاہ کے ساتھ ایک بہت بڑا لنگر خانہ، آتش خانہ اور گودام بھی تعمیر کرایا تھا۔ لنگر خانہ میں روزانہ صبح و شام غریبوں اور مسافروں کے لیے کئی خروار چاول پکتا تھا۔ مصنف بہارستان شاہی پہلا مورخ ہے جس نے میر شمس عراقی کے ہاتھوں خانقاہِ ہمدانیہ کی از سر نو تعمیر کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:-

"حضرت ہدایت پناہ ولایت دستگاہ امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الصمدانی صفہ کہ در محلہ علاء الدین پورہ برائے اقامت صلوٰۃ جماعات ساختہ بود۔ ولد امجد ارشد آنحضرت امیر سید محمد قدس سرہٗ خانقاہی بزرگ طرح انداختند و آں پادشاہ سعادت دستگاہ قریۂ چند برائے مدد معاش مجاوراں و معتکفان آں آستاں ملائک آشیاں گذاشتہ اند و بعضے می گویند کہ حضرت امیر سیّد محمد ہمدانی لعلے داشتند و آں لعل را بسلطان سکندر مرحوم دادند۔ و قریۂ تلال (ترال) و قریہ وچی را بطریق بیع و شریٰ گرفتند۔ و آں ہر دو قریہ را ابتیاع نمودہ' وقفِ آں خانقاہ ساختند تا مدد معاش مجاوران و اوراد خوانان آں آستانہ باشد و بناء و عماراتِ خانقاہِ متبرکہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی عمارت کردہ خرد و مختصر بود۔ و عماراتِ مردم و مجاوران و بیوتاتِ خانقاہِ

اہل شہر نزدیک بدیوار ہائے خانقاہ وحوالیِ آں محیط بود۔ چنانچہ اکثر آتشی دراں محلہ افتادہ می سوخت۔ خانقاہ ہمراہ خانہا سوختہ ودر زمانِ سلطان زین العابدین آں را باز عمارت نمود۔

چون حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ بتشریف تقدوم ایں ممالک رامشرف ساخت، آنحضرت در عہد حکومت ملک الملوک ملک کاجی چک مرحوم آں خانقاہ رابایں بزرگی ووسعت وبلندی وعظمت مجدداً بنا نمودند۔ وخانہائے مردم از حوالیِ او برداشتند وزمین بعضیہا را از زر بسیار و مالی بے شمار دادہ خریدند۔ وآنہا بہ زر احتیاج نہ داشتند مانند قاضی محمد قدسی وفرزندانِ مُلّا باباعلی وغیرہم ایشان را از جاہائے دیگر زمینہا عوض دادہ از حوالیِ خانقاہ دُور ساخت تا بقعۂ متبرکہ از حوادث آفات وبلیۂ احراق وحادثات محفوظ ومصؤن باشد ودر زمانِ حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی وقضیات خانقاہ زیادہ ومضاعف گشتہ۔ چنانچہ در حیاتِ آنحضرت در مطبخِ خانقاہ ہر روز صد بست وپنج ترک برنج می پختند برائے طعام چاشت شصت وپنج ترک برائے طعام شب، شصت ترک موظف ومقرر بودہ۔ کم روز ہا می بود کہ در مطبخ گوشت نمی پختہ ودر مطبخے وآتش خانہ مختصر بنا کردند وبزرگیِ عمارتِ خانقاہ وکلانے صندوق کہ انبار شالی وخزینۂ حوائج ومصالح خانقاہ ہست نشانہ ونمونہ ایست باقی از ہمت عالی حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی" ؎ ۱۱۳

خانقاہ ہمدانیہ کا سارا انتظام میر شمس الدین عراقی کے ہاتھ میں تھا۔ مجاوروں کے تقرر اور برخاستگی اور انتظام واہتمام سے متعلق تمام امور انہی کے حد اختیار میں تھے۔ وہ خانقاہ کے مختار کل تھے۔ سلطان محمد شاہ نے ایک فرمان کے تحت میر عراقی کو خانقاہ کی تولیت اور اس کا انتظام کلی چلانے کے لیے مقرر کیا تھا۔ ذیل میں تولیت نامہ کی نقل درج کی جاتی ہے۔

"مقرر شدن خانقاہِ امیریہ بحضرت امیر شمس الدین بفرمان ہماں لازوال عالیا"

"وبحکم جناب امیر الامرا سید محمد حسینی وبشافہ ملک ابراہیم ماگرے، وملک شمس چک وملک عیدی رینہ وجمیع ارکان دولت واعیان مملکت توقیع رفیع اسطار می یابد مشتمل بریں معنی کہ خانقاہِ ہمدانیہ کہ منزل فیوض ربانیہ است باجمیع استقامت وقربات کہ از زمانِ حضرت

سیادت مآب سعادت انتساب امیرِ اشرف امجد امیر سید محمد ہمدانی قدس سرہ الصمدانی الیٰ یومنا ہذا در پے آں وقف شدہ بہ تحویل و تولیتہ حضرت ارشاد مآب ولایت اکتساب قطب المحققین قدوۃ المرشدین زبدۃ ارباب الکشف والیقین المتوکل علی الملک المعین المختص بعنایات اللہ الباقی حضرت شیخ شمس الدین محمد عراقی طابت حالاتہ ودامت کمالاتہ مفوض و مسلم گردانیدہ شد۔ و جمیع امور و اعمال و مہمات و اشغال آں و بقعۂ مبارکہ از حل و عقد و قبض و بسط و عزل و نصب و امر و نہی با ختیار آں حضرت گذاشتہ آمد۔ چنانچہ ہیچ احدی را از ملوک عظام و امراء و حکام بلکہ فردے را از افرادِ انام من الخواص والعوام بخلاف رائے آں حضرت دراں بقعۂ شریفہ تداخل و تصرف و تحکم نباشد و ہر چہ صواب دید آنحضرت تواند بود۔ امر و ناہی و صاحب اختیار باشد و بموجب دفعیہ کہ بدستخط شریف حضرت سیادت مآبی قدس سرہٗ مسطور است باحیائے مراسم و اطوار و اوراد و اذکار حضرت علی ثانی امیر سید علی ہمدانی ساکنان و متوطنان آں منزلِ مبارک ارشاد نمایند و مجاوران و اہل وظائف آں بقعۂ شریفہ را ہدایت و رہنمائی فرمایند۔ فَمَنْ بَدَّلَہٗ بَعْدَ مَا سَمِعَہٗ فَاِنَّمَا اِثْمُہٗ عَلَی الَّذِیْنَ یُبَدِّلُوْنَہٗ والسلام علی من اتبع الہدیٰ جزو بامر العالی اعلاہ اللہ تعالیٰ" ۳۵

میر شمس الدین عراقی نے تولیت کے زمانے میں درویشوں کی ایک جماعت کو خانقاہِ ہمدانیہ میں کئی برس تک اربعین میں بٹھایا تھا۔ اور حاجی شمس کو اس جماعت کا پیشوا مقرر کیا تھا۔ ان کو خرقۂ کبود اور عمامہ سیاہ تفویض کیا تھا وہ حاجی مذکور کے ظاہر و باطن سے واقف تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت کے لیے انھوں نے خاص توجہ فرمائی تھی۔ میر شمس الدین عراقی کے سفرِ تبت کے دوران اور پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے میر دانیال خانقاہِ ہمدانیہ کے منتظمِ اعلیٰ تھے۔ چونکہ ملک رنگی چک ورابدال ماگرے کا دل ان کے بارے میں صاف نہیں تھا اس لئے انھوں نے انھیں برخاست کرکے باباعلی کو خانقاہ کی تولیت اور شیخی سے ممتاز کیا تھا۔[۳۶]

خانقاہ زڈی بل اور سفرِ تبت

جب پہلی مرتبہ میر شمس الدین عراقی کشمیر بطور سفیر آئے تھے۔ تو انہی دنوں زڈی بل کو آب و ہوا شادابی اور تر و تازگی کے اعتبار سے پسند فرمایا تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً اپنے قیام کشمیر کے دوران وہاں جایا

کرتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ کاش اس سرزمین پر کوئی خانقاہ یا مسجد تعمیر ہوتی۔ اس زمانے میں انھیں کشمیر میں مستقل طور پر رہنے کا کوئی خیال نہیں تھا۔ زڈی بل کی زمین کسی کی ملک و تصرف میں نہ تھی۔ بلکہ سرکاری آراضی میں یوں ہی پڑی تھی۔ سلطان فتح شاہ کے ابتدائی عہد حکومت میں ملکان چاڈورہ کے امرا صاحبان اقتدار تھے۔ انھیں حکومت کے نظم و نسق میں اختیار کلی حاصل تھا۔ سلطان نے امراے چاڈورہ کو نوشہرہ کے قرب وجوار میں رہنے کے لیے زمین دی۔ ان لوگوں نے وہاں مکان بنائے۔ زڈی بل کی جاگیر ملک موسیٰ رینہ کو بخشی۔ انھوں نے وہاں مکان تعمیر کیے اور وہیں قیام بھی کرنے لگے۔ ملک موصوف ہی سب سے پہلے وہ شخص تھے جو میر شمس الدین کے معتقد اور مرید ہوئے تھے۔ انھوں نے پورے زڈی بل کو خانقاہ کے لیے ان کو بخش دیا۔ جتنے بھی ملک موسیٰ کے مکانات اور باغات یہاں تھے وہ سب کے سب میر عراقی کی نذر کیے۔ ایک دن دعوت کے موقع پر انھوں نے اپنی تمام جائداد منقولہ وغیر منقولہ جن میں ان کی تمام عمارتیں اور باغات شامل تھے میر عراقی کو دیئے۔ اس واقعہ کو مصنف تحفتہ الاحباب نے اس طرح لکھا ہے:

"وجملہ اہل وعیال واولادِ خود راگفت کہ ہرچہ از زر و زیور و حلیّ و حلل و بازوبند و گلوبند و خلخال و سوار، وگوشوار و عقود و نقود و جامہ و خلعت والبتہ و اقمشہ داشتہ باشند پیش نظر آنحضرت حاضر ساختہ، نذر و ہدیہ آنحضرت نمایند۔ وہر کہ قوتِ نذر کردن و طاقتِ ہدیہ نمودن نہ داشتہ باشد من ضامن و کفیلم کہ ہرچہ حاضر کنند من مضاعف آں معاوضہ کنم، وچوں تمام نساء و عورات و سائر اہالی واولاد از ذکور و اناث ہرچہ داشتند از ملبوسات و منقولات و اجناس و نقود عقیاں واعیان ولآلی و مرجان، و مرسلہ و حمائل و سماط وجبایل و حلوق و خواتم و معاجر و عوایم پیش آنحضرت جمع ساختہ نذر آنحضرت نمودند، وآنحضرت ہمت بلند اورا تحسین و تہنیت ارجمند ایشان را ہزار آفریں کردہ جہت قبول آں نذور و اجابت آں ہدایا بدرگاہ حضرت واہب العطایا فاتحہ فایحہ روانہ کرد۔ و آں ملک ملک صفات مجموع مملوکات و متفرقات خود مع مراکب و افراس و اسلحہ و براق و اسباب و آلات محاربہ و مقاتلہ در نظر نذر آنحضرت گذاشتہ۔ جملہ اہل وعیال و اولاد و اطفال و سائر نساء و عورات را در تن یک یک جامہ کہ جہت ستر عورت کافی باشد ازاں خانہا بدر آمدند و جملہ آں مواضع با عمارات و بیوتات و اراضی و عقار و باغ و باغات و اشجار و املاک و اسباب و اموال بآنحضرت تسلیم و تفویض نمود و قبولیہ آں را بہ جان و دل خود

منت نہاد" ۳۷ے

میر شمس الدین عراقی نے ملک موسیٰ رینہ کے تحائف و ہدایا جن میں اراضی، مکانات، جواہرات اور زیورات وغیرہ شامل تھے۔ قبول کیے اور پھر موسم بہار میں ۹۰۲ سنہ ہجری مطابق ۱۴۹۶ء میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ قاضی محمد قدسی نے تاریخ کہی ؎

چوں بتائید کردگار علیؑ	حیِّ قادر حکیم لم یزلی
نوربخشِ قلوبِ اہلِ صفا	ہادی سالکانِ راہ ھدیٰ
قاسمِ فیض و واہبِ توفیق	رہنمائے معارجِ تحقیق
طلعت افروز شمس دینِ نبیؐ	شمہ افرازِ کاخ مطلبی
در بلادِ ممالکِ کشمیر	حرست عن طوارق اللہ میر
غوث اعظم امام روئے زمیں	قطبِ آفاق شیخ شمس الدین
پرتو شمع نوربخش افروخت	دیدۂ حاسدانِ منکر سوخت
ہمتِ ایں بزرگ صاحبِ غیر	فی الحقیقت بغیر منتِ غیر
خانقاہے چناں عمارت کرد	کہ فرشتہ درو زیارت کرد
بر درش نقش نوشتہ روح الامین	سالِ تاریخ "کاشف المتین"

۹۰۲ ہجری

بر درِ ایں مقام ہمچو بہشت
خرد اللہ ذو البقا ۶ نوشت ۳۸ے

ملک موسیٰ رینہ اپنی ساری املاک و جائداد میر شمس عراقی کو نذر کر کے آروٹ (تاشوان) میں قیام پذیر ہوئے۔ میر خود درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ملا سلمان، ملا حاجی علی، ملا یزید، حضرت بابا علی، مولانا محمد امام، مولانا نصرت، مولانا سعید، مولانا جمال، مولانا خلیل اللہ، مولانا قاضی محمد قدسی مولانا عثمان گنائی، مولانا سیف اور مولانا عبدالرحمٰن قابل ذکر ہیں زڈی بل میں وارد ہوئے۔ میر عراقی اپنی محذرات، اولاد اور سامان وغیرہ کے ساتھ ملک موسیٰ رینہ کے گھر میں اتر گئے۔ درویشوں نے خواہش ظاہر کی کہ ان کے اہل و عیال کے ٹھہرنے کے لیے انتظام کیا جائے۔ انھوں نے ملک مذکور کی املاک سے ایک سرائے ان کے حوالے کر دی۔ درویشوں نے اس پر چھپر ڈال دیا۔ بعضوں نے خس پوشش

کی چاردیواری بنائی اور اس میں رہنے لگے۔ خود میر عراقی خانقاہ کی تعمیر میں مصروف رہے۔

ملک موسیٰ رینہ اور دوسرے مریدوں نے مشورہ دیا کہ ضلع بارہمولہ میں صنوبر کے بلند و بالا درخت ہیں اور وہ خانقاہ میں لکڑی کے طور پر موزوں رہیں گے۔ اس زمانے میں دیودار کا درخت کوئی نہیں کاٹتا تھا۔ درخت کا کیا ذکر کوئی اس کی شاخ بھی نہیں توڑ سکتا تھا۔ کامراج بارہمولہ میں ایک مشہور و معروف بتخانہ تھا۔ اسے کشمیری میں ہاسن کہتے تھے۔ ہاسن کی وجہ سے لوگ دیودار درختوں کو متبرک سمجھتے تھے۔ یہ زمانہ سلطان محمد شاہ کا تھا۔ ان کے وزیر اعظم سید محمد بیہقی تھے۔ میر سید محمد کو کشمیری میں میاں محمد کہتے تھے۔ ملک موسیٰ رینہ رئیس اعظم تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے ہاسن مسمار کرنے کی اجازت حاصل کی تاکہ اس کے مصالحے سے خانقاہ کی تعمیر ہو سکے۔ میر شمس الدین عراقی کے علاوہ بابا علی اور دوسرے صوفی اور درویش کمراج گئے۔ تخریب ہاسن اور قطع اشجار کے ارادے سے وہاں قیام کیا۔ ہاسن اتنا پرانا تھا کہ سن دراز لوگوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کب اور کس زمانے میں بنا تھا۔ میر عراقی سب سے پہلے اس کے انہدام کی طرف متوجہ ہوئے۔ انھوں نے عمارت کو نذر آتش کیا۔ اس کے بعد اس کے بڑے بڑے پتھروں کو اس لیے ریزہ ریزہ کیا کہ ان میں بطرز بت اعضا کی صورت باقی نہ رہے۔ پھر درخت کاٹے۔ جب یہ کاٹے جا رہے تھے تو بڑے بڑے اڑنے والے جانور بے حد و حساب دوسرے جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگے۔ ان میں کچھ شیروں کے برابر تھے۔ اور کچھ ان سے چھوٹے۔ یہاں میر عراقی خیمہ زن ہوئے اور تمام درخت اپنی موجودگی اور نگرانی میں کٹوائے کچھ دنوں کے بعد انھوں نے بابا علی اور دوسرے صوفیوں کو وہاں چھوڑا تاکہ لکڑی کاٹنے کا کام بخوبی انجام دیں۔ اور خود درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ زڈی بل لوٹے۔ یہاں خانقاہ تعمیر ہو رہی تھی۔ ادھر بابا علی نے ایک آدھ مہینے میں تمام لکڑی کٹوا دی۔ پھر سری نگر سے امیر شمس عراقی صوفیوں کے ہمراہ ہاسن گئے۔ انھوں نے لکڑی کو دریا کے کنارے جمع کیا تاکہ سوکھ جائے۔ اتنے میں جاڑا آ گیا اور انھوں نے وہیں قیام کیا۔ آخر کار آغاز بہار میں لکڑی کو زڈی بل پہنچا دیا۔ زڈی بل جانے سے قبل ہاسن کی جگہ مسجد تعمیر کرائی۔ اس کے مصرف کے لیے بادشاہِ وقت سے چند خروار زمین مخصوص کرائی۔ نماز پنجگانہ کے لیے وہاں مؤذن بھی مقرر کیا۔[۳۹]

اول اول جب سید محمد بیہقی وزیر اعظم نے دیکھا کہ یہاں امیر شمس عراقی ہر دلعزیز ہو رہے ہیں اور لوگ جوق در جوق ان کے مرید ہو رہے ہیں اور مشہور و معروف امرائے کشمیر، ملکانِ چاڈورہ کے علاوہ صوفیائے کرام ان کے پروانے ہو رہے ہیں تو وہ بھی ان کی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ جب یہ حال

ملاؤں نے دیکھا کہ کشمیر کے امراء، رؤسا، علما، صوفیہ اور دوسرے مشائخ امیر عراقی کے مذہب امامیہ کی پیروی کرنے لگے تو انھوں نے شور و غوغا بلند کیا اور ان کے خلاف سید محمد بیہقی کے کان بھر دیئے۔ ان ملاؤں میں بابا اسماعیل پیش پیش تھے۔ انھیں یہ خوف لاحق ہوگیا کہ یہاں کے سلاطین وامراء میر عراقی کے مریدوں میں شامل ہو رہے ہیں تو پھر ایسے عالم میں ہمیں کون پوچھے گا۔ اس لیے انھوں نے مخالفت پر کمر باندھی۔ انھوں نے وزیر موصوف کو خانقاہ زڈی بل کی تعمیر سے روکنا چاہا تھا لیکن اس میں انھیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ خانقاہ کی تعمیر میں اس وقت کشمیر کے سب سے بڑے صاحب اقتدار اور میر عراقی کے مرید خاص ملک موسیٰ رینہ کا ہاتھ تھا۔ اگرچہ سید محمد وزیر اعظم نے ملاؤں اور دوسرے لوگوں کے دباؤ کے تحت خانقاہ زڈی بل کی تعمیر کی ممانعت نہیں کی تھی تاہم ان کا دل میر شمس عراقی کے بارے میں بعد میں صاف نہیں تھا۔ اس کی وجہ خاص یہ تھی کہ بیہقی صاحب ان کی بڑی صاحبزادی حضرت بی بی آغا سے خواستگاری کرنا چاہتے تھے۔ جب اس کی اطلاع حضرت امیر شمس عراقی کو ہوئی تو انھوں نے زوردار الفاظ میں ان کی درخواست کو رد کیا۔ لوگوں نے بیہقی کی سیادت کا بھی واسطہ دیا تھا۔ اس پر انھوں نے کہا کہ وہ فاسق و فاجر ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:-

"کسیکہ مرتکب کبائر و مدمن خمر و معلن فسوق و فجور بودہ باشد ہرگز دل من باو مائل نمی شود، اگرچہ سیدِ رضوی باشد۔ ودیگر خاطر من از مواصلتِ سلاطین و حکام و موانستِ اربابِ دولت واہلِ دنیا بسیار متنفر و متجنب است۔ ہرگز ایں سخن قبول نمی کنم"۔[۱۹]

جب امیر شمس عراقی کے انکار کی خبر وزیر بیہقی کو پہنچی۔ تو وہ طاقت کے بل پر انھیں ڈرانے دھمکانے لگے اور ان پر طرح طرح کی سختیاں کرنے لگے۔ آخر کار ملا فاضل رومی، حضرت بابا علی اور مؤلفِ تحفۃ الاحباب کے والد ملا جمال الدین کے مشورہ سے میر عراقی کی صاحبزادی کا عقد مولانا شیخ عبدالسلام رومی سے ہوا۔ موصوف ان دنوں کشمیر میں ہی مقیم تھے۔ کچھ دنوں کے بعد مولانا شیخ عبدالسلام کو پاٹھ واو تحصیل بڈگام میں آباد کیا۔ اور پھر یہ گاؤں اخراجات کے لیے بی بی آغا کے نام ہبہ کیا۔

جب یہ خبر سید محمد کو ملی کہ بی بی آغا کا نکاح شیخ عبدالسلام کے ساتھ کینہ و حسد کی آگ بھڑکنے لگی۔ اپنے ہمنواؤں نے ان سے کہا کہ امیر شمس عراقی۔ کرکے آپ کو ذلیل و رسوا کیا۔ اس طرح ان کے دل میں نفرت پیدا کی۔

انہی ایام میں ایک دن امیر شمس عراقی کوہ ماراں (ہاری پربت)

حضرت

کی چاردیواری بنائی اور اس میں رہنے لگے۔ خود میر عراقی خانقاہ کی تعمیر میں مصروف رہے۔

ملک موسیٰ رینہ اور دوسرے مریدوں نے مشورہ دیا کہ ضلع بارہمولہ میں صنوبر کے بلند و بالا درخت ہیں اور وہ خانقاہ میں لکڑی کے طور پر موزوں رہیں گے۔ اس زمانے میں دیودار کا درخت کوئی نہیں کاٹتا تھا۔ درخت کا کیا ذکر کوئی اس کی شاخ بھی نہیں توڑ سکتا تھا۔ کامراج بارہمولہ میں ایک مشہور و معروف بتخانہ تھا۔ اسے کشمیری میں جہاسن کہتے تھے۔ جہاسن کی وجہ سے لوگ دیودار درختوں کو متبرک سمجھتے تھے۔ یہ زمانہ سلطان محمد شاہ کا تھا۔ ان کے وزیر اعظم سید محمد بیہقی تھے۔ میر سید محمد کو کشمیری میں میاں محمد کہتے تھے۔ ملک موسیٰ رینہ رئیس اعظم تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے جہاسن مسمار کرنے کی اجازت حاصل کی تاکہ اس کے مصالحے سے خانقاہ کی تعمیر ہو سکے۔ میر شمس الدین عراقی کے علاوہ بابا علی اور دوسرے صوفی اور درویش کمراج گئے۔ تخریب جہاسن اور قطع اشجار کے ارادے سے وہاں قیام کیا۔ جہاسن اتنا پرانا تھا کہ سن دراز لوگوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کب اور کس زمانے میں بنا تھا۔ میر عراقی سب سے پہلے اس کے انہدام کی طرف متوجہ ہوئے۔ انھوں نے عمارت کو نذر آتش کیا۔ اس کے بعد اس کے بڑے بڑے پتھروں کو اس لیے ریزہ ریزہ کیا کہ ان میں بطرز بت اعضا کی صورت باقی نہ رہے۔ پھر درخت کاٹے۔ جب یہ کاٹے جا رہے تھے تو بڑے بڑے اڑنے والے جانور بے حد و حساب دوسرے جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگے۔ ان میں کچھ شیروں کے برابر تھے۔ اور کچھ ان سے چھوٹے۔ یہاں میر عراقی خیمہ زن ہوئے اور تمام درخت اپنی موجودگی اور نگرانی میں کٹوائے کچھ دنوں کے بعد انھوں نے بابا علی اور دوسرے صوفیوں کو وہاں چھوڑا تاکہ لکڑی کاٹنے کا کام بخوبی انجام دیں۔ اور خود درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ زڈی بل لوٹے۔ یہاں خانقاہ تعمیر ہو رہی تھی۔ ادھر بابا علی نے ایک آدھ مہینے میں تمام لکڑی کٹوا دی۔ پھر سری نگر سے امیر شمس عراقی صوفیوں کے ہمراہ جہاسن گئے۔ انھوں نے لکڑی کو دریا کے کنارے جمع کیا تاکہ سوکھ جائے۔ اتنے میں جاڑا آ گیا اور انھوں نے وہیں قیام کیا۔ آخر کار آغاز بہار میں لکڑی کو زڈی بل پہنچا دیا۔ زڈی بل جانے سے قبل جہاسن کی جگہ مسجد تعمیر کرائی۔ اس کے مصرف کے لیے بادشاہ وقت سے چند خروار زمین مخصوص کرائی۔ نماز پنجگانہ کے لیے وہاں مؤذن بھی مقرر کیا۔[۳۹]

اول اول جب سید محمد بیہقی وزیر اعظم نے دیکھا کہ یہاں امیر شمس عراقی ہر دلعزیز ہو رہے ہیں اور لوگ جوق در جوق ان کے مرید ہو رہے ہیں اور مشہور و معروف امرائے کشمیر، ملکانِ چاڈورہ کے علاوہ صوفیائے کرام ان کے پروانے ہو رہے ہیں تو وہ بھی ان کی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ جب یہ حال

ملاؤں نے دیکھا کہ کشمیر کے امرا، روسا، علما، صوفیہ اور دوسرے مشائخ امیر عراقی کے مذہب امامیہ کی پیروی کرنے لگے تو انھوں نے شور و غوغا بلند کیا اور ان کے خلاف سید محمد بیہقی کے کان بھر دیے۔ ان ملاؤں میں بابا اسماعیل پیش پیش تھے۔ انھیں یہ خوف لاحق ہوگیا کہ یہاں کے سلاطین و امرا میر عراقی کے مریدوں میں شامل ہو رہے ہیں تو پھر ایسے عالم میں ہمیں کون پوچھے گا۔ اس لیے انھوں نے مخالفت پر کمر باندھی۔ انھوں نے وزیر موصوف کو خانقاہ زڈی بل کی تعمیر سے روکنا چاہا تھا لیکن اس میں انھیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ خانقاہ کی تعمیر میں اس وقت کشمیر کے سب سے بڑے صاحب اقتدار اور میر عراقی کے مرید خاص ملک موسیٰ رینہ کا ہاتھ تھا۔ اگرچہ سید محمد وزیر اعظم نے ملاؤں اور دوسرے لوگوں کے دباؤ کے تحت خانقاہ زڈی بل کی تعمیر کی ممانعت نہیں کی تھی تاہم ان کا دل میر شمس عراقی کے بارے میں بعد میں صاف نہیں تھا۔ اس کی وجہ خاص یہ تھی کہ بیہقی صاحب ان کی بڑی صاحبزادی حضرت بی بی آغا سے خواستگاری کرنا چاہتے تھے۔ جب اس کی اطلاع حضرت امیر شمس عراقی کو ہوئی تو انھوں نے زوردار الفاظ میں ان کی درخواست کو رد کیا۔ لوگوں نے بیہقی کی سیادت کا بھی واسطہ دیا تھا۔ اس پر انھوں نے کہا کہ وہ فاسق و فاجر ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :-

"کسیکہ مرتکب کبائر و مدمنِ خمر و معلن فسوق و فجور بودہ باشد ہرگز دل من باو مائل نمی شود، اگرچہ سیدِ رضوی باشد۔ و دیگر خاطر من از مواصلتِ سلاطین و حکام و مواصلتِ اربابِ دولت و اہلِ دنیا بسیار متنفر و متجنب است۔ ہرگز ایں سخن قبول نمی کنم"[۴۹]

جب امیر شمس عراقی کے انکار کی خبر وزیر بیہقی کو پہنچی۔ تو وہ طاقت کے بل پر انھیں ڈرانے دھمکانے لگے اور ان پر طرح طرح کی سختیاں کرنے لگے۔ آخرکار ملا فاضل رومی، حضرت بابا علی اور مؤلفِ تحفۃ الاحباب کے والد ملا جمال الدین کے مشورہ سے میر عراقی کی صاحبزادی کا عقد مولانا شیخ عبدالسلام رومی سے ہوا۔ موصوف ان دنوں کشمیر میں ہی مقیم تھے۔ کچھ دنوں کے بعد مولانا شیخ عبدالسلام کو پاٹھ وار و تحصیل بڈگام میں آباد کیا۔ اور پھر یہ گاؤں اخراجات کے لیے بی بی آغا کے نام ہبہ کیا۔

جب یہ خبر سید محمد کو ملی کہ بی بی آغا کا نکاح شیخ عبدالسلام کے ساتھ ہوا تو ان کے دل میں کینہ و حسد کی آگ بھڑکنے لگی۔ اپنے ہمنواؤں نے ان سے کہا کہ امیر شمس عراقی نے آپ کے ساتھ انکار شادی کرکے آپ کو ذلیل و رسوا کیا۔ اس طرح ان کے دل میں نفرت پیدا کی۔

انھی ایام میں ایک دن امیر شمس عراقی کوہ ماراں (ہاری پربت) کی طرف جا رہے تھے کہ راستے

میں بیہقی وزیر کا دیوان گھوڑے پر جا رہا تھا۔ اس نے امیر شمس کو سلام نہیں کیا۔ اس پر انھوں نے دیوان کو خوب زدو کوب کیا۔ اور نتیجے میں وہ خانقاہِ زڈی بل کی تعمیر ادھوری چھوڑ کر ۹۰۷ھ ہجری مطابق ۱۵۰۱ء میں لداخ چلے گئے۔ یہاں اشاعت اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑا۔ وہاں کے راجاؤں، امرا اور عوام غرضیکہ ذرّہ ذرّہ کو مشرف بہ اسلام کیا۔ لداخ میں دو ماہ تک قیام فرمایا تھا۔ ملک موسیٰ رینہ وزیر اعظم سید محمد کے نامعقول طرز عمل سے سخت ناراض ہوئے جس کے تحت امیر شمس عراقی کو لداخ جانا پڑا تھا۔ یہ ناراضگی اتنی شدت اختیار کر گئی کہ آخر کار سید محمد کے قتل اور سلطان محمد شاہ کے زوال اور شکست کا باعث ہوئی۔ اور زمام حکومت ملک موسیٰ رینہ کے ہاتھ آئی اس واقعہ کو مصنف تحفۃ الاحباب نے تفصیل سے پیش کیا ہے۔

"چوں خبر ایں مناکحہ و ازدواج آنحضرت بمیاں محمد (سید محمد بیہقی) رسانیدند، کینہ و کدورت ایں امر در دل و ضمیر او متمکن و مستحکم نشست و روز بروز مردم مخالف و اعادی ایقاد نائرہ حقد و حسد او می نمودند و می گفتند کہ ایں مرد از نسبتِ مصاہرتِ شما ننگ و عار داشتہ و حرمت تمکین و اقتدار شما برابر مسافر بے نوائی نہ گرفتہ و با وجود ایں حال روزے آنحضرت بباغ د پالیز دامنۂ کوہِ ماراں می رفتند۔ کہ ناگاہ سوارے ملبس از مقابلہ می آمد۔ و چوں نزدیک رسید آنحضرت را اسلام نہ کرد و ہیچ تعظیم و تواضع ہم نہ نمود۔ آنحضرت از سبب ناکردن سلامِ او پرسید۔ صوفیان کہ ہمراہِ سید بودند گفتند کہ یا حضرت! ایں سوار مسلمان نیست بلکہ کافر زنّار دار است۔ آنحضرت پرسیدند کہ اگر کافر است چرا مانند مسلمانان بر سر زین سوارہ می رود و لباس و کسوت او ہیچ فرقے با مسلمانان نہ دارند گفتند یا حضرت! او ے علمدار و صاحب دیوان حاکم وقت میاں محمد است و بہ حمایتِ وے ایں ہمہ غرہ گیہا دارد۔ آنحضرت فرمودند کہ او را بگیرید از اسب فرو آرید صوفیان او را از اسب فرود آوردند و آنحضرت او را بر زمین خوابانیدہ چنداں چوبہا زدند کہ از حیات خود مایوس گشت و ہمچناں او را رہا کردہ، آنحضرت پالیز کوہ ماراں رفتند و چوں آں کافر دیوانے بآں حال پیش میاں محمد رسید ایں امر علاوہ آتش حقد و حسد و موقد نائرۂ بغض و تعصب او گشتہ و دودِ غضب و ظلام قہر از فلکِ دماغش در گزشتہ و باعوان ظلمۂ خود حکم نمود کہ بخانۂ میر شمس بروید۔ و بغیر از زنان و کودکان ہر مردے کہ

در آنجا می یابید بر بستہ بدرِ خانۂ من حاضر سازید۔ چوں محصلانِ ظلمہ در حویلی آنحضرت
در آمدند۔ باغوانے کہ در باغہائے آنحضرت بکار مشغول بودند مثل صوفی داؤد، و صوفی
جنید و نو نو صوفی و باغبانان دیگر ہم گرفتند و در مطبخ طعامہا اشتغال داشتند ہمہ را بدیوان
مظالم اور ساتید ند۔ و ہر کدام ایشاں را زیر چوبہا کشیدہ و بسیار تازیانہا زدہ و جفائے
بے نہایت نمودہ۔ در کندہ بند انداختند۔
چوں ایں خبر ناخوش بآنحضرت رسانیدند آنحضرت کار و ہم پالیز گذاشتہ بدر خانۂ
وے فرستادند۔ کہ صوفیانِ ما چہ گناہ دارند کہ ایشاں را چندیں جفا کردہ بند و کندہ
انداختید۔ وے جواب فرستاد کہ مانتوئے ماچہ گناہ داشت کہ او را بے تقریب کشتید۔
آنحضرت فرمود کہ دیوانِ شما را بحکم شرع مصطفوی تادیب نمودم۔ جہتہ آنکہ وے بکسوت و
لباسے کہ کافران در شریعت رسول اللہ جائز نہ داشتند۔ پیش ما آمدہ از آں سبب
او را ادب کردم۔ و احتساب نمودم و صوفیانِ ما ہیچ گناہی نہ دارند۔ میاں محمد از سر غضب
گفت کہ ما حاکم ایں مملکت و والیِ ایں شہریم و ما شما را محتسب نہ ساختیم و کسے دیگر ہم
بشما اجازتِ احتساب نہ کردہ شما چرا بے تقریبِ مردم را احتساب می کنید۔
آنحضرت ہم از سرِ عزت فرمودند۔ کہ مرا حضرت شاہ قاسم ولایت پناہ جہت
ہدایتِ و ارشاد بندگانِ خدا درین ممالک فرستادند۔ اگر مرا از ارشاد خلائق و ہدایت
عباد اللہ مانع و مزاحم می شوی تا ما دام کہ حکومت و ایالت تو دریں مملکت نافذ و جاری
باشد من در ولایت تو نمی باشم۔ مرا خط راہ بجانب تبت بدہید تا من در حکومت تو در بلاد
تبت باشم۔ و ایں میاں محمد بسبب نخوت امورِ دنیائے دنی و کثرتِ غرور جہان فانی چناں
متکبر و غرہ شدہ بود کہ ہیچ اندیشہ از شکستن دلہائے درویشان و کسرِ قلوب صاحب
دلاں نہ کردہ و فرمودۂ بزرگان ہیچ ملاحظہ نہ نمودہ ؎

تا دل صاحب دلی نامد بدرد ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

بعد از روزے چند اسبابِ سفر مرتب ساختہ و استعدادِ تبت بہم رسانیدہ و کار خانقاہ
نیم کار گذاشتہ متوجہ ولایتِ تبت شدند و قریب پنجاہ شصت صوفی ہمراہ خود گرفتند
و حضرت بابا و سائر درویشان ہمراہ ساختہ دریں جاہا داشتند تا در خانقاہِ آنحضرت

بجنس اوقات نماز ادائے صلوٰت اقامت جماعت نمائند و در صباح و رواح بوظائف
اوراد مواظبت کنند و بکارِ مہمات عمارت و اتمام در و دریچہائے خانقاہ مشغول باشند۔
وچوں آنحضرت بولایتِ تبت نزدیک رسیدند۔ رایان کرد و جماعت کثیر ہمراہ گرفتہ
باستقبال و پیشواز آنحضرت آمدند و درآں اوقات در ممالک تبت ہیچ آثارِ دین و
ملّت نبودہ وہیچ کس از احکام اسلام و شریعت سیدِ انامؐ خبر نہ داشتہ وتمام اہل آں
ممالک و ارباب آں دیار یا کافر بودند یا منافق فجار و کسے در آنجاہا دردِ دین و دغدغۂ
مسلمانی نہ داشتہ و در تمام قلعہا و بقاع آں ممالک بتخانہائے بزرگ معمور بودہ و
اوثان و اصنام را معبودِ خود دانستہ می پرستیدند وچوں قدمِ مبارک آنحضرت در
آنجاہا رسید از برکت قدوم میمنت تشریف زبدۃ المحققین جملہ رایان و خواقین و ملوک و
سلاطین و سائر رعایا و دہاقین و اہالی آں سرزمین بشرف اسلام و توقیع ایمان مشرف شدند۔
آنحضرت درویشان و صوفیانِ خود را فرمودند تا ہر کجا کہ بتخانہ و معبد کفرہ بود
تمام آنہا ویران کردند و خراب و منہدم ساختند۔ و بجائے بتخانہا و بیوتِ اصنام بنائے
مسجد و صوامع اسلام عمارت نمودند ... ... و قلوب اہل آں دیار و دلہائے مقیمانِ
آں اقطار بانوارِ محبتِ اہل بیتِ رسول مختار و ضیائے محبت آل و اولاد حیدرِ کرار
روشن و منور گشتند۔ آنحضرت مدت دو ماہ درآں نواحی و حدود سیر و مکث فرمود۔
جملہ رایان و خوخانانی کہ صاحب قلعہائے بزرگ بودند۔ یکے از ایشان صد تولہ طلا در
طبقے سیمین یا کاسۂ نقرہ نذر آنحضرت آوردند۔ و باقی وزرا و امرا و خواقین ہر کدام
از ایشان چہل چہل و پنجاہ پنجاہ تولہ زر نذر آنحضرت نمودند و عورات نسا حکام و سلاطین
ہم چنیں حل و حمایلہائے خود نذر و ہدیۂ آنحضرت ساختند و عامہ رعایا و کافۂ برایا ہر
کدام ایشان بقدر حالِ خود زرہا و طلاہا پیش آنحضرت آوردند۔ از زبانِ پدر بزرگوار
بکراتِ استماع نمودہ شد کہ جملہ آنچہ از نقود سرخ و سفید پیش آنحضرت جمع شدہ بود
بما سپردند و آں ہمہ از تبت تا بہ کشمیر بلکہ تمام خرج و صرف آں بحوالۂ من بود۔
آں را قریب شش ترک تخمیناً قیاس می کردیم کہ نصف آں ہمہ زر و طلا بود و نصفش
نقرہ و سیم و ہر آنچہ از شالہا و جامہا پیش آنحضرت جمع شدہ بود جملہ آں را بعضے بصوفیان

کہ ہمراہ آنحضرت بودند بخشش نمودند و بعضے بدرویشان و فقرا آں دیار بخشیدند و درآں اوقات کہ آنحضرت متوجہ سیر و سفر تبت شدہ بود میاں محمد بعناد و تعصب آنکہ

آمدن من بخانۂ خود قبول نہ نمود و تولیتِ خانقاہِ ہمدانیہ و شیخی آں بقعۂ شریفہ از ملازمان آنحضرت منع فرمود۔ از تصرفاتِ محصلان آنحضرت بدر کشیدہ بود۔ و ایں ملک موسیٰ رینہ بواسطۂ کمال ارادت و غایت اخلاصی کہ بہ حضرت امیر شمس الدین محمد قدس سرہٗ داشت از موافقت و مصاحبت میاں محمد متنفر و دلگیر گشت و از غیرتِ دین و حمیّتِ اسلام درصدد مخالفت و عداوتِ او افتاد و درآں وقت سلطان فتح شاہ و بعضے از ملوک کشمیر در کوہستانِ ہند بودند۔ و ملک موسیٰ کسے از خود بہ پنہانی پیش ایشان فرستاد و بایشان عہد و پیمانِ خود بہ سوگند ہائے غلاظ و قسمہائے شِداد مؤکد و مستحکم ساخت کہ شما در کشمیر درآیند و من با شما متفق و موافق می شوم۔ چوں ایشان از راہِ ہیرہ پور بکشمیر درآمدند۔ ملک موسیٰ از چاڈورہ گریختہ بایشان پیوست و میاں محمد سلطان محمد شاہ ہمراہ گرفتہ بمقابلۂ ایشان رفتند۔ و در موضع زَوَر و نشستند و بعد از روزے چند میاں محمد از آنجا برخاستہ بر سر ایشان رفت و نزدیک ہیرہ پور بیک موضع میان ایشان محاربہ و مقابلہ واقع شد۔ و دوران جنگ میاں محمد کشتہ شد و سلطان محمد شاہ مغلوب و منہزم شدہ بطرف ہندوستان رفت و سلطان فتح شاہ پادشاہ ایں ممالک گشت و زمام حکومت و وزارت بدست اختیار ملک موسیٰ رسید"[۴۱]

سید محمد بیہقی کے بعد شمس چک کپوارہ وزیراعظم ہوئے تھے۔ ان کا بھی وہی حشر ہوا جو ان سے قبل سید محمد کا ہوا تھا۔ یعنی یہ بھی ملک موسیٰ رینہ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اس طرح ۹۰۷ھ ہجری میں ملک موسیٰ رینہ جب وزیراعظم ہوئے تو انھوں نے سب سے پہلے میر شمس عراقی کے خلیفہ بابا علی سے کہا کہ وہ دو تین تیز گام صوفیوں کو فوراً اسکردو میں ان کے پاس بھیجدیں اور انھیں تازہ صورت حال سے آگاہ کرکے جانب کشمیر متوجہ کریں۔ بابا نے ایک درویش ملّا جوہر کو سامانِ سفر اور چند صوفیوں کے ہمراہ لداخ (اسکردو) بھیجا۔ میر شمس عراقی اسبابِ سفر مرتب کرکے لداخ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں کھیری وَجَبَہ کے مقام پر چند کشمیریوں نے انھیں قتلِ سید محمد کی اطلاع دی جونہی انھوں نے سید محمد کی ناگہانی سنی تو لاٹھیوں سے انھیں خوب خورد و خام کیا۔ اور فرمایا کہ تو نے یہ بری خبر مجھے کیوں سنائی[۴۲]۔ یہ واقعہ

بہارستان شاہی میں قدرے تفصیل سے درج ہے اور یہ ہے:-

"وبعد از وقوع ایں واقعہ یکے از مریدان میر شمس الدین خبر کشتن میر محمد در ملازمت ایشان اظہار نمود کہ دشمن شما کہ از ملک کشمیر آنحضرت را اخراج ساختہ بہ تبت فرستادہ بود۔ آں را مریدانِ آنحضرت روز سیاہ در پیش آوردہ بقتل رسانیدند۔ پیدا ست کہ از تسامعِ ایں اخبار فرحناک خواہد شد چوں میر شمس الدین مرد موحد و مجیب الدعوات بود۔ رسانندۂ ایں خبر را تہ شلاق داد و خود از روئے تاسف و حسرت متالم دارافسوس می خورد و می گفت ؎

او نیز گذشت ازیں گزرگاہ آں کیست کہ نہ گزرد ازیں راہ

کہ حیف آں چشمۂ حیات کہ منبع رشحاتِ جود و جلال بود بخاشاک چاہِ مکدر و اہلاک منتبر شد۔ آب در دیدہ کنان فاتحہ جہت رستگاریِ ایشان خواند۔ ودعائے خیر فرزندانِ ایشان و آبادانی محلہ مرحوم میر محمد از درگاہ واہب آلاٗ طلب نمود و بواسطہ دم کرم میر شمس الدین درعرض چند سال آبادانی و معموری درآں مکان بسیار شد" ۴۳

تبت کی واپسی اور تکمیل خانقاہ زڈی بل

سید امیر شمس الدین محمد عراقی جب سفر تبت سے واپس تشریف لائے تو کشمیر کے سلاطین، امرا، حکام اور وزرائنے ان کا گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔ اور انھیں بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ زڈی بل میں اتارا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ ناتمام خانقاہ کی طرف پھر متوجہ ہوئے۔ اور ایسی پرشکوہ اور وسیع خانقاہ تعمیر کی جس کی نظیر روئے زمین پر نہیں تھی۔ اس کے ساتھ ایک حمام بھی بنایا تھا جو فنِ تعمیر کا ایک اعجوبہ تھا۔ یہ حمام بغیر لکڑی جلائے گرم رہتا تھا۔ خانقاہ کی زمین دور دور تک پھیلی تھی۔ اس کے اردگرد ایک مضبوط حصار بھی بنائی گئی تھی۔ ایک قلمی کتاب تحفۃ المنائر میں خانقاہ کے بارے میں درج ہے:-

" درمحلہ شریف زڈی بل کہ مطاع و مطاف وضع شریف است۔ عبادت خانہ و خانقاہے سہ طبقہ طرح فرمودند۔ وبنا ساختند کہ طول و عرض آں بست ۲۷ وہفت ذرع کردہ اند۔ اعتماد سقف ہمہ بر جدار آں بود۔ دربلندی طبقۂ اولی دہ ذرع و طبقۂ ثانی ہشت ذرع است۔ درگاہے معلیٰ و خانقاہے چناں طرح فرمودہ اند کہ دیدۂ روزگار در ربع مسکون مثلش و نظیرش نیافتہ و ہوائے و مکانے دلکش داشت و در طرف شمالے د

امام باڑہ بڈگام میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے شبیہہ تابوت کی ایک جھلک۔

شرقی بیابانی ناہموار بود کہ آں را برابر ساختہ۔ صحن آستانہ شریف فرمودند۔ کہ الحال معروف بہ مرگ بل و ازیں مکان تا نزد بابِ آستانہ کہ سہ دروازہ و سہ مکان و سہ ڈیوڑھی طرح شدہ بود کہ ہر یکے مسمی بہ اسمی معین شدہ بود۔ یکے را باب الطریقۃ، دوم باب الشریعت، سوم باب السلام می گفتند و در گرد زڈی بل حصن حصین بنا فرمودہ اند و حمامے کہ در تمام سال گرم می شد احتیاج بہ ہیمہ نداشت چنانچہ در سلک نظم کشیدہ است ؎

چہ خوش سیدے بود عالی تبار	ز آباؤ اجداد خود یادگار
زایران بکشمیر آورد رُو	ہزار آفریں باد بر خلق او
بے بود در وے علوم غریب	نمودہ از آں کارہائے عجیب
حمامے بحکمت نمودہ بناز	دلے سوئے ہیزم بُود ش نیاز
ندہ گرم بے ہیمہ از حکمتش	شنیدم کہ سازد خدا رحمتش
بگردِ زڈی بل نمودہ حصار	در آں دژ دو در ساختہ استوار

خانقاہ پہنچنے تک تین بڑے دروازے (پھاٹک) تھے۔ (۱) باب الطریقت، (۲) باب الشریعت (۳) باب السلام۔ تحفۃ الاحباب میں خانقاہ کی تفصیلات درج ہیں۔ ذیل میں اقتباسات درج کیے جاتے ہیں تاکہ اس آثار قدیمہ کے بارے میں واقفیت معلوم ہو سکے۔

"چوں آنحضرت بہ بقعۂ شریفہ رسیدند۔ بعد از روزے چند با باب اتمامِ خانقاہ و سر انجام مہام آں بقعۂ ولایت پناہ مشغول شدند و بعد از مراجعت از تبت ایوان غربی خانقاہ برآوردند۔ و بعد از اتمام خانقاہ مشغول بفرش حریم آں بقعۂ دیں پناہ شدند۔ و آں را از جوانب و اطراف سنگ بستہا نمودند کہ ارتفاع آں ہمہ قریب دہ دوازدہ گز باشد و سطح حریم از ہر چہار جانب خانقاہ بہ سنگہائے ہموار سطح و مفرش ساختند۔ بر اطراف زاویہا و گوشہ ہائے حریم عمارتہا و لپند و چوترہہائے مقبول بنا ساختند و طرح آں موضع شریف چناں افتاد کہ از جانبِ شرقی و جنوبی و غربی آں موضع تمامہ محاط و محوی بود۔ و آب صاف نزدیک بسنگ بستہائے حریم آب رسید و از طرف شمال پیوستہ است۔ بباغات و ضیاء مردم کہ دروازہ ہائے ثلثہ آں بقعۂ شریفہ از آنجناب است۔ و در اوائل ایام آنحضرت جملہ صوفیان و مخلصانِ خود را بجانب شمالِ خانقاہ یک باغ حوالہ کردہ بودند بحکم

آنحضرت در آں باغ کلبہ ہائے مختصر و خانہائے یک طبقہ بنا کردہ متوطن و مقیم می بودند۔ وبعد از چند گاہ آنحضرت خواستند کہ حوالیِ خانقاہ چند باغے سازید۔ صوفیان و مخلصان خود را فرمودند تا ازیں جا بر خواستہ بیرون دروازۂ اول باغہا و اقطاع زمین گرفتند بعضے بطریق بیع و شریٰ و بعضے بسبیل ہبہ و عطایا زمینہا را مالک و متصرف شدند و برائے توطن و اقامت خانہائے و عمارتہا بنا نہادند۔ آنحضرت پارۂ زمین بیرونِ دروازۂ اول کہ آں را باب الشریعت می گوئیند۔

برائے موقف مراکب و اسپہائے سواران بے عمارت گذاشتند و صوفیان خود را فرمودند کہ گرداگرد ایں زمین خانہا عمارت کنند و ہیچ کس دریں قطعۂ زمین تصرّف خاص نکنند کہ آں را حریم دروازۂ خود ساختم۔ تا عامہ سواراں و کافہ راکبان اسپہا و مراکب خود دریں جا نہند و رہگذر صوفیان بجانب خانقاہ ازیں جا باشد و در آں وقت آں زمینِ ناہموار بود و بسیار پست و بلندی داشت و آنحضرت جملہ بلندیہائے آں برداشتہ در پہلوئے دروازۂ شرقی کنارۂ کولاب باغ ساختند و زمین آں را از آب بر آوردند و اشجار بسیار و درختہائے میوہ دار دراں باغ نہال کردند و حریم دروازہ را ہموار و مسطح ساختہ گذاشتند و اربابِ ارادت و اہل اخلاص کہ بزیارت و ملاقات آنحضرت می آمدند۔ ازہماں دروازہ شریعت از مرکب فرود آمدہ تا بہ حریم خانقاہ پیادہ می رفتند و سلاطین و حکام و اکابر و امراء عظام ازاں دروازہ تا باب الطریقت سوارہ می در آمدند و حاجب و دربان ایں دروازۂ دوم باد صبا بود و آنحضرت بیرون دروازۂ دوم کہ آں را باب الطریقت می گفتند۔ پارۂ زمینے کشادہ گذاشتند۔ جہت حریم آں دروازہ تا بعضے از ملوک و سلاطین و امرائے خاص کہ تا آں دروازہ سوار آیند ازاں دروازہ فرود آمدہ اسپہا و مراکب خود ہمانجا دارند و در زمانِ آنحضرت ہیچ کس از ملوک و سلاطین و حکام و خواتین اسپ خود ازاں دروازہ نمی توانست در آورد و سرحد رکوب سواراں ہماں دروازۂ طریقت می بود و از آنجا از مرکب فرود آمد۔ پائے ارادت و قدم اخلاص بہ تعظیم و حرمتِ تمام در دروازہ می نہادند و آنحضرت ہمچنیں درون دروازہ پارۂ زمیں کشادہ بے عمارت گذاشتند برائے آنکہ آنحضرت گاہ گاہ بر سر آں

دروازه می نشستند و مردمان را از رہا و شابی با قسمت می کردند۔ و موقفِ مردم و محل ایستادن صوفیان ہا بنجامی بود و حضرت شیخ دانیال ہمیشہ بر دہلیزانِ دروازہ می نشست و مردم اکابر کہ پیش آنحضرت می بودند۔ بر صفہائے دیگر نشستند و بایشان مکالمات محاورات می فرمود۔ و حضرت امیر شمس الدین محمد گاہ گاہ بور دروازۂ شریعت ہم بر آمدہ می نشستند۔

از زبان مبارک پدر بزرگوار بسیار ہا استماع نمودہ شد کہ آنحضرت بار ہا فرمودند کہ ہر مومن مخلصے کہ خانقاہ ما را ہفت طواف بجا آورد۔ گویا کہ طواف بیت اللہ الحرام بجا آوردہ باشد و عند اللہ برابر طواف نا ملہ مکۂ معظمہ ثواب خواہد یافت۔

نقل است کہ صوفی بود از صوفیانِ آنحضرت داورا د فدغہ زیارت بیت اللہ پیدا شدہ و برائے زاد راہ و خرجیاتِ سفر خود پارۂ زر جمع کردہ پیش آنحضرت آمدہ۔ رخصت و اجازت طلبید۔ آنحضرت فرمود کہ برائے زاد و خرجی راہ چیزے داری گفت۔ ایں قدر مبلغ زر برائے خرجی راہ جمع دارم۔ آنحضرت فرمود کہ برو آں زرہا را پیش من بیار۔ آں صوفی چوں مخلص خاص و مرید با اخلاص بود۔ فی الحال رفتہ و آں زرہا را پیش نظر آنحضرت حاضر ساخت و آنحضرت فرمود کہ ایں زرہا پیش من بنہ و ہر روز خانقاہ ما را ہفت طواف بکن۔ کہ خدائے تعالٰی ترا ہر روز ثوابِ بیت اللہ خواہد داد۔ در دیوانِ اعمالِ تو ہر روز یک یک حجے ثبت خواہد کرد۔ و ایں سخن آنحضرت بعینہ سخن حضرت بایزید بسطامی است کہ در کتاب مسطور و مشہور است۔"[۴۴]

امیر شمس عراقی نے خانقاہ زڈی بل عجوبۂ روزگار بنائی تھی۔ اتنی بڑی اور بلند و بالا عمارت بغیر ستون کے کھڑی تھی۔ یہ پر شکوہ اور عظیم الشان خانقاہ ملک موسیٰ رینہ کے عہد حکومت میں " خانقاہِ نوربخشیہ " کے نام سے بڑے احترام و اعزاز کے ساتھ ۹۰۹ھ ہجری مطابق ۱۵۰۳ء میں مکمل ہوئی تھی۔ مولانا کمال الدین گنائی جو اپنے زمانے میں ایک مشہور منجم تھے۔ انھوں نے خانقاہ کی تاریخ اتمام لفظ "شیخ" کہی جس سے ۹۱۰ھ ہجری مطابق ۱۵۰۴ء کا سال برآمد ہوتا ہے۔ خانقاہ کی کیفیت تحفۃ الاحباب میں درج ذیل الفاظ میں درج ہے:۔

" تمام ایں عمارت بایں ہمہ عظمتِ بے ستون برآوردند و استحکام ایں قدر عمارت و اعتماد سقفہا و بام آں ہمہ بر جدار ہا و دیوار ہائے آں عمارت تست۔ و ہیچ ستونے و

عمادے در ہر طبقہ آں نہ نہادند۔ و الحق خانقاہے معمور ساختند، بکمال نورانیت و تمام
صفا و صومعہ بنا نہادند۔ در غایت روشنی و نہایت ہوا کہ مسافرے و آیندہ کہ در آنجا
می درآید بدیدنِ نور و صفائی آں صومعۂ روح افزا مبتہج و مسرور می شد۔ و تماشائے ہوائے
آں بقعہ دلکشا خرم و خوشحال می گشت و مردم از اقطار و اکناف و از جوانب و اطراف می
آمدند۔ و آں خانقاہِ منور را می دیدند۔ می گفتند کہ چندیں بلاد و امصار کہ گشتیم و تمام ممالک و
دیار کہ مسافرت نمودیم، ہیچ جا عمارتے بایں روشنی و ہوا و خانقاہے بایں نور و صفا نہ دیدیم
و حضرت امیر شمس الدین محمد قدس سرہٗ آں را بہ خانقاہِ نوربخشیہ موسوم ساختند و مردم آفاق
و اجانب می گفتند کہ بجز تماشا و دیدن ایں منزل منور معلوم و مفہوم می شود کہ خانقاہِ نوربخش، و ابتدائے
بنائے آں بقعۂ متبرکہ در سال نہصد و نہم ہجری واقع بود، چنانچہ بر پیشانی دروازۂ آں خانقاہ
ملائک پناہ ایں عبارتِ سعادت آثار نوشتہ بودند کہ

بنیت ہذہ البقعۃ الموسومۃ المتبرکۃ
الشریفۃ الشمسیۃ النوربخشیۃ فی التاریخ سنۃ
تسع و تسعمائۃ من الهجرۃ النبویہ علیہ الصلوۃ والتحیۃ

و در سالِ دوم کہ دہم ہجری باشد بانجام رسید و آں منزل شریف با تمام انجامید و طالب راہِ
خدائی مولانا کمال الدین محمد گنائی کہ پدر میر حسین منجم بود در سال اتمام ایں خانقاہِ متبرکہ لفظ
"شیخ" (سنہ ۹۱۰ھ) تاریخ یافتہ و ایں قطعۂ منظوم کہ بر سر دروازہ حقیقت آں بقعۂ
شریفہ تحریر یافتہ است از نتائج طبع لطیف اوست و قطعہ ایں است و للہ درِ قائلہ؎

جز ترتیبِ عمارت خانقاہ نوربخشیہ — مرتب شد ز حسن اہتمام مرشدِ دانا
ولے مقتدائے شیخ المشائخ میر شمس الدین — کہ روشن ساخت فیض نوربخش دیدۂ دلہا
اگر خواہی کہ معلومت شود تاریخ ایں منزل — بکن از شیخ استفسار تاریخ بنائش را ۴۵

سنہ ۹۱۰ ہجری

جب خانقاہ زڈی بل مکمل ہوئی تو میر شمس عراقی، مولانا جمال، مولانا سلمان، مولانا عثمان، مولانا سیف
اور مولانا عبدالرحمٰن کے ساتھ اس میں دس سال تک چلّے میں بیٹھے۔ اور سالکان کو تربیت دیتے رہے۔
دس سال کے بعد وہ درویشوں کے اجلاس میں حاضر ہوئے اور انھیں اپنے حجرے کے باہر بٹھا کر واپس

چلے جاتے تھے۔ پھر رات کے پچھلے پہر خانقاہ میں آکر نماز پڑھتے۔ بعد نماز اوراد فتحیہ پڑھنے میں مصروف رہتے تھے۔ تحفتہ الاحباب میں ان کی مصروفیات اس طرح درج ہیں۔

" بعد از فراغ اوراد بیروں می آمدند و بجماعت صوفیاں کہ بکار باغ و باغات اشتغال داشتند سرکاری ہامی نمود۔ و بوقت نماز پیشین باز بخانقاہ در آمدہ نماز بجماعت می گزارد و از وظائف باقیہ فارغ شدہ و صحبت می داشت و بحرف و حکایات و کلام و کلمات اشتغال می نمود۔ و باز نماز دیگر بجماعت حاضر شدہ می گزارند و باوراد عصریہ می نشست و بعد از نماز شام و خفتن بخلوۃ خود می در آمد و بعد از طعام دعائے ختم طعام آنحضرت می خواندو بعد از ادائے چند تسبیح و ظیفہ بحجرۂ بیرونی می رفت و در پاس آخر بخلوت اربعین می در آمد بر ہمیں نہج و طریقہ قریب پانزدہ تا نزدہ سال گزارند۔ و دریں اربعینہا جملہ درویشانِ قواعدِ رسم آداب ارباب عزلت و ارکان شرائط اہل خلوت محافظت می نمودند و آنحضرت قواعدِ اعتکاف مرعی می داشت و تمام اہل اربعین و سائیر درویشانِ چلہ نشیں در حرکات و سکنات بحکم موتوا قبل ان تموتوا مانند اہل قبور و محض اموات بودند و باہیچ کس سخن جز بضرورت نمی کردند۔ و اگر بضرورت سخن بہ کسے می کردند مانندِ مریض مشرف سخن بطریق نجوی می گفتند و ہرگز آواز بلند نمی کردند" ؎۔

جو لوگ نئے نئے نوربخشیہ طریقہ اختیار کرتے تھے ان کے لیے لازم تھا کہ وہ تمام رات خانقاہ میں محو عبادت رہیں۔ ان کو غزالی بسطامی اور جنید کی کتابوں کے اقتباسات سنائے جاتے تھے۔ مصنف تحفتہ الاحباب ایک نوربخشی ملا حسن عودی کے حوالے سے نقل کرتا ہے کہ خانقاہ نوربخشیہ میں صوفی اور درویش محفل سماع بھی منعقد کیا کرتے تھے اور وہ لوگ اسے سنت رسول کہتے تھے۔ ایک مرتبہ رات میں سید افضل و حافظ محمود کیانی جو خوش آوازی اور غزل خوانی میں بے مثل تھے حالت وجد میں تھے۔ اسی وقت ایک عرب میر شمس الدین کی زیارت کے لیے آیا —— میر عراقی اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور محراب خانقاہ میں اس عرب کے ساتھ بیٹھ گئے۔ انہوں نے ملا حسن عودی کو حکم دیا کہ تمام صوفیوں کو محفل سماع میں بلالاؤ۔ میرے بسم اللہ کہنے سے تمام صوفی آئے۔ پھر مجھے حکم ہوا کہ تم شیخ عرب کو اٹھاؤ۔ میں اس کے سامنے گیا اس نے سر ہلا کر اٹھنے سے انکار کیا۔ میں نے اپنی پوری قوت کے ساتھ اس کو اٹھایا۔ اس نے اپنے ساتھ میر عراقی کو بھی اٹھایا۔ اور پھر دونوں پر وجد میں حال کی کیفیت طاری ہوئی ۔ اور میں نے دیکھا کہ :۔

"ہر دو شیخ پرشوق و ذوق درمیان اہل سماع مانند نیرین درمیان ثوابت و سیارات می گردیدند و چون سبز پوشان صوامع گردون و ازرق لباسانِ خوانق بے ستون رقصہا دگم وشہا می نمودند و جملہ درویشانِ عالی شان مانند روشنان آسمان و تمام صوفیانِ ملک صفات چون نیراتِ سموات وایرات بعضے از مشرق روئے بہ مغرب داشتند و بعضے از مغرب بطرف مشرق قدم سماع برمی داشتند و جمعے از شمال بہ جنوب می گشتند و برخے از جنوب بشمال می گزشتند" ۴۷

یہ وجد و سماع کی محفلیں خانقاہ میں میر شمس الدین عراقی کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے میر دانیال نے جاری رکھی تھیں۔ وہ بھی صوفیوں کی صدائے بسم اللہ سنتے ہی وجد میں آتے تھے۔ یہی حال بابا علی اور دوسرے درویشوں کا تھا۔ بقول مصنف تحفتہ الاحباب :-

" حضرت شیخ دانیال و حضرت بابا ہم در وجد و سماع بدرویشانِ عالی شان موافقت نمودند و چنان وجد و سماع بسوز و گداز و شوق و نیاز واقع شدہ کہ در غلغلہ جوش و خروش اہل اللہ از صوامع ملک و ملکوت در گزشتہ و ولولۂ شوق و ذوقِ درویشان را بسماع کردبیاں دیدہ و حضرت شیخ شہید و حضرت بابا اگرچہ در اوّل سماع و تواجد با خبر و با ہوش بودند۔ اما در اثنائے وجد و سماع آنچنان بے خودی دست نمی دہد و بجز از سکران شراب طہور لا یزالی آن مستی و بے ہوشی دیدہ نمی شود" ۴۸

میر شمس الدین عراقی نے ۹۰۷ھ ہجری میں نبت جانے سے قبل حضرت بابا ملا علی کو خانقاہ زڈی بل میں اپنا نائب و خلیفہ بنایا تھا۔ انہوں نے خلافت اور نیابت کی رسم اس طرح انجام دی کہ اپنا عمامۂ سیاہ سُرخ کپڑے (طاقیہ) کے ساتھ ان کے سر پر رکھا اور پھر فرمایا کہ یہ تاج کرامت ہے جو حضرت سلیمان نے ہُدہُد کے سر پر رکھا اور پھر ان کی دستار اپنے سر پر رکھی۔ یہ بھی فرمایا کہ تم کو اجازت ہے کہ اپنے مریدوں کی بیعت قبول کرو۔ اس کے بعد خانقاہ میں مریدوں اور درویشوں نے ان کے ہاتھ بیعت کر لی اور پھر چلّے میں بیٹھ گئے۔" ۴۹

میر شمس عراقی اپنے مریدوں کو طہارت اور پاکیزگی کے آداب و قواعد بھی سختی سے سکھاتے تھے تحفتہ الاحباب میں درج ہے کہ ایک صوفی مسمّی تاج الدین خادم ان کے مطبخ میں بیس سال سے باورچی تھے اور ہمیشہ "لا یمسہ الا المطھرون" کے حکم کے مطابق باوضو پکاتے تھے اور بغیر وضو کسی برتن یا کھانے پینے کی

چیزوں حتیٰ کہ لکڑی کو بھی نہیں چھوتے تھے۔ اس پاکیزگی اور طہارت کے باوجود ان کو آداب سکھاتے وقت لکڑی سے مارتے تھے اور وہ درویش باصفا عاشق دلریش کی طرح اپنے محبوب کے ہاتھوں پہلو بدل بدل کر لکڑی کی چوٹیں کھا کھا کر مسرور و شاداں ہوتے تھے ؂

لوگ خانقاہ زڈی بل کا طواف مسجد حرم کی طرح کرتے تھے۔ روز نماز پنجگانہ ہوتی تھی اور صوفی اکابر خلوت نشینی میں درود و وظائف میں ہمہ تن محو رہتے تھے۔ خود میر شمس الدین خانقاہ میں باب حقیقت کے بائیں طرف اپنی نشست گاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اور وہیں سلاطین و امراء اور حکام و عوام قدمبوسی کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ سردیوں میں میر عراقی اور صوفیائے اکابر چلہ نشین ہوتے تھے۔ اسی زمانے میں قاضی محمد قدسی فارسی کے ایک زبردست شاعر تھے۔ وہ دل و جان سے ان کے مریدوں میں داخل ہوئے تھے اور ان کی خدمت میں ہمہ اوقات حاضر رہتے تھے۔ قاضی صاحب اپنے مرشد بزرگوار کی ارادت مندی سے اس قدر متاثر ہوئے تھے کہ وہ اپنے نام سے پہلے عقیدت مندی کے طور پر لفظ "خدمت" ضرور لکھا کرتے تھے۔ ایک دن میر عراقی "خدمت قاضی محمد قدسی" کے ہمراہ کشتی میں پاندریٹھن تشریف لے گئے۔ دورانِ سفر آنجناب نے قاضی صاحب سے فرمایا کہ "سلسلۃ الذہب" کے نام سے ایک مثنوی نظم کریں جو خانقاہ زڈی بل کی جداروں میں کتبہ کی جائے۔ تاکہ مشائخ عظام اور اولیائے کرام کے اسمائے گرامی یادگار کے طور پر قائم رہیں۔ ادھر میر عراقی صوفیوں کے ساتھ پاندریٹھن میں انکسار اصنام میں مصروف رہے اور ادھر قاضی صاحب نے ایک درخت کے نیچے قلم دوات اور کاغذ سنبھالا اور نماز پیشین تک ۴۹ شعر کی مثنوی نظم کی جب میر عراقی کو اپنے کام سے فراغت ہوئی تو مثنوی سماعت فرمائی اور بے حد مسرور و محظوظ ہوئے۔ اسی وقت حکم دیا کہ اسے ملّا ولی گنائی اور ملا حاجی گنائی خانقاہ زڈی بل کی دیواروں پر کتبہ کریں۔ یہ دونوں ملّا صاحبان فن خطاطی اور خاص کر ثلث نویسی کے ماہر تھے۔ چنانچہ پوری مثنوی خانقاہ میں کندہ کرائی گئی۔ چند شعر ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؂

عارفِ حق ولی روئے زمیں — قطب آفاق شیخ شمس الدین
قبلۂ خلق و قدوۂ اقطاب — شدہ قاسم شہِ بلند جناب
نسبتِ او بہ پیرو اعظم — مظہر رحمتِ وجہان کرم
نوربخش آں محمد ثانی — غوث اعظم امام ربانی
نسبتِ او بآفتاب ہُدا — خواجہ اسحق زبدۃ الشہدا
نسبتِ او بہ پیرِ ربّانی — قطب عالم امیر ہمدانی

ذاتِ او منبعِ معانی دان   نام او را علی ثانی دان

نسبتِ حضرتش بعارفِ رب   شیخِ محمود مزدقان لطلب

نسبتِ او بقطبِ یزدانی   شیخ عالی علاء سمنانی

نسبتِ او بمرشدِ دینی   عبد رحمٰن اسفرائینی

نسبتِ او بہ شیخِ احمد   آنکہ از جورفان مؤید شد

نسبتِ او بہ سالکِ والا   شیخ عالم علی بن لالا

نسبتِ او کہ عالم آراشد   باز بانجم دیں کبریٰ شد

نسبتِ او بہ بو نجیب آمد   آنکہ درکارِ دیں لبیب آمد

نسبتِ او بعارفِ عالی   شیخ دیں احمد است غزالی

نسبتِ او بشیخ ابوبکر است   کہ زقید تردد و شک است

نسبتِ او بہ پیر ربانی   شیخ ابوالقاسم است جرجانی

نسبتِ او بہ معدنِ عرفان   مرشد راہ شیخ ابوعثمان

نسبتِ او بعارفِ رحمٰن   بوعلی پیر رودباری دان

نسبتِ او بفرد الا فرادی   غوث اعظم جنید بغدادی

نسبتِ او بمقتدائے انام   شاہِ علی رضا امام ہمام

نسبتِ او بموسیٰ کاظم   کہ شد احکام شرع را ناظم

نسبتِ او بہ حجتِ ناطق   جعفر بن محمد صادق

نسبتِ او بکاملِ ماہر   مظہر حق محمدِ باقرؑ

نسبتِ او بہ مجمع تائید   قدوۃ الاولیاء حسینِؑ شہید

نسبتِ او بابن عم رسول   وارثِ مصطفیٰ و زوج بتولؑ

خانقاہ زڈی بل میں صوفیوں اور درویشوں کی بہت بڑی جماعت رہتی تھی۔ ان میں سے جن لوگوں نے انکسار اصنام میں کارنامے انجام دیے تھے۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ یہ سب کے سب عالم وفاضل تھے۔

مولانا جنید، مولانا کمال، مولانا زیرک، مولانا بابا شمس گنائی، مولانا حاجی بایزید، مولانا خلیل اللہ، مولانا عثمان گنائی، مولانا سیف، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا میر حسین، حضرت ملا بابا علی، ملا

جوہر، ملا محمد امام، خواجہ رفیق، مولانا سید افضل، حافظ محمود کیانی، ملا حسن عودی، ملا درویش محمدؒ قاضی محمد قدسی، مولانا سید احمد، مولانا سعید، مولانا سعد اللہ، دلو صوفی، مولانا حاجی علی، صوفی جمال، تاج الدین خادم، مولانا محمد گنائی، مولانا ناصر، مولانا حافظ بصیر، مولانا امیر سید بدلا، مولانا نصرت۔

خدمت قاضی محمد قدسی نے ان درویشوں اور ان کے مرشد کامل میر عراقی کی تعریف و توصیف میں ۱۲۲ شعر کی مثنوی کہی تھی۔ مثنوی ۹۱۲ھ ہجری مطابق ۱۵۰۶ء میں کہی گئی تھی۔ ذیل میں چند شعر پیش کیے جاتے ہیں ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — سلسلۂ قوتِ قلب سلیم

در دلم از شمع ہذا نور بخش — در رغم رایتِ منصور بخش

قاسمِ فیضی و کثیر العطاء — فتح امورم کن و عفو خطا

کیست دریں گنبد فیروزہ فام — قطب زماں شمس فلک احترام

عارف حق شیخ ولایت پناہ — خضر زماں قطب فلک دستگاہ

شیخِ محمد کہ ولیِ خداست — برہمہ خلقِ خدا رہنما است

حضرت بابا کہ ولی خدا ست — برہمہ خلق خدا مقتدا است

ثانی اثنین خلیل اللہ است — آنکہ ز اسرار خدا آگہ است

نوبر باغِ شرفست و کمال — مظہر الطافِ خدا دانیال

باد بدولت بہ جہاں ارجمند — چوں پدر خویش بمعنی بلند

خطۂ کشمیر کہ از بدو حال — بود ہمہ معدنِ کفر و ضلال

از صنم و بت شدہ افسانۂ — شہر بگویم کہ صنم خانۂ

ہیچ طرف بوئے از اسلام نے — وزِ روشن شرع بجز نام نے

مقدم شاہِ ہمداں چو رسید — دبدبۂ شرع بہ کیواں کشید

تا ہمہ کسر بت و بت خانہ شد — وز ہمہ جا بتکدہ ویرانہ شد

چوں صد و چل سال مکمل گذشت — قاعدۂ کار دگر گونہ گشت

چوں سنہ حضرتِ خیر البشر — شد بعد دنہ صد و اثنی عشر

بتکدہ ہر جا کہ بر انداختہ — در عوضش خانقاہے ساختہ

ہر طرف امروز ازیں مرد راہ | ہست ہمہ صومعہ و خانقاہ
ساختہ دہ مسجدِ سنگیں تمام | ہم بیکے سال زہے اہتمام
گشتہ ز احسان وے ایام بر | ہر طرف ایمان بر اسلام بر
ایں ہمہ رونق کہ در اسلام شد | در زمن خسرو ایام شد
شاہ جواں بخت ممالک پناہ | خسروِ اقلیم ستاں فتح شاہ
تاج ستانی بہ اورنگ جم | دولتش افراخت سہ نوبت علم
گشت قوی رایتِ منصور او | از مددِ خدمتِ دستور او

سرورِ نیکو سیرِ نامور
موسیٰ رینہ ملکِ معتبر ۵۲

کتاب احوط

کشمیری مورخین نے کتاب احوط کو غلطی سے میر شمس الدین عراقی کی تصنیف قرار دیا ہے۔ اس غلط بیانی سے بہت سے بے گناہوں کا خون بہایا گیا اور اسی کتاب کے بہانے سے بعض ناعاقبت اندیش کشمیری امرا نے بیرونی طاقتوں سے سودا کر کے مرزا حیدر دوغلات (متوفی ۱۵۵۰ء) کو کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب بھی دی اور دس سال تک اس کی غلامی کا جوا اپنے گلے میں ڈال دیا۔ مرزا حیدر نے اس کتاب کی بنیاد پر کشمیری حریت پسندوں کا قتل عام کیا تھا۔ ذیل میں احوط کے بارے میں ان مورخین کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔

سیّد علی۔ "میر شمس عراقی کتابے احوط نام تصنیف کرد۔ در عقائد مذہب رافضی خود بیان کرد۔ بعد ازاں مردم ایں جائے تاسف خوردند، فائدہ نہ کرد۔ چوں کتاب مذکور پیش پادشاہ رسید۔ ہمایوں پادشاہ علما و صلحا جمع کردہ ایں کتاب را ملاحظہ کردند۔ دیدند کہ عقائد ایں صاحبِ کتاب تمام عقائد رافضی است۔ چوں سید احمد پسر سیّد محمد پسر ابدال ماگرے و زنیر ملک ریگی چک ایں کتاب بخدمتِ ہمایوں پادشاہ بردہ بودند، بوساطت خواجہ حاجی و مرزا حیدر کاشغری با جمعے بتاریخ ۹۴۷ھ سبع و اربعین و تسعمایہ کمک ہمراہ گرفتہ بایں سمت آمدہ از راہ جیرہ ہار بکشمیر در آمدند۔ بتاریخ بست و یکم شہر رجب سال مذکور مرزا حیدر حکومت کشمیر گرفتہ" ۵۳

خواجہ اعظم دیدہ مری :۔"مخفی نماند کہ ملک ابدال ماگرے و زنگی چک کہ بر مذہب اہلِ سنت و جماعت بدستورِ آبا و اجداد خود مستقیم بودند۔ و اصلاً میلے بہ تشیع نہ نمودند۔ فرزندانِ خود را بہ لاہور بہ پیشِ ہمایوں پادشاہ فرستادہ و حکایت تسلط تابعانِ میر شمس عراقی و شیوع مذہب تشیع مفصل عرضہ دادہ بلکہ کتاب احوط را کہ میر شمس تالیف کردہ بود با عقاید دیگر بہ جنبش گزرانیدہ۔ التماس اصلاح و فرستادن افواج بہ کشمیر نمودند۔ چوں در ہندوستان ہزیمت ہمایوں پادشاہ و غلبۂ شیر خاں (شیر شاہ سوری) درہماں ایام بہ ظہور آمدہ بود۔ ابدال ملک و مرزا حیدر در ہندوستان از ملازماں ہمایوں پادشاہ بودند۔ و ہمایوں پادشاہ حرف مرزا حیدر را کہ ترغیب عزیمت کشمیر کردہ بود نہ فہمید از راہِ ٹھٹھہ و بھکر گرفتہ واز آنجا بایران رفتہ۔ مرزا حیدر بسعیِ خود از لاہور مرخص شدہ از چیرہ ہار بکشمیر آمدہ و تسلط بر کشمیر یافتہ " ۵۴

حسن : " چوں ابدال ماگرے و زنگی چک از جنود اہل سنت و جماعت بودند و بسبب تغلب کاجی چک در جنگ سوپور ہزیمت خوردہ ، بہ جانب پنجاب خراب و آوارہ اوقات گزاری کردند۔ درآں حال فرزندانِ خود در پیش گاہِ ہمایوں پادشاہ بامید معاونت و معاضدت فرستادند۔ و درآنجا بوساطتِ مرزا حیدر و خواجہ حاجی بانڈے بہ خدمتِ ہمایوں پادشاہ حقیقتِ استیلائے متابعان شمس عراقی و شیوع مذہبِ تشیع مفصل عرضداشت کتابِ احوط تصنیف میر شمس عراقی بہ جنبش گزرانیدند۔ و برائے اصلاح مذہب و فرستادنِ افواجِ بکشمیر التماس نمودند۔ و درآں ایام ہمایوں شاہ از دستِ شیر خان افغان ہزیمت خوردہ وارد لاہور شدہ بود و موجبِ خواستگاری امرائے کشمیر عزم عزیمت ایں حدود بخاطرِ خود جزم نمود۔ امّا مرزا ہندال او را ازیں خیال باز داشت۔ از راہِ سندھ و بھکر بطرف جودھ پور فی الفور نہضت فرمود و التماس امرائے کشمیر را التفات نہ نمود۔ لیکن مرزا حیدر موجبِ ترغیب امرا و رغبتِ خاطرِ خود از پیش ہمایوں شاہ رخصت حاصل کردہ باجمعے از متابعانِ خود برائے معاونت فرقۂ ماگریاں عنانِ عزیمت بجانب کشمیر معطوف داشتہ از راہ چیرہ ہار بتاریخ ۲۰ رجب ۹۴۷ھ وارد خطہ گردید " ۵۵

مرزا حیدر کاشغری :۔ "میں نے کتاب فقیہہ احوط نام کے بابت جو کشمیر میں مشہور تھی

علمائے ہندوستان سے فتویٰ طلب کیا۔ تمام علمائے کرام نے اس کتاب سے نفرت کا اظہار کیا۔ اور ان کی نسبت یہ عبارت تحریر فرمائی کہ مولفِ کتاب زندیقِ محض اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جو مسلمان کہ اس کتاب کے معدوم کرنے پر قادر ہے اس کا فرض ہے کہ جس طریقے پر ممکن ہو اس کو ناپید کرے اور اس مذہب کے مقلدین کو نصیحت کرے اگر وہ اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کرے اور سراج الامت امام ابوحنیفہ کی تقلید کریں تو نہو المراد ورنہ ان گمراہوں کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ یہ نوشتہ میرے پاس پہنچا۔ اور میں نے اکثر اہل کشمیر کو جو اس ارتداد پر مائل تھے گروہ اہل حق میں داخل اور بہتوں کو تہ تیغ کیا ان بدبختوں میں سے بعض نے تو تصوف کے دامن میں پناہ لی اور اپنے کو صوفی کے لقب سے مشہور کیا۔ حالانکہ یہ بے دین ہرگز صوفیائے کرام میں داخل نہیں ہیں۔ زندیق اور ملحد ہیں۔ جنھوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ ان کو حلال و حرام کی خبر نہیں ہے۔" ۵۵

دراصل کتاب احوط میر شمس الدین عراقی کی تصنیف نہیں ہے۔ کشمیری امرا اور مرزا حیدر کاشغری نے اپنا سیاسی اُلو سیدھا کرنے کے لیے احوط کے نام پر میر عراقی کے خلاف کشمیر میں زہر بویا تھا۔ اور کتاب کو میر عراقی کی تصنیف سمجھ کر یہاں ہزاروں شیعوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ فقہ احوط حقیقت میں سید محمد نوربخش کی تصنیف ہے اس کا ذکر سب سے پہلے تحفۃ الاحباب میں آیا ہے۔ مصنف نے اس کا حوالہ "قبلہ خانقاہِ زڈی بل" کے سلسلے میں دیا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جب ۹۰۲ھ ہجری میں میر عراقی نے خانقاہ کی تعمیر شروع کی تو بعض لوگوں نے قبلہ کی سمت پر اعتراض کیا۔ اس سے ان کا مدعا خانقاہ کی تعمیر بند کرانا تھا۔ چونکہ از روئے فقہ احوط ان کا اعتراض درست نہیں تھا اس لیے میر عراقی کے مریدوں خواجہ اسماعیل، ملا ناصر، ملا داؤد اور مولانا جمال والد مصنف تحفۃ الاحباب نے احوط کو بطور ثبوت پیش کیا۔ تحفۃ الاحباب کا یہ جملہ قابل توجہ ہے۔

"اگر کسے دریں سخن تردد سے داشتہ باشد یا بخاطر کسے خلجانی خطور کند۔ باید کہ فقہ احوط امام ہمام محمد نوربخش مطالعہ کند" ۵۶

جب میر عراقی دوسری مرتبہ وارد کشمیر ہوئے تھے تو وہ اپنے ساتھ سید محمد نوربخش کے کچھ رسالے اور کتاب احوط لائے تھے۔ فرشتہ بھی احوط کو میر عراقی کی تصنیف نہیں سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ جملہ تاریخ میں ہنوز

مفید ہے۔

"کتاب احوط تالیف شمس الدین نیست" ؎ ۵۸

وفات

ڈاکٹر محب الحسن اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ میر شمس الدین عراقی کا انتقال ۱۵۳۳ء میں مرزا حیدر کے کشمیر پر پہلے حملے سے قبل ہوا ہوگا۔ ۵۹ محمد شفیع نے ۱۵۲۶ء قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر پارمو نے اسے تسلیم کیا ہے ۶۰ تحفۃ الاحباب، بہارستان شاہی، تاریخ ملک حیدر چاڈورہ وغیرہ اس بارے میں خاموش ہیں۔ خانقاہ زڈی بل میں بھی ان کے مقبرہ پر تاریخ وفات کا کوئی کتبہ نہیں ملتا ہے۔ یہ تو ثابت ہے کہ وہ ۹۳۰ہجری مطابق ۱۵۲۳-۲۴ء میں زندہ اور ۹۳۸ہجری مطابق ۱۵۳۱ء میں محرم بیگ کوکہ کی آمد کشمیر کے وقت کئی برس پہلے انتقال کر چکے تھے ۶۱ خاندانی حالات میں درج ہے کہ ان کا انتقال بعمر ۶۳ سال ۹۳۲ہجری (۱۵۲۶ء) میں ہوا تھا۔ اور مادۂ تاریخ "یا ہادی المضل" ہے جس سے ۹۳۲ کا سال ہجری برآمد ہوتا ہے۔

تحفۃ الاحباب سے معلوم ہوتا ہے کہ میر شمس عراقی کا انتقال ۳ رمضان کو ہوا تھا۔ اس بارے میں مصنف کہتا ہے کہ:-

---

(۷) محمد شفیع کہتے ہیں کہ ۱۹۲۳ء میں میری ملاقات لاہور میں موچی دروازہ کے اندر امام باڑہ سید رضا شاہ کے پاس لال کھوہ میں سید رضا حسین صفوی کشمیری سے ہوئی۔ ان کا بیان تھا کہ میں میر شمس الدین عراقی کی اولاد سے ہوں اور میر عراقی شیعہ تھے۔ نوربخشی فرقہ کا انہوں نے نام بھی نہ سنا تھا۔ میں نے کچھ حال اس فرقہ کا سنایا تو کہنے لگے کہ میر عراقی کشمیر میں ۸۸۸ھ میں آئے اور وہیں ۹۳۲ھ میں فوت ہوئے۔ تاریخ وفات ان کی "یا ہادی المضل" (۹۳۲ھ) ہے جو بقول ان کے عراقی کے سنگ مزار پر بھی کندہ ہے۔

موصوف نے یہ بھی کہا تھا کہ ان کے بعض اعزہ عراقی کے مزار کے متولی ہیں۔ ان کے خاندان کے ایک بزرگ نے اپنے خاندان کے حالات کتابی صورت میں مرتب کیے ہیں۔ جس کا نام "حالات شمس عراقی" ہے (اورینٹل کالج میگزین لاہور مئی ۱۹۲۹ء حصہ اول) راقم الحروف نے میر شمس الدین عراقی کے مقبرے پر ان کی تاریخ وفات کا کوئی کتبہ نہیں دیکھا ہے۔

(اکبر حیدری)

"در زمانِ حیاتِ مخصوص ایزد متعال حضرت شیخ دانیال یاد داریم کہ اربعینی بود۔ در ایام مبارک رمضان و درویشان را پیش از شہر صیام بہ دہ روز باربعین نشاندند و چوں دہ اوّل تمام شد در رمضان مبارک درآمد۔ حضرت شیخ شہید از پدر فقیر پرسید کہ عرس حضرت امیر شمس الدین محمد کے خواہد بود۔ پدرِ فقیر گفتند کہ در سیوم رمضان ہم عرسِ حضرت فاطمہ زہراؑ و ہم عرس حضرت امیر شمس الدین محمد ماست" ٦٢؎

اس حساب سے میر شمس الدین کا انتقال ۳ رمضان ۹۳۲ھ ہجری مطابق ۱۳ جون ۱۵۲۶ء روز دوشنبہ کو ہوا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ شہید کر دیئے گئے تھے۔ اس کا ذکر خاندانی حالات میں بھی اس طرح کیا گیا ہے کہ ملا سعید اشرف خواہرزادۂ ملا محمد باقر مجلسی زینب النسار خانم دختر اورنگ زیب کے ساتھ کشمیر آئے تھے۔ انھوں نے میر شمس عراقی کی وفات پر مرثیے کہے تھے۔ دو شعر ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں ؎

چوں شہادت یافتہ بداز شاہِ شہیدانش بارث — شد شہید بہ تیغ ناپاکی کہ از شمر ازل است
سائلے پرسید از تاریخ سال فوت او — گفتمش در اول شہر ربیع الاول است

اگر مادۂ تاریخ " اول شہر ربیع الاول" فرض کیا جائے تو اس کے اعداد ۸۹۲ ہوتے ہیں جو کسی بھی صورت میں تاریخ وفات قرار نہیں دی جاسکتی ہے۔ یہی تاریخ خانقاہ زڈی بل کے خوشحال سر کی طرف پھاٹک کے سنگ مرمر پر ۱۳۶۳ھ ہجری مطابق ۱۹۴۴ء میں کتبہ کرائی گئی ہے۔

راقم الحروف کو میر شمس الدین عراقی کی شہادت کا واقعہ کسی تاریخ میں نظر سے نہیں گزرا ہے۔ اس لیے خاندانی حالات میں جو شعر ملا اشرف کی طرف منسوب کیے گئے ہیں اور جو مادۂ تاریخ اس میں درج ہے وہ درخور اعتنا نہیں ہے۔ میر عراقی اپنی بنائی ہوئی خانقاہ میں دفن ہیں۔ ان کی قبر کی بائیں طرف ان کی صاحبزادی بی بی آغا کی قبر ہے۔ تحفۃ الاحباب میں قبر کی نشاندہی کے بارے میں درج ہے کہ:-

"قریب بست و پنج قدم متوجہ بقبلہ می روند۔ بعد از اں رو بہ جنوب کردہ مقدار چہل قدم می روند تا بحریم خانہ ملائک پناہ می رسند و مرقد منور آنحضرت بدست راست گرفتہ و مزار متبرکہ کہ حضرت بی بی آغا بجانب یسار گرفتہ" ٦٣؎

کشمیر کے اکثر لوگ خانقاہ زڈی بل سے ناواقف ہیں۔ یہ مقام میر شمس عراقی کے مقبرہ کی وجہ سے مرجع خاص و عام ہے۔ حجت الاسلام جناب آغا سید یوسف الموسوی کی سربراہی میں یہاں ہر سال میر عراقی کی وفات کے سلسلے میں مجلس عزا منعقد کی جاتی ہے۔

جب مرزا حیدر کاشغری نے کشمیر میں شیعوں کو بے دریغ تہ تیغ کیا تو اس نے مقبرہ اور خانقاہ کو خاکستر کر کے زمین بوس کیا۔ سید علی مصنف تاریخ کشمیر نے مقبرے کی بے حرمتی کا جو حال لکھا ہے اس سے اس زمانے کے ظلم کی انتہا واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا حیدر کا دل مذہبی تعصب سے کس قدر لبریز تھا۔ اس کے ظلم وستم اور فاسقانہ طرز عمل سے نظام انسانیت کی بنیادیں لرزہ براندام ہوتی ہیں۔ اس مجرمانہ اقدام سے ظالم کے خلاف قدرتی نفرت کا اظہار ہونا ایک لازمی بات ہے۔ جو شخص مبلغ دین اور مجاہد اعظم کی لاش کے ساتھ اس طرح کا بہیمانہ سلوک کرے وہ زندوں کے بارے میں کیا کیا ناپاک عزائم رکھتا ہو۔ اگرچہ اس واقعہ کی تائید تحفۃ الاحباب، بہارستان شاہی اور تاریخ ملک حیدر سے نہیں ہوتی ہے پھر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس شرمناک اور ننگِ انسانیت واقعہ کو مرزا کاشغری کے حامی اور شیعوں سے تعصب رکھنے والے مؤرخ سید علی کے الفاظ میں لفظ بہ لفظ درج کیا جائے۔

"مرزا حیدر شعارِ اہلِ تسنّن ظاہر و باہر ساختہ و مارا از اہلِ رفضہ و لغی برآوردہ، خانقاہِ شمس عراقی را آتش در کشیدہ و استخوانِ او را از قبر برآوردہ سوختانیدہ، جائے قبراو را مزبلہ قرار دادہ، ہر روز یک ہزار حطب فرمودہ کہ بر آں قبرمی سوزانیدہ باشند۔ درمیانِ تمام شہر منادی کردہ برائے قضائے حاجت در آنجا می رفتہ باشند و اثرے ازاں نہ گذاشتند"[۶۴]

بعد کے مورخین اعظم دیدہ مری اور حسن وغیرہ نے بھی اس افسوسناک واقعہ کو بیان کیا ہے[۶۵] اصل واقعہ یوں ہے کہ مرزا حیدر نے ۹۵۴ھ ہجری مطابق ۱۵۴۷ء میں کمال تعصب کے ساتھ خانقاہ اور مرقد میر شمس الدین عراقی کو منہدم کیا۔ خانقاہ کے ملحق پتھر اور لکڑی کی جتنی عمارتیں تھیں ان کو بھی تہس نہس کیا۔ اور ان کا مصالحہ یعنی پتھر اور لکڑی اپنے محل واقع اندرکوٹ لے گیا۔ مصنف تحفۃ الاحباب جو ایک ہمعصر مورخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تفصیل درج ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"و آں خانقاہِ ملاک پناہ جمیع عمارات و سائر بیوتات کہ از دست اہتمام و مساعی تمام آنحضرت عمارت و مرات یافتہ بود۔ ہر جا باقی بود۔ تا زمانِ تسلط و استیلائے ترکان و عہد سلطنت و پادشاہی مرزا حیدر گورگان و بعد از چہل و چہار سال در سنہ ۹۵۴ھ اربع و خمسین و تسعمایہ مرزا حیدر از کمال خسارت و غایت شقاوت و نہایت عناد و عداوت تہدیم و تخریب آن عمارت حکم فرمود و تمام عمارتِ خانقاہ و سائر بیوتاتِ سنگین و چوبین آں بقعۂ شریفہ را ویران ساختہ باندرکول (کوٹ) بردند۔ و دیوار ہائے مرزا مقدس و مرقدِ منورہ و روضہ

آنحضرت ہمہ دیران و منہدم ساختند۔ وکیفیتِ آں قضیات و واقعات و شرح آں بلیات و

حادثات در بیان اظہار عداوت وعناد مرزا حیدر گورگان شروع خواہد شد" ۶۶

مرزا حیدر کاشغری کی وفات ۹۵۷ھ ہجری مطابق ۱۵۵۰ء کے بعد جب دولت چاک ۹۵۸ھ ہجری مطابق ۱۵۵۱ء سے ۹۶۱ھ مطابق ۱۵۵۴ء تک سلطان اسماعیل شاہ کے وزیر اعظم رہے تو انہوں نے اپنے عہدِ حکومت میں میر شمس عراقی کی خانقاہ اور مقبرہ پھر سے تعمیر کیا۔ راقم الحروف نے ابھی حال ہی میں خانقاہ میں مقبرے کے پھاٹک کا ایک بڑے پتھر کا ٹکڑا دیکھا۔ اس پر ۹۶۱ھ (۱۵۵۴ء) کی تاریخ کے علاوہ "مرقد نور انیش" کندہ ہے جس سے ۹۶۱ کا سال ہجری نکلتا ہے۔ غالباً اسی سال خانقاہ اور مقبرہ دوسری مرتبہ تعمیر کیا گیا تھا۔ خانقاہ دوسری مرتبہ اس وقت نذر آتش کردی گئی تھی جب شہنشاہ اکبر اعظم نے کشمیر پر ۹۹۴ھ (۱۵۸۵ء) میں بزور طاقت قبضہ کیا۔ شمس چاک کیواری کے بیٹے ظفر خان چاک نے معاہدۂ الحاق کے تحت کمال دشمنی کے سبب خانقاہ میر شمس عراقی کو خاکستر کر کے زمین بوس کیا۔ تواریخ میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے:۔

" ظفر خاں پسر کلاں شمس چک کہ از سنیان متعصب و صاحب داعیہ ملکی بود۔ بنا بر تعصب یں خانۂ دولت محلہ زڈی بل را آتش کشیدہ، خانقاہِ زڈی بل را کہ ساختۂ دولت چاک بود، نیز می سوخت۔ مدفن شمس عراقی را خرابہ ساختہ، شیعہ ہا را بسیار رنجانید" ۶۷

ملک حیدر چاڈورہ رئیس الملک چغتائی کے والد ملک حسن چاڈورہ نے جہانگیر کے عہد سلطنت میں ۱۰۲۹ھ مطابق ۱۶۲۰ء میں جب جہانگیر کشمیر آئے تھے۔ خانقاہ میر شمس عراقی کو از سر نو تعمیر کیا۔ یہ شعر اب تک تاریخ میں یادگار ہے ؎

حسن ابن ملک ناجی نمودہ بنائے خانقاہِ حضرتِ میر ۶۸

اس کے بعد یہ خانقاہ بار بار ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء) تک نذر آتش کی گئی۔ تفصیلات آخر میں "تاراج شیعہ" کے تحت ملاحظہ ہو۔

ایک خاندانی روایت کے مطابق جب ملکانِ چاڈورہ کو مرزا حیدر کاشغری کی درندگی کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے راتوں رات خانقاہ زڈی بل کے مقبرے سے میر شمس عراقی کی نعش سرنگ بنا کے نکالی اور پھر اسے چاڈورہ میں دفن کیا۔ اس زمانے میں ملک محمد ناجی چاڈورہ امرائے کشمیر میں مشہور و معروف تھے اور ان کی قرابت داری میر عراقی کے ساتھ تھی۔ یعنی میر عراقی کی صاحبزادی ان سے منسوب تھی۔
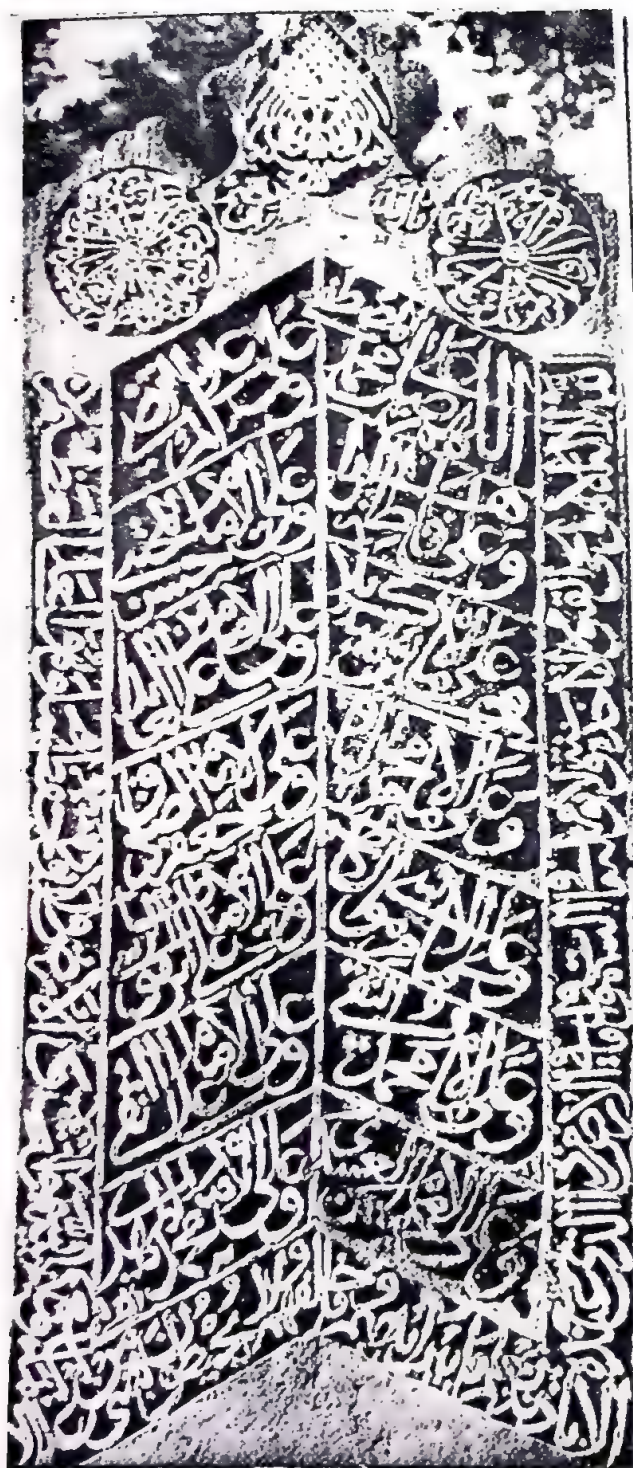
مقبرۂ شمس الدین عراقی کا ایک کتبہ (زڈی بل)

کتبۂ قدیم حسن آباد سری نگر

قبر ۱ جناب حجۃ الاسلام المسلمین آیۃ اللہ مہدی مجتہد العصر اعلی اللہ مقامہ۔
قبر ۲ جناب حجۃ الاسلام المسلمین آیۃ اللہ آغا سید محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ۔
قبر ۳ جناب ثقۃ الاسلام آقا سید علی صاحبؒ۔ قبر ۴ جناب حجۃ الاسلام المسلمین آقا سید احمد صاحبؒ۔

جب سنہ ۱۲۹۷ ہجری مطابق سنہ ۱۸۸۰ء میں آغا سید مہدی آیت اللہ مجتہد کشمیر عراق میں ۲۰ سال گزار کر وارد کشمیر ہوئے تو انھوں نے چاڈورہ میں قبر کی نشاندہی کی۔ اس کے بعد انھوں نے اس پر مقبرہ تعمیر کیا۔ تب سے ہر سال یہاں مجلس عزا ہوتی ہے۔ آغا سید مہدی جیسا کہ شجرہ سے ظاہر ہے میر شمس الدین عراقی کی اولادوں میں سے تھے۔ اس واقعہ کی تفصیل خاندانی حالات میں یوں درج ہے:۔

"آخر الامر ملکانِ چاڈورہ کہ امرائے و فرمانروائے این دیار شدہ بودند و سر حلقۂ مریدان و مخلصان آنجناب داشتند۔ از زیر دیوار سنگین مقبرۂ آنجناب شعبے (کہ الحال نمودار است) کندہ برابر مرقد بدن اطہر آنجناب را کشیدہ بردہ در موضع چاڈورہ مدفون فرمودند۔ در موضعیکہ نہرے از خانہائے ملکان از طرف مغرب آمدہ و مرقدِ مطہر را بہ سبب خوفِ ظالمانِ بے دین دشمنان بر کیس را ہموارہ زمین نمودند۔ وہمیں طور مرقد مطہرہ آں جناب تا زمانِ ورود صاحب توفیق والی تحقیق غواص بحر کرامت، سیاح عالم شرافت سید آغا سید مہدی موسوی کشمیری یعنی سنہ ۱۲۹۷ ہجری غائب و مستقد بود۔ و آں بزرگوار از اولاد آنجناب بود۔ و آنجناب مرقد مطہر جد بزرگوارِ خود را ظاہر و روشن فرمودند۔ و بر سر مرقد بزرگوار عمارت فرمودند۔ چنانچہ ازاں زماں الی الآن از دحام مردمان برائے زیارت و فاتحہ خوانی آنجناب و برائے آمدنِ حاجات بوسیلۂ آنجناب می روند کہ الحال اظہر من الشمس است کہ محل فیض و فتوحات است۔"

مقبرۂ چاڈورہ سنہ ۱۳۵۲ ہجری میں جناب آغا سید احمد موسوی فرزند ارجمند جناب آغا سید محمد قبلہ نے دوبارہ تعمیر کیا تھا۔ چاڈورہ میں اب کوئی شیعہ نہیں رہتا ہے۔ مقبرے کا مجاور ایک سنی مسلمان ہے۔

خانقاہ زڈی بل کی بدحالی

جب یہ خانقاہ سنہ ۹۱۰ ہجری مطابق سنہ ۱۵۰۴ء میں مکمل اور مزین ہوئی تھی تو اس کی نظیر روئے زمین پر نہیں ملتی تھی۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ سلاطین، امراء، رؤسا، حکما، وزرا اور خاص و عام یہاں آ کر سر عقیدت جھکاتے تھے اور اس کا طواف کرتے تھے۔ مدتِ دراز تک مرجع خلائق رہی۔ خانقاہ شیعیان کشمیر کی عظمت گذشتہ اور موجودہ دور کے انحطاط کی یاد دلاتی ہے۔ یہ سالہا سال سے کھنڈرات اور شکستہ آثار کی مایوس کن تصویر پیش کر رہی ہے۔ اس کی تباہی اور ویرانی سے ایسا لگتا ہے کہ میر شمس

عراقی کے جاہ وجلال اور رعب وسطوت سے محکمہ آثار قدیمہ بھی لرزہ براندام ہے۔ اگر یہ حقیقت نہ ہوتی تو اس نے خانقاہ کے بیش بہا اور نادر آثار شکستہ کو عرصے سے محفوظ رکھا ہوتا۔ اگر اس کے کتنے رنگ بست اور فن سنگتراشی کے اعلیٰ اور عدیم المثال نمونے ہی محفوظ رکھے جاتے تو قومی سرمایہ کا یہ بدترین المیہ نہ ہوتا۔ خانقاہ کشمیری شیعہ مسلمانوں کی سیاسی بدحالی، تعلیمی بدذوقی اور نحوست پسندی پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہے۔ ۱۹۴۷ء کی آزادی کے بعد ماشاء اللہ شیعوں کی معاشی حالت پہلے کے مقابلے میں اب کہیں زیادہ بہتر ہے۔ قالین بافی، شالبافی اور پیپر ماشی ان کے خاندانی پیشے ہیں۔ یہ لوگ دنیادار ہیں۔ بڑی بڑی تعمیروں اور سماجی بیہودگیوں پر زر کثیر صرف کرتے ہیں۔ بیہودگی کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ حال ہی میں ایک سرمایہ دار نے چارمنزلہ دعوتی کارڈ بسلسلہ شادی انگریزی میں شائع کیا۔ یہ کارڈ بٹوے کی صورت میں ریگزین سے بنایا گیا ہے۔ اس کی لمبائی ۵۳ اور چوڑائی ۱۷ اسنٹی میٹر ہے۔ اس میں سیکڑوں بیہودہ الفاظ دنیا بھر کی فحاشی اور عریانی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور کمپنی کی شہرت کے لیے اس کارڈ کی لغویات کی اتنی دھوم مچی کہ کئی دن تک کشمیر کے طول و عرض میں اس کا نفس مضمون موضوع بحث رہا اور اب بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کارڈ پر بہت پیسہ خرچ ہوا ہے۔ غرضیکہ لوگوں کو تاریخ، ثقافت، تعلیم اور علوم جدید کے اکتساب میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ باہمی نفاق اور مخاصمت کا یہ عالم ہے کہ ایک دوسرے کے خون کے تشنے نظر آتے ہیں۔ اس نااتفاقی اور عدم اخوت نے ان کے سیاسی حقوق پر کاری ضرب لگائی ہے۔ ان میں قومی غیرت کا فقدان اور جینے کا سلیقہ نہیں آتا ہے۔

ان اخلاقی کوتاہیوں کی روشن مثال خود خانقاہ زڈی بل کی شکستہ حالی ہے۔ اگر لوگوں میں اپنے اسلاف کی ناموری اور عزت و ناموس کا خیال ہوتا تو کم از کم بانی شیعت میر شمس الدین کے مقبرے کی حالت اچھی ہوتی۔

اگر میر عراقی کسی دوسری قوم میں پیدا ہوتے تو ان کے کارناموں پر لوگ ہمیشہ فخر کرتے اور تاریخوں میں ان کا نام سنہری حروف میں لکھا جاتا ان کے نام بڑی بڑی یادگاریں جیسے یتیم خانے، مسافر خانے، کتب خانے، لنگر خانے، سرائیں اور مدرسے قائم ہوتے۔ ان کے جشن ولادت پر ہر سال مجالس مذاکرات کا انعقاد ہوتا۔ ان میں مضامین پڑھے جاتے کتابیں لکھی جاتیں، تحقیقی کاموں کی اشاعت ہوتی اور ان کے تئیں شاندار خراج تحسین پیش کیا جاتا۔

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ شیعوں کو یہ نہیں معلوم کہ خانقاہِ زڈی بل ان کی تاریخ تہذیب ان کی میراث ان کی سلطنت اور ان کے مرکزِ وجود کی یادگار ہے۔ ان کو اس بات کا بھی احساس نہیں ہے کہ اس متبرک اور مقدس خانقاہ میں تیس سال تک ان کا بانیٔ قوم سیکڑوں درویشوں اور صوفیوں کے ساتھ محو عبادت رہتا تھا۔ لوگوں نے ان کو اتنا فراموش کیا ہے کہ کسی کو یقین نہیں آتا ہے کہ یہاں شیعی دنیا کے سب سے بڑے انقلابی عالم دین اور مجاہد اعظم دفن ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے دل و دماغ پر اب بھی مرزا حیدر کاشغری اور ظفر چک کپواری کی چھاپ قائم ہے۔ اسی لیے کسی کو تعمیر خانقاہ کی ہمت ہی نہیں ہوتی ہے۔

میر شمس عراقی کے نام لیواؤں کی بے حسی کی انتہا دیکھئے کہ وہ ان کتبات اور آثار قدیمہ کا تحفظ نہ کر سکے جو یہاں پانچ سو سال سے نصب ہیں۔ اور جو بہترین فن خطاطی اور سنگ تراشی کے نمونے پیش کر رہے ہیں۔ ان کتبوں پہ اسمائے دوازدہ معصومین بڑی مہارت اور کاریگری سے کندہ ہیں بعض کتبوں پر محرابیں بنی ہوئی ہیں اور انہی میں آیۃ الکرسی کے بہترین نقوش اب بھی صاف اور نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ کتبے آج سے تیس چالیس سال قبل اچھی حالت میں تھے۔ اب ان میں اکثر و بیشتر کتبے قدردانوں اور بزرگوں کے اٹھ جانے سے لونڈوں نے توڑ دیئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ حال ہی میں مقبرے کی مرمت کے سلسلے میں خانقاہ کی زمین کھودی گئی تھی۔ اس اثنا میں زمین سے بڑے بڑے سنگ بست ہا (تراشیدہ پتھر) برآمد ہوئے تھے جن کی لمبائی اور چوڑائی کئی کئی فٹ تھی۔ جاہل لوگوں نے ان پتھروں کو اصنام سمجھ کر ریزہ ریزہ کیا۔

خانقاہ کی کسمپرسی کی حالت یہ ہے کہ بہت سے ستون اور کتبے چرائے گئے ہیں۔ یہ بات بھی مشاہدے میں آئی ہے کہ آس پاس کے لوگ یہیں کے بڑے بڑے تراشیدہ پتھر اپنے مکانوں کی دہلیز میں استعمال کرتے ہیں اگر پانچ دس صاحب دول خانقاہ کی تعمیر نو کا بیڑا اٹھاتے تو پوری قوم پر احسان ہوتا۔ اس سے نہ صرف ان کا نام تاریخ میں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہوگا بلکہ اس نیک فال کو میر شمس عراقی کی روح جو زمانۂ سلف میں بار بار مجروح کی گئی دعائیں دے گی۔

خانقاہ زڈی بل کی تعمیر کی سب سے بڑی ذمہ داری جناب شریعتمدار، حجۃ الاسلام آغا سید یوسف الموسوی الصفوی پہ عاید ہوتی ہے۔ قبلہ و کعبہ انہی کی اولاد سے ہیں۔ اگر وہ خانقاہ کی تعمیر و مرمت کے لیے ذاتی دلچسپی کا اظہار فرمائیں گے تو انشاء اللہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔

راقم الحروف خانقاہ کی تباہی اور شکستہ حالی پر اپنے جذبات کا اظہار اس سے بھی سخت لہجے اور تلخ الفاظ میں کرتا ۔ لیکن جناب آغا سید یوسف قبلہ وکعبہ کی یقین دہانی پر زبان قلم اب نہیں روکتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس اپیل کا فوری اثر یہ ہوا کہ جناب آغا صاحب نے خانقاہ زڈی بل کی تعمیر نو کی رسم افتتاح مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ایک پر وقار تقریب اور جلسۂ عام میں کیا۔

میر شمس عراقی کی اولاد

تاریخ سے ثابت ہے کہ میر شمس الدین عراقی کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ بڑی صاحبزادی کا عقد ایک رومی درویش شیخ عبدالسلام سے ہوا تھا۔ یہ مقبرے میں اپنے والد کے بائیں طرف دفن ہیں دوسری صاحبزادی بی بی بانو ملک حیدر چاڈورہ کے دادا ملک محمد ناجی ملقب بکمال الدین سے منسوب تھیں ۹۹؎ صاحبزادوں میں سید دانیال اور میر حسن زڈی بلی مجتہد کے نام تاریخوں میں ملتے ہیں ۱۰۰؎ انھیں شیخ دانیال اور شیخ حسن بھی مورخوں نے لکھا ہے۔ سلاطین چک میر حسن کو اپنا مرشد مانتے تھے۔ جب یعقوب شاہ کو معلوم ہوا کہ شمس چک کپواری اور عالم شیر ماگرے بربنائے تعصب شیخ حسن زڈی بلی اور بابا خلیل اللہ کو قتل کرنے کا منصوبہ باندھ رہے تھے۔ تو انہوں نے دونوں کے خلاف سوپور میں فوج کشی کی اور دونوں کو شکست دی۔ شیخ حسن اعلیٰ پائیہ کے عالم اور شیعوں کے مجتہد تھے۔ انہوں نے مذہب امامیہ کو نقطۂ عروج پر پہنچایا تھا۔ وہ میر عراقی کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ میجر بڈلف نے میر عراقی کے دو اور صاحبزادوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کے نام میر مختار اور میر یحییٰ بتاتے ہیں۔ دونوں کا انتقال اسکردو میں ہوا۔ ۱۰۱؎ یہ دراصل میر دانیال کی اولادوں میں سے تھے سید مختار کا انتقال ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۸ء میں ہوا۔ یہ میر دانیال کی بارہویں پشت سے تھے۔

میر سید دانیال

میر دانیال میر شمس عراقی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ خاندانی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی تھی ۱۰۲؎ تاریخ ولادت کہیں نہیں ملتی ہے۔ تحفۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب سید محمد بیہقی کے بعد ملک موسیٰ رینہ وزیر اعظم ہوئے تو اس وقت میر دانیال کا سن بارہ برس کا تھا ۱۰۳؎ تاریخوں سے ثابت ہے کہ ملک موسیٰ رینہ ۹۰۷ سنہ ہجری مطابق ۱۵۰۲ء میں وزیر اعظم ہوئے تھے۔ اس حساب سے ان کا سال ولادت ۸۹۵ سنہ ہجری (۱۴۹۰ء) قرار دیا جا سکتا ہے۔ خاندانی حالات میں ۹۰۱ سنہ ہجری سن پیدائش مندرج ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔

جب میر عراقی تبت (اسکردو) کے لیے روانہ ہوئے تو دانیال نے باباعلی کے تعاون سے خانقاہ زڈی بل کا سارا انتظام کمسنی میں سنبھالا۔ ملک موسیٰ رینہ وزیر اعظم ہوئے تو ملا باباعلی اور کچھ صوفی میر دانیال کے ہمراہ ان کے گھر تہنیت دینے گئے۔ ملک موسیٰ نے جونہی ان کو دیکھا تو اپنی جگہ سے فوراً اٹھے اور انھیں خلعت پہنایا۔ اور پھر خانقاہ ہمدانیہ کا سارا انتظام ان کے سپرد کیا [۵۴]

میر دانیال ۱۲ برس کے سن میں چلے میں بیٹھے تھے۔ درویشوں میں شمعیں روشن کر کے تقسیم کرتے تھے اور اس طرح آداب و قواعد جو اربعین نشینی کے لیے ضروری ہوتے تھے کمسنی میں ہی سیکھے تھے۔ چلہ نشینی میں اور لوگوں کے علاوہ ان کے ساتھ داؤد صوفی، جنید صوفی، درویش زیرک، درویش کمال، باباشمس گنائی اور حاجی بایزید ہوتے تھے۔ جب میر عراقی نے انھیں اربعین نشینی کے آداب و قواعد سکھا کر سنہ ۹۲۸ ہجری مطابق ۲۳-۱۵۲۲ء میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تو سب سے پہلے حضرت بابا۔ مولانا حافظ بصیر، قاضی محمد قدسی مولانا درویش زیرک، باباشمس گنائی اور مصنف تحفۃ الاحباب جیسے صوفیائے اکابرین نے ان کی بیعت کی۔ اس موقع پر اس دن شہر و دیہات سے چھوٹے بڑے تمام صوفی لوگ حاضر ہوئے۔ میر دانیال نے انھیں ضیافت دی جس میں سرخ پلاؤ، زرد پلاؤ، ترش پلاؤ، مختلف سالن اور رنگارنگ حلوے پکائے گئے تھے۔ بعد طعام تمام لوگوں نے دانیال کو اپنا خلیفہ تسلیم کیا۔ اس تقریب پر لوگوں نے جو تحائف اور خلعتہا وغیرہ ان کی نذر میں پیش کیے تھے وہ انھوں نے اپنے مریدوں میں تقسیم کیے۔ اس واقعہ کے تین چار سال کے بعد میر شمس عراقی کا انتقال ہوا [۵۵]

میر دانیال اور باباعلی میں شکر رنجی

میر دانیال اور باباعلی میں بڑا اتحاد و اخلاص تھا۔ دونوں میں بعد میں خانقاہ ہمدانیہ کی تولیت

ح ۔ باباعلی ۔ آپ شیخ الاسلام بابا اسماعیل کے مشہور خلیفہ تھے۔ جب میر شمس الدین عراقی کشمیر آئے تو ان کے مرید ہوئے اور مذہب شیعہ قبول کیا۔ آپ میر عراقی کے نائب تھے۔ خانقاہ ہمدانیہ اور خانقاہ زڈی بل کی تولیت بھی آپ کو دیدی گئی تھی۔ ملک محمد ناجی، ملک موسیٰ رینہ اور سلاطین و امرا آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ مرزا کاشغری نے آپ کو بھی قتل کرنا چاہا تھا لیکن ملک محمد ناجی کی مداخلت سے باز رہا۔ اس وقت آپ کی عمر سو برس سے بھی زاید تھی۔ جب دولت چک نے حکومت سنبھالی تو آپ کی لاش قبر سے نکال کر حسن آباد میں دفن کی۔ اور یہاں آپ کے صاحبزادے بابا حسن کے لیے خانقاہ تعمیر کی۔ شیعہ سنی

اور ایک ایرانی سید صاحب مسمّی سید احمد کی بنا پر گرد کدورت چھا گئی تھی۔ واقعات یوں ہیں کہ جب ۹۳۸ھ ہجری مطابق ۱۵۳۱ء میں مرزا محرم بیگ کے لشکر کے ساتھ سید مذکور یہاں آئے تھے تو وہ ایک دن خانقاہ زڈی بل کی زیارت کو گئے۔ ان دنوں یہاں صوفی اور درویش لوگ چلہ نشین تھے۔ سید نے دانیال اور بابا علی سے تین دن قیام کرنے کے لیے خانقاہ کی زیارت کی اجازت طلب کی تھی۔ وہ خانقاہ میں درویشوں کے طرز عبادت سے متاثر ہو کر مسرور ہوئے۔ ان کی رائے تھی کہ میں نے دنیا کے تمام سلسلوں (ہمدانیہ، سہروردیہ، قادریہ وغیرہ) کا بغور مطالعہ کیا لیکن مجھے خانقاہِ زڈی بل کے صوفیوں کا طریقہ سلوک اور ان کی ریاضت کے اسلوب و آداب کہیں نظر نہیں آئے۔

کشمیر میں سید احمد کی بڑی شہرت و مقبولیت ہونے لگی۔ بعض لوگ انھیں غلطی سے شاہ قاسم فیض بخش کے صاحبزادے سید احمد مجذوب سمجھنے لگے۔ اول الذکر حسن اخلاق اور اوصاف حمیدہ کی وجہ سے مشہور تھے۔ چونکہ ابدال ماگرے اور ملک رنگی چک وغیرہ امرائے کشمیر میر دانیال سے تعصب برت رہے تھے۔ انھوں نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر ان کو خانقاہ ہمدانیہ کی تولیت سے برخاست کیا اور پھر اسے شاہ سید احمد کی تولیت میں دے دیا۔ متولی ہونے کی وجہ سے شاہ صاحب کی مقبولیت میں اضافہ ہونے لگا جس کے نتیجے میں لوگ جوق در جوق ان کی طرف مائل ہو گئے۔ میر دانیال سید صاحب کا احترام کرتے تھے اور ان کے پاس اکثر و بیشتر خانقاہ ہمدانیہ میں جاتے تھے۔ انہوں نے سید صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ خانقاہ زڈی بل میں قیام کریں۔ سید نے ان سے اتفاق کیا اور دانیال نے ان کی خواہش پر انھیں روضہ لنگر (میر عراقی نے خانقاہ میں باغات کے ساتھ ایک لنگر بھی تعمیر کیا تھا جہاں غربا اور مساکین کو کھانا ملتا تھا) سپرد کیا۔ جب دانیال نے دیکھا کہ

فسادمیں خانقاہ نذر آتش ہوئی۔ اب اس کا نام و نشان نہیں ملتا ہے۔ مقبرہ بابا علی اور بابا حسن ویران و منہدم ہیں۔ ان مقبروں میں چراغ روشن کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ مقبرے کے کتبوں پر آئمہ معصومین کے نام درج ہیں۔ اور یہ سیکڑوں برس پہلے کے موجود ہیں۔ ان کے تحفظ کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ حسن آباد میں اب بھی کچھ لوگ بابا کے نام سے مشہور ہیں۔ شاید ان ہی کی اولاد ہوگی لیکن صاحبِ دل ہونے کے باوجود مقبرے کی تعمیر کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے ہیں۔ یہاں ایک عالیشان امام باڑہ بھی ہے جس کی نگرانی آغا سید یوسف قبلہ کر رہے ہیں۔ کتاب میں مقبرے کے ایک کتبے کا عکس بھی شامل ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ مشہور و معروف رئیس التجّار حاجی محمد قاسم بابا اور حاجی محمد صادق بابا حضرت بابا علی کی اولادوں سے ہیں۔ (اکبر حیدری)

ان کے دو مرید خاص باباعلی اور مصنف تحفۃ الاحباب ان کے پاس اکثر جاتے ہیں تو انہیں یہ گوار ہوا اور اس میں اپنی سبکی محسوس کر کے ان سے خفا ہو گئے۔ ادھر خانقاہ ہمدانیہ بغیر متولی کے رہ گئی تھی۔ ملک رنگی چک، ابدال ماگرے اور دوسرے امرا نے دانیال اور باباعلی کی کشیدگی کا فائدہ اٹھایا اور انہوں نے باباعلی کو خانقاہ کی تولیت دیدی۔ یہ ایک سیاسی چال تھی اور اس کا مطلب دونوں بزرگوں میں نااتفاقی ڈال کر میر دانیال کی اہمیت کو گھٹانا تھا۔ دونوں کی باہمی ناراضگی یہ شدت اختیار کر گئی کہ میر دانیال نے باباعلی اور مصنف تحفۃ الاحباب کے والد کو خانقاہ زڈی بل میں چلہ نشینی سے روکا۔ اور انہوں نے ان دونوں کی جگہ پر ایک دوسرے نوربخشیہ مولانا عثمان گنائی کو بٹھا دیا۔ جب یہ حال باباعلی وغیرہ نے دیکھا تو وہ خانقاہ زڈی بل کو چھوڑ کر خانقاہ ہمدانیہ میں چلہ نشین ہوئے۔ آخر کار خواجہ تاج الدین اور حیدر لائے جو اس وقت حکومت کی نظروں میں صاحبانِ اقتدار تھے ان کی مساعی جمیلہ سے دونوں کی کدورت دور ہو گئی۔ جب آپس میں صلح و صفائی ہوئی تو ملاقات کے وقت تحفۃ الاحباب کے مصنف کے والد نے شیخ عطار کے یہ اشعار بطور معذرت سنائے۔ [۷۹]

بردر آمد بندۂ گریختہ	آبروئے خود ز عصیاں ریختہ
دائما در راہ عصیاں گشتہ ام	آخر از کردہ پشیماں گشتہ ام
نفس و شیطاں زد کریما راہِ ما	رحمتت باشد شفاعت خواہِ ما
بادشاہا جرم ما را در گذار	ما گنہگاریم تو آمرزگار
مغفرت داریم امید از لطفِ او	زانکہ حق فرمودہ لا تقنطوا

اس ملاقات کے بعد طرفین پھر شیر و شکر ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک دن میر دانیال کے حکم سے باباعلی نے درجہ بدرجہ مولانا عثمان گنائی، مولانا صوفی جنید، مولانا سعد اللہ اور مولانا جمال الدین کا سجدہ بجالایا [۸۰]

میر سید دانیال کی شہادت کے بارے میں میر شمس عراقی نے پیشین گوئی کی تھی کہ ایک ظالم کے ہاتھوں شہید کیے جائیں گے۔ چنانچہ خاندانی حالات میں درج ہے کہ

"میر شمس الدین روزے در مجمعے فرمودہ اند کہ پسر من میر دانیال کہ مکہ معظمہ زاداللہ تعالی شرفا مولد آں فرخندہ فال است۔ بعد از من بجہت مودت و محبت دوازدہ امام از دست ظالم بے دین و کافرے پر بغض و کیں مقتول خواہد شد و بدرجہ شہادت

کہ بہترین مدارج و خوشترین مناصب و غایت شرافت میراث اہلبیت رسالت است
خواہد رسید۔ بعد از رحلتِ آں سالکِ مسالکِ تحقیق بداں منوال کہ بزبان گوہر فشاں
آں صادق مقال جاری شدہ بود۔ از آں بفعل آمد و بوقوع پیوست "

میر دانیال نے مذہب امامیہ کی ترویج و اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ یہاں تک کہ تبلیغ کرتے کرتے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ جب مرزا حیدر نے ۹۵۵ھ ہجری مطابق ۱۵۴۸ء میں شیعوں کے قتل عام کا بازار گرم کیا تھا تو اس سال قید کر کے انہیں جھوٹی شہادتوں کی بنیاد پر بڑی بے دردی کے ساتھ ۲۴ صفر ۹۵۷ھ ہجری مطابق ۱۵ مارچ ۱۵۵۰ء کو شہاب الدین پورہ میں قتل کروایا۔ تفصیلات کے لیے مرزا حیدر کاشغری کا قتل عام بسلسلہ' کاجی چک ملاحظہ ہو۔ کچھ عرصے کے بعد دولت چک نے آغاز حکومت میں ان کی لاش وہاں سے نکالی اور پھر اسے خانقاہ زڈی بل میں میر شمس عراقی کے پہلو میں دفن کیا۔ ان کی قبر پر آج سے آٹھ دس سال قبل ایک کتبہ نصب تھا اس پر آئمہ معصومین کے نام کے بعد یہ شعر کندہ کیا گیا تھا۔

آنکہ جاں باخت زبہر ربّ مجید
حضرت شیخ دانیال شہید

کتبے پر ۹۵۷ھ ہجری کی تاریخ لکھی تھی۔ افسوس ہے کہ یہ کتبہ بھی وہاں سے چرایا گیا۔ بہارستان شاہی میں میر دانیال کی جائے شہادت کا کوئی ذکر درج نہیں ہے۔ حسن نے یہ جگہ موضع شوش مرد کھائی ہے۔ خاندانی حالات میں یہ جگہ اشم اور اندر کوٹ کے درمیان بتائی گئی ہے۔ اندر کوٹ میں مرزا حیدر کاشغری کا محل تھا۔ قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ کاشغری نے دانیال کو ان کی بڑھتی ہوئی ہر دلعزیزی کے خوف سے اپنے ہی محل میں قید کیا تھا اور پھر اسی حدود میں شہید کیا۔ آخر کار وہ شہاب الدین پورہ موضع ڈب میں عارضی طور پر دفن کیے گئے تھے۔ "ڈب" اشم اور اندر کوٹ کے ملحقہ گاؤں میں ہے۔

خاندانی حالات میں میر دانیال کے بارے میں ایک روایت بیان کی گئی ہے۔ جس کی تائید کسی اور ذریعہ سے نہیں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سلاطین چک کے دوسرے بادشاہ حسین شاہ نے ان کے مقبرے واقع شہاب الدین پورہ (ڈب شادی پورہ) میں ایک مضبوط فصیل تعمیر کی تھی۔ اور قبر کی بالیں پر ایک کتبہ رکھا تھا۔ اس میں دو انگل مربع کے برابر ایک سونے کی مہر کندہ کرا کے رکھی تھی۔ مہر میں کچھ نقش کرایا تھا جس کی عبارت اب پڑھی نہیں جا سکتی ہے۔ دانیال کے مرید و نے

دشمن کے خوف سے مقبرے کا نام "ریشہ بابا" رکھا تھا۔ لوگ اب اسے "شہید مزار" کہتے ہیں۔ یہ مقبرہ بھی زیارت کا درجہ رکھتا ہے۔ یہاں ہر سال مجلس عزا کی جاتی ہے۔

خاندانی حالات اور شجرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میر دانیال کے صاحبزادے کا نام سید علی تھا۔ بڈگام کے ایک گاؤں "گرند کلاں" میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ مریدوں نے ایک دوسرے گاؤں "تلوزو" میں دفن کیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق بعد میں خانقاہ زڈی بل میں دفن ہوئے۔ راقم الحروف نے خانقاہِ زڈی بل میں میر دانیال کے پہلو میں ایک قبر پر کتبہ نصب شدہ دیکھا ہے اس پر ذیل کی تاریخ کندہ ہے ؎

از شعبدہ ہائے زمانی صد حیف	واز مردنِ خدایگانی صد حیف
تاریخ وفاتش ز خردِ جستم و گفت	صد حیف ز دانیال ثانی صد حیف

۱۰۴۸ ہجری

وثوق سے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ "دانیال ثانی" کون تھے۔ خاندانی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ میر دانیال کے صاحبزادے سید علی شہید کر دیئے گئے تھے۔ چونکہ دانیال بھی شہید ہوئے تھے اس لیے ممکن ہے کہ انہی کا لقب دانیال ثانی بعد شہادت رکھ دیا ہو۔ خاندانی حالات میں میر دانیال کے صاحبزادے سید علی کو شمس الدین ثانی کہا گیا ہے۔ اگر میر شمس الدین عراقی شہید کیے گئے ہوتے تو پھر سید علی کو شمس الدین ثانی کہنا ممکن ہو جاتا۔ بہرحال اس امر کے بارے میں کوئی ٹھوس شہادت دستیاب نہیں ہے اس لیے مزید کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

خاندانی افراد کا فرداً فرداً ذکر کرنا مشکل ہے۔ ان کے نام شجرے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب میر شمس الدین عراقی کی اولادوں میں سے جناب آقا سید مہدی آیت اللہ مجتہد کے بارے میں کچھ سطریں درج کی جائیں۔

آقا سید مہدی

حجت الاسلام آقا سید مہدی درجۂ اجتہاد پر فائز تھے۔ آپ میر شمس عراقی کی تیرھویں پشت سے تھے۔ عالم بے مثل اور محقق بے بدل تھے۔ ننانوے سال تک عراق میں مختلف علوم حاصل کر کے ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء میں کشمیر آئے۔ یہاں امامیہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں ہمہ تن مصروف رہے۔

ایک مرتبہ حج بیت اللہ کی زیارت کا شرف حاصل تھا۔ آخر کار ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۸۹۲ء روز چہارشنبہ کو انتقال کیا۔ کریوہ بڈگام میں دفن ہیں۔

آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں

تمرینیۃ الغرویہ در تحقیق غوامض مسائل اصولیہ وفقہیہ عربی، رسالہ منقذۃ الغرقیٰ فارسی مختصر منقذۃ الغرقیٰ، رسالہ درنیت، رسالہ عربی مطول، رسالہ فارسی مختصر رسالہ در طہارت، رسالہ دیگر در مسائل فروع دینیہ از منقذۃ الغرقیٰ، کتاب مطفئتہ المحرقیٰ، رسالہ عربی مختصر، رسالہ رد جواب ملتانی عربی، کتاب مضاریب المتشککین، رسالہ عجالہ در اثبات سیادت برائے گم گشتگان وادی ضلالت، ترجمہ لمعۂ دمشقیہ، حاشیہ بر کتاب جامع عباسی و درر غالیہ

ان تصانیف میں سے ترجمہ لمعۂ دمشقیہ اور رسالہ دُرر غالیہ اخلاقیہ چھپ چکی ہیں۔ ابھی حال ہی میں جناب آغا سید باقر نے ایک اور کتاب مطفئتہ المحرقیٰ اردو ترجمہ کے ساتھ شایع کی ہے۔ کتاب تحقیقی ہے مصنف نے قرآنی دلیلوں سے اپنے دعووں کو ثابت کیا ہے۔ کتاب حضرت علی کی خلافت سے متعلق ہے۔

آقا سید محمد

آقا سید مہدی مجتہد کشمیر کے انتقال کے بعد ان کے فرزند ارجمند جناب آقا سید محمد قبلہ نے تبلیغ و رشد کے کام کو جاری رکھا۔ وہ بھی بڑے اعلیٰ پایۂ کے عالم و فاضل تھے۔ ۱۳۱۵ھ ہجری میں بڈگام میں امام باڑہ تعمیر کیا تھا۔ اس کی چھت پر بہترین اور عمدہ پیپر ماشی کے تختے لگائے گئے تھے۔ ان پر محتشم کاشی کا مشہور و معروف مرثیہ دروازہ بند کسی ماہر خوش نویس سے لکھوایا گیا تھا۔ آقا سید محمد کا انتقال ۲۸ ماہ شوال ۱۳۵۰ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۳۱ء دوشنبہ کو ہوا۔

وہ بڑے متقی، پرہیزگار اور راست گو تھے۔ جواہر ایمانی، منہاج الفلاح، ضیاء الہدا، تعریض المتشککین ان کی تصانیف ہیں۔ منہاج الفلاح کشمیری زبان میں ہے جس میں مسائل فقہ تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

آقا سیّد احمد

آپ آقا سیّد محمد کے بڑے صاجزادے تھے۔ انہوں نے ۱۳۵۲ھ ہجری میں چاڈورہ میں میر سید

حضرت حجۃ الاسلام آقا سید محمدؒ (سال وفات ۲۸؍شوال ۱۳۵۰ھ ہجری)
حجۃ الاسلام حضرت آقا سید یوسف الموسوی قبلہ (عالم شباب میں)

شمس عراقی کا مقبرہ از سرِ نو تعمیر کیا۔ اس کے بعد ۱۳۵۴ھ میں امام باڑہ حسن آباد کو نئے سرے سے بنایا۔ ۱۳۶۳ھ میں خانقاہ زڈی بل میں "خوشحال سر" کی طرف ڈیوڑھی تعمیر کی ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ کو انتقال کیا

آقا سیّد یوسف

اپنے والد گرامی آقا سید محمد اور برادر بزرگوار آقا سید احمد کے انتقال کے بعد جناب آقا سید یوسف اثنا عشری مذہب کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ آپ عوام میں آغا صاحب کے نام سے ہر دلعزیز ہیں۔ آپ ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ۳۰ ویں اور حضرت سید امیر شمس الدین محمد عراقی کی چودھویں پشت سے ہیں۔ ان کی ولادت ۱۳۳۲ھ ہجری میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد آغا سید محمد سے حاصل کی۔ ان کے انتقال کے بعد ۱۳۵۳ھ میں عراق گئے اور نجف اشرف میں بڑے بڑے مجتہدوں سے دینی علوم حاصل کیے۔ جناب سید ابوالحسن اصفہانی، آقا حسین طباطبائی قمی، آقا ضیاء الدین عراقی، آقائے شیخ محمد اصفہانی، آقا میرزا ابوالحسن مشکینی، آقا ابراہیم الحسنی آقا سید حسین طباطبائی البروجردی، آقا سید محسن الحکیم، آقا سید محمود الحسینی، شیخ محمد کاظم، آیت اللہ آقائے شیرازی آقائے جمال موسوی گلپایگانی وغیرہ جیسے بزرگان دین اور افاضل زمانہ آپ کی علمی استعداد اور اعلیٰ صلاحیتوں کے قائل تھے۔ ان علمائے کرام کے اجازات واسناد آپ کے علوم دینی کے سلسلے میں "ایقاظ العباد" میں شائع ہوئے ہیں۔ رہبر انقلاب فقیہہ عصر جناب آیت اللہ خمینی سے آپکے خاص مراسم ہیں۔

آپ شرافت کے پیکر ہیں۔ چہرے سے جاہ وجلال ٹپکتا ہے۔ دوست اور دشمن، اپنے اور غیر آپ کے تقویٰ، بزرگی، فضیلت، سیادت، حسن تدبر، سلامت طبع، دیانتداری اور سچائی کے معترف ہیں کشمیر کے امراء، روساء، حکام بلا تمیز مذہب وملت سبھی آپ کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ وزراء اعلیٰ بخشی غلام محمد، خواجہ غلام محمد صادق اور سید میر قاسم آپ کے شریعت کدے پر قدمبوسی کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ شیخ محمد عبداللہ آپ کے تقدس وتقویٰ کے بے حد قائل ہیں۔ اور آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں۔

آغا سید یوسف نے انجمن شرعی شیعان جموں وکشمیر کی داغ بیل ڈالی ہے۔ انجمن کی سرپرستی اور نگرانی آپ کی ذات سے وابستہ ہے۔ انجمن کے تحت مذہب اثنا عشری کی ترویج ہورہی ہے۔ آپ نے بڈگام میں ۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ کو باب العلم کی بنیاد ڈالی۔ اور اسی سال اس میں درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ مدرسے کا سارا انتظام انجمن شرعی کے تحت ہورہا ہے۔ یہاں کے طلبا ر

مزید تحصیل علوم کے لیے قم اور عراق جاتے ہیں۔ باب العلم کے مدرس اول جناب حکیم جلال الدین غازی ہیں۔ باب العلم کے علاوہ آپ نے پوری ریاست یعنی جموں، کشمیر اور لداخ میں دینی علوم کے لیے مدرسے قائم کیے ہیں۔ مدرسین کو انجمن شرعی کے تحت تنخواہیں ملتی ہیں۔ آغا صاحب نے باب العلم کی فلاح و بہبود کے لیے لاکھوں روپے کی مالیت کی اراضی وقف کر دی ہے۔

شہری اور دیہی علاقوں میں مدرسوں کے علاوہ آغا صاحب نے انجمن شرعی کے تحت امام باڑے اور مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ ان میں امام باڑہ بڈگام اور حسن آباد قابل ذکر ہیں۔ بڈگام کا امام باڑہ ۱۳۷۵ھ میں لاکھوں روپے صرف کر کے تعمیر کیا گیا۔ اس شہرہ آفاق امام باڑے کی وسعت اور اہمیت کا اندازہ اس کتبے سے ہو سکتا ہے جس کا عکس کتاب میں شایع کیا گیا۔ امام باڑے میں فن سنگ تراشی اور پیپر ماشی کے بہترین نمونے نظر آتے ہیں۔ ان پر محتشم کاشانی کے مرثیے دوازدہ بند کے اشعار بڑی مہارت اور خوبصورتی سے لکھے گئے ہیں۔ امام باڑے کے ساتھ ہی آغا صاحب نے مسجد جامع تعمیر کی ہے جموں و کشمیر کی شیعہ آبادی میں یہ مسجد ایک بڑے رقبے پر تعمیر کی گئی ہے یہ بھی آغا صاحب کی ہی زیر نگرانی بنائی گئی۔ زڈی بل اور بڈگام میں اوقاف کی کئی بلڈنگیں تعمیر کی گئیں۔ آجکل امام باڑہ میر گنڈ اور خانقاہ زڈی بل کی تعمیرات میں مصروف ہیں۔

جناب سید یوسف صاحب قبلہ کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے شریعت کدے پر شرعی عدالت قائم کی ہے جس میں شرعی نظام کے تحت فیصلے ہوتے ہیں اس شرعی عدالت کی نظیر برصغیر میں اور کہیں نہیں ملتی ہے۔ فریقین شرعی فیصلوں کے پابند رہتے ہیں۔ اگر کوئی فریق فیصلے کا احترام نہیں کرتا ہے تو لوگ اس کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتے ہیں۔ عوام کو ان فیصلوں پر اتنا اعتماد ہے کہ شیعوں کے علاوہ سنی حضرات اور غیر مسلم بھی ان فیصلوں کو قبول کرتے ہیں۔ وراثت، ہبہ، وصیت، انتقالات اراضی، منقولہ و غیر منقولہ جائداد اور خرید و فروخت کے بیع نامے اسی شرعی عدالت میں اندراج کیے جاتے ہیں۔ اس اقدام سے لوگ عدالتی جھگڑوں سے چھٹکارا پاتے ہیں۔ اور وہ قانونی چارہ جوئی میں پیسہ اور وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔

آغا صاحب کے انصاف کا یہ عالم ہے کہ اس مادی زمانے میں جہاں اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں وہ مالکان زمین کو کاشتکاروں سے زمین واپس دلاتے ہیں یا اس کو فریقین کی رضامندی سے معاوضہ دلاتے ہیں۔ شرعی عدالت کا انعقاد آپ کے انقلابی دماغ کی

جامع مسجد بڈگام کشمیر

باب الرضوان:۔ امام باڑہ بڈگام کشمیر
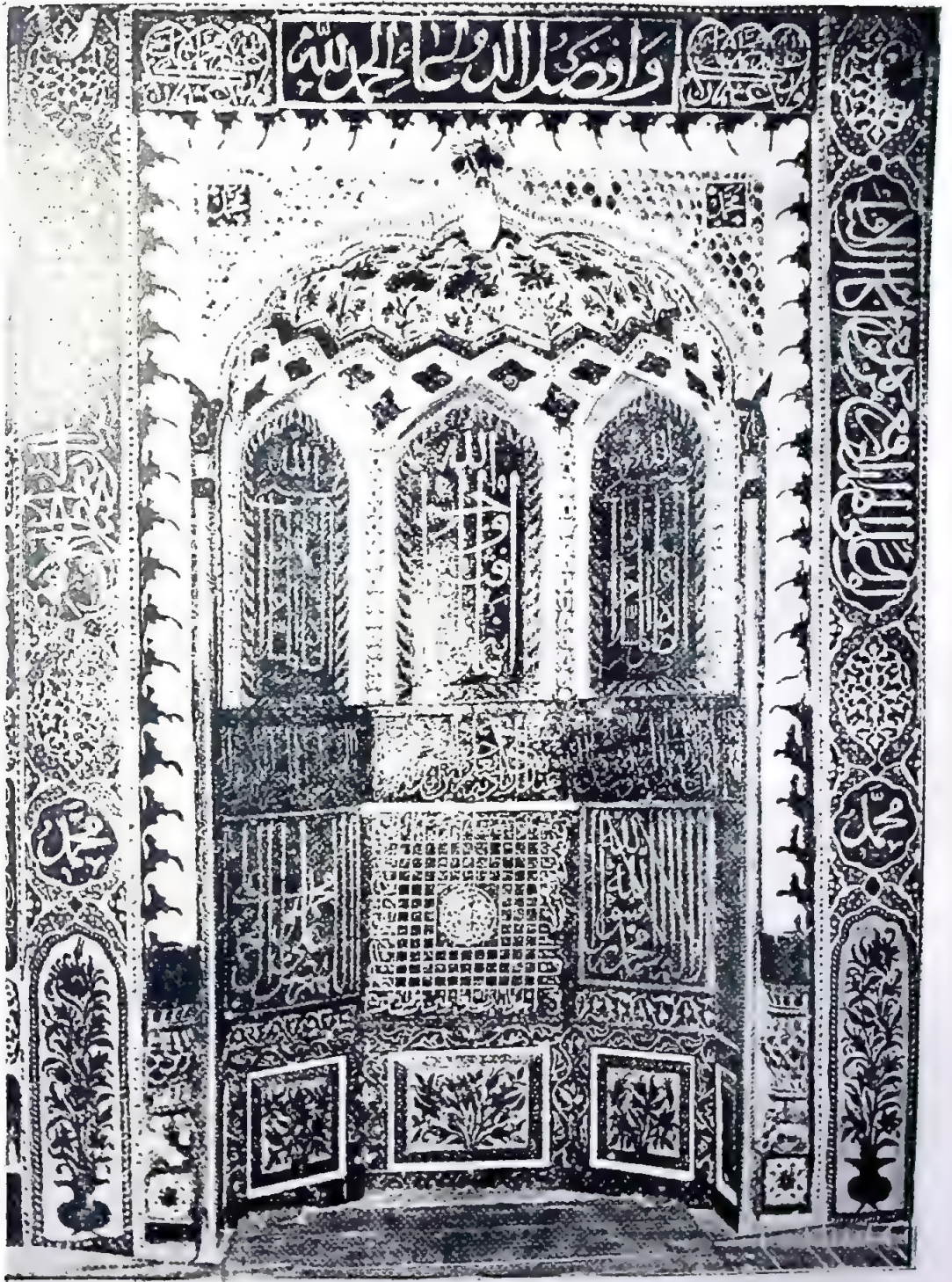
محراب خانقاہِ معلیٰ۔ سری نگر

سب سے بڑی دلیل ہے۔ آغا صاحب عالم یگانہ اور علامۂ دہر ہیں۔ عربی اور فارسی زبانوں میں یدِطولیٰ رکھتے ہیں۔ ان کے فیصلے دونوں زبانوں میں ہوتے ہیں۔

آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایقاظ العباد، وسیلۃ النجاۃ اور سرمایہ نجاۃ آپ کی تصانیف ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ آغا صاحب نے بہت سے اعلیٰ اور تحقیقی مضامین لکھے ہیں جو "الارشاد" میں شائع ہوئے ہیں۔ آپ نے انجمن شرعی کے زیر اہتمام نشر و اشاعت کا شعبہ قائم کیا ہے۔ اس کے تحت کئی کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی ہیں۔ ان میں ترجمہ لمعۂ دمشقیہ جیسی ضخیم کتاب قابل ذکر ہے۔ زیر نظر تاریخ بہارستان شاہی کی اشاعت کا بیڑا بھی آپ ہی نے اٹھایا ہے علاوہ بریں آپ نے خانقاہ زڈی بل کو از سر نو تعمیر کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میر شمس الدین عراقی کے نام سے ایک اکاڈمی قائم کرنے کی منظوری دی ہے جس کے تحت انجمن شرعی کے اہتمام سے میر شمس عراقی سے متعلق کتابیں شائع ہونگی۔ جب کبھی نظام شریعت کے اصولوں کے خلاف ریاستی اسمبلی میں کوئی بل پیش ہوتا ہے تو آغا صاحب پوری قوت کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان میں اسقاطِ حمل کا بل، نکاح کا بل اور شراب نوشی کا بل قابل ذکر ہے۔ آغا صاحب دراصل اس بات کے حامی ہیں کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں شریعت محمدی کے تحت عدل و انصاف کی بنیاد پر تمام باہمی قضیہ نمٹائے جائیں اور غیر مسلمین کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

کشمیری مسلمانوں میں یہ رواج تھا کہ صرف خانہ نشین دختروں کو وراثت کا حقدار سمجھا جاتا تھا اور جن لڑکیوں کی شادی گھر سے باہر ہوتی تھی وہ حق وراثت سے محروم کی جاتی تھیں آغا صاحب نے اس رسم کے خلاف رائے عامہ کو منظم کیا اور اسے نظامِ اسلام میں ایک سنگین بے قاعدگی سے محمول کیا۔ ان کی مخلصانہ کوششوں کی بدولت اب خانہ نشین اور غیر خانہ نشین لڑکیوں کو یکساں طور پر وراثت کا حقدار تسلیم کیا جاتا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ کشمیر اور ہندوستان میں تمام مسلمانوں کے مشترک مقامات سرکاری اوقاف کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ پورے ہندوستان میں صرف شیعان کشمیر ہی ہیں جن کے مذہبی مقامات

امام باڑے مسجدیں اور دوسری تعمیرات وغیرہ اوقاف ایکٹ کے حد اختیار میں نہیں آتے ہیں. آغا صاحب اس بات کے حق میں نہیں کہ شیعوں کے متبرک مقامات اوقاف کے دائرہ کار میں آجائیں موصوف بنفس نفیس شیعہ اوقاف کے صدر ہیں اور تمام تعمیرات کا حساب کتاب انہی کی نگرانی میں ہوتا ہے۔

کشمیری شیعوں پر ہر سال ایام نوروز میں عرصۂ حیات تنگ کیا جاتا تھا اور انھیں بے پناہ مصائب و آلام کا شکار ہونا پڑتا تھا۔ بعض جاہل اور تنگ نظر لوگ محض ایذا رسانی اور شر پسندی کی بنا پر ان پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ آدم خوری کو مباح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بخشی غلام محمد کے عہدِ وزارت میں فتنہ پردازوں نے یہ بے پر کی اڑائی کہ شیعوں نے فلاں شخص کو مارا اور اس کے خون کو متبرک سمجھ کر نوش کیا۔ اس پر عوام الناس مشتعل ہوگیا اور اس نے دہشت گردی اور آتش فساد فروزاں کی۔ اس موقعہ پر آغا صاحب نے حسنِ تدبر کا مظاہرہ کرکے قابل تعریف کردار کا نمونہ پیش کیا۔ انہوں نے اس بے بنیاد الزام کے خلاف ملک کے طول و عرض میں اپنی تحریروں اور تقریروں سے صدائے احتجاج بلند کی۔ موصوف نے اندرون اور بیرون ریاست مسلمانوں کے ہر مکتب خیال کے علما کو متوجہ کیا کہ وہ شریعت کی روشنی میں آدم خوری کے الزام کی نہ صرف تردید کریں بلکہ ان لوگوں کے ناپاک عزائم کی پرزور مذمت کریں جو اس ہوّا کو کھڑا کرکے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرتے ہیں۔ آغا صاحب نے حکومتِ وقت کو بھی متنبہ کیا کہ وہ ایسے اسلام دشمن عناصر اور افواہ بازوں کے سدباب کے لیے قانون بھی وضع کرے۔ آغا صاحب کے الفاظ یہ ہیں:۔

> " علاوہ براین بر حکومتِ وقت بحکم انصاف و لازم عدل و داد و نگاہداریِ ملک از اختلالِ نظام و خرابی دیار بہ تلف و اتلاف نفوس و اموال و اخمادِ آتشِ فتنہ و فساد در بلاد لازم می شود ــــــــ وضع قانون برائے سدّ افواہِ عوام از تفوہ باین اتہام و انفاذ حکم و اجرائے آں فی الحال بلا توانی و اہمال . . . "

آغا صاحب کے اس جہادِ عمل کا یہ نتیجہ مرتب ہوگیا کہ سبھی فرقوں کے علمائے دین نے ان کی آواز پر لبیک کہی اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں حصول مودت اور استحکام اخوت کی اخلاقی قدروں پر زور دیا۔ جب سے آغا صاحب نے مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں اتحاد و اخوت کا اقدام کیا تب سے آج تک کوئی بھی جاہل شخص شیعوں کو آدم خوری اور خوں آشامی کا الزام لگانے کی ہمت نہیں کرتا ہے۔ یہ آغا صاحب کا ایک بڑا کارنامہ ہے اور تاریخ میں سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔

جامعہ باب العلم بڈگام کشمیر

کتبۂ سنگِ بنیاد امام باڑہ بڈگام کشمیر

راقم نے کئی مرتبہ بچشمِ خود دیکھا ہے کہ جو لوگ دور دراز علاقوں سے اپنے اپنے قضیوں کو نمٹانے کے لیے آغا صاحب کی شرعی عدالت میں حاضر ہوتے ہیں اور جن کے ٹھہرنے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا ہو وہ تاریخ مقررہ سے ایک دن پہلے آتے ہیں اور ان ہی کے شریعت کدے پر قیام کرتے ہیں۔ ان کے قیام وطعام کا بندوبست آغا صاحب بہ نفسِ نفیس فرماتے ہیں۔ اس طرح ایک بڑی تعداد میں لوگ آجکل کی انتہائی مہنگائی کے زمانے میں ان کے دسترخوان سے فیضیاب ہوتے ہیں اور قیام وطعام کی پریشانیوں سے فارغ ہوتے ہیں! ان کی عدالت سے کوئی بھی سائل خواہ اس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو یا وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو خالی ہاتھ نہیں جاتا ہے۔ وہ یتیموں اور بیواؤں پر ہمیشہ دستِ شفقت رکھتے ہیں۔ ہندوستان کے دینی مدرسوں اور طلبا کی بھی امداد فرماتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ لوگ ان کی عدالت میں خرید و فروخت اور مہر و بدل وغیرہ کے سلسلے میں بڑی بڑی رقمیں اور بیش بہا زیورات بغیر کسی رسید یا شواہد کے بطور امانت رکھتے ہیں۔ آغا صاحب بعد تصدیق واندراج لوگوں کو اپنی اپنی امانتیں واپس کرتے ہیں۔ جناب قبلہ وکعبہ کا یہ طرز عمل اور ان کی عدالت کا ربط و ضبط اور تقدّس دیکھ کر ایک آزاد خیال تعلیم یافتہ جناب غلام رسول رینزو سابق ہوم سکریٹری اس قدر مرعوب و متاثر ہوئے کہ انھوں نے آغا صاحب کے سوانح حیات مرتب کرنے کے لیے انجمن شرعی کو دو ہزار روپیہ کا نذرانہ پیش کیا۔ حکومت وقت بھی آغا صاحب کے شرعی فیصلوں کا احترام کرتی ہے۔ اور عدالت عالیہ بھی ان فیصلوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ بعض عدالتیں شرعی مسائل کی گتھیوں کو سلجھانے کے لیے آغا صاحب کی طرف رجوع بھی کرتی ہیں۔ آغا صاحب بعض قضیے نمٹانے کے لیے فریقین کی رضامندی سے جائے وقوع پر مشاہدے کے لیے جاتے ہیں اور وہیں فیصلے بھی صادر فرماتے ہیں۔ لوگ ان کے فیصلوں کا پابند ہونا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ عدالت کے گرد و نواح علاقے کا نام "شریعت آباد" رکھا گیا ہے۔ آغا صاحب کی عدالت ہر روز بعد نماز ظہرین شروع ہوتی ہے اور قبل از مغرب برخاست ہوتی ہے۔ جمعہ کو عدالت کی کاروائی بند رہتی ہے۔ البتہ لوگ آغا صاحب کی خدمت میں کئی کئی میلوں سے آکر حاضری دیتے ہیں۔ سمنوں کا اجرا انجمن شرعی کے رضاکاروں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ عورتیں مردوں کے ساتھ عدالت میں نہیں بیٹھ سکتی ہیں۔ ان کے اقربا موجود ہوتے ہیں۔ خود وہ ملحقہ کمرے میں ہوتی ہیں۔

آغا صاحب کا ایک غیر معمولی کارنامہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے کشمیر یونیورسٹی کی اورینٹل فیکلٹی میں اثنا عشری طلبا کے لیے شیعہ نصاب منظور کروایا جو آج تک جاری ہے۔ اب وہ ایک آفسٹ پریس اور روزنامہ سیاسی اخبار کے اجرا کے لیے اقدام کر رہے ہیں۔

مقدمۂ دوم

سلاطینِ چک کے عظیم اور قابلِ فخر کارنامے

خواجہ اعظم دیدہ مری[۱] اور حسن[۲] نے خاندان چک کے بانی لنگر چک کے سلسلۂ نسب کے بارے میں عجیب و غریب روایتیں بیان کی ہیں۔ چونکہ یہ روایتیں نوع بشر کی تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں اس لئے ان کا ذکر کرنا باعث طوالت ہوگا۔

چک خاندان راجہ سہدیو ۷۰۱ھ ہجری تا ۷۲۰ھ ہجری (مطابق ۱۳۰۱ء تا ۱۳۲۰ء) کے عہدِ حکومت میں اپنے سربراہ لنگر چک کے ساتھ دردستان (کشن گنگا ویلی) سے ہجرت کر کے کشمیر آیا تھا۔ کتب تواریخ میں اس خاندان کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ شاہ میر کے خاندان کی ہے۔ جب شاہ میر شمس الدین کے لقب سے ۷۴۰ھ ہجری مطابق ۱۳۳۹ء میں تخت نشین ہوئے تو خاندان چک کے افراد پہلے سے ہی یہاں موجود تھے انھوں نے لنگر چک کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا[۳]۔ وہ ترہگام میں رہتے تھے۔ ان کے بارے میں زیادہ کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

بہارستانِ شاہی میں منقول ہے کہ لنگر چک کی اولاد میں پانڈو چک بڑے بہادر، غیور اور انقلابی ذہن کے جنگجو سپاہی تھے۔ وہ سلطان زین العابدین کے عہد میں اپنے قبیلے کے سردار تھے اور لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ انھوں نے بیگاری اور ظلم و جور کے خلاف بادشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ بادشاہ چک افراد سے اپنے محل اور عمارتیں تعمیر کراتے تھے اور انھیں حقِ مزدوری نہیں دیتے تھے۔

جب بادشاہ کامراج گئے تو پانڈو چک اور قبیلے کے دوسرے لوگوں نے وہاں کا محل اور دوسری شاہی عمارتیں پھونک دیں۔ خود پانڈو چک ترہگام کی پہاڑیوں کی طرف چل دیے۔ اور اہل خاندان کو دراؤ (داردستان) کی طرف روانہ کیا۔ جب سلطان کو آگ کی واردات اور پانڈو چک کی بغاوت کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے سپاہیوں کی ایک بڑی جماعت کو ترہگام بھیجا جس نے پانڈو چک

کی املاک کو نذرِ آتش کر دیا۔ اس کے بعد زین العابدین نے دوسری مرتبہ اپنی عمارتیں تعمیر کیں۔

پانڈو چک نے موقع پاتے ہی ان شاہی عمارتوں کو دوسری مرتبہ آگ لگا دی۔ اور دراوٗ کی طرف چل پڑے۔ بادشاہ نے جب یہ دیکھا تو انھوں نے دراوٗ کے لوگوں کو رشوتیں دے کر اپنے ساتھ ملا دیا۔ اور پھر انہی کی مدد سے پانڈو چک کو گرفتار کروایا۔ گرفتاری کے بعد پانڈو چک تمام اہل وعیال اور چھوٹے بڑوں سمیت سلطان کے روبرو پیش کیے گئے۔ سلطان نے ان کے اہل کنبہ کو جو جنگ کے قابل تھے موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود پانڈو کو بھی پھانسی دے دی۔

سلطان نے پانڈو چک کی عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو کوارل کے دور دراز گاؤں میں ڈھکیل دیا۔ کچھ عرصے کے بعد جب یہ بچے حدِ بلوغ کو پہنچے تو انھوں نے گاؤں کے دوسرے لوگوں کے ساتھ میل ملت بڑھا دی۔ یہاں تک کہ نائکوں اور چکوں کے درمیان رشتہ بھی ہونے لگا۔

پانڈو چک کے بیٹوں میں ایک کا نام حسین چک تھا۔ وہ باپ (پانڈو چک) کے مرنے کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ حسین چک کے دس بیٹے تھے اور ترہگام کے چک خاندان کے افراد انہی کی اولاد سے تھے[۱] حسین چک کے بارے میں بجز اس کے اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ انھیں بادشاہ زین العابدین نے الطاف واکرام سے ممتاز کیا تھا[۲] جب میر شمس الدین عراقی مذہب تشیع کی اشاعت کے لئے کشمیر آئے تو پانڈو چک، حسین چک اور کاجی چک نے مذہب امامیہ قبول کیا[۳] ترہگام کے چک شیعہ مسلک کے پیرو تھے۔

چک خاندان کی دوسری شاخ گلگت سے آکر شمس چک ولد لہت چک کی سربراہی میں کپواڑہ میں آکر پھیل گئی۔ شمس چک (متوفی ۹۰۸ھ ہجری مطابق ۱۵۰۲ء) کشمیری امرا میں شمار ہوتے تھے اور انھیں سید محمد بیہقی کی حمایت حاصل تھی۔ سلطان فتح شاہ کے عہد میں وہ بڑی قوت کے مالک تھے۔

چکانِ کپوارہ متعصب سنّی تھے اور ہمیشہ ماگریوں کے ساتھ سازباز کر کے ترہگام کے چکوں کے ساتھ برسرِ جنگ رہتے تھے اور ان کے استیصال کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں چھوڑتے تھے[۴]

ترہگام کا چک خاندان کشمیر میں ۳۲ سال تک تاج وتخت کا مالک رہا۔ یہ لوگ جذبۂ حب الوطنی سے سرشار تھے۔ ملک کی سالمیت اور اس کا تحفظ کرنا ان کا بلند نصب العین تھا۔ وہ ہمیشہ بیرونی مداخلت کے خلاف وطن کی حفاظت کرنے میں جان کی بازی لگاتے تھے۔ جبھی ماگرے، کپواری چک اور دوسرے مفاد پرست کشمیری امرا مغلوں کے ساتھ کشمیر کا سودا کرنے کے لئے کشمیر پر حملہ آور ہوتے تھے تو ترہگام

کے یہ غیور چک انھیں بھاری جانی نقصان پہنچا کر مغلوب کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ جب کبھی شاہانِ مغل کشمیر پر دھاوا بولتے تھے تو یہ لوگ لشکرِ مغل کے سروں کا منارہ بناتے تھے۔

سلاطین چک بڑے مدبّر اور دور اندیش تھے۔ اسی لئے بابر، ہمایوں اور اکبر اعظم کے حملوں کو آخری دم تک ناکام بناتے رہے۔ اگر وہ چاہتے تو حکومت ایران کی طرف رجوع کرتے۔ اس زمانے میں سلطنت صفویہ بڑی مضبوط تھی اور شاہ طہماسپ صفوی زبردست طاقت کے مالک تھے۔ انھوں نے ہی ہمایوں بادشاہ کو تخت سلطنت پر دوبارہ بٹھایا تھا۔ آخر کار شہنشاہ اکبر کشمیری علماء و امراء کو رشوتیں دے کر اپنے سیاسی مقصد میں کامیاب ہوئے۔ انھوں نے مذہبی منافرت کی بنیادوں پر کشمیریوں کی خودمختاری کو طاقت کے بل پر سلب کر کے انھیں مغلوں کا غلام بنایا۔ حکیم غلام صفدر ہمدانی نے بالکل صحیح کہا کہ:-

> "شیعان کشمیر کو ہی یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ انھوں نے کبھی بھی وطن کی آزادی کے ساتھ سودے بازی نہیں کی۔ مرزا حیدر کاشغری نے اپنے عہد حکومت میں شیعانِ کشمیر پر مصائب اور مظالم کے پہاڑ ڈھائے۔ ان کا قتل عام کرایا۔ ان کے مکانات اور خانقاہیں جلائی گئیں۔ مذہبی رہنماؤں اور بزرگوں کو قتل کرایا۔ لیکن ان بے پناہ اور انسانیت سوز مظالم کے باوجود شیعہ مسلمانوں نے وطن سے غداری نہیں کی۔ جس وقت مرزا حیدر یہاں کے شیعہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتا تھا اس وقت ایران کا تاجدار شاہ طہماسپ تھا جس کے پاس اکبر کا باپ ہمایوں بادشاہ بحیثیت پناہ گزیں گیا تھا۔ اگر شیعانِ کشمیر اس وقت ایران کے تاجدار سے رجوع کرتے اور اس کو اپنی بربادی اور تباہی کی داستان سناتے تو نہ ہمایوں کو ہی مدد ملتی اور نہ مغل سلطنت ہندوستان میں قائم ہوجاتی۔ اس وقت خود ہندوستان کی طاقت اتنی کمزور تھی کہ ایران کا بادشاہ آسانی سے اس ملک کو فتح کرتا اور کشمیر کو بھی اپنے زیر نگیں لاسکتا۔ مگر شیعان کشمیر نے سختیاں جھیلیں اور گوناں گوں مصائب برداشت کئے لیکن وطن کا سودا نہیں کیا اور نہ ملک سے غدّاری کی۔[۲۴]"

تاریخ کشمیر چکوں کی حبّ الوطنی، حریّتِ آزادی اور بے مثل بہادری کے کارناموں سے لبریز ہے۔ وہ بڑے دلیر، باہمت اور طاقتور تھے۔ عدل و انصاف ان کا شعارِ زندگی تھا۔ وہ سچے سب

سپاہی پیشہ اور جنگجو تھے۔ حسن [illegible] سے ان کی بہادری کے بارے میں زوال سلطنت کے کوئی تین سو سال کے بعد لکھتے ہیں کہ :-

"قوت و شجاعت و دلاوری و شوکت و سپاہ گری و مبارزت در ذات چکان اصلی و جبلی بود۔ یکے از نسل چکانِ ترہگام پیش خدمت سردار عظیم خان شدہ بود۔ کلاہ تتری بر سر و کفش اوزبکی در پائے۔ مسلح و مکمل ہمرکاب سردار می رفت و بالائے او با ہودجِ فیل برابر بالا بود و سردار را از ہودج فیل برداشتہ بزیر می آورد[۹]"

ملک کاجی چک

لنگر چک کی اولادوں میں ملک کاجی چک سر فہرست ہیں۔ تاریخ کشمیر میں انھیں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ وہ دو عظیم المرتبت کارناموں کی وجہ سے مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ انھوں نے شیعہ مذہب کی ترویج و اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔ دوسرے یہ کہ انھوں نے سلطنت چک کے قیام کے لئے زمین ہموار کی تھی۔

وہ میر شمس الدین عراقی کے فدائی تھے۔ اول الذکر نے ان کی وزارت کے لئے پیشین گوئی کی تھی اور ان سے عہد لیا تھا کہ وہ اپنے دورِ اقتدار میں عدل و انصاف، رعایا پروری اور مذہب امامیہ کی اشاعت کے لئے تندہی اور ایمانداری سے کام کریں۔ اس سلسلے میں مصنف بہارستان شاہی کہتا ہے کہ

"ایں طائفۂ چکاں ہیچ وجہی نہ داشتند کہ سامان و ہیاٰ لشکر سازند۔ پیش حضرت میر شمس الدین محمد عراقی جہت التماسِ خرچ راہی آمدند۔ و ہر رنگ چک را ہمراہ آوردند۔ کہ ایں پسر ملک شمس چک است۔ باشد کہ حضرت میر شمس الدین بطفیلِ او خرجی عنایت کند۔ و چوں آنحضرت آمدہ عرض احوالِ خود کردند۔ باوجود آنکہ از پنج شش کس زیادہ نہ بود۔ و امیدواری ایشان را صد ترک برنج و پنجاہ ترک آرد و مبلغ دو لک پلِ نقد عطا نمود۔ و از جماعت ایشان ملک کاجی چک را بنظر شفقت مخصوص فرمود و گفت کہ ایں ملک زادہ گوشِ بریدہ را پیش بیاورید۔ و ملک کاجی چک را در جنگ سوپور ہنگامِ شبخونِ شمس چک گوش بریدہ شدہ بود و آنحضرت او را پیش خود آوردہ فرمود کہ حضرت قادر با قدرت حکومتِ ایں ولایت و تصرفِ ایں مملکت بہ تو مسلّم

خواہد ساخت ۔ می باید کہ طریق معدلت و رعیت پروری و قاعدۂ نصفت و مرحمت گستری شعار خود سازی ۔ و ہمگی ہمت تمامی و نہمت خود بہ ترویج دین اسلام و رونق ملت سیّد انام علیہ الصلوٰۃ والسلام مصروف داری ۔ ملک کاجی چک ازیں سخن ترسید کہ کسے بگوش ملک موسیٰ رینہ ایں سخن نہ رساند ترساں و ہراساں پیشِ آنحضرت سجدۂ تعظیم بجا آورد و گفت کہ محلا ہمیں سوگند می خورم کہ ہر چہ حضرتِ میر مرا فرمائید بجان و دل قبول کردم ۔ اگر حق تعالیٰ مرادِ دولت رساند از فرمانِ حضرت ایشان تخلف و تجاوز نہ ورزم و قدم از دائرۂ حکم بیروں نہ نہم ۔ چوں ایں سخن ادا کرد ۔ حضرت میر شمس الدین قدس سرۂ دستار بزرگی کہ بر سر داشتند آں را بر سر ملک کاجی چک نہاد کہ ایں تاج دولت و افسر حکومت بہ تو دادم ۔ بروید کہ عنقریب بدولت خواہد رسید"

ملک موسیٰ رینہ (متوفی ۹۱۶ھ ہجری) کے بعد ۹۲۴ھ تک ابراہیم ماگرے، ملک عثمان اور جہانگیر پڈرو یکے بعد دیگرے منصب وزارت پر فائز رہے ۔ جب ۹۲۱ھ میں سلطان فتح شاہ تیسری مرتبہ بادشاہ ہوئے تو ملک کشمیر چار حصوں میں منقسم ہوا ۔ ایک حصّہ کے مالک فتح شاہ رہے ۔ دوسرا حصّہ جہانگیر پڈرو تیسرا حصّہ شنکر رینہ اور چوتھا حصہ ملک کاجی چک کو دے دیا گیا اور چاروں امراء اپنے اپنے حصّے پر متصرف رہے ۔ بادشاہ برائے نام تھا ۔ تین سال کی جنگ و جدل کے بعد جب سلطان محمد شاہ (متوفی ۹۴۴ھ) چوتھی بار ۹۲۴ھ میں بادشاہ ہوئے تو انھوں نے ملک کاجی چک کو وزیر اعظم بنایا ۔ اس مرتبہ محمد شاہ نے سکندر لودی بادشاہ دہلی کی فوجی کمک سے کشمیر پر قبضہ کیا تھا ۔ سکندر لودی کی فوج کو واپس بھیجنے کے لئے محمد شاہ خود نوشہرہ تک گئے تھے اور کشمیر میں اپنی جگہ پر کاجی چک کو قائم مقام بنایا تھا ۔ ابھی بادشاہ نوشہرہ سے نہیں لوٹے تھے کہ برفباری سے تمام پہاڑی راستے آمد و رفت کے لئے بند ہو گئے تھے ۔ اور وہ یہاں نہیں آسکے ۔

ادھر لوہر ماگرے اور نصرت رینہ نے اپنے چند حواریوں کے ساتھ ملک کاجی چک کے خلاف بغاوت شروع کر دی اور قلعہ ناگام میں صف آرا ہوئے ۔ آخر کار ذالڈگر کے میدان میں گھمسان کا رن پڑا جس میں نصرت رینہ ڈھیر ہو گئے ۔ لوہر ماگرے نے راہ فرار اختیار کی ۔ ان کے بہت سے آدمی مارے گئے ۔ ملک کاجی چک کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی لڑائی میں

کٹ گئی تھی[۱۱]

۹۲۶ھ میں جہانگیر پڈرو نے بمقام پانپور کاجی چک کے خلاف بغاوت کی کاجی چک نے ان کی سرکوبی کے لئے اپنے بیٹے مسعود چک کو بھیجا۔ چوں کہ جہانگیر پڈرو کو لڑنے کے لئے ہمت نہ ہوئی اس لئے وہ گدا ملک کے ساتھ گریز بھاگ گئے[۱۲]

۹۲۷ھ میں ابدال ملک، لوہر ماگرے اور ملک عیدی رینہ نے سکندر خان فرزند سلطان فتح شاہ کو اپنا ہمنوا بنایا اور کاجی چک کے خلاف رایت بغاوت قلعہ ناگام میں بلند کیا۔ ادھر گریز سے جہانگیر پڈرو اور گدائے ملک نے پرگنہ لار میں شورش برپا کی۔ کاجی چک نے اپنے دو بیٹوں مسعود چک اور دولت چک کو جہانگیر پڈرو کے مقابلے میں روانہ کیا اور خود سکندر خان کی جماعت پر حملہ کیا۔ گدا ملک مارے گئے۔ سکندر خان ہندوستان کی طرف بھاگ گئے۔ جہانگیر پڈرو بھی بہ طرف ہند فرار ہوئے اور ملک کاجی چک سرخرو ہوئے[۱۳]

کاجی چک کی روز بروز بڑھتی ہوئی قوت سے کشمیری امرار کے حوصلے پست ہو گئے۔ وہ سازش میں مصروف رہے اور ان کے استیصال کے لیے سرگرم عمل رہے۔ ان باغیوں نے سلطان محمد شاہ کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ سلطان نے ۹۳۰ھ (مطابق ۲۴-۱۵۲۳ء) میں ملک علی، لوہر ماگرے ابدال ملک اور ریگی چک سے ساز باز کر کے ملک کاجی چک کو وزارت کے عہدے سے معزول کیا۔ جب کاجی چک کو اس سازش کا حال معلوم ہوا تو وہ نوشہرہ کی طرف روانہ ہوئے[۱۴]

بابر کی شکست

اسی اثنار میں بابر بادشاہ نے قوچک بیگ اور شیخ علی بیگ کی سربراہی میں ترکوں کے لاؤ لشکر کے ساتھ کشمیر پر حملہ کیا۔ جب اس کی اطلاع نوشہرہ میں ملک کاجی چک کو ہوئی تو انھوں نے اپنے دو بیٹوں غازی خان اور حسین خان اور دوسرے لوگوں کے تعاون سے تمام راستوں اور دروں پر پہرہ بٹھا دیا اور غازی خان و حسین خان کو جن کی عمر سترہ اٹھارہ سال سے زیادہ نہ تھی دشمن کے مقابلے میں بھیج دیا۔ دونوں بھائیوں نے مٹھی بھر جماعت کے ساتھ پردۂ شب میں لشکر بابری پر حملہ کر دیا۔ حسین خان نے اس معرکے میں بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ وہ علی بیگ کے خیمے میں در آئے اور ان پر تلوار کے تین وار کیے۔ شیخ علی بیگ نے پہلی مرتبہ تکیے کی آڑ لی جو حسین خان کی ضربت شمشیر سے دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوا۔ دوسری مرتبہ انھوں نے

نے تانبے کی پلیٹ کو سپر کے طور پر استعمال کیا۔ اس کے بھی دو ٹکڑے کیے گئے۔ تیسری دفعہ جب حسین خان کا وار ہونے لگا تو وہ چارپائی کے نیچے چھپ گئے اور پھر جان بخشی کی درخواست کی۔ اس لڑائی میں بہت سے مغل سردار اور سپاہی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ بہتوں کو گرفتار کیا گیا اور بچے کھچے سپاہی الٹے پاؤں بھاگ گئے۔ لڑائی میں حسین خان بھی مجروح ہوئے تھے اور ان کے بدن پر نو تیر پیوست ہو کر لٹکتے تھے، غازی خان نے بھی کئی مغل سرداروں کو موت کے حوالے کیا تھا۔[۵۱]

نفسیاتی طور پر دیکھا جائے کہ معزولی کے بعد ملک کاجی چک نوشہرہ میں جلائے وطن کی زندگی گزارنے اپنے دو کمسن بیٹوں کے ساتھ گئے تھے۔ اس زمانے میں وہ رنجیدہ اور پریشان تھے۔ حب الوطنی کا جذبہ اس قدر غالب آگیا تھا کہ بے سروسامانی کی حالت میں شہنشاہ بابر کی فوج کے چھکے چھڑا دیے اور انھیں کشمیر کی سرزمین پر قدم رکھنے نہیں دیا۔

جب بابری فوج کی شکست اور ملک کاجی چک کی فتح کی اطلاع سلطان محمد شاہ کو ملی تو انھوں نے گذشتہ کینہ و عداوت کے ناگوار واقعات کو فراموش کیا اور محبت و یگانگی کے خطوط ملک کاجی چک کے نام لکھ دیے اور انھیں کشمیر آنے کی استدعا کی۔ محمد شاہ کے اس عہد و پیمان کے بعد ملک کاجی چک سری نگر آئے۔ ان کے ساتھ سلطان فتح شاہ کے بیٹے شہزادہ سکندر خان بھی پابند زنجیر تھے۔ سکندر خان ہی دراصل مغلوں کو کشمیر پر حملہ کرانے کے ذمہ دار تھے۔ سلطان محمد شاہ نے ملک کاجی چک کو دوبارہ وزیر بنایا۔ بادشاہ نے سکندر کی آنکھیں نکلوائیں۔ ان کی اس حرکت پر کاجی چک ناراض ہو گئے۔ اسی دوران کچھ ہامہ میں ماگریوں نے علی ملک کی سرکردگی میں کاجی چک کے خلاف پھر علمِ بغاوت بلند کیا۔ کاجی چک نے ان سب کو شکست دی اور علی ملک کو قید کیا۔ بعد میں وہ بھی نوشہرہ کی طرف بھاگ گئے۔[۵۲]

سلطان محمد شاہ عہد و پیمان توڑ کر کاجی چک کے خلاف پھر سازشیں کرنے لگے۔ کاجی چک نے ملکی انتظام کے مفاد اور بادشاہ کے دوغلہ کردار کے پیش نظر ان کو تخت سلطنت سے برطرف کر کے لدکہ (لوہ کوٹ) کے درے میں قید کیا۔ پھر ان کے بیٹے ابراہیم شاہ کو برائے نام بادشاہ بنایا اور سلطنت خود کرنے لگے۔ یہ ۹۳۴ھ کا سال تھا۔[۵۳]

ماگریوں کی ترغیب پر بابر کا دوسرا حملہ

اُدھر نوشہرہ میں ملک علی اور ملک ریگی چک ماگریوں کی جماعت کے ساتھ شامل ہو گئے اور کشمیر کا سودا کرنے کے لیے ملک کاجی چک کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ اس کے بعد یہ لوگ ابدال

ماگرے کی قیادت میں شہنشاہ بابر کے پاس پہنچ گئے اور ان کو کشمیر پر دوبارہ حملہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ بابر نے خوب رشوتیں دے کر ان کا خیر مقدم کیا اور شیخ علی بیگ اور محمد خان کو حکم دیا کہ وہ کشمیری امراء کے ہمراہ کشمیر پر حملہ کریں۔ چنانچہ ۹۳۵ھ (مطابق ۱۵۲۸ء) میں ماگریوں کی رہنمائی اور پشت پناہی پر مغل فوج جس کی تعداد بیس سے اٹھائیس ہزار تک بتائی جاتی ہے کشمیر میں داخل ہوگئی۔ یہاں سے کاجی چک مقابلے کے لیے نکلے۔ موضع بانگل میں خونریز جنگ ہوئی جس میں کاجی چک کے نامور سپاہی سہہ چک، مسجی چک، تازی چک اور سرسنگ چک وغیرہ کام آئے۔ کاجی چک نے داد شجاعت خوب دی لیکن شکست کھائی اور اپنے کو بچانے میں گکھر کی طرف کامیاب ہوئے۔ ماگریوں نے اس موقع پر محمد شاہ کو بادشاہ بنایا۔

کاجی چک کی شکست کے بعد ابدال ماگرے وزیر ہوئے۔ اس نے کشمیر کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے پر خود قابض رہے۔ دوسرا لوہر ماگرے کو تیسرا ریگی چک کو اور چوتھا حصہ علی ملک کے قبضے میں دیا۔ شیخ علی بیگ کو رشوتیں دے کر رخصت کیا۔[۱۲]

مرزا کامران کا حملہ

جب کشمیر چار امراء کی ملکیت میں بٹ گیا تو انتظامی امور میں خلل پڑنے لگا۔ اس نااتفاقی اور افراتفری کا فائدہ مغلوں نے اٹھایا۔ ۹۳۸ھ (مطابق ۱۵۳۱ء) میں مرزا کامران نے اپنے بھائی ہمایوں بادشاہ کے تعاون سے محرم بیگ اور شیخ علی بیگ کی سربراہی میں تیس ہزار نامور اور بہادر سواروں کے ساتھ کشمیر پر حملہ کیا۔ خود کامران نے نوشہرہ میں توقف کیا۔ امرائے کشمیر یہ خبر سنتے ہی اٹک کی طرف مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ مغل فوج تیزی کے ساتھ سری نگر میں داخل ہوئی انھوں نے شہر پر قبضہ کیا۔ شہر میں آگ لگائی اور لوگوں کا قتل عام کیا۔ ابدال ماگرے، لوہر ماگرے، ریگی چک اور علی ملک بیہرہ اوڈر کے قلعہ میں جمع ہوئے۔ مغلوں نے انھیں یہاں بھی شکست دی پھر انھوں نے آپس میں مشورہ کر کے متفقہ طور پر کاجی چک کے پاس تیز سوار قاصد کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ یہ ملک آپ کا ہے اور اسے بیرونی طاقتوں سے بچانا آپ کا فرض ہے۔ آپ آئیے اور ہم سب لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ ملک کا دفاع کرنا آپ کے لیے ضروری ہے۔

کاجی چک چونکہ محب وطن تھے۔ یہ پیغام سنتے ہی اپنے بیٹوں اور ساتھیوں کے ساتھ سری نگر پہنچے۔ اور انھوں اجن کے مقام پر امرائے کشمیر سے مل گئے۔ ان کی آمد سے کشمیریوں کا حوصلہ بڑھا۔ یہ

اتحاد کشیریوں کی قوت کا باعث ہوا اور انھوں نے جنگ آزمائی پر کمر ہمت باندھی اور مغلوں کو پسپا کر دیا۔ اتھواجن میں کاجی چک اور مغلوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔ آخر کار محرم بیگ نے مغلوں کی زبوں حالی دیکھ کر عاجزی سے صلح کی درخواست کی۔ کاجی چک نے خوشی سے اسے منظور کیا۔ اور بچی کھچی مغل فوج بارہمولہ کے راستے سے اپنا سا منھ لے کر واپس چلی گئی۔[۱۹]

مرزا کامران کی واپسی کے بعد ملکِ کشمیر پانچ امرا میں منقسم ہوا۔ ایک حصّہ ملک کاجی چک کو دے دیا گیا۔ ان کی جائے اقامت زینہ پور میں مقرر کی گئی۔ دوسرا حصّہ بانگل مع منصب وزارت ابدال ماگرے کو۔ تیسرا حصّہ کامراج کا ملک ریگی چک کو۔ چوتھا حصہ پرگنۂ ولر کا ملک علی کو۔ ایک حصّہ بطور جاگیر و تنخواہ کے سید ابراہیم خان کو ملا۔ بقول حسن پانچواں حصہ لوہر ماگرے کو دیا گیا تھا۔ اس طرح ایک سال ان تمام امرا میں باہمی اتفاق سے گزرا۔

مرزا حیدر کا حملہ

۹۳۹ھ (مطابق ۱۵۳۲ء) میں سلطان سعید خان والیِ کاشغر نے لداخ پر حملہ کیا۔ انھوں نے لداخ کے صوبہ تبرا پر قبضہ کیا۔ خود وہ لداخ میں ہی ٹھہرے۔ اسی دوران موسم سرما کی وجہ سے راستے بند ہوگئے۔ لداخ میں سعید خان کے قیام لشکر کے لیے گنجائش نہیں تھی۔ اس لیے انھوں نے اپنے بیٹے سکندر خان کو مرزا حیدر کاشغری کی سربراہی میں ۷ ہزار سواروں کا لشکر گراں کشمیر پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ ترک لشکر لار کے علاقے سے سری نگر میں داخل ہوگیا۔ شہر کے لوگ ان کے خوف و دہشت سے درّوں اور پہاڑوں میں چھپ گئے۔ مرزا حیدر کچھ دنوں کے لیے سری نگر نوشہرہ میں ٹھہرے۔ اس کے بعد وہ کامراج کی طرف روانہ ہوئے۔ مرزا حیدر نے قتل عام کا بازار گرم کیا۔ جو جہاں پر نظر آتا تھا اس کو وہیں پر قتل کرتے تھے۔ شہر کو خاکستر کیا۔ امرا ڈر کے مارے قلعۂ ہانجک میں پناہ گزیں ہوئے۔ قتلِ عام کے بعد مرزا نے عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا۔[۲۰] مصنفِ تاریخ کشمیر کہتا ہے کہ

> "اہل شہر از سطوت و ہیبت کاشغریاں جلائے وطن اختیار کردہ در شعاب جبال و مغارہ و زوایا پنہاں گردیدند۔ و در قلمروِ کشمیر حیض و بیض و ہرج و مرج افتاد۔ و علما و فضلا و اکابرانِ شہر در جزیرۂ لنک میانِ تالاب اُولر منزوی گشتند۔ و امرائے کشمیر در قلعۂ ہانجک محصور نشستند و مرزا حیدر چند روز در نوشہرہ اقامت کردہ بجانب کامراج یورش نمود۔ ہر جا کہ می رسید، دست نہب و غارت دراز کردہ

مرداں راقتل عام ساخت وزنان وطفلاں بہ اسیری وغلامی می برد"[21]

مصنف بہارستان شاہی نے مرزا حیدر کی سفاکی اور خونریزی تفصیل سے بیان کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:-

"اہل شہر و مردم مملکت ہمہ جلائے اوطان کردہ، شواہقِ جبال و جزائر بحار ملجا و ماوا گرفتند۔ ولشکر مغل بہرجا کہ می رسیدند مردم را قتل می کردند و کشا کشی و خونریزی بے نہایت نمودند۔ اسباب واشیاء و املاک مردم را غارت می کردند۔ وعورات و اطفال را اسیری وغلامی می بردند و از بے باکی و نہایت بے دینی شہر اسلام دارالحرب می پنداشتند وخونِ مسلمانان راشیر مادر خود می دانستند۔ جملہ قضاۃ وعلماء و فضلاء جلائے وطن نمودہ بجزیرہ لنگ پناہ گرفتہ بودند"[22]

علماء اور مجتہدین کشمیر نے ایک زبان ہو کر فتویٰ جاری کیا کہ جو کشمیری مرزا حیدر کی فوج کے خلاف لڑتے لڑتے مرجائے گا وہ شہید ہوگا۔ اس حکم جہاد سے کشمیریوں کے حوصلے بلند ہوئے۔ چنانچہ صحرائے بابل کرو (مازنٹڈ) میں کشمیریوں اور ترکوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ کشمیریوں نے اعلیٰ پیمانے پر جوہر شجاعت اور مردانگی دکھائی۔ ان کے ۱۶ سو سپاہی کھیت پڑ گئے۔ وہ لوگ کمی تعداد کی وجہ سے مغلوب ہوئے۔ جب یہ حال ملک کاجی چک نے دیکھا تو انھوں نے فوج کی کمان خود سنبھالی اور دن رات ترکوں سے جنگ لڑتے رہے۔ آخر کار ترک لڑتے لڑتے عاجز آگئے۔ اس اثنا میں مرزا حیدر اور دائم علی بیگ میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور آخرالذکر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگیا۔ مرزا حیدر اپنے بچے کھچے سپاہی ساتھ لے کر لار کے راستے سے واپس چلے گئے۔ تاریخ کشمیر میں یہ واقعہ یوں مندرج ہے:-

"بعد ازاں کاجی چک و امرائے مملکت باوجود ہزیمت باز جمعیت کردہ درپئے انتقام ترکان مستعد شدند و بہ محاربات بسیار و شبخونہائے بے شمار دمار از ترکان برآوردند۔ ہرجا کہ مغلان نزول می کردند امرائے کشمیر دنبال آنہا می بودند، ہیچ روزے از حرب و ضرب و شبخون خالی نمی گذاشتند۔ عاقبت مغلان از جدال و قتال بہ تنگ آمدہ۔ خواہان صلح شدند...... و از راہ لار بہ مراجعت و معاودت پرداخت"[23]

مرزا حیدر کے واپس چلے جانے کے بعد امرائے کشمیر یعنی ابدال ماگرے، لوہر ماگرے، ریگی چک، علی رینہ اور کاجی چک ملک کی سابقہ تقسیم پر قائم رہے اور ہر ایک اپنے اپنے حصے پر تین سال تک قابض و متصرف

رہا۔ اس عرصے میں کشمیر میں امن و امان رہا۔ کسی نے کسی کے خلاف محاذ آرائی نہیں کی۔ بلکہ آپس میں محبت، یگانگی اور میل ملت کا مظاہرہ کرتے رہے۔ اسی دوران ۹۴۳ھ (مطابق ۱۵۳۶ء) میں سلطان محمد شاہ کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے سلطان شمس الدین ثانی تخت نشین ہوئے۔ وہ برائے نام بادشاہ تھے۔ عنان حکومت ملک کاجی چک کے ہاتھ تھی اور وہی سلطنت چلاتے تھے۔ شمس الدین ایک سال تک برائے نام حکومت کر کے قضا کر گئے۔[۲۴]

شمس الدین کی وفات کے بعد ان کے دوسرے بھائی سلطان اسماعیل شاہ ۹۴۵ھ (مطابق ۱۵۳۸ء) میں بادشاہ ہوئے۔ وہ بھی برائے نام تھے۔ سلطنت کا نظم و نسق کاجی چک ہی چلاتے تھے۔ ان کی اس بڑھتی ہوئی قوت کے خلاف ماگریوں نے پھر سازش اور بغاوت کا علم اٹھایا۔ سوپور میں فریقین کے درمیان زبردست گھمسان کا رن پڑا۔ اگرچہ کاجی چک کی طرف سپاہیوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن دولت چک اور سید ابراہیم بیہقی نے جس ثابت قدمی اور بہادری کا مظاہرہ کیا اس نے میدان جنگ کا پانسہ ہی پلٹ دیا اور نتیجے میں ماگریوں کو شکست کھانی پڑی۔ ان کے بہت سے سردار اور امراء تہہ تیغ کر دیے گئے۔ تاریخ میں اس لڑائی کے بارے میں درج ہے کہ:۔

"باقی جمعیت ماگریاں ہزیمت خوردہ بجانب ہندوستان گریختند۔ و دراں محاربہ ایں طائفہ سادات بیہقی چناں دست برد بر جماعت ماگریاں کشودند کہ اگر سام نریماں می دید۔ زبان ثنائے بر مبارزت ایشاں می کشودے۔
ایں جنگ در سال نہصد و چہل و پنجم ہجری بود "[۲۵]

شکست کے بعد ابدال ماگرے، ریگی چک اور دوسرے امرائے کشمیر ہندوستان کی طرف بھاگ گئے اور ملک کاجی چک فاتح کی حیثیت سے سری نگر آئے اور سلطنت کے کاروبار میں مصروف رہے۔

کاجی چک کا بڑھتا ہوا اقتدار ابدال ماگرے، ریگی چک اور دوسرے امرائے کشمیر کی آنکھوں میں کھٹکتا رہا۔ اور وہ ہندوستان میں ان کے استیصال اور کشمیر کی سودا بازی کے لیے سازشوں میں مصروف رہے۔ چونکہ بے بس تھے اس لیے انھوں نے مذہب کی آڑ لے کر مرزا حیدر کاشغری اور خواجہ باندے کشمیری کی وساطت سے ہمایوں بادشاہ کو کشمیر میں شیعہ مسلک کی ترقی و ترویج کا رونا رو دیا۔ اور کتاب احوط کے بہانے سے جس کا ذکر میر شمس الدین عراقی کے

سلسلے میں ہو چکا ہے بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ کشمیر پر حملہ کرکے اُسے اپنی سلطنت میں شامل کریں۔ اس وقت ہمایوں نے شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھائی تھی۔ اس لیے انھوں نے کشمیری امرا کی درخواست مسترد کردی۔ تاریخ کشمیر کے صفحات میں یہ ناخوشگوار واقعہ یوں مندرج ہے۔

"چوں ابدال ماگرے وریگی چک از جنود اہل سنت وجماعت بودند۔ وبہ سبب تغلّب کاجی چک درجنگ سوپور ہزیمت خوردہ بہ جانب پنجاب خراب و آوارۂ اوقات گزاری می کردند۔ درآں حال فرزندان خود در پیش گاہ ہمایوں بادشاہ بامیّد معاونت ومعاضدت فرستادند۔ ودرآں جا بوساطت میرزا حیدر وخواجہ بانڈے بخدمت ہمایوں بادشاہ حقیقت استیلائے متابعان شمس عراقی بہ شیوع مذہب تشیّع مفصل عرضداشتہ کتاب احوط تصنیف میر شمس عراقی بعینہٖ گزرانیدند وبرائے اصلاح مذہب وفرستادن افواج بکشمیر التماس نمودند۔ دراں ایّام ہمایوں شاہ ازدست شیر خان افغان ہزیمت خوردہ وارد لاہور شدہ بود۔ وموجب خواستگاری امرائے کشمیر عزم عزیمت ایں حدود بخاطر خود جزم نمود۔ امّا مرزا ہندال اورا ازیں خیال بازداشت ...... والتماس امرائے کشمیر را التفات نہ نمود" ۲۶

مرزا حیدر کا حملہ

ہمایوں بادشاہ کے انکار کے بعد ابدال ماگرے اور ریگی چک وغیرہ نے مرزا حیدر کاشغری کی طرف الحاق کشمیر کے بارے میں رجوع کیا۔ اور انھیں اپنی بھرپور حمایت کا یقین دلاکر کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ مرزا حیدر کشمیریوں کی درخواست پر ایک فوج گراں کے ساتھ چیرہ ہار کے راستے سے وارد کشمیر ہوئے۔ یہ ۲۱ رجب ۹۴۷ھ کا واقعہ تھا۔ جب کاجی چک کو خبر ہوئی تو وہ فوراً گنز بل کے درے پر مدافعت کے لیے تیار رہے۔ کشمیری امرا مرزا حیدر سے مل گئے۔ کاجی چک نے جب یہ دیکھا تو وہ بغیر مقابلے کے نوشہرہ چلے گئے اور اس طرح مرزا حیدر بغیر کسی مزاحمت کے کشمیر پر قابض ہوگئے۔ انھوں نے سلطان ابراہیم کو تخت سلطنت سے معزول کرکے سلطان فتح شاہ کے بیٹے نازک شاہ کو بٹھایا۔ وزارت کا خلعت ابدال ماگرے کو پہنایا۔ اور کشمیر کو تین حصّوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصّے پر خود قابض رہے۔ دوسرا اور تیسرا حصّہ ابدال ماگرے اور ریگی چک کو بخشا۔ اسی اثنا میں ابدال ماگرے کا

انتقال ہوا۔ مرزا حیدر نے ان کی جاگیر و منصب ان کے بیٹے حسین ماگرے کو دیا۔

ملک کاجی چک ہمیشہ سے بیرونی طاقتوں کے خلاف تھے۔ وہ مرزا حیدر کے مظالم سے واقف تھے۔ اس لیے انھوں نے حب الوطنی کے جذبے کے تحت بیرونی قبضے کو چھڑانے کے لیے شیر شاہ سوری سے مرزا حیدر کے خلاف امداد طلب کی۔ شیر شاہ نے کاجی چک کا احترام کیا۔ انھیں خان خانانی کا خطاب دے کر ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ جب وہ ہیرہ پور کے راستے سے داخل ہوئے تو ادھر سے مرزا حیدر کاشغری، ریگی چک، عیدی رینہ، حسین ماگرے اور دوسرے سردار نکلے وتھنار کے مقام پر شدت کی جنگ ہوئی۔ کاجی چک نے کمال بہادری کا مظاہرہ کیا۔ چونکہ فوجی طاقت نہایت قلیل تھی اس لیے شکست ہوئی۔ یہ واقعہ ۹۴۷ھ مطابق ۱۵۴۱ء کا تھا۔ ملا یوسف الماس خطیب نے مرزا حیدر کے ہاتھوں تسخیر کشمیر کی تاریخ "فتح مکرر" ۹۴۸ھ یعنی "فتح اول پارسال" و "فتح مکرر" "امسال کہی۔ کاجی چک، دولت چک اور سید ابراہیم بیہقی اپنی مٹھی بھر جماعت کے ساتھ بیرہ ہار کے راستے سے پرونچ (پونچھ) چلے گئے۔[۲۷]

فتح کشمیر کے بعد مرزا حیدر اپنے سیاسی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ریگی چک کے ساتھ خانقاہ میر شمس الدین کی زیارت اور شاہ سید احمد مجذوب کی ملاقات کے لیے زڈی بل گئے۔ مرزا حیدر نے خانقاہ کا طواف کیا اس کو اندر اور باہر سے دیکھا اور میر شمس الدین کے کارناموں کو سراہا۔ انھوں نے ان کے روضے پر فاتحہ پڑھی۔ اور ایک حافظ قرآن خواجہ حافظ اسماعیل سے آیت الکرسی کی تلاوت کرائی۔ اس کے بعد پھر فاتحہ پڑھی اور خضوع وخشوع سے باہر آئے۔ باہر جب آنے لگے تو خانقاہ کی طرف احترام کے طور پیٹھ نہیں کی تھی بلکہ اس کی طرف منھ کر کے الٹے چلے تھے۔ اس کے بعد وہ خانقاہ کے صوفیوں اور درویشوں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ملک ریگی چک نے جب یہ دیکھا تو وہ آتش حسد سے جلنے لگے اور کہا

"ما دریں جا برائے ہمیں گفتگوئے شما آمدہ ایم"؟[۲۸]

اس واقعہ کے بعد مرزا حیدر کو ریگی چک سے رنجش پیدا ہوئی اور وہ ان کے استیصال کے درپے رہے۔ انھوں نے خواجہ حاجی بانڈے، ملک عیدی رینہ اور حسین ماگرے کے مشورے سے کامراج میں ریگی چک کی گرفتاری کے لیے فوج بھیج دی۔ ریگی چک کرناہ کے راستے سے پونچھ میں ملک کاجی چک سے ملے اور ان سے رشتۂ اتحاد مستحکم کیا۔ ادھر مرزا حیدر کا مراج میں ریگی چک کی املاک کو نذر آتش

کر کے واپس اندر کوٹ آگئے۔ ۲۹ے

۹۵۱ھ مطابق ۱۵۴۴ء میں ملک کاجی چک ریگی چک کے تعاون سے کشمیر آئے۔ یہاں گوری مرگ (گل مرگ) میں انھوں نے مرزا حیدر کے خلاف محاذ قائم کیا۔ مرزا حیدر مغلوں اور کشمیریوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ وہاں پہنچے۔ اور ان کا محاصرہ کیا۔ سخت لڑائی کے بعد ملک کاجی چک سید ابراہیم بیہقی اور دوسرے امرا شکست کھا کر پنجاب کی پہاڑیوں کی طرف بھاگ گئے۔ اسی اثنا میں تھنہ کے مقام پر بعارضہ بخار کاجی چک کا انتقال روز جمعہ ۲۳ جمادی الاخر ۹۵۱ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۵۴۴ء کو ہوا۔ "فوت سردار" تاریخ وفات ہے جس سے ۹۵۱ کے اعداد نکلتے ہیں۔ ۳۰ے

کاجی چک کی بہادری

کاجی چک نہ صرف قبیلۂ چک کے ہی سردار تھے بلکہ وہ قوم و وطن کے محافظ، نگہبان اور سپاہ سالار تھے۔ انھوں نے اپنی غیر معمولی شجاعت کے کارناموں سے ہمیشہ مغل افواج کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ تاریخ کشمیر میں ان کی بے مثل بہادری کے عظیم واقعات ہمیشہ کے لیے محفوظ رہیں گے۔ وہ میدان جنگ میں دشمن پر چھا جاتے تھے۔ ان کی بہادری کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ سوپور میں انھوں نے شمس چک (متوفی ۹۰۰ھ) کے چھکے چھڑائے تھے۔ ان کا سارا بدن میدان جنگ میں زخموں سے چور تھا لیکن پائے ثبات میں لغزش نہ آنے پائی۔ اس جنگ عظیم میں انھوں نے وہ پامردی اور داد شجاعت دی کہ تاریخ کشمیر میں اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی ہے۔ اس جنگ کے بارے میں مصنفِ بہارستان شاہی کہتا ہے کہ

> "ملک کاجی چک درآں محاربہ مبارزتے نمود۔ کہ اگر رستم دستان و سام نریمان آں شجاعت و مبارزت می دیدند بر ہفتاد پشتِ او تحسین و آفریں می کردند۔ و بر سر در روئے و تمام وجودِ او چنداں جراحتہا و زخمہا رسید کہ جملہ آشنا و بیگانہ از حیات وے مایوس و ناامید گشتند و بعضے اقربا او را ازآں معرکہ برداشتہ بر مرہم و علاج وے اشتغال نمودند۔ چوں حق تعالیٰ حکومتِ ایں ممالک و سعادات ہائے دینی و دنیوی باو مقرر کردہ بود بلطفِ عمیم خود او را باز حیات بخشیدہ بصحت و سلامت رسید" ۳۱ے

۹۳۵ھ مطابق ۱۵۲۸ء میں موضع بانگل میں شیخ علی بیگ کی قیادت میں شہنشاہ بابر کے لشکرِ گراں سے

ملک کاجی چک کا سخت مقابلہ ہوا۔ بابری لشکر میں سے ایک جوان بہادر جونشۂ شجاعت میں جھوم رہا تھا اور جس کی بہادری کی دھاک چار دانگ عالم میں مچی ہوئی تھی آگرے سے کشمیر کاجی چک کو دیکھنے آیا تھا اور یہاں ہر ایک سے کہتا رہا کہ مجھے کاجی چک کی شکل وصورت دکھا دے تاکہ میں اُسے سے مردانہ وار مقابلہ کروں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے لشکر سے نکل کر ملک کاجی چک کی فوج کی طرف آیا اور چلایا!—

"کاجی چک کیست؟ کہ باو جنگے خواہم کرد۔ باید کہ از فوجِ خود بیروں برآید۔
بیک دیگر ساعتے بگردیم و یک دیگر را بیازمائیم!"

ملک کاجی چک نے جب دیکھا کہ وہ جوان مرد ہوا کے گھوڑے پر ان کی طرف للکار رہا ہے تو وہ اپنی فوج کو ہٹا کر اس کی جانب قدم اٹھانے لگے۔ مغل جوان نے بھی اپنے گھوڑے کو بڑے کروفر کے ساتھ ان کی سمت بڑھایا۔ اس نے حملہ کرنے میں سبقت کی اور کاجی چک کے سر پر شمشیرِ برق دم ماری۔ ملک کاجی نے ڈھال سے اپنے سر اور چہرے کو اس کی ضربت سے بچالیا۔ اور پھر دفاع میں اس کی چھاتی پر نیزہ اس زور سے مارا کہ زرہ بکتر اور بھاری ہتھیار پہننے کے باوجود وہ نیزہ ایک بالشت اس کی چھاتی کے پار ہوا۔ جب مغل جوان زخم کھا کر زمین پر گر پڑا تو ملک کاجی چک نے اُس سے کشمیری زبان میں کہا کہ:۔

"ہمیں است کاجی چک کہ از آگرہ تابہ کشمیر برائے جان خود می طلبیدی"

یہ کہہ کر سری نگر کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر مغلوں کی جو حالت دیکھی وہ بھی سنئے:۔

"چوں لشکرِ مغل نزد آں مبارز رسیدند۔ اندک رمقی از و ماندہ بود و باں لشکر گفت کہ ہر کہ در عقب آں مرد (ملک کاجی چک) تازد، جانِ خود را در ورطۂ ہلاک اندازد۔ سرِ خود را در میدانِ مرگ بازد۔
چوں ترکان آں مبارز را دیدند و آں زخم نیزہ ملاحظہ نمودند۔ عنان از دویدن تاختن باز کشیدند و آہستہ آہستہ در عقب او می رفتند" ۳۲ھ

کاجی چک کی رواداری

ملک کاجی چک بڑے روادار اور انصاف پرور تھے۔ جو خوبیاں کسی ملک و قوم کے سردار میں ہونی چاہئیں وہ ملک کاجی چک میں اس معاہدے کے تحت بے کم وکاست پائی جاتی تھیں جو انھوں

نے اقتدار حاصل کرنے سے قبل میر سید شمس الدین عراقی کے ساتھ عدل وانصاف کی بنیادوں پر کیا تھا۔

اپنے دورِ اقتدار میں ملک کاجی چک سے استقلال واستعداد کا دامن کبھی نہیں چھوٹا۔ اور ابتدا سے آخر تک دین اسلام میں چار چاند لگا دئے۔ کبھی ملک وقوم سے اقتدار اعلیٰ کے لیے غداری نہیں کی۔

کاجی چک دشمن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ ان کے جرم کو درگذر کرتے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے مراتب و مناصب میں اضافہ کرتے تھے۔ جو واجب القتل ہوتے تھے ان کی جان بخشی کرتے تھے اور کچھ وقت کے لیے قید میں ڈالتے تھے۔ پھر ان کی خطاؤں کو معاف کر کے انھیں آزاد کرتے تھے لڑائی میں اگر دشمن بھاگ جاتا یا کسی اور کمزوری یا غلطی کا مرتکب ہوتا تھا اس کو بھی چھوڑ دیتے تھے اور کسی کا پیچھا نہیں کرتے تھے۔ تاریخ کشمیر میں ملک کاجی چک کے یہ اوصافِ حمیدہ ان الفاظ میں درج ہیں :۔

"ملک کاجی چک حاکم ایں ولایت ووالیِ ایں مملکت باستقلال واستعداد تمام بود۔ واعلام شرعیہ واسلام درعایت دین انام براوج عزت و ذروۂ کرامت می افراخت۔ و بالحقیقت باحکام سلطنت و پادشاہی ایں ولایت می پرداخت۔ بعضی سران وسردارانِ قبائل وطوائف کہ داعیۂ فساد وفتنہ انگریزی داشتہ علم مخالفت ومعاندت می افراشتند بند می ساخت وحبس وقید ہا می انداخت۔ وبقتل کشتن کسے از ایشان نمی پرداخت۔ بعد از چند مدت از گناہانِ ایشان می گذشت و باز جاگیر بقدر ایشان مسلم وارزانی می داشت۔ و ہر چند بقین خاطرِ دریائے مقاطرش می شد کہ قصدِ جانِ وے دارند۔ اما وے کسے را بقتل نمی رسانید و اولاد و احفادِ او کہ اکنون برسریر سلطنت و تخت و حکومت دم استقلال واستبداد می زنند۔ خواہ دانند یا نہ دانند۔ ہمہ بہ یمن وسعادت واحسان واکرام اوست" ۵۳۳

ملک کاجی چک کی فہم وفراست

ملک کاجی چک امورِ سلطنت اور جوہر شجاعت کی اعلیٰ خوبیوں کے علاوہ فہم وفراست کی

دولت سے بھی مالا مال تھے۔ کتب تواریخ میں ان کی فراست اور دانشمندی کی تعریف کی گئی ہے۔ فرشتہ کہتے ہیں کہ:۔

"محمد شاہ نے ملک کاجی چک کو جو فراست اور عقلمندی میں مشہور و معروف تھے۔ وزارت کا عہدہ سونپا۔ ملک کاجی چک مقدمات کا فیصلہ کرنے میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک شخص (کاتب) کی زوجہ نے اس کی عدم موجودگی میں بے صبری کرکے دوسرا عقد کر لیا۔ یہ شخص ظاہر ہوا اور شوہر اول و دوم کے درمیان مناقشہ ہوا۔ مقدمہ ملک کاجی کے روبرو پیش ہوا۔ فریقین میں سے کوئی بھی شخص اپنے دعویٰ کے سلسلے میں ٹھوس ثبوت پیش نہ کر سکا۔ اور فیصلہ بے حد مشکل نظر آیا۔ ملک کاجی چک نے عورت سے کہا کہ میرے نزدیک تو سچ کہتی ہے۔ اور یہ شخص جو تیرے شوہر اول کا مدعی ہے دروغ گو ہے۔ آ اور تھوڑا سا پانی اس دوات میں ڈال دے تاکہ میں اسی سیاہی سے تیرے حق میں مقدمے کا فیصلہ تحریر کر لوں کہ کاذب مدعی کو تجھ سے کچھ سروکار باقی نہ رہے۔ عورت اٹھی اور اس نے بقدر ضرورت پانی دوات میں ڈالا۔ ملک کاجی نے اور تھوڑا پانی ڈالنے کا حکم دیا۔ عورت نے دوبارہ اس قدر قلیل پانی دوات میں ڈالا جس کی آمیزش سے روشنائی پھیکی نہ ہونے پائی۔ اور اس مرتبہ پانی ڈالنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا۔ ملک کاجی نے حاضرین عدالت سے کہا کہ عورت کی اس احتیاط اور دوراندیشی سے ثابت ہوگیا کہ عورت شوہر اول کی زوجہ ہے۔ عورت نے خود بھی اس فیصلے کی تصدیق کی اور اس طرح جھگڑا خوبی کے ساتھ طے ہوگیا" [۱۲]

مرزا حیدر اور کشمیریوں کا قتلِ عام

ملک کاجی چک کے انتقال کے بعد چک خاندان اور ان کے ساتھ وابستہ لوگوں کے حوصلے اور ولولے ٹوٹ گئے اور یہ لوگ پریشانی اور زبوں حالی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ان کی بدحالی کا فائدہ اٹھا کر مرزا حیدر نے دستِ تظلم دراز کرنا شروع کیا۔ یہاں کے سبھی لوگ اس کی ستم شعاری اور سفاکی سے پہلے سے ہی واقف تھے مگر پھر بھی بعض لوگوں کی ناعاقبت اندیشی کے سبب اس نے دوبارہ کشمیر میں اپنی جارحیت کا تسلط جما دیا۔ جب وہ پہلی مرتبہ ۹۲۹ھ میں کشمیر میں حملہ آور ہوا تھا تو اس

نے چھ ماہ تک یہاں قتل عام کا بازار گرم کیا تھا۔ اس قتل عام کے پیش نظر یہاں کے علماء اور بزرگانِ دین نے اس کے خلاف لڑنے کے لیے جہاد کا حکم دیا تھا۔ کشمیریوں نے متحد ہو کر اس کے خلاف جہاد لڑا اور اس کو واپس ڈھکیل دیا تھا۔

دوسری مرتبہ ۹۴۸ھ میں بعض خود غرض اور مفاد پرست کشمیریوں کی حمایت سے اس نے کشمیر پر قبضہ کیا۔ نازک شاہ کو برائے نام بادشاہ رکھا اور عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں سنبھالی جو چاہتا تھا کر لیتا تھا جن لوگوں نے اس کے تسلط اور بربریت کے خلاف آواز اٹھائی ان کا قلع قمع کیا۔ کاجی چک کے انتقال کے بعد اس نے امامیہ، نوربخشیہ، ہمدانیہ اور شافعی مسلک کے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان مسالک کے علماء نے ۹۳۹ھ میں مرزا حیدر کے خلاف حکم جہاد دیا تھا۔ اب کی مرتبہ وہ ان مسلک کے لوگوں کو اپنی حکومت کا خیر خواہ نہیں سمجھتا تھا۔ اسی لیے وہ حنفیوں کے سوا باقی تمام لوگوں سے متنفر ہو گیا تھا۔ اس کا اصل مدعا یہ تھا کہ ان لوگوں کے قتل عام کے بعد اس کی حکومت کی بنیادیں مستحکم ہو سکتی ہیں۔ اسی لیے اس نے حاجی بانڈے، عیدی رینہ اور حسین ماگرے کے باہمی تعاون سے یہاں کے بڑے بڑے علماء و فضلاء، عابد شب گذار، اور صاحبان تقویٰ کو جن کی زندگی محرابِ عبادت میں گذری تھی بڑے بہیمانہ طریقے سے تہہ تیغ کیا۔ ان کی لاشوں کے ساتھ ناقابل بیان بدتمیزیاں کیں۔ ان کے اعضاء قطع و برید کیے گے بعضوں کے سر وکھلی میں کوٹے گئے۔ بعضوں کو جلایا گیا۔ اس درندگی، سفاکی اور قتل عام میں وہ تمام لوگ شریک تھے جو غداری کے طور پر بار بار کشمیر کا الحاق مغلوں کے ساتھ چاہتے تھے اور جنھوں نے مرزا حیدر کی جارحیت اور سامراجیت کو "فتح اول یار سال" اور "فتح مکرر امسال" کے نعروں سے استقبال کیا تھا۔ اس ظلم و ستم اور قتل عام کا شکار زیادہ تر شیعہ مسلمان ہوئے تھے۔

مرزا حیدر بڑا متعصب اور دشمنانِ آل رسول کا سرگروہ تھا۔ اس کو حضرت علیؑ کی ذاتِ مقدس سے بغض و حسد تھا اور حضرت علیؑ کے نام لیواؤں سے کینہ و عناد رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے حاجی بانڈے اور دوسرے امرائے کشمیر کے تعاون سے ۹۵۵ھ مطابق ۱۵۴۸ء میں شیعہ مسلمانوں کے قتل عام کا حکم دیا۔ کتب تواریخ میں یہ قتلِ عام ان الفاظ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ رہیں گے:۔

"در ۹۵۵ھ علم تعصب افراشتہ۔ باتفاق اعیان شہر مردم عوام را اشتعال داد برتاراج شیعہ ہا دلیر نمود۔ چنانچہ باشارۂ او عوام ہر سو تاختہ، شیعہ ہا را تاخت و تاراج نمودند۔ و بیوت آنہا را در دادہ خاکستر کردند۔ و خانقاہِ

شمس عراقی کہ در جڈی بل بود باآتش افروختند ولاشۂ شمس عراقی راازگور کشیدہ در سبرگین سگاں طعمۂ آتش نمودہ ۔ مرقد او رامزبلِ اہل شہر کردند۔

تنگلی ریشی کہ از مریدان بابا علی نجار بود و در نواحی پرسپور رواجے داشت از شالی کوب سرش کوفتہ لاشۂ او در سرگین افروختند و قاضی میر علی اخراج کردہ خانۂ اوراغارت نمودند و ملا حاجی خطیب از تیغ گذرانیدند"٣٦ھ

ملا حاجی خطیب ایک نامور ستی عالم و فاضل تھے ۔ وہ شیعہ ہونے کے الزام میں قتل کیے گئے ۔ مرزا حیدر نے میر شمس الدین عراقی کے ایک مشہور و معروف اور بزرگ دین صوفی اور درویش بابا داؤد کو پہلے قتل کیا۔ پھر ان کے بند بند جدا کیے اور آخر میں انھیں آگ میں خاکستر کر دیا۔

بابا علی نجار جو ابتدا میں "شیخ الاسلام" بابا اسماعیل کبروی کے سب سے بڑے قابل احترام مرید تھے اور جنھوں نے بعد میں نوربخشیہ مسلک اختیار کیا تھا ان کی عمر سو سال سے تجاوز کر گئی تھی۔ مرزا حیدر نے ان کو قتل کرنے کے ارادے سے اپنے پاس بلایا۔ وہ نہایت ہی لاغر اور ضعیف تھے ۔ چلنے پھرنے سے معذور تھے ۔ کچھ آدمی ان کو تھامے ہوئے مرزا کے پاس لائے ۔ بڑھاپے اور ضعیفی کی وجہ سے ایسا لگ رہا تھا کہ بابا زمین پر گرنے ہی والے تھے یہ لوگ بابا کے قتل کے خلاف تھے ۔ جب ملک حیدر چاڈورہ کے دادا ملک محمد ناجی نے بابا علی کی حالت دیکھی تو ان کی رگِ غیرت حرکت میں آگئی ۔ مرزا حیدر نے محسوس کیا کہ ان کے قتل سے ملک میں خلل پڑنے کا امکان ہے تو اُس نے ان کے قتل سے ہاتھ روک لیا۔ لیکن اس کی غیر انسانی حرکت دیکھیے کہ بابا علی کی ڈاڑھی منڈوائی ۔ ان کے چہرے پر کالک لگائی اور پھر گدھے پر سوار کر کے واپس بھیج دیا۔"٣٧ھ

٩٥٦ھ (مطابق ١٥٤٩ء) میں مرزا حیدر اسکردو گیا۔ وہاں سے میر شمس الدین عراقی کے بڑے صاحبزادے میر سید دانیال کو گرفتار کر کے کشمیر لایا۔ یہاں ایک سال تک انھیں قید میں رکھا اور انواع و اقسام کی صعوبتیں اور ایذائیں پہنچائیں۔ ١٥ سو سونے کی اشرفیاں بھی ان سے لیں۔ اس کے باوجود عبد الرشید خان کے لعن و طعن کو دور کرنے کے لیے میر دانیال کے قتل کی ٹھانی ۔ اس نے شیخ فتح اللہ کو رشوتیں دے کر اپنے پاس بلایا اور جھوٹے اور کاذب گواہوں کو رشوتوں سے نوازا۔ ان لوگوں کی شہادتیں احکامِ شرعی کے منافی تھیں۔ آخر کار اس بزرگ دین کو ۴ صفر ٩٥٧ھ کو قضاۃِ وقت قاضی حبیب، قاضی ابراہیم اور قاضی عبد الغفور کے حکم سے شہید کیا۔ "دشتِ کربلا" ان کی تاریخ شہادت ہے۔

جس سے ۹۵۵ ہجری کے اعداد نکلتے ہیں۔

جلادوں نے میر دانیال کے بند بند اشم اوراندرکوٹ کے صحرا میں جدا کیے۔ رات کے وقت ان کے ایک مرید نے ان کا سر دفن کیا۔ دوسرے دن دوسرا مرید کشتی میں سوار ہو کر جائے قتل میں پہنچا اور اس نے ان کا بدن اٹھا کر دفن کیا۔

ملا عبداللہ نے مرزا حیدر کو قتلِ میر دانیال سے منع کیا تھا۔ مرزا حیدر نے جواب میں کہا کہ میری حکومت کی بقا کا دارومدار اسی مصلحت میں پوشیدہ ہے کہ میں ان کو قتل کروں۔

مصنف بہارستانِ شاہی نے مرزا حیدر کے قتلِ عام کی تصویر قدرے تفصیل کے ساتھ الفاظ ذیل میں کھینچی ہے۔

"مرزا حیدر دستِ تغلب از آستین تعدی بدر کشید۔ و جماعتِ محبانِ اہلبیت رسولؐ و زمرۂ موالیانِ علیؑ ولی اللہ اظہار عداوت بنیاد و غایت بغض و نہایتِ تعصب کار بداں مرتبہ رسانید کہ بتخریب و تہدیم خانقاہ منبرکہ حضرت امیر شمس الدین امر نمود و دستِ طغیاں بر قتلِ اہل اسلام و ایمان و سفک دماءِ اربابِ ایقان کشود۔ و در تاریخ ۹۵۵ نہصد و پنجاہ و پنجم ہجری حضرت ریشی را شہید ساختند۔ در ہشتم سنہ مذکور کہ روز تردید باشد۔

و در سال نہصد و پنجاہ و ششم ہجری تبت رفتہ حضرت شیخ دانیال را گرفتہ آوردہ آنحضرت را قریب یک سال در قید و زنجیر محبوس داشتہ۔ بانواع تعذیب و ایذاہا۔ قریب ہزار و یا نصد اشرفی طلا از و گرفتہ آخر از جہت دفع مطاعن و رفع ملائنِ عبدالرشید خان در قصدِ کشتن و صددِ قتل آنحضرت افتاد و شیخ فتح اللہ پیش خود آوردہ۔ گواہانِ دروغ و شہودِ کاذبہ از دے طلب نمود۔ و آں مرد ناخدا ترس جست و جو و رشو تہا دادہ۔ جماعتے فساق و ملاحدہ آوردد۔ کہ نہ در احکام شریعت گواہیِ ایشان مقبول و نہ قواعدِ مروت اقوالِ ایشان مسموع بود۔ ایشان را حاضر ساختہ۔ بعضے از ایشان بر سبب رفض آنحضرت گواہ شدند و بعضے بر تزکیہ و تنقیہ گواہان شاہد شدند۔ و آنحضرت را در بست و چہارم ماہ صفر سنہ نہصد و پنجاہ و ہفتم ہجری بحکم قضاتِ وقت قاضی حبیب، و قاضی ابراہیم و

قاضی عبدالغفور شہید ساختند۔ و بعضے از مخلصان "دشتِ کربلا" تاریخ شہادت آنحضرت یافتند و شبانگاہ مخلصِ آنحضرت سر مبارکِ آں شہید مظلوم را برداشتہ پنہاں کرد و روزِ دوم مخلصِ دیگر بہ کشتی آمدہ جسدِ آنحضرت را برداشتہ جائے مدفون ساخت۔ بعد از کشتن مرزا حیدر ہم بدنِ مطہر و سر مبارک آنحضرت جمع ساختہ در قبلہ گاہ روضۂ حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی آنحضرت را دفن نمودند و عجیب آنکہ مرزا حیدر مصلحت مُلک خود را در کشتنِ آنحضرت دیدہ بود و در ایام گفتگوئے قتلِ آنحضرت ملا عبداللہ بطریق تدبیر مانع کشتن شدہ بود۔ مرزا حیدر در جواب او گفتند کہ با مصلحتِ ملک و بقاء دولت و سلطنتِ خویش در کشتنِ او می بینم و دفع تہمت و رفعِ بدنامی ما کہ بسبب عبدالرشید خان در قتل و کشتن او یافتیم۔ فی الواقع خونِ ناحق و قتل بے گناہِ آنحضرت سبب زوالِ دولت و موجب ویرانی مملکت و سلطنت مرزا حیدر گشت "[۳۸]

مرزا حیدر نے بس اسی پر اکتفا نہیں کی کہ شیعہ اور نور بخشیہ مسالک کے پیرو کاروں کے خونِ ناحق سے اپنے ہاتھ رنگین کیے بلکہ اس نے منادی کی کہ جو شخص بھی شیعہ یا نور بخشیہ مسلک قبول کرے گا وہ موت کے گھاٹ اتارا جائے گا۔ اس نے شیعوں اور نور بخشیوں کے ساتھ ساتھ ہمدانیہ اور شافعی مسالک کے لوگوں کا بھی صفایا کیا تھا۔ چنانچہ یہ دہشت گردی اور چنگیز خانی آٹھ سال تک کشمیر میں قائم رہی۔ مرزا حیدر کو اس بات پر فخر تھا کہ اس نے سنّی مسلک کے سوا باقی تمام مسالک کے لوگوں کو صفحۂ ہستی سے مٹایا تھا۔ اس کا اعتراف اپنی تاریخ میں یوں کرتا ہے :-

"خدا کا شکر ہے کہ اس وقت کشمیر میں کوئی شخص اعلانیہ طور نور بخشی مسلک کا اظہار نہیں کرتا ہے بلکہ تمام لوگ اپنے آپ کو سنّی مسلک کے مسلمان تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ میری سنگدلی اور سخت جانی سے واقف ہیں انھیں بخوبی علم ہے کہ اگر وہ کوئی دوسرا مسلک اختیار کریں گے تو موت کے گھاٹ اتارے جائیں گے "[۳۹]

فرشتہ نے بھی کم و بیش انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ ایک جگہ تاریخ رشیدی کے حوالے سے مرزا حیدر کی زبان سے نور بخشیہ مسلک کے لوگوں کے قتل و غارت کے بارے میں لکھتا ہے کہ

"بس (مرزا حیدر) نے اکثر اہل کشمیر کو جو اس ارتداد (نور بخشیہ) پر مائل تھے۔ گروہ اہل حق میں داخل کیا اور بہتوں کو تہ تیغ کیا۔ یہ لوگ زندیق اور ملحد ہیں۔ جنھوں نے مسلمان

کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔" ۱۲۰

مرزا حیدر کے بیان کی تائید بہارستانِ شاہی سے بھی ہوتی ہے۔ اس میں درج ہے کہ :-

"مرزا حیدر از غایتِ انکار طریقِ مستقیمہ نوربخشیہ بلکہ سلسلۂ قویۂ ہمدانیہ را از ین ممالک بکلیہ محو و معدوم ساختہ بود۔ چنانچہ در تمام این ممالک از ان سلسلۂ شریفہ ہیچ اثرے باقی نہ ماندہ بود و قریب ہشت سال ہیچ کس از اہالی و موالی این ممالک دم از ان سلسلۂ علیہ نہ توانستند زد۔ بلکہ از کمالِ تعصبِ خود مذہبِ شافعی کہ تمام اہلِ عالم از شرق تا بغرب انکارِ آں مذہب نتوانند کرد۔ مردم این ممالک را منع می کرد۔ کہ ہیچ کس شافعی المذہب ہرگز نہ باشند۔ و ماسوئ مذہب حنفیہ تمام مذاہب را محو و نسوخ ساختہ"۱۲۱

مرزا حیدر کا شعری کا عبرتناک انجام

شانِ قدرت دیکھئے کہ میر سید دانیال کی شہادت چند ہی مہینوں کے اندر اندر کیا رنگ لائی۔ جس مقصد سے اس نے ان کو شہید کیا تھا وہ پورا نہیں ہو سکا۔ ان کی شہادت مرزا حیدر کے زوال کا باعث ہوئی اور اس کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ اس نے میر دانیال کو اپنی مملکت کے لیے سنگ راہ سمجھا تھا اور انھیں اس لیے راستے سے ہٹایا تھا کہ اس سے اس کی حکومت پائیدار اور مستحکم ہو جائے گی۔ لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ جس سلطنت کی اساس وہ مظلوموں کے خونِ ناحق گرانے سے قائم کرنا چاہتا تھا کیا وہ خدا کو بھی منظور تھا؟ جب خدائے بزرگ و برتر کا عتاب نازل ہوتا ہے تو بڑے بڑے شہنشاہوں کو سلطنت سمیت نیست و نابود کرتا ہے۔ یہی حال مرزا حیدر کا بھی ہوا۔ مصنف بہارستانِ شاہی اس کے تکبر، ناخدا ترسی اور اس کی بوالہوسی کا انجام ان الفاظ میں بیان کرتا ہے :-

"زہے بیوفائی دنیائے غدار! کہ مرزا حیدر ناخدا ترس خونِ حضرت شیخ دانیال را و عہدۂ اموال او را مصلحتِ ملک گویا بہ گردنِ خود گرفت و گواہانِ دروغ را رشوت نہادہ بفریب لاَّ فتح اللہ را اغوا و گمراہ ساختہ، آنحضرت را بدرجۂ شہادت رسانیدند۔ و خونِ آں چنان بزرگے دیدہ و دانستہ بگردنِ خود گرفت بہ طمع آنکہ دولتِ دنیا با وباقی و پائندہ باشد۔ و بعد از شہادتِ آنحضرت بحکم الدم الانبیام

زیادہ از ۹ ماہ نتوانست زیست" ۴۲ؔ

جو کشمیری لوگ دس سال پہلے ہندوستان جا کر مرزا حیدر کاشغری سے کشمیر پر حملہ کرانے کے ذمہ دار تھے وہی اس کے خلاف میر دانیال کے واقعۂ شہادت کے بعد اچانک صف آرا ہونے لگے۔ ملک عیدی رینہ، خواجہ حاجی بانڈے اور حسین ماگرے وغیرہ اس کے جابرانہ اور تحکمانہ نظام سے خائف ہونے لگے تھے۔ نتیجتاً وہ اس کے اقدام قتل کا منصوبہ تیار کرنے لگے۔ عیدی رینہ منصوبہ ساز تھا۔ اس نے دولت چک، غازی چک اور سید ابراہیم خان بیہقی کو اپنے ارادوں سے باخبر کیا اور ان کو کشمیر آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ وہ عہد و پیمان کرنے کے بعد ہیرہ پور کے راستے سے ان کے ساتھ یہاں آیا۔ بالآخر تمام کشمیری امراء ایک جان دو قالب ہو کر مرزا حیدر پر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے کھامپور کے قریب ماتر کے قلعے میں اس پر شبخون مارا۔ اور کمال دونی کے ہاتھ سے شب ہشتم ذی قعدہ ۹۵۷ھ کو قتل کیا۔ اس نے کشمیر میں دس سال تک حکومت کی" ۴۳ؔ

ملک دولت چک

مرزا حیدر کے قتل کے بعد عیدی رینہ منصب وزارت پر فائز رہے۔ نازک شاہ برائے نام بادشاہ تھے۔ امور سلطنت کے مالک عیدی رینہ ہی تھے۔ دولت چک، غازی چک، علی چک اور حسین چک جن کے حوصلے مرزا حیدر کاشغری کے قتل عام کے سبب سرنگوں ہوئے تھے، پھر ایک مرتبہ سربلند اور صاحب اقتدار ہونے لگے۔ اسی اثنا میں سلیم شاہ افغان کی طرف سے ہیبت خان نیازی اپنے بھائیوں کے ساتھ ایک لشکر جرار کے ہمراہ جموں کی طرف سے کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ افغانی لشکر جب باہال پہنچا تو ادھر سے ملک دولت چک بڑی سرعت کے ساتھ فوج کے ہمراہ مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ملک عیدی رینہ اور حسین ماگرے وغیرہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ دولت چک کے پیچھے آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر چلتے تھے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ دولت چک کو شکست ہو اور وہ لڑائی میں قتل ہوں تاکہ پھر میدان ان کے ہاتھ میں آجاتا اور کوئی دشمن باقی نہ رہتا۔ اس لیے یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے سپاہیوں کو آگے نہیں بڑھنے دیتے تھے۔ ان کی بدنیتی کے بارے میں یہ الفاظ تاریخ میں آج تک محفوظ ہیں کہ

"سبب آہستگیِ رفتن عیدی رینہ و حسین ماگرے ایں بود کہ ہر دو بر شہرت دولت چک در مدافعۂ ہیبت خان نیازی حسد می بردند و از خدا می خواستند کہ ایں

کس از میان بر رود"[۴۴]

عیدی رینہ کی یہ حرکت دیکھ کر دولت چک نے اپنی فوج دو حصوں میں تقسیم کی اور وہ الگ الگ راستوں سے دشمن کی طرف بھیج دیا۔ انھوں نے دشمن کا محاصرہ کیا۔ دوسرے دن صبح سے شام تک دونوں فوجوں میں خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں افغانوں کا لاؤ لشکر کھیت پڑ گیا۔ ہیبت خان نیازی، اس کی زوجہ بی بی رابعہ اور شہباز خان وغیرہ جیسے نامور سپاہی لڑائی میں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ پورے افغان لشکر میں صرف دو آدمی بچ نکلے۔ دولت چک نے ہیبت خان نیازی، سعید خان اور شہباز خان کے سروں کو سلیم شاہ کے پاس روانہ کیا[۴۵]۔ اسی وقت انھوں نے ایک عرضداشت قاصد کے ہاتھ نازک شاہ کو بھیجی کہ شمس ملک اور یحیٰ ملک، ملک عیدی کی طرف سے میرے ہمراہ تھے۔ انھوں نے اس جنگ میں میری کوئی حمایت نہیں کی اور نہ ملک کے دفاع کے لیے ہی کوئی اقدام کیا تھا۔ ان کے دل میں گزشتہ مخالفت اور فساد کے سبب بغض و حسد کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ مضمون عرضداشت کتب تواریخ میں ان الفاظ میں مقید ہے :۔

"شمس ملک اور یحیٰ ملک کہ از طرف عیدی رینہ ہمراہِ من بودند۔ آنہا ہیچ گونہ رفاقت سخنی بمن نہ کردند۔ نائرۂ بغض و عداوتِ دیرینۂ شان افروختہ شدہ بود۔ ایں بے اتفاقی علاوہ اشتعال فساد و عناد نمود"[۴۶]

ملک دولت چک کی اس فتح عظیم سے ملک عیدی رینہ کے تن بدن میں حسد کے شعلے فروزاں ہونے لگے۔ اور وہ دولت چک کے استیصال اور بیخ کنی کے لیے سازشیں کرنے لگے۔ انھوں نے دولت چک کے خلاف چکانِ کیوارہ، طائفہ ماگریاں اور ساداتِ بیہقی کو اپنے ساتھ ملایا۔ اور رمضان ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں دولت چک اور ان کے ساتھیوں کی تباہی کے لیے بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ شمس ملک، یحیٰ ملک، خواجہ بانڈے، بہرام چک، یوسف چک اور دوسرے کیواری چکوں کے تعاون سے ملک عیدی رینہ نے دریائے جہلم کے تمام پل کاٹ دئے اور لڑائی کے لیے صف آرا ہوئے۔ ملک دولت چک اور غازی خان ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔ انھوں نے سید ابراہیم اور حسین ماگرے کو گرفتار کیا۔ اور باقی ان کے تمام ساتھی مفرور ہوگئے۔ عیدی رینہ شمہ ناگ کے جنگل میں پناہ گزین ہوئے۔ وہاں بیمار ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد سری نگر میں انتقال کیا[۴۷]۔ تاریخ میں یہ واقعہ یوں درج ہے۔

"ملک عیدی رینہ جمیع از چکان کیوارہ کہ اہل سنت بودند۔ وطائفۂ ماگریاں و

سیدانِ بیہقی باخود متفق ساختہ۔ در ماہ رمضان ۹۵۸ھ بہ محاربت چکاں علمِ منازعت افراختہ۔ در قلعۂ علاءالدین پورہ متحصن نشستہ و مبارزت و مخالفت آنہا پیدا ساخت۔ تا آنکہ شبے شمس چک کپوارہ و نجی ملک و حاجی بانڈے و بہرام نیائیک و یوسف خان باتفاقِ جماعتے از خیل و خدم بلہائے شہر بریدہ بمحاربہ و مقاتلہ ایستادند۔ و دولت چک و غازی چک بہ مبارزت و مقابلت آنہا مبادرت نمودند۔ و سید ابراہیم خان و حبیب خان ماگرے را گرفتار کردہ محبوس داشتند۔ باقی جماعتِ آنہا در قلعۂ علاءالدین پورہ پیشِ عیدی رینہ گریختہ رفتند۔ و دولت چک از روئے خدیعت و روبہ بازی معاندان عیدی رینہ را استمالت نمودہ۔ لوہر ماگرے و لسی ملک و فتح چک و یوسف چک بخود مائل ساخت و بہ تقویت و جمعیت آنہا از دریائے بہت عبور کردہ بر جنود مخالفان بغتۃً ریختہ۔ گرد ہیجا تا بفلک بر انگیختہ خونِ ہزاراں مردم بر زمین ریختہ۔ رایت نصرت بہ اوج عزت افراخت"[۴۸]

بقول صاحبِ طبقاتِ اکبری دولت چک اور عیدی رینہ کی یہ فیصلہ کن جنگ عیدگاہ میں واقع ہوئی تھی[۴۹]

ملک عیدی کے انتقال کے بعد ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں ملک دولت چک منصب وزارت پر فائز ہوئے۔ انھوں نے سلطان نازک شاہ کو تخت سلطنت سے معزول کیا اور وہ پنجاب کی طرف چل پڑے۔ ان کی جگہ پر سلطان ابراہیم شاہ کے بیٹے اسماعیل شاہ کو برائے نام بادشاہ بنایا[۵۰]

مصنفِ بہارستانِ شاہی نے دولت چک کے مندرجہ ذیل کارناموں کو بے حد سراہا ہے۔

(۱) یہ کہ انھوں نے میر دانیال کی لاش شہاب الدین پورہ سے نکال کر نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ دریائی جلوس میں سری نگر پہنچائی۔ یہاں عیدگاہ میں تابوت کا شاندار استقبال کیا گیا۔ تابوت کے ساتھ اور لوگوں کے علاوہ دولت چک بھی تھے۔ اس کے بعد تابوت زڈی بل پہنچایا گیا جہاں میر دانیال کی لاش ان کے والد میر شمس الدین عراقی کے پہلو میں دفن

کی گئی۔

(۲) یہ کہ انھوں نے خانقاہ میر شمس الدین عراقی کو جسے مرزا حیدر کاشغری نے غارت کر کے خاکستر کیا تھا پھر سے تعمیر کیا اور میر شمس الدین کی اولادوں کے لیے وہ گاؤں واگذار کیے جنھیں مرزا حیدر نے بند کیا تھا۔ دولت چک نے خانقاہ کے مجاوروں اور معتکفوں کے لیے وظیفے مقرر کیے۔

"چند دہے از وقفیاتِ قدیمہ مخلص ساخت و مجاوران و عاکفانِ آستانِ ملائک آشیاں را بوظائف و اورادات بنواخت۔ تا آں خانقاہِ متبرکہ باز بطریقۂ قدیمہ بجلوسِ اربعین و احیاءِ احکامِ اسلام و قواعدِ دین و آداب و ارکانِ عباداتِ اربابِ یقین معمور گشت و بہ مواظبتِ اوراد و اوقاتِ جمعہ و جماعات در خمس صلوٰۃ و سائر وظائف و اذکار و طاعاتِ لیل و نہار بدستِ اہتمام آں ملک سعادت یار آباداں شد"

(۳) یہ کہ مرزا حیدر نے شیعہ، نوربخشیہ، ہمدانیہ اور شافعی مذہب کے لوگوں پر پابندی لگا دی تھی اور انھیں مذہب بدلنے کا حکم دیا تھا۔ ملک دولت چک نے اس حکم تانا شاہی کو کالعدم قرار دیا اور حکم جاری کیا کہ وہ اپنے اپنے مسلک پر پھر سے قائم رہیں۔ حکم یہ ہے:۔

"ہر کس از اہالی و موالی بہر مذہب کہ خواہند باشند و ہیچ کس بر دیگرے تحکم و تکلیف نہ کنند و مزاحم یکدیگر نہ شوند"

(۴) یہ کہ دولت چک نے بابا علی کے لیے سری نگر میں حسن آباد کی بنیاد ڈالی اور یہاں ایک وسیع اور شاندار خانقاہ تعمیر کی۔ انھوں نے بابا علی کی لاش کو نکال کر حسن آباد میں دفن کیا۔ اور ان کی قبر پر ایک بڑا روضہ عوام کی زیارت گاہ کے لیے تعمیر کیا۔ علاوہ بریں انھوں نے بابا علی کے فرزندوں اور نواسوں کے لیے حسن آباد میں زمینیں خریدیں۔ ان پر باغ اور مکان تعمیر کیے۔

(۵) یہ کہ ملک دولت چک نے امامیہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لیے سرگرم حصّہ لیا۔ مسجد جامع سری نگر میں خطبۂ دوازدہ امام دوبارہ جاری کیا۔ اس سے قبل میر شمس الدین کے زمانے میں یہ خطبہ مسجد میں پڑھا جاتا تھا۔ مرزا حیدر کاشغری نے شیعان علی پر بے پناہ مظالم ڈھا کر اس خطبے کو ممنوع قرار دیا تھا۔ خود جامع مسجد کے امام صاحب قاضی حبیب اسمائے معصومین کے نام سے اجنبی اور بیگانے تھے۔ اس سلسلے میں مصنف بہارستانِ شاہی کہتا ہے کہ:۔

"از ترسِ تہدیدات و تخویفاتِ مرزا حیدر ہیچ کس از مردم ایں ممالک نام آئمہ معصومین بر زبان نمی توانستند گرفت۔ و از اغوا و اضلالِ ملایانِ ایں جا ذکر دوازدہ امام نمی کردند۔ و اطلاق امام بر ایشان گناہ و نامشروع می دانستند۔ و اہالی و موالی ایں ممالک از نام و نشانِ آئمہ معصومین و اسمائے شریفہ آئمہ اہل بیت رسول رب العالمین چناں اجنبی و بیگانہ بودند کہ یک روز در مجلس حسین شاہ از قاضی حبیب اسمائے شریفہ معصومین پرسیدند۔ و آں چناں بیگانہ بود۔ کہ بعد از اسامی شریفہ حضرت امیر المومنین امام حسنؑ و امام حسینؑ بغیر از نام حضرت امام جعفر صادق نامِ کسے نمی دانست و ہیچ یکے از آئمہ باقی بنام نہ گرفتند۔ چہ جائے آنکہ ترتیبِ نسب و تعظیم منصب ایشاں می دانست۔ و تمام اہل مجلس از نادانی و بیگانگی او حیران ماندند۔

و ایں ملک دولت چک سعادت مند در عہدِ حکومتِ خود در مسجد جامع فرمود۔ تا خطبۂ دوازدہ امام بخوانند و ازاں باز بطریقے کہ در زمانِ حیاتِ حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی می خواندند۔ ہم در مسجد جامع و ہم جاہائے دیگر خطبۂ دوازدہ امام می خواندند۔ و ذکر آئمہ معصومین می کنند و نمی ترسند" [۵۱]

ملک دولت چک کی جسمانی طاقت

ملک دولت چک تہور و شجاعت اور طاقت و توانائی میں رستم بے بدل تھے۔ ان کے دست و بازو عام لوگوں کے مقابلے میں بہت لمبے تھے۔ جب کھڑے ہوتے تھے تو دونوں ہاتھ زانوؤں تک پہنچتے تھے۔ تیر اندازی میں بھی یگانۂ عصر تھے۔ جب کمان سے تیر رہا کرتے تھے تو وہ کروہ (ایک کروہ کی مقدار مسافت چار ہزار گز کی ہے) کے فاصلے پر نشانے پر جا لگتا تھا۔ ان کی جسمانی طاقت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جس شہتیر کو دو سو مزدور اٹھاتے تھے۔ اس کو وہ ایک ہاتھ سے اٹھاتے تھے۔ جن دنوں ملک کاجی چک کے ساتھ شیر شاہ سوری کے پاس دہلی گئے تھے تو پاپیادہ ایک مست ہاتھی کی دم زور سے پکڑلی اور زمین پر دونوں پیر کوہِ گراں کی طرح مضبوطی سے پکڑ لیے کہ ہاتھی پریشانی کے عالم میں چنگھاڑنے لگا۔ اور اس کا شور و غوغا تا بفلک گیا۔ لیکن دولت چک نے پوری قوت کے ساتھ "زمین جنبد نہ جنبد گل محمد" کے مصداق ہاتھی کو ایک قدم بھی آگے پیچھے نہیں ہلنے دیا۔ [۵۲]

تاریخ کشمیر میں ان کی بہادری کے قابلِ فخر کارنامے اس طرح درج ہیں :-

"زور او برتبہ بود کہ خانہ ساختہ بود۔ طول آنہا خانہ چہل گز بود۔ شہتیرے علی الرسم بالائے خانہ مردم کشمیر می گذارند کہ طول آں ہم بقدرِ خانہ می باشد۔ وقطرش دو گز می بود۔ و دو بیست کس آں چوب را ببالا می کشیدند۔ ناگاہ ریسمان ہا پارہ شدہ۔ چوب رہا گشت و بجانب ملکِ مذکور افتاد۔ او را بیک دست نگاہداشت و دیگر دست بر زمین قائم کرد کہ دستش تا آرنج در خاک فرو رفت وتا بر ریسمان براں بستند نگہداشتہ بود" ۵۳

"گویند آں کہ پا پیادہ دم فیل مست را بدستِ خود مضبوط می گرفتہ۔ فیل از حرکت باز ماندہ۔ جوش و خروش وصدائے فریاد باوجِ فلک الافلاک می رسانید۔ گویند کہ قبل از تحکم وزارت ہمراہ پدر یعنی ملک کاجی چک در ہندوستان پیش شیر شاہ افغان بادشاہ دہلی رسیدہ۔ ہنگامیکہ ملک کاجی چک از شیر شاہ استمداد و کمک خواست۔ بر سبیل تعریف شیر شاہ را دولت خواہانِ خود فہمانیدند۔ کہ قوتِ بازوئے ایں جواں چک نژاد یعنی دولت چک بدیں درجہ است۔ شیر شاہ مبالغہ دانستہ۔ فیلِ مست را در معرکہ طلبیدہ۔ ملک دولت چک و شیر شاہ حضورِ سرکشانِ ہندوستان فیل مست را بشۂ نیم خواب پندا بعمل مذکور دست در بازیدہ فیل بے چارہ از جا نتوانست جنبید۔ شیر شاہ و سرکشانِ ہندوستان از گوشہ آفرینش گفتند۔ ومعرکہ آرا یانِ نامور در حلقۂ ارتباط واختلاطِ او بہ ہزار آرزو وتوسل جستند" ۵۴

اس واقعہ کو ملک حیدر چاڈورہ نے بھی بیان کیا ہے۔ ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن دلّی میں ملک دولت چک نے سرِ راہ ایک ہاتھی کی دم زور آزمائی کے لیے پکڑ لی تھی اور ہاتھی کو چلنے سے روکا تھا۔ جب یہ خبر شیر شاہ سوری کو پہنچی تو انھوں نے اس واقعہ کے بارے میں ملک دولت چک سے دریافت کیا۔ ملک مذکور نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر بقول ملک حیدر :-

"روزیکہ خواص و عام حاضر بودند۔ فیلے را نزدِ خان آوردند۔ کہ علم الیقین بعین الیقین رسیدہ

پلنگا نش از زور سرپنجہ زیر　　　　　　　نرد برده چنگال در مغز شیر۵۵ھ

کتب تواریخ میں ملک دولت چک کی علو ہمت اور مردانگی کا ایک اور دلچسپ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ جب ۹۳۵ھ میں ماگریوں کی قیادت میں شہنشاہ بابر کی ۲۸ ہزار فوج گراں شیخ علی بیگ کی کمان میں ملک کاجی چک پر پرگنہ بانگل میں حملہ آور ہوئی تو مغلوں کے ایک فوجی دستے نے دولت چک کو گرفتار کیا اور پابند زنجیر کر کے سری نگر کی طرف روانہ کیا۔ ملکِ مذکور کو اس لڑائی میں متعدد زخم لگے تھے، راستے میں نماز شام کے قریب دولت چک کشتی سے چھلانگ لگا کر ساحل کی جانب آگئے اور ایک تالاب میں جو متصل ہی تھا نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ محافظ دستے نے آدھی رات تک تالاب میں چالیس پچاس کشتیوں کی مدد سے ان کی تلاش کی لیکن ان کا بال تک ہاتھ نہ آیا۔ ملک دولت نے تالاب میں اپنے کو کنول کے ایک پتے سے ڈھانپ دیا تھا۔ اور منھ پانی سے باہر نکال کر سانس لیتے تھے۔ جب فوجی دستہ تلاش کرتے کرتے بے بس ہو گیا اور نصف شب تک دولت چک کا کھوج نہ ملا تو بے نیلِ مرام چلا گیا۔ اس کے بعد وہ تالاب سے نکلے اور دشمن کے دستبرد سے اپنے کو بچایا۵۶ھ

گرفتار ہونے سے پہلے ملک دولت چک نے پہلے تو تلوار سے دشمن کا مقابلہ کیا تھا۔ جب لڑتے لڑتے تلوار ٹوٹ گئی تو انھوں نے گرز گراں سے جنگ لڑی اور ایک جوان ترک سپاہی کے سر پر گرز اس زور سے ماری کہ ایک تو گھوڑے سے گر گئے اور دوسرے گرز ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ جب دوسرے مغل سردار نے دیکھا کہ اب وہ بغیر سلاح کے ہیں تو اس نے ان پر تلوار کا وار کیا۔ ملک نے ہاتھ اونچا کر کے اس کی تلوار چھین لی۔ اس سے ان کا دایاں ہاتھ مجروح ہو گیا۔ تلوار بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس مغل پر ماری۵۷ھ

دولت چک چار سال سے زاید (۹۵۸ھ تا ۹۶۲ھ) عرصے تک حکومت کر کے اپنے اور غیروں کی سازش کا شکار ہو گئے۔ فتنہ پردازوں نے غازی خان اور حسین خان کو ان کے خلاف اکسایا۔ چنانچہ غرہ ماہ ذی الحجہ ۹۶۲ھ کو یہ لوگ ان کی جان کے درپے ہوئے۔ وہ شکار کھیلنے میں مصروف تھے اور جونہی انھیں اس سازش کا پتہ چلا تو وہ کشتی چھوڑ کر کوہِ بھاگ کی چوٹی کی طرف روانہ ہوئے۔ غازی خان نے اپنا تمام لشکر ان کے پیچھے پکڑنے کے لیے بھیجا۔ آخر کار پہاڑ پر گرفتار کیے گئے۔ فتنہ پردازوں نے دو دن تک حسین خان کو مجبور کیا

کہ وہ غازی خان سے ملک دولت چک کا خاتمہ کرا دیں۔ دو دن کے بعد سازشیوں نے غازی خان کو گمراہ کیا۔ اور انھوں نے آنکھیں نکال کر ان کو اندھا بنا دیا اور اس طرح

"آں جہاں سعادت منش را در ہاویۂ ہلاکت دائمی انگندند" [۵۸]

بعد کے مورخین نے دولت چک کے خلاف کی گئی سازش کی یہ وجہ بتائی ہے کہ انھوں نے اپنے چچا کاجی چک کی دوسری بیوی سے نکاح کیا جو غازی خان اور علی خان کی والدہ تھیں [۵۹]۔

غازی شاہ

۹۶۲ھ مطابق ۱۵۵۵ء میں دولت چک کو منصب وزارت سے معزول کر کے سلطنت کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا اور انھوں نے سلطان اسماعیل شاہ کو برطرف کر کے اپنے بھانجے سلطان حبیب شاہ کو برائے نام بادشاہ بنایا۔ ایک دن حبیب شاہ دربار میں بیٹھے تھے تو انھوں نے امراء و سرداران کی موجودگی میں احکام صادر کرنے میں ایسی غلطی کی کہ جس سے تمام اہل دربار کو شرمندگی اٹھانی پڑی۔ اس سلسلے میں ملک حیدر چاڈورہ کہتے ہیں کہ :-

"در تاریخ نہصد و شصت و دو کہ در دیوان نشستہ بود۔ در احکام غلطی کرد۔ کہ اکثر ارکان خجالت کشیدند۔ علی خان برادر خورد غازی خان تاج از سر حبیب برداشت۔ و بر سر غازی خان گذاشت" [۶۰]

حسن نے حبیب شاہ کے سر سے تاج سلطنت ہٹانے کی یہ وجہ بتائی ہے کہ انھوں نے سر دربار ایسے زور سے ریاح خارج کیا کہ اہل دربار اس کی آواز سے جھینپ گئے۔ بادشاہ کے اس نامعقول طرز عمل سے علی خان غیظ و غضب میں بل کھانے لگے اور انھوں نے حبیب شاہ کے سر سے تاج اٹھا کر غازی خان کے سر پر رکھا۔ حسن کے الفاظ یہ ہیں :-

"بعد انقضائے مدتِ یک سال حبیب شاہ بہ مسند شاہی نشستہ۔ گوزے شدید بکمال شد و مد انداخت کہ بہ نفیر آں اہل مجلس شرمندہ شدند۔ و علی خان بجوش آمدہ تاج شاہی از سرش برداشتہ برفرق غازی خان نہادہ۔ حبیب شاہ از نشیمنِ شاہی بیروں ساخت۔ بادشاہِ سلاطین کشمیر بہ خاتمہ رسید۔

سبحان اللہ پادشاہی دو صد و سی و دو سالہ بیک بادِ مخالف بباد رفت" [۶۱]

خاندان چک میں جو شخص سب سے پہلے بادشاہی کے درجے پر پہنچے وہ غازی شاہ ہی تھے۔ انھوں نے قلیل عرصے میں لداخ، اسکردو، گلگت، پکھلی دارود (دردستان) کشتواڑ غرضیکہ تمام کوہستان ہند کو مسخر کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اور ہر ایک علاقے میں دفاع کے لیے اپنے فوجی دستوں کو مقرر کیا تھا۔[۱]

۹۶۲ھ کے موسم بہار کی ابتدا میں ان فتنہ پردازوں نے جو ہمیشہ تر ہکام چکوں کی سازشوں میں ہندوستان میں بیرونی طاقتوں کے ساتھ ملوث ہوتے تھے ایک مرتبہ پھر علم بغاوت بلند کیا۔ ان کے بزرگ ہمیشہ اقتدار کی رسہ کشی کے لیے یہاں سے فرار ہو کر ہندوستان میں مغل بادشاہوں کو طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر اپنی حمایت کا یقین دلاتے تھے اور ان کو کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے بابر، ہمایوں، اور مرزا حیدر کاشغری کو کشمیر فتح کرنے کے لیے یہاں بھیجا تھا۔ اب ان لوگوں نے پہلے ہی مرحلے میں غازی شاہ اور ان کے بھائی حسین خان کے قتل کا منصوبہ تیار کیا کہ ان کے قتل کے بعد وہ خود تخت سلطنت پر قابض ہو جائیں۔ یہ باغی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے کیونکہ غازی شاہ کو اس سازش کا پتہ چلا تھا انھوں نے مخالفین کو بلایا۔ نصرت چک، یوسف چک پسر ریگی چک اور شنکر چک حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے ان کی چالبازی کے پیش نظر ان کو دلاسا دیا اور رات بھر کے لیے روکا۔ دوسرے دن نصرت چک کے بھائی اور دوسرے مخالفین نے دریائے جہلم کے تمام پل کاٹ دیے۔ اور غازی شاہ کے خلاف بہ مقام ذالڈگر صف آرا ہوئے۔ صبح کو غازی شاہ ان کی سرکوبی کو نکلے اور ذالڈگر میں حملہ کیا۔ شدید جنگ کے بعد انھیں شکست دی۔ نصرت چک کے بھائی اور کچھ دوسرے باغی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ بعد ازاں یوسف چک پسر ریگی چک قید خانے میں ڈال دیے گئے۔[۲]

تھوڑے ہی عرصے کے بعد باغیوں کے ساتھ شنکر چک اور بہرام چک وغیرہ مل گئے۔ اور سوپور میں بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ غازی شاہ نے ان پر چڑھائی کی اور ان کو شکست دی۔ بہرام چک کھوہامہ میں گرفتار کر کے سری نگر میں قتل کیے گئے۔ یوسف چک اندھے کر کے قید کیے گئے لیکن ان کی آنکھیں درست ہو گئیں۔ کچھ دنوں کے بعد جیل سے فرار ہو کر پنجاب چلے گئے۔ ان کے بھائی ابراہیم چک کا صفایا کیا گیا۔ اس طرح غازی شاہ نے اپنے بھائی ملک حسین چک اور علی چک کے تعاون سے ملک کشمیر کو خس و خاشاک سے صاف کر کے ایک قلعے کی طرح مضبوط بنایا۔

ابو المعالی کی شکست اور مغلوں کے سروں کا منارہ

غازی شاہ کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے عہد میں کمال جرأت و مردانگی کے ساتھ ہمیشہ مغل سامراجیوں کو جن کی پشت پناہی مفاد پرست اور وطن دشمن کشمیری کر رہے تھے شکستِ فاش دی۔ انھوں نے کشمیر میں مغلوں کو غارت کر کے پورے ہندوستان سے اپنی بہادری کا لوہا منوایا تھا۔ جن لوگوں کو غازی شاہ نے شکست دی تھی اور جو ہندوستان مفرور ہوئے تھے وہ وہاں ان کے استیصال کے لیے سازشوں میں مصروف رہے۔ ان کا ایک وفد ملک شمس رینہ ولد عیدی رینہ کی قیادت میں شہنشاہ ہمایوں کے پاس دلی گیا۔ اور ان سے کہا کہ وہ کشمیر پر حملہ کریں۔ بادشاہ ان کے بہکاوے میں آکر کشمیر پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ لیکن انہی دنوں ہمایوں چھت سے گر کر جاں بحق ہوئے۔ کشمیریوں نے شاہ ابو المعالی (ہمایوں ان کو اپنا بیٹا کہتے تھے) کے ساتھ ساز باز کر کے ان کو اپنی حمایت کا یقین دلا کر ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۸ء میں کشمیر پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ چنانچہ دشمن نے بے خبری میں حملہ کر ہی دیا اور اب وہ بارہمولہ کے راستے سے سری نگر کی جانب پیش قدمی کر رہا تھا۔ کشمیر کے تمام چھوٹے بڑے سنّی حضرات نے دشمن کا استقبال کیا اور جوق در جوق مغل فوج میں شامل ہو گئے۔ جب غازی شاہ کو معلوم ہوا کہ دشمن سر پر آرہا ہے تو وہ مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ دو بھائی حسین خان اور علی خان اور چند محدود لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ہانجی ویرا کے مقام پر زبردست جنگ ہوئی۔ میدان جنگ غازی شاہ کے ہاتھ رہا۔ انھوں نے دشمن کو مغلوب کر کے انھیں زبردست جانی نقصان پہنچایا۔ اور سترہ سو سپاہی قید کیے گئے۔ جو بچے تھے وہ حواس باختہ ہو کر فرار ہوئے۔ طرفین سے جنگ میں چار ہزار سپاہی کام آئے۔ مرنے والوں میں اکثر و بیشتر مغل سپاہی تھے۔ غازی شاہ نے مغل سپاہیوں کے سروں کے کئی منارہ مرتب کیے۔ انھوں نے ملک شمس رینہ کو بھی

> "باوجود قرابت کہ دختر شمس الدین (شمس رینہ) در خانۂ پسر غازی خان بود بقتل آورد۔ وایں نوع فتحے از عواظم خواقین کسے را روئے نہ نمود کہ نصیب غازی خان شد"۔

غازی شاہ کی اس فتح عظیم سے مغلوں کے دل و دماغ پر کئی سال تک خوف و ہراس چھا گیا۔[۱]

حسن نے یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

"شمس رینہ پسر عیدی رینہ و چند کس از امراء برائے استعانت و استمداد در دہلی پیش ہمایوں پادشاہ پناہ گرفتند۔ درآں روز ہمایوں از بام افتادہ دنیائے فانی را پدرود نمود۔ امرائے کشمیر میرزا ابو المعالی را کہ از سادات کاشغر پسر خواندہ پادشاہ بود۔ بہ خدعیت و فریب ورغلانیدہ با عسکر ہمراہ آوردہ در بے خبری بغتۃً وارد بہن شدند۔ و دراں جا بسیارے از دلاوران و سپاہان کشمیر با ایشان ملحق گشتند۔ غازی خان بہ مساعدت تمام سرانجام مہام لشکر سرانجام دادہ سید ابراہیم خان را با خود متحد و متعہد ساخت۔ نصرت چک مسلسل و مغلول ہمراہ برداشتہ بوفور سامان و یراق و طمطراق یلغار کردہ بر نہر ہانجی دیرہ رایت تقابل افراشت۔ فردا از آب عبور کردہ فریقین بحرب و ضرب پیوستند۔ انہار خون جاری کردند۔ از جانبین دادِ شجاعت و مبارزت دادہ۔ گرد ہیجا بہ فلک رسانیدند۔ از صبح تا شام صمصام خون آشام در انتقام بود۔ ظاہراً غلبہ از طرف مغلاں روئے نمود۔ ناگاہ دہشتے و رعبے در عسکر مغلاں افتادہ بجانب کوہستان منہزم شدند۔ و شمس رینہ دست و پا گم کردہ در اخراج مغلاں سعی می کرد کہ مبادا دستگیر شدہ ضائع خواہند گرفت۔

درآں حالت غازی خان بر لشکر مغل تاخت آوردہ۔ قریب یک ہزار و ہفت صد کس از لشکر مغل مع شمس رینہ اسیر ساخت۔ سوائے آں از دلاوران فریقین چہار ہزار کس در رزم گاہ بقتل رسیدند۔ و ابو المعالی با جمیع از بقیۃ السیف بجانب ہند رجعت نمود۔ غازی خان از روئے سفاکی مغلان اسیر شدہ را طعمۂ تیغ اجل ساخت۔ شمس رینہ بدار کشید۔ از آنجا کوس فیروزی نواختہ بجانب مسندِ حکومت رایت معاودت افراخت"[۶۵]

اس واقعہ کے دو سال کے بعد ۹۶۵ھ (مطابق ۱۵۵۸ء) میں محمد رینہ برادر شمس رینہ، لوہر چک، احمد خان ماگرے اور حبیب چک کپواری وغیرہ امرائے کشمیر نے بادشاہ غازی شاہ کے خلاف پھر علم بغاوت بلند کیا۔ ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ باغیوں نے دریائے جہلم کے پل کاٹ دیے۔ اور میدان ذالڈگر واقع سری نگر میں اپنا محاذ قائم کیا۔ غازی شاہ محلہ دیدمر موجودہ

محلۂ خانقاہ سوختہ) کے قریب دریا پار کر کے ذالڈگر پہنچے۔ یہاں فریقین میں ہاتھیوں کی زبردست جنگ ہوئی۔ غازی شاہ نے دشمن کو شکست دی اور اپنے سپاہیوں میں انعامات تقسیم کیے۔ اس کے بعد وہ امور سلطنت کی طرف متوجہ ہوئے۔ تاریخ کشمیر کے صفحات میں اس جنگ کا حال یوں درج ہے :۔

"درسالِ دوم محمد رینہ برادر شمس رینہ بہ معاضدت جیبب چک پائے استقامت افشردہ بہ محاربہ و مجادلہ بر غازی خان غلبہ آورد۔ و غازی خان در عرصۂ کارزار فیل زبانِ خود را بہ جنگ محمد رینہ ہیجان داد و محمد رینہ ضرب ہائے ناچخ و صلیل بر کالبد فیل انداختہ عاقبت ذلیل گشت و حبیب چک رو بروئے فیل آمدہ حملہ ہائے مردانہ ساختہ تاکہ فیل بہ غضب آمدہ خرطوم خود بر حبیب چک افراختہ۔ وے اسپ خود بدریا انداختہ رو بہ گریز نہاد۔ اما بموجب تقدیر پائے اسپش ناگاہ در خلاب بند شد۔ سلاحش از دست افتاد۔ فیل بکمال غضب در عقب او تاختہ خرطوم بر او رہا کرد۔ حبیب چک خرطوم فیل بدندانِ خود چناں گزید کہ فیل بگریخت۔ چوں اجلش رسیدہ بود فیل بازگشت آمدہ او را ریزہ ریزہ کرد۔ پس غازی خان علم نصرت بفلک افراختہ سپاہیانِ خود را بہ انعام و اکرام ممنون ساختہ و در رتق و فتق امورِ سلطنت پرداخت"

قرابہادر کی شکست اور مغلوں کے سروں کا بلند مینار

۹۶۷ھ مطابق ۱۵۶۰ء میں غازی شاہ کے امرائے مخالفین مثل حاجی باندے، لوہر ڈانگر، یوسف چک، فتح چک اور نصرت چک گیواری وغیرہ جو غازی شاہ کے ہاتھوں شکست کھا کر ہندوستان میں جلائے وطنی اور آوارہ گردی کی زندگی گزار رہے تھے متحد ہو کر کشمیر کی سودے بازی کے لیے شاہنشاہ اکبر کے پاس وفد کی صورت میں چلے گئے۔ ان لوگوں نے شہنشاہ کو دستور قدیم کے مطابق اپنی حمایت کے سبز باغ دکھا کر کشمیر پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ اکبر اعظم نے قرابہادر ہمشیرزادہ مرزا حیدر کاشغری کو حکم دیا کہ وہ کشمیر فتح کرے۔ قرابہادر سامراجی حکم کے تحت بارہ ہزار لشکریاں اور کشمیری امراء کے ہمراہ فتح کشمیر کی غرض سے راجوری پہنچے۔ غازی شاہ کو دشمن کے آنے کی اطلاع جب ملی تو وہ بھی مقابلے کے لیے معدودے چند ساتھیوں کے ہمراہ

ہیرہ پور کے راستے سے تھنہ پہنچے۔ یہاں سے مزید کمک کے ساتھ لوہر کوٹ وارد ہوئے۔ اس مقام پر انھوں نے ایک دن میں قلعہ تعمیر کیا۔ دوسرے دن جانبین کی فوجیں نبرد آزمائی کے لیے راجوری میں صف بستہ ہوئیں۔ مغلوں کو شکست ہوئی۔ جن میں اور لوگوں کے علاوہ ان کے ایک نامی بہادر مثل رستم توچک بہادر بھی کام آئے۔

غازی شاہ نے ایک فرمان جاری کیا کہ جو کوئی مغل سپاہی کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو ایک ایک اشرفی انعام میں دی جائے گی۔ فرمان شاہی سنتے ہی ڈوموں کی ایک جماعت تیار ہوگئی۔ اس نے صبح سے نماز پیشین تک سات ہزار مغل سپاہیوں کے سر قلم کر کے غازی شاہ کے سامنے انبار کیے۔ انھوں نے ان لوگوں کو دوگنے انعام سے نوازا۔ بلکہ بعضوں کو پانچ گنا انعام سے سرفراز کیا۔ باقی مغل جو بچ گئے تھے انھوں نے راہ فرار اختیار کی۔ فتح کے بعد غازی شاہ سری نگر واپس آئے۔ یہاں انھوں نے دوسری مرتبہ مغل سروں کا منار تعمیر کیا جو پہلے مرتب کیے گئے منار سے کہیں زیادہ بلند تھا۔[۶۵] مغلوں کے ساتھ غازی شاہ کی یہ دونوں لڑائیاں ان کے بلند کارنامے تھے۔

۹۶۸ھ مطابق ۶۱-۱۵۶۰ء میں فتح چک اور لوہر چک کی سربراہی میں امرائے کشمیر نے پھر بغاوت کی۔ غازی شاہ نے اپنے بھائی حسین خان کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ اسی اثنا میں سردی کا موسم شروع ہوگیا اور بہت سے باغی برف کے اندر دب کے مر گئے۔ بقیہ کشتواڑ کی طرف پناہ گزیں ہوئے لیکن چونکہ وہ بڑی مصیبت میں تھے انھوں نے حسین خان کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ ان لوگوں نے ان کی طرف سے غازی شاہ سے صلاح و مشورہ کیا۔ غازی شاہ نے انھیں بخش دیا اور جاگیر عطا کی۔

غازی شاہ بڑے انصاف پرور، بہادر، جفاکش، محب وطن اور بیدار مغز تھے۔ انھوں نے اپنے دورِ اقتدار میں غداروں، اور سرکشوں اور باغیوں کا قلع قمع کر کے ملک میں امن و امان قائم کیا تھا۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے شاہنشاہ اکبر کی فوج گراں کو دو مرتبہ موت کے گھاٹ اتار کر کشتوں کے پشتے لگائے اور سروں کے منار تعمیر کیے تھے۔ ان شکستوں سے مغلوں پر اتنا خوف و ہراس چھایا کہ ان کو غازی شاہ کے زمانے میں کشمیر پر حملہ کرنے کی ہمت ہی نہیں پڑتی تھی۔[۶۶] ڈاکٹر محب الحسن کہتے ہیں کہ

"غازی شاہ میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو کسی خاندان کی داغ بیل

ڈالنے کے لیے کافی ہوتی ہیں۔ وہ بیدار مغز، ہمت ور، جفاکش، دھن کا پکا اور موقع شناس تھا۔ اس نے ۱۸ سال کی عمر میں اپنے باپ کاجی چک کی نگرانی میں سپاہی کی حیثیت سے زندگی کا آغاز کیا تھا۔ اس نے اس کے ساتھ نہ صرف لڑائیوں میں شرکت کی بلکہ جلاوطنی اور دوسری صعوبتوں میں بھی ساتھ دیا۔ کاجی چک کے انتقال کے بعد وہ خاندان کے دوسرے بزرگ افراد کے تحت کام کرتا رہا۔ اور اس نے چکوں کو اس طرح متاثر کیا کہ جب وہ دولت چک سے غیر مطمئن ہوئے تو انھوں نے غازی کو اپنا سربراہ بنایا۔ برسر اقتدار ہونے پر غازی چک نے باغی سرداروں کا سر کچل دیا۔ اور ملک میں امن و سکون قائم کیا۔ لیکن ان کی سب سے اہم خدمت یہ تھی کہ وہ ملک کو مغلوں کے حملے سے بچانے میں کامیاب رہا۔ جبکہ ۲۰ سال بعد اس کے جانشین اس حملہ کو روک نہ سکے۔ غازی شاہ کی شکل وصورت بھدی تھی۔ لیکن وہ علم و ادب کا دلدادہ تھا۔ اور فارسی میں شاعری بھی کرتا تھا۔ وہ اپنے خیر خواہوں سے فیاضی کا برتاؤ کرتا تھا۔ لیکن غداروں پر اس کو ذرا بھی رحم نہیں آتا تھا۔ اور وہ ان کو سخت سے سخت سزائیں دیتا تھا۔ لیکن کشمیر کا پہلا سلطان تھا جس نے سیاسی حریفوں کو اندھا کرنے اور ان کے اعضا کاٹنے کا طریقہ جاری کیا تھا۔ بایں ہمہ وہ بہادروں کو پسند کرتا تھا۔ اور مخالفت کے باوجود ان کو معاف کر دیتا تھا۔ جب مغل سردار کو چک بہادر تیر کھا کر شدید زخمی ہوا اور گرفتار کر لیا گیا۔ غازی شاہ نے اس کی جان بخشی کی اور اس سے مہربانی سے پیش آیا اور علاج کے لیے اس کو طبیب کے پاس بھیجا"۔

غازی شاہ کا معیار عدل

تمام مورخین نے سلطان غازی شاہ کے عدل و انصاف کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ انھوں نے نظام عدل کے معیار کو ہمیشہ کے لیے اونچا رکھا ہے۔ انصاف کا پلہ بھاری رکھنے کے لیے انھوں نے جو اعلیٰ ترین مثال تاریخ کشمیر میں قائم کی ہے اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی ہے۔ بادشاہ نے عدل و معدلت کے بلند اصولوں کی خاطر اپنے جوان بیٹے کا خون بھی نہیں بخشا۔ بقول شاعر ؎

گشت از بسکہ در عدالت خاص   کُشت فرزند خویش را بقصاص[۵]

ان کے میزانِ عدل اور ضابطۂ آئین کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا پیش کی جا سکتی ہے کہ ۹۶۶ھ مطابق ۱۵۵۸-۵۹ء میں ایک مرتبہ وہ چوگان کھیلنے کی غرض سے فوجی افسروں کے ہمراہ عید گاہ جا رہے تھے ۔ راستے میں اتفاق سے گھوڑے کی ٹاپ بجائے زمین کے ایک عنّاب فروش پر آ پڑی۔ جس سے اس کے انگور زمین پر گر پڑے ۔ اسی اثنا میں غازی شاہ کے چہیتے بیٹے شہزادہ حیدر خان کے ملازم نے چند انگور زمین سے اٹھائے ۔ ابھی وہ کھانے ہی جا رہا تھا کہ عنّاب (انگور فروش) نے بادشاہ سے شکایت کی۔ جب انھوں نے نافرمان نوکر کے ہاتھ میں انگور دیکھے تو جائے موقعہ پر ہی اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اور آناً فاناً ہاتھ قطع کیا گیا۔ یہ حادثہ شہزادے پر ناگوار گذرا۔ وہ باپ کے طرزِ عمل سے دل برداشتہ ہو گئے ۔ اور ان کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا۔ غازی شاہ نے اپنے سالے ملک محمد چاڈورہ کو شہزادے کے پاس سمجھانے بجھانے کے لیے بھیجا ۔ ماموں اور بھانجے میں گرما گرمی اور کچھ تلخ کلامی ہوئی ۔ اس پر شہزادے کو غصہ آیا اور انھوں نے ملک محمد کو ایک ہی ضربتِ شمشیر سے ملکِ عدم کو پہنچایا۔ اور "اول قدم عدم" کے حکم پر اکتفا نہ کرتے ہوئے تیغ خوں آشام لے کر باپ کے قتل پر آمادہ ہوئے ۔ یہ دیکھ کر ماں دامنگیر ہوئی اور قسمیں دے دے کر بیٹے کو اس ارادے سے باز رکھا۔ جب یہ خبر بادشاہ غازی شاہ کو پہنچی تو انھوں نے شفقت پدری کو بالائے طاق رکھ کر انتہائی غیظ و غضب سے شہزادے کو بہ سیاست تمام گھر سے نکالا اور عید گاہ کی سر راہ پر قربانی کے بکرے کی طرح پھانسی پر لٹکا دیا۔ جب کبھی عید گاہ کی طرف اس راستے سے جاتے تھے تو بیٹے کی لاش کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے ۔ شہزادے کی لاش سولی پر آٹھ دن تک لٹکتی رہی اور بعد میں دریا میں پھینک دی گئی ۔ اس سانحہ جانکاہ سے قدرتی طور پر غازی شاہ پر ایسا اثر پڑا کہ وہ عارضۂ جذام میں مبتلا ہوئے ۔ گو یہ بیماری ان کو پہلے سے ہی تھی لیکن بیٹے کے المناک حادثے نے اس میں مزید اضافہ کیا اور ۹ سال دو ماہ کی حکومت کر کے ۹۷۱ھ (۱۵۶۳ء) میں اپنے بھائی حسین خان کے حق میں تاج و تخت سے دستبردار ہوئے ۔ آخر کار ان کا انتقال ۵۸ برس کی عمر میں ۹۷۴ھ ہجری مطابق ۱۵۶۶ء میں ہوا[۱۱]

سلطان غازی شاہ مذہبی معاملات میں بڑے روادار تھے۔ مذہباً شیعہ تھے لیکن دوسرے فرقے کے لوگوں سے ان کا برتاؤ اچھا رہا۔ ہندوؤں اور بودھوں کو بھی مکمل آزادی دی

تھی۔ نوادر الاخبار کے مصنف کا بیان ہے کہ غازی شاہ متعصب تھے۔ اسی وجہ سے بہت سے سنی حضرات مثل نصرت چک، یوسف چک اور ناجی چک وغیرہ کاشغر گئے اور ان کا تختہ الٹنے کے لیے قرا بہادر کو کشمیر پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی[۲۸] حسن کا یہ کہنا غلط ہے کہ غازی شاہ نے شیخ حمزہ مخدوم کو پرگنۂ بیروہ بھیجا۔ اور "اہل سنت را بسیار زحمت رسانید"[۲۹] اگر یہ صحیح ہوتا تو اس کا ذکر خواجہ اعظم کی تاریخ یا اس سے قبل کی کتابوں میں بھی ہوتا۔ راقم نے خواجہ اعظم کی تاریخ کے کئی پرانے نسخے جن میں ۱۸۴۵ء کا مطبوعہ نسخہ بھی شامل ہے بغور دیکھے ہیں۔ ان میں سے کسی بھی نسخے میں یہ نہیں لکھا ہے کہ غازی شاہ نے شیخ حمزہ مخدوم کو بیروہ کی طرف ڈھکیل دیا تھا یا یہ کہ انھوں نے سید کمال کو قتل کیا تھا۔ سید کمال غازی شاہ کے زمانے میں مرے تھے اس سلسلے میں خواجہ اعظم کے الفاظ یہ ہیں:-

"اپنی موت سے موئے یا کسی نے زہر دے دیا۔ بہر کیف انھوں نے اس جہاں سے رحلت فرمائی"[۳۰]

تاریخ کشمیر مولفہ خواجہ اعظم کا جو نسخہ آج کل رائج ہے اُسے کشمیر کے مشہور و معروف تاجر کتب غلام محمد نور محمد نے مولوی محمد شاہ سعادت کی تحریفوں کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس میں فاضل مرتب نے اپنی طرف سے بہت سے مقامات پر حاشیے لکھے ہیں۔

کتب تواریخ میں اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی ہے کہ غازی شاہ متعصب تھے اور انھوں نے یہاں کے بزرگان دین کے ساتھ کوئی سختی کی تھی۔ اس بات کی بھی کوئی شہادت نہیں ہے کہ امرائے کشمیر غازی شاہ کا تختہ الٹنے کے لیے کبھی کاشغر بھی گئے تھے۔ جب شہنشاہ اکبر نے قرا بہادر کو کشمیر فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا تو بہت سے سنی امراء جیسے فتح چک، لوہر چک اور نصرت چک نے مغلوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور غازی شاہ کے وفادار رہے۔ تاریخ میں نصرت چک کا یہ جملہ آج تک محفوظ ہے کہ

"من پیش غازی خان بیایئم و بغل بہ مغل ہمراہ نشویم"

غازی شاہ کی رواداری کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں یگانگی پیدا کرنے کے لیے گکھر قبیلے کے سردار کمال خان کی صاحبزادی سے اپنا عقد کیا تھا۔ اسی طرح رشتۂ اتحاد کو مستحکم کرنے کے لیے انھوں نے اپنی صاحبزادی کی شادی مشہور

سنی سردار سید ابراہیم خان بیہقی کے ساتھ اور اپنے بیٹے سے شمس ریبنہ ولد عیدی ریبنہ کی لڑکی منسوب کی تھی[۲۸]

لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ غازی شاہ کے عہد حکومت میں مذہبی اختلافات کی بنا پر بغاوتیں ہوئیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ چکوں کے دورِ اقتدار میں تختہ الٹنے کی سازشیں امرائے کشمیر نے اندرون کشمیر اور بیرون کشمیر محض طاقت اور بالادستی حاصل کرنے کے لیے کی تھیں۔ بہر حال لوگوں کا یہ کہنا غلط اور گمراہ کن ہے کہ غازی شاہ متعصب تھے اور انھوں نے دوسرے فرقوں کے لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا تھا۔ یہ الزامات بہارستانِ شاہی اور تاریخ ملک حیدر سے ثابت نہیں ہیں۔ برعکس اس کے تمام مورخین نے باتفاق رائے ان کے عدل و انصاف اور ملکی نظام کو شاندار الفاظ میں سراہا ہے۔

سلطان حسین شاہ

سلطان حسین شاہ ۹۷۱ھ میں "نوشیروان عادل" کے لقب سے تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔ کتب تواریخ میں عدل و انصاف اور رعایا پروری کی بنا پر ان کا سالِ جلوس "خسروِ عادل" قرار دیا گیا ہے جس سے ۹۷۱ کا سال ہجری برآمد ہوتا ہے۔ انھوں نے منصب وزارت پر ملک حیدر چاڈورہ کے جد امجد ملک محمد ناجی[ح] کو فائز کیا اور ان کے ساتھ باپ کی طرح عزت و احترام سے پیش آتے تھے۔

حسین شاہ کے عہد حکومت میں ان ہی فتنہ پرور عناصر نے جنھوں نے کہ اقتدار کی ہوس میں ملک دولت چک اور غازی شاہ کے دورِ حکومت میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دی تھی حسین شاہ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے۔ یہ لوگ ان کے استیصال اور قتل کے لیے منصوبے تیار کرنے لگے۔ جب بادشاہ کو اس سازش کا پتہ چلا تو انھوں نے بعض شرپسندوں کو سخت سزائیں دیں۔ احمد خان اور محمد خان ابدال ماگرے کے بیٹے کی آنکھیں نکلوائیں[۲۹] کچھ ہی عرصے کے بعد فسادیوں نے فتح خواجہ کو بادشاہ کے خلاف اکسایا۔ فتح خواجہ بادشاہ

ح۔ ان کا انتقال ۹۸۰ہجری میں ہوا۔ مولانا محمد معین مستغنی نے "شیخ سپاہی" ان کی تاریخ وفات کہی ہے۔ (تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ورق ۶۶ ب)

کے مقربین میں سے تھے اور انھیں خانِ زماں کے لقب سے ممتاز کیا تھا۔ اس صاحبِ منصب نے فتح چک، شمس دونی، حیدر خان اور دوسرے امرا کے تعاون سے حکومت کا تختہ الٹنے اور اس پر قبضہ کرنے کی سازش کی۔ ایک دن حسین شاہ شکار کے لیے دتھنار جھیل کی طرف گئے تھے۔ ملک محمد ناجی سری نگر میں ہی تھے۔ ان کو سازش کے بارے میں علم ہوا وہ حسین شاہ کے محل میں گئے اور محل کے تمام دروازے بند کیے۔ باغیوں اور خان زماں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر محل پر ہلّہ بول دیا لیکن محل میں ان لوگوں کا محاصرہ کیا گیا۔ انھوں نے بادشاہ کے محل میں بھی آگ لگا دی۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ مخطوطہ نمبر ۱۸۵۶ نسخہ سری نگر میں ورق ۱۶۱ الف میں درج ہے کہ

> " و چوں شعلۂ آتش بلند شد حسین خان از دتھنار ملاحظہ کرد و دانست کہ آتش در نواحیِ دولت خانہ است بسرعتِ تمام مراجعت نمود۔ دتھنار سیدن او ملک محمد ناجی خانِ زماں را شکست دادہ و مغلوب ساختہ بود۔ و چوں حسین خان رسید از ملک محمد ناجی بسیار راضی شد۔ چند پرگنہ دیگر زیادہ برانچہ داشتند مفوض داشت و مبلغی زر نثار کرد "

فتح چک اور بہادر خان پسر فتح خواجہ بعض کشادہ راہوں سے گھس آئے۔ یہاں زبردست مقابلہ ہوا۔ مخالفین مغلوب کیے گئے اور ان کے بہت سے سپاہی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ خان زماں اور شمس دونی دم دبا کر بھاگے۔ لیکن کچھ لوگوں نے ان کا تعاقب کیا اور راستے میں گرفتار کیے گئے۔ بادشاہ نے ان کے اعضا کاٹنے کا حکم دیا اور پھر خان زماں کا منصب دوسرے سردار مبارز خان کو سونپا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد تعصب مذہب کی بنیاد پر انھوں نے بھی بادشاہ کے قتل کا منصوبہ باندھا۔ جب اس کا علم حسین شاہ کو ہوا تو انھوں نے مبارز خان کے ہاتھ پیر کاٹنے کا حکم دیا اور ان کے ساتھ ہی لوہر چک کے بھی ہاتھ پیر کٹوائے۔ نصرت چک جو کہ اس واقعہ سے قبل قید میں محبوس تھے ان کی آنکھیں نکلوائیں۔ علاوہ بریں جن لوگوں نے غازی شاہ کو فریب دے کر ملک دولت چک کی آنکھیں نکلوائی تھیں۔ وہ بھی طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا کیے گئے۔[۵۸]

۹۷۵ھ مطابق ۱۵۶۷ء میں حسین شاہ کے بھائی شنکر خان نے کوہستانِ نوشہرہ میں بغاوت شروع کی اور وہاں کے لوگوں پر دست تظلّم دراز کیا۔ لوگ ان سے پریشان ہوئے اور انھوں

نے بادشاہ سے شکایت کی۔ بادشاہ شنکر خان کے نامعقول طرزِ عمل سے آزردہ ہوئے اور انھوں نے نوشہرہ کے لوگوں کو لکھا کہ

"شما اُورا دستگیر کنید و اگر محتاجِ مدد باشید بنویسید کہ تا کمک فرستادہ شود"

جب شنکر خان کو یہ اطلاع ملی تو وہ ایک فوجِ گراں کے ساتھ مقابلے کے لیے کشمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر بادشاہ نے اپنے چھوٹے بھائی علی خان اور ملک محمد ناجی کی کمان میں مدافعت کے لیے اپنی فوج بھیجی۔ دونوں فوجیں پونچھ میں صف آرا ہوئیں۔ لشکرِ ہراول کے سپہ سالار ملک محمد ناجی علی خان سے پہلے ہی پونچھ میں خیمہ زن ہوئے۔ شنکر خان نے فوج کثیر کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ محمد ناجی نے اپنے خاندان کے سات بہادر عزیزوں کے ساتھ دشمن کے مورچہ پر مثلِ شیر ببر حملہ کیا۔ اور خود بھی میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دی۔ جنگ میں ان کا نیزہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے بعد انھوں نے تلوار کا مظاہرہ کیا۔ دشمن کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی اس لیے ملک محمد ناجی کے داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں جنگ کے دوران جدا ہو گئیں۔ آخر کار شنکر خان مغلوب ہو کر فرار ہوئے۔ جب اس فتح کی روداد بادشاہ نے سنی تو ملک محمد ناجی کے مراتب میں اضافہ کیا۔[۷۹]

خان زمان اور مبارز خان کے زوال کے بعد حسین شاہ نے ۹۷۵ھ میں ملک لولی کو وزارت کا قلمدان سونپا۔ انھوں نے ۴۰ ہزار خروار سرکاری ملکیت کا دھان خورد برد کیا۔ اس غبن کے الزام میں بادشاہ نے انھیں عہدۂ وزارت سے برطرف کیا اور ان کی جگہ پر علی کوکہ کو منصب وزارت پر بٹھا دیا۔[۸۰]

یوسف میر کا حادثۂ قتل

علی کوکہ شیعہ مسلمانوں کے خلاف متعصبانہ اور مخاصمانہ کارروائیوں میں سرگرمِ عمل رہتے تھے۔[۸۱] چنانچہ انھوں نے دیدہ و دانستہ ایک ایسے قیامت خیز واقعہ کو جنم دیا۔ جس نے تاریخ کشمیر کو ہمیشہ کے لیے داغدار بنا دیا ہے۔ مورخین نے تہذیب و شائستگی کے دامن کو تار تار کر کے ایسی بے سر و پا باتیں بیان کی ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ تاریخ کے وہ اوراق پھاڑ کر پھینک دیے جائیں۔ واقعے کی اصلیت کو چھپانے کے لیے انھوں نے نہایت ہی غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل سے اپنی تاریخوں کو مرتب کیا۔ اس شرمناک واقعہ میں شہنشاہ اکبر کے سیاسی ہتھکنڈے بھی شامل تھے اور علی کوکہ اور دوسرے لوگوں کے شانہ بشانہ وہ بھی اس جرمِ عظیم کے مرتکب تھے۔ تاریخ کشمیر میں یہ المناک اور دلدوز واقعہ یوسف میر

کے حادثۂ قتل کا ہے۔ جو ۹۷۶ھ مطابق ۱۵۶۸ء میں رونما ہوا۔ اس بارے میں مورخین نے جو کچھ لکھا ہے وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سید علی — سید علی بیہقی جو اپنے والد کے ساتھ مرزا کاشغری کے قتل عام میں شریک تھے۔ لکھتے ہیں :-

"در بادشاہی حسین شاہ فتنۂ مذہب شدہ۔ دو مفتی بقتل رسیدند۔ یکے ملا الماس و دوم ملا بیچہ گنائی کہ ہر دو شہید شدند۔ فتنۂ عظیم روئے دادہ۔ چنانچہ یوسف منڈو نام سپاہی از نوکران بتدبیر مرزا مقیم ایلچی اکبر بادشاہ در مسجد جامع بر سر قاضی حبیب کہ خطیب مسجد جامع نیز بود۔ شمشیر کشیدہ بودند۔ ازیں کار ملامت بہ حسین شاہ افزودہ باتفاق مرزا مقیم فتویٰ از مفتیانِ مذکور طلب کردہ کہ اگر کسے بر خون ناحق حکم کند و بحکم او کشتہ شود او را موافق شرع شریف چہ می رسد۔ چوں در میانِ کشتن یوسف منڈو گذشتہ بود۔ ایں مفتیان خالی الذہن ازاں تدبیر بودند۔ فتویٰ مہر کردہ دادند" [۸۲]

یعنی حسین شاہ کے عہد سلطنت میں ایک مذہبی فتنہ رونما ہوا۔ دو مفتی مارے گئے۔ ایک ملا الماس اور دوسرے ملا بیچہ گنائی۔ ان کے مارنے سے بڑا فساد ہوا۔ مرزا مقیم سفیر اکبر بادشاہ کے سپاہی یوسف منڈو نے جامع مسجد کے اندر قاضی حبیب کے سر پر تلوار ماری۔ اس ناگوار واقعہ سے حسین شاہ کی ندامت بڑھ گئی۔ انھوں نے مرزا مقیم کے مشورہ سے مذکورہ بالا مفتیوں سے فتویٰ طلب کیا تھا کہ اگر کوئی کسی بے گناہ شخص کے قتل کے بارے میں حکم دے اور اس کے حکم سے وہ مارا جائے تو اس کے لیے شرع کیا کہتی ہے۔ چونکہ وہ بھی یوسف کے قتل میں شامل تھے اس لیے مفتیان اس ضمن میں خالی الذہن تھے اس لیے فتویٰ جاری کیا۔

خواجہ اعظم دیدہ مری — یوسف منڈو اکبر بادشاہ کے سفیر مرزا مقیم اصفہانی کے ملازم تھے۔ انھوں نے جمعے کی نماز کے بعد قاضی حبیب اللہ خطیب جامع مسجد کے سر سے پگڑی اتار کر بے ادبی کی۔ اس پر لوگوں نے حسین شاہ کے خلاف نفرت کا اظہار کیا اور لوگوں نے یوسف کو قتل کیا۔ ان کے قتل کا فتویٰ ملا الماس اور ملا فیروز گنائی نے بادشاہ کے کہنے پر دیا تھا۔ [۸۳]

خلیل مرجان پوری کی بھی یہی رائے ہے۔ مزید برآں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ

"یوسف منڈو نے بادشاہ حسین شاہ کے مشورے سے قاضی حبیب کی پگڑی اتاری تھی۔ اس لئے انھیں" بضربتِ خشت وشت کشتند" ۵۵

ملّا بدایونی ـــ ملا عبدالقادر بدایونی اس واقعے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"اسی سال ۹۹۵ھ میں بادشاہ (اکبر) نے مرزا مقیم اصفہانی اور ایک شخص میر یعقوب کشمیری کو رافضی ہونے کے جرم میں فتح پور میں قتل کروایا۔ مرزا مقیم لکھنؤ میں کچھ عرصے تک حسین خان کی ملازمت میں رہا تھا۔ حسین خان سیدوں کا بڑا معتقد تھا۔ اس لیے وہ مرزا کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتا تھا۔ اس نے مرزا کو اپنی سرکار کا وکیل بھی بنا دیا تھا۔ حسین خان کے عزیزوں اور بھائیوں نے خان کو بتلایا کہ یہ مرزا کٹر رافضی ہے۔ اس لیے خان اس سے کبیدہ خاطر ہوگیا۔ مرزا بھی حسین خان کی ملازمت چھوڑ کر بارگاہِ بادشاہی میں جا پہنچا۔ بادشاہ نے اس پر مہربانی کی اور اُسے کشمیر کے حاکم حسین خان کے پاس شاہی وکیل بنا کر بھیج دیا۔ اس زمانے میں کشمیر میں چند متعصب رافضیوں نے قاضی حبیب کو جو پکے سنّی تھے مذہبی تعصب میں حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ قاضی ابھی زندہ ہی تھا کہ کشمیر کے حاکم حسین خان نے مفتیوں کے فتوے کے مطابق قاتل کو سزا دے دی۔ مرزا مقیم نے اس معاملے میں مداخلت کی اور اپنے اثر سے کام لے کر ان مفتیوں کو اس جرم میں کہ انھوں نے قاتل کے قتل کا فتویٰ کیوں دیا ایک نہایت متعصب اور شر پسند رافضی کے حوالے کر دیا۔ اس نے تین چار مفتیوں کو قتل کر دیا" ۵۶

عبدالباقی نہاوندی ـــ آپ اس واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :۔

"در ۹۷۶ھ ست وسبعین وتسعمایہ، قاضی حبیب را کہ حنفی مذہب بود روز جمعہ یوسف اید رنام در پائے کوہ زخمدار ساخت وشمشیر دیگر انداختہ انگشتان او قلم کرد۔ وغیر از تعصب کہ بواسطۂ اختلاف مذہب بود۔ باعثِ دیگر ظاہر نبود۔ یوسف بعد از مجروح نمودنِ قاضی گریخت۔ حسین خان فرمود تا یوسف را پیدا کردہ حاضر ساختند۔ وفقہا را طلب فرمود کہ درباب او حکم نمایند۔ فقہا گفتند کہ

"کشتنِ ایں چنیں شخصے از روئے سیاست رواست"۔ قاضی گفت "تا من زندہ ام، کشتنِ او جائز نیست"۔ عاقبت او را سنگسار نمودند۔ جمعے کہ با او در مذہب یکے بودند۔ بہ حسین خان گفتند کہ در کشتنِ او عجلت واقع شد۔ حسین خان گفت کہ بحکمِ ملایاں کشتہ شد۔ دریں اثنار مرزا یعقوب و مرزا مقیم برسم ایلچی گری از درگاہِ بندگانِ خلافت پناہ بکشمیر آمدند۔ بعد چند روز مرزا مقیم گفت "مفتیانے کہ یوسف را بفتوائے ایشان کشتہ اند نزد ما فرستند"۔ حسین شاہ مفتیان را پیشِ او فرستاد۔ قاضی زین کہ با یوسف در مذہب ہمراہ بود گفت "مفتیاں فتوئے غلط کردند"۔ مفتیان گفتند کہ "ما فتوائے کشتنِ او علی الاطلاق نہ کردیم۔ ما گفتیم ایں چنیں کساں را بجہت سیاست کشتن رواست"۔ مرزا مقیم مفتیاں را در مجلس اہانت نمودہ بفتح خان رافضی سپرد۔ و ایشاں را ایذا کرد۔ و فتح خان بحکم مرزا مقیم مفتیاں را بقتل آورد۔ و ریسماں در بستہ در کوچہ و بازار گردانیدند"

محمد قاسم فرشتہ ـــــ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"۹۷۰ ہجری میں قاضی حبیب جو مسلم دیندار اور سنی حنفی المذہب تھے۔ جمعہ کے روز جامع مسجد سے باہر نکلے اور زیارت قبور کے لیے وادی کوہ ماران روانہ ہوئے۔ یوسف نامی ایک شیعی نے قاضی صاحب پر تلوار کا وار کیا۔ قاضی صاحب کا سر زخمی ہوگیا۔ یوسف نے دوسرا وار کیا اور قاضی صاحب کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اس واقعہ کی بنا محض تعصب مذہبی تھی ورنہ اس کو سیاست سے قطعاً تعلق نہ تھا۔ مولانا کمال قاضی صاحب کے داماد ان کے ہمراہ تھے۔ یوسف شیعی دو وار کر کے فراری ہوا۔ حسین شاہ اگرچہ خود بھی شیعی تھا لیکن اس نے یہ خبر سنتے ہی چند سپاہیوں کو یوسف کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ اور مجرم قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ حسین شاہ نے شہر کے علمار ملا یوسف و ملا فیروز وغیرہ کو یکجا جمع کر کے فتویٰ طلب کیا۔ ان بزرگوں نے جواب دیا کہ از روئے سیاست ایسے شخص کو قتل کرنا جائز ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں زندہ ہوں اس شخص کو قتل کرنا ناجائز ہے۔ غرضیکہ یوسف شیعی سنگسار کر دیا گیا۔

اسی درمیان میں اتفاق سے ایک شیعی گروہ یعنی مرزا مقیم، میر یعقوب ولد بابا علی وغیرہ اکبر بادشاہ کے دربار سے بطور قاصد کشمیر وارد ہوا۔ . . . چند روز کے بعد مرزا مقیم نے جو یوسف شیعی کا ہم مشرب تھا کہا کہ جن علمار نے یوسف کے قتل کا فتویٰ دیا تھا ان کو میرے حضور میں طلب کرو۔ حسین چک نے مرزا مقیم کے حکم کی تعمیل کی۔ قاضی زین نے جو مذہب امامیہ کا پیرو تھا کہا کہ علمار نے غلط فتویٰ دیا ہے۔ ان علمار نے جواب میں کہ ہم نے مجرم کے قتل کا مطلقاً فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ ہمارے فتویٰ کا مقصود یہ تھا کہ ایسے شخص کو از روئے سیاست قتل کرنا جائز ہے۔ مرزا مقیم نے اسی مجلس میں علمار کی توہین کی اور ان کو فتح خان چک کے حوالے کر دیا۔ فتح خان نے ان علمار کو بہت آزار پہنچایا۔ اور مرزا مقیم کے حکم سے علمار کو قتل کر کے ان کے پاؤں میں رسّی باندھی اور ان کی لاشوں کو شہر میں اس طرح گشت کر دیا" ؁؁

حسن ـــ پیر غلام حسن کھویہامی مشہور کشمیری مورخ لکھتے ہیں:۔

"در ۹۶۵ھ ہجری مرزا مقیم شیعہ از جانب اکبر بادشاہ ظاہراً بطور سفارت باطناً برائے تجسّس راہ وطور وطرز ایں دیار با جمعے معدود بکشمیر آمدہ۔ و چند گاہ دریں جا توقف نمود۔ و قاضی حبیب اللہ کہ قاضی شہر و خطیب مسجد جامع بود بعد نماز جمعہ در ذیل کوہ ماراں بزیارتِ قبور رفتہ بود۔ یوسف بندر کہ از متابعانِ مرزا مقیم شیعہ بود از روئے تعصّب و قصدِ ثواب شمشیر کشیدہ حوالہ قاضی نمود و سر قاضی مجروح گشت۔ چوں ضربِ دوم انداخت قاضی دستِ خود سپر ساخت۔ انگشتان او بریدہ شد۔ و مولانا کمال کہ داماد قاضی بود خود را بر قاضی انداخت و یوسف بعد از مجروح ساختن قاضی بگریخت و علی کوکہ و دتی کوکہ کہ از اہل سنّت بودند ایں خبر شنیدہ یوسف مذکور را محبوس داشتند و حسین خان را از دربار عام بنام مفتیان نوشتہ گرفتند کہ بہ نسبت یوسف بندر ہر چہ حکم شرع باشد جائز دارند و علی کوکہ در پیش مولانا شمس الدین الماس و ملّا بیہجی گنائی ولد نونی گنائی مشہور بہ

ملّا فیروز رفتہ بیان کرد کہ حسین شاہ بہ نظر سیاست یوسف بندر را حکم کشتن
داداہ است۔ ایشان ہم مطابق فرمان او حکم شرع جاری دارند و آں ہر
دو مفتیان گفتند کہ ہرگاہ کسے بر حاکم شرع یا والیِ اسلام بہ اہانت و استخفاف
و ارادۂ قتل اقدام نماید اگر حاکمِ وقت او برائے سیاست قتل کند در شرع
ماخوذ نیست۔ و دراں اثنا مردمِ عوامِ شہر ہجوم کردہ یوسف بندر در
طرفۃ العین بقتل آوردند

بعد چند روز حسین خان را پسر ارجمند خود ابراہیم خان کہ در حسنِ جمال
مانند بدرِ منیر و در سپاہگری و قبق اندازی و اسپ دوانی بے نظیر بود۔ بآزارِ
پیچک فوت شد۔ و حسین خان از تیمار فراقش مصیبت زدہ و پریشان خاطر گشت
و ملّا زین العابدین کہ از علمائے شیعہ بود حسین خان را ذہن نشین ساخت
کہ مفتیانِ اسلامیہ یوسف بے گناہ را حکم کشتن دادند و بہ شامت بے گناہیِ
او جگر گوشۂ ایشان از جان رفت کہ در حق او عدل نہ فرمودند۔ و حسین خان
مفتیانِ شہر سپردیوان طلبانیدہ بجانب مرزا مقیم سفیر اکبر شاہ کہ بہ مذہب
شیعہ بود تجویز داد کہ یوسف بندر بے گناہ مطلق است۔ مفتیانِ حنیفہ بر
بنا تعصب او را حکمِ قتل دادند۔ دریں باب ایشان از جانب من منصف
ہستند۔ و از ہر دو فریق دعویٰ و دلیل بہ تحقیق رسانیدہ حکم مناسب دہند۔

مرزا مقیم از مفتیان سنّیہ پرسید کہ ایشان بہ کدام مسئلہ یوسف بندر
را حکمِ کشتن دادند۔ مفتیان دلیلِ شرعی پیش آوردند۔ کہ استخفاف و اہانتِ
قاضیِ اسلام موجبِ اہانتِ شرع و شارع است۔ و مرتکبِ آں در ہر ملک و
محل متوجبِ قتل و سزاوارِ عقاب است و نیز در شرع وارد است کہ اگر
والیِ اسلام بجائے حدِّ صغیر برائے تنبیہ و سیاست حدِّ کبیر جاری دارد روا ست
ما بایں اطاعۃً للشرع و امتثالاً لحکم اولی الامر حکم نودیم۔ سوائے آں علی کوکہ دتی
کوکہ پیش ما آمدہ اظہار کردند کہ حسین خان را یوسف بندر برائے سیاست
کشتن است۔ شما حکم بکشتن او بنویسند۔ ما او را نہ کشتیم بلکہ حکم حاکم گشت۔

وحسین خان سوگند کرد کہ مرا قصدِ کشتنِ او نہ بود۔ تفضیہ او تقصات وعلما برائے

حوالہ کردہ بودم کہ تا اوراکسے نتوانند گشت ' ؎۵۵

ترجمہ: " ۹۷۵ھ ہجری میں مرزا مقیم شیعہ اکبر بادشاہ کی طرف سے ظاہراً بطور سفیر اور باطناً کشمیر کے سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لیے چند لوگوں کے ساتھ وارد کشمیر ہوئے اور کچھ دنوں کے لیے یہاں قیام کیا۔ قاضی حبیب اللہ قاضی شہر اور جامع مسجد سری نگر کے خطیب تھے۔ ایک دن نماز جمعہ کے بعد وہ کوہِ ماراں کے دامن میں قبروں کی زیارت کے لیے گئے تھے۔ یوسف بندر شیعہ نے جو مرزا مقیم کے پیروکاروں میں تھے بنائے تعصب اور قصدِ ثواب کے لیے تلوار کھینچی اور قاضی کے سر پر ماری۔ جب دوسرا وار کرنے لگے تو قاضی نے اپنے ہاتھ کو سپر بنایا۔ ان کی انگلیاں زخمی ہوئیں۔ قاضی کے داماد مولانا کمال قاضی پر گر پڑے۔ یوسف قاضی کو مجروح کر کے چلے گئے۔ علی کوکہ اور دتی کوکہ جو سنّی تھے انھوں نے یہ خبر سنتے ہی یوسف کو گرفتار کر کے قید کیا۔ اور حسین خان سے دربارِ عام میں مفتیوں کے لیے نوشتہ لے گئے کہ یوسف کے بارے میں جو بھی حکم شرع جاری کریں جائز ہے۔ علی کوکہ ملا الماس اور ملا فیروز کے پاس گئے۔ اور کہا کہ حسین شاہ نے از روئے سیاست یوسف بندر کے قتل کا حکم دیا ہے۔ آپ بھی بادشاہ کے حکم کے مطابق فتویٰ جاری کریں۔ دونوں مفتیوں نے جواب دیا کہ جو کوئی حاکم شرع یا والی اسلام کی توہین کرے یا اقدامِ قتل کا ارادہ کرے اگر حاکم وقت اس کو سیاست کی بنا پر قتل کرے تو شرع میں جائز ہے۔ اسی اثنا میں شہر کے عوام نے یوسف کو آنکھ جھپکتے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس واقعہ کے چند ہی دنوں کے بعد حسین خان کے صاحبزادے جو حسن وجمال میں لاثانی تھے اور جو تیر اندازی اور شہسواری میں بے نظیر تھے چیچک کی بیماری سے انتقال کر گئے۔ بادشاہ ان کے داغِ مفارقت سے دل ملول ہوئے۔ ملا زین الدین جو علمائے شیعہ میں تھے انھوں نے بادشاہ کو ذہن نشین کیا کہ چونکہ مفتیوں نے یوسف کا خون ناحق بہا دیا اور آپ نے ان کے حق میں انصاف نہیں فرمایا اسی لیے شہزادے کی موت واقع ہوئی۔ اس پر حسین خان نے شہر کے مفتیوں کو سر

دربار طلب کیا اور مرزا مقیم سفیرِ اکبر سے کہا کہ یوسف بے گناہ تھے اور حنفی مفتیوں نے تعصب کی بنا پر ان کے قتل کا حکم جاری کیا۔ اس سلسلے میں آپ میری طرف سے عادل ہیں اور دونوں فریقین کے استغاثے کی خوب جانچ کر کے مناسب حکم صادر کریں۔

مرزا مقیم نے مفتیوں سے دریافت کیا کہ آپ نے کس بنیاد پر یوسف کے قتل کا حکم دیا۔ انھوں نے شرعی دلیلیں پیش کیں کہ " قاضی اسلام کی سُبکی اور ذلتِ اسلام اور عالمِ شریعت کی توہین ہے جو اس امر کا ارتکاب کرے وہ ہر مذہب و ملت میں واجب القتل ہے۔ یہ بھی شرع میں لکھا ہے کہ اگر والیِ اسلام معمولی سزا کے بدلے کسی بڑی سزا کے لیے حکم جاری کرے وہ بھی جائز ہے۔ ہم نے عین شرع کے مطابق اور اولی الامر کے حکم کے تحت فتویٰ جاری کیا۔ اس کے علاوہ علی کوکہ اور دتی کوکہ ہمارے پاس آئے۔ انھوں نے بیان کیا کہ حسین خان کے لیے قتلِ یوسف ایک سیاسی مسئلہ ہے۔ لہٰذا آپ ان کے قتل کے لیے فتویٰ جاری کریں۔ ہم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ بادشاہ کے حکم سے وہ قتل ہوئے " حسین خان نے قسمیں کھائیں کہ میری یوسف کے قتل کی نیت نہیں تھی۔ میں نے ان کا مقدمہ مفتیوں کے سپرد کیا تاکہ وہ محفوظ رہیں اور انھیں کوئی قتل نہ کر سکے۔"

حسن کا بیان گنجلک اور مبہم ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ قتلِ یوسف میں علی کوکہ وزیر اعظم نے مفتیوں اور ملاؤں کے ساتھ سازش کی تھی۔ کہ حسین شاہ از روئے سیاست یوسف کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کے قتل کا فتویٰ جاری کریں۔ حسن کے بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حسین شاہ کی نیت یوسف کے قتل کرنے کی نہیں تھی۔ انھوں نے محض تحفظ کے لیے یوسف کے مقدمہ کو علماء کے سپرد کیا تھا۔

حسن نے بادشاہ کے جس نوشتے کا ذکر کیا ہے وہ بھی جعلی اور فرضی معلوم ہوتا ہے اگر ان کی کوئی تحریر علی کوکہ یا مفتیوں کے پاس ہوتی تو وہ لوگ بھی اسے بر سرِ عدالت دفاع میں پیش کرتے۔ اور مورخین نے اس کا ذکر ضرور کیا ہوتا۔ خود حسن کے بیان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عدالت میں مفتیوں نے استفسار کے دوران بادشاہ کی کسی تحریر کا حوالہ نہیں دیا۔ ان لوگوں نے شرعی حدود کے اندر

مقدمہ کا فیصلہ اسلامی جذبے کے تحت نہیں کیا تھا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ خود مجروح قاضی حبیب نے ان کے فیصلے سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ ان کا یہ فقرہ کتب تواریخ میں موجود ہے کہ جب ان سے قتل یوسف کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ

"تامن زندہ ام کشتن او جائز نیست" ۹۳

ایسے ہی نام نہاد فتووں سے تاریخ اسلام کی پیشانی عرق آلود ہے۔

حسن نے قتل یوسف کے واقعات بہارستان شاہی سے اخذ کیے ہیں۔ انھوں نے واقعات بیان کرنے میں انصاف سے کام نہیں لیا بلکہ کج نگاہ غلط انداز مورخ کی طرح واقعات کو توڑ مروڑ کے پیش کیا ہے۔ بہارستان شاہی میں یہ واقعات یوں درج ہیں :۔

"حسین شاہ نے ملک محمد ناجی کو ہٹا کر علی کوکہ کو منصب وزارت پر فائز کیا۔ وہ بڑا متعصب اور شر پسند تھا۔ اس کے عہد حکومت میں ایک مشہور و معروف دوستدار یوسف اینڈر کے نام کے تھے۔ ایک دن راستے میں قاضی حبیب سے جو تعصب اہلبیت میں مشہور رہتے دوچار ہوئے۔ قاضی حبیب نے از سر تعصب شیعوں کو گالیاں دیں اور ان کی طرف تھوک دیا۔ اور غصے میں یوسف کے سر پر کوڑے مارے۔ یوسف میر چونکہ غیرت مند سپاہی تھے انھوں نے تلوار کھینچی اور ایک دو وار قاضی پر کیے۔ قاضی مجروح ہو کر گھوڑے سے گر پڑے۔ یوسف میر چلے گئے۔ علی کوکہ اور دتی کوکہ نے آپس میں یہ سازش کی کہ قاضی اور مفتی جو فتویٰ بھی جاری کریں اس پر عمل کیا جائے۔ ان دونوں نے قاضی موسیٰ، ملا فیروز گنائی اور ملا یوسف کو اپنے پاس بلایا۔ اور ان سے قتل یوسف کا فتویٰ صادر اور جاری کرایا۔ شہر کے لوگوں نے اس فقیر بے گناہ کو اس تعصب کے ساتھ قتل کیا کہ

"پارہ ہائے گوشت او را مردم بہ خانہائے خود تحفۂ زنان و ہدیۂ عورتان خود بردہ اند۔ و بسیار کسان خون آں فقیر را بجائے شربت نوشیدند"

قتل یوسف کے بعد علی کوکہ اور دتی کوکہ نے مفتیوں اور ملاؤں کے تعاون سے سوئے ہوئے فتنے کو جگا دیا۔ اور یوسف کے قتل کے باعث مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت ایک دوسرے کے خون کی تشنہ ہوئی اور جانبین سے بہت سے

لوگ مارے گئے۔ حسین شاہ ان واقعات سے کلیتاً بے خبر اور ناواقف تھے۔ قتل یوسف کے بعد اہل سنت و جماعت کے مُلّا غیرت میں آ گئے۔ انھوں نے قاضی زین الدین اور ملا رضی ولد سلیمان مفتی کو یہ کہکر اپنا ہمنوا بنایا کہ ہم ان ملاؤں کے ساتھ مباحثہ اور مناظرہ کریں جنھوں نے مذہب اسلام کے نام پر یوسف میر کا قتل قرار دیا۔ ان کا قتل کسی بھی مذہب میں جائز نہیں تھا۔ ان ملاؤں نے محض تعصب اور دشمنی کی بنا پر یوسف کے قتل کا فتویٰ جاری کیا اور اس طرح ان کو انھوں نے بغیر کسی وجہ کے قتل کیا۔

قاضی زین الدین اور ملّا رضی تمام امرار، خواص اور حسین شاہ کے مقربین کو ساتھ لے کر لوگوں کے گھر گھر گئے اور ان کو قتل یوسف کی صحیح صورت حال سے آگاہ کیا اس کے بعد ان امرار اور مقربین نے اپنے موقف سے بادشاہ کو گوش گذار کیا اس کے بعد مرزا مقیم جلال الدین اکبر بادشاہ کی طرف سے سفیر کی حیثیت سے کشمیر آئے۔ اور انہی ایام میں بادشاہ کے حسین و جمیل شہزادے کا انتقال بھی ہوا۔ حسین شاہ تو پہلے سے ہی یوسف میر کے قتل سے پریشان تھے اب شہزادے کی موت نے پریشان تر کر دیا۔ آخر کار انھوں نے قتل یوسف کا مقدمہ بغرض عدل و انصاف مرزا مقیم کے سپرد کیا۔

مرزا مقیم نے بادشاہ کی یہ تجویز قبول کی اور انھوں نے مباحثہ کے لیے عدالت قائم کی۔ جب اہل سنت و جماعت کے ملّا حاضر ہوئے تو اس جماعت میں سے جس نے یوسف میر کے قتل کا حکم دیا تھا صرف دو آدمی یعنی ملّا بیچہ گنائی اور ملّا یوسف الماس عدالت میں موجود تھے۔ باقی قضات اور مفتیان فرار ہو کر روپوش ہوئے تھے۔

جب قاضی زین اور ملّا رضی نے مرزا مقیم اور علمار اور فضلار و اعیانِ مملکت و امرار اور معزز شہریوں کی موجودگی میں ملّا یوسف بیچہ گنائی اور ملّا الماس سے دریافت کیا کہ تم نے یوسف میر کے قتل کا فتویٰ کس مذہب اور کس کتاب سے جاری کیا۔ جب کہ یوسف میر نے قاضی حبیب کو دو تین زخموں سے مجروح کیا

اور ان زخموں کے باوجود وہ نہیں مرے ہیں اور نہ مرینگے ۔ اگر تم نے اس بچارے کو حنفی مذہب کی رُو سے قتل کا حکم دیا تو یہ حنفی مذہب کی کتابیں حاضر ہیں ۔ اگر شافعی مذہب کے تحت فتویٰ جاری کیا تو یہ شافعی مذہب کی کتابیں سامنے ہیں۔ بتائیے کہ کس مذہب کی روشنی میں ان کے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ کس مجتہد کے فتویٰ سے اس بے گناہ کے قتل کا حکم دیا۔ امتِ محمدیہ، شریعت نبویہ، ارباب اجتہاد، مجتہدان امصار اور علمائے دہر نے ہر جراحت اور ہر زخم کے لیے قصاص مقرر کیا ہے ۔ یہ قصاص ہر مکتب خیال اور ہر عالم دین کی کتابوں میں درج ہے ۔ بتائیے کہ کس مذہب کے تحت اس فقیر کے قتل کرنے کے احکام جاری کیے ہیں۔

دونوں مفتیان ان سوالوں کے جواب دینے سے قاصر رہے ۔ آخر کار انھوں نے کہا کہ ہمیں علی کوکہ سے پیغام ملا تھا کہ بادشاہ یوسف میر کو ازروئے سیاست قتل کرنا چاہتے تھے آپ بھی ان کے قتل کا فتویٰ جاری کریں ۔ ہم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ بادشاہ نے ان کو سیاسی مقصد کی بنا پر قتل کیا۔

جب بادشاہ حسین شاہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے قسمیں کھائیں کہ مجھے یوسف کے قتل کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں نے ان کا مقدمہ قضات اور علماء کے سپرد کیا تھا۔ تاکہ وہ محفوظ رہیں اور ان کو کوئی قتل نہ کر سکے ۔ جب بادشاہ کا جواب عدالت میں پہنچا تو پھر دونوں مفتی ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر لاجواب ہو گئے ۔ اس کے بعد جو سنی علماء عدالت میں موجود تھے انھوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ سنایا کہ ان مفتیوں نے غلط فتویٰ جاری کر کے ایک بے گناہ کا خون بہایا ہے۔ قاضی عبدالغفور حنفی المذہب اور قاضی زین الدین شافعی المذہب نے پھر تمام علمائے اہل سنت و جماعت کے فیصلے سے اتفاق کر کے دونوں مفتیوں کے خلاف قصاص کا حکم دیا ۔ اس فیصلے کے مطابق ملا فیروز گنائی اور ملا یوسف الماس دونوں قتل کیے گئے "۔

عدالتی فیصلے کے بارے میں مصنف بہارستان شاہی کے الفاظ یہ ہیں :۔

" علمائے اہل سنت و جماعت کہ در آن مجلس حاضر بودند۔ اتفاق نمودہ وفتویٰ

بہ مذہب امام شافعی نوشتند کہ بادشاہِ ایں مملکت و قاضی عہد و مقتولِ ہمہ مذہب امام شافعی داشتند و بنا بر قصاص مذکور نسبت ہمہ ملّایان اہل سنت و جماعت توقیعہا کشیدند و ایں فتویٰ را ہمہ صحیح الجواب نوشتند کہ ایں ہر دو ملّا بہ سبب حکمِ باطل و امر بہ قتلِ ناحق و بہ سبب ایشان کشتنِ مردے بے گناہ متوجب قصاص و مستحقِ قود شدند۔ و قاضی عبدالغفور حنفی المذہب و قاضی زین الدین شافعی المذہب ہر دو باتفاق بوقتِ ایں فتویٰ بقصاصِ ایشان حکم کردند۔ و حسین شاہ آں ہر دو ملّا را بحکم قضات و فقہا باولیائے خون یوسف میر سپردند۔ والیانِ خون و طالبانِ قصاص آں ہر دو ملّا را بقصاص رسانیدند و باقی ملایان بعضے بطرف لاہور و ہند رفتند و بعضے ازاں باستشفاعِ شفیعان و حمایت ملوک و امرا باز بہ مناصبِ خود نشستند" ۹۰

اکبر کا تعصّب

اس واقعہ کے بعد علی کوکہ اور دتّی کوکہ پھر خونریز سازشوں میں معروفِ عمل رہے۔ یہ لوگ ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے کہ کسی نہ کسی طریقے سے فتنے کی چنگاری بھڑک اٹھے۔ انھوں نے سازشیں کرکے بہت سے لوگوں کے خونِ ناحق سے اپنے ہاتھ رنگے تھے۔ لیکن پھر بھی ان کی شمشیرِ خون آشام کی پیاس نہ بجھی۔ جب حسین شاہ نے شہنشاہ اکبر کے لیے مرزا مقیم کو تحائف و سوغات دے کر روانہ کیا اور ان کے ہمراہ یعقوب میر کو اپنا سفیر مقرر کرکے رخصت کیا تو علی کوکہ اور دتّی کوکہ نے ایک مرتبہ پھر سازش کا منصوبہ تیار کیا۔ ان دونوں فتنہ پردازوں نے بادشاہ کو فریب دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ خواجہ حاجی گنائی بھی مرزا مقیم کے ساتھ دارالخلافہ جائیں تاکہ وہ لاہور سے ان کو کچھ تحائف دیدیں۔[۹۱] علی کوکہ اور دتّی کوکہ نے مرزا مقیم کے پیچھے فتنہ پروروں اور شر پسندوں کا ایک وفد مرزا مقیم کی شکایت کے لیے شہنشاہ اکبر کے پاس بھیجا۔ اس سلسلے میں حسن کہتے ہیں کہ

"بعد رفتن اینہا خواجہ حاجی گنائی کہ از اکابران شہر بود و شیخ عبدالنبی و ملّا عبداللہ و جماعتے از اہل سنّت ہمراہ گرفتہ در پیش گاہ اکبر رفتہ۔ از شہادت مولوی الماس و ملا فیروز استغاثہ نمود" ۹۲

اکبر کے سامنے جب یہ بے بنیاد اور غلط مقدمہ پیش ہوا تو وہ چراغ پا ہو گئے۔ انھوں نے ارکانِ

وفد اور علمائے متعصب کے ساتھ ملا عبداللہ اور شیخ عبدالنبی کو آگرہ جانے کا حکم دیا تھا۔ ان لوگوں نے گواہوں کو جھوٹی تعلیم سے آراستہ کیا۔ آگرے میں شیخ عبدالنبی اور دوسرے علماء نے جھوٹے گواہوں کے سہارے ایک ایسے فساد کے شعلے بلند کیے جس کے تحت مرزا مقیم، یعقوب میر اور سید حسینی شہید کر دیے گئے۔ [۹۳]

اکبر نے اپنے سیاسی ہتھکنڈوں کو بروئے کار لانے کے لیے یک طرفہ مرزا مقیم اور دوسرے لوگوں کے قتل کا فتویٰ شیخ عبدالنبی سے جاری کرایا۔ شہنشاہ کے ارادے کشمیر کے بارے میں اچھے نہیں تھے وہ ہمیشہ ملک کشمیر کو اپنی ملکیت سمجھتے تھے اسی لیے اسے "باغ خاصہ" کہتے تھے۔[۹۴] انھوں نے سیاسی اغراض کے لیے سفارتی آئین کے اصولوں کو پامال کر کے حسین شاہ کے سفیر یعقوب میر کو بھی شیخ عبدالنبی کے فتوے سے موت کے گھاٹ اتارا۔ اس طرح شہنشاہ ایک سیاسی جرم کے مرتکب ہوئے اور دوسرے یہ کہ کشمیری عوام میں مذہبی پھوٹ ڈالنے کے ذمہ دار بھی ہیں۔ انھوں نے مرزا مقیم اصفہانی اور یعقوب میر کشمیری کو محض رافضی ہونے کے جرم میں فتح پور میں قتل کرا دیا۔[۹۵]

حسین شاہ کی رواداری

بعض لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حسین شاہ متعصب تھے اور وہ ہندوؤں اور

ح۔ شیخ عبدالنبی۔ اکبر کے دین الٰہی کے نہ صرف حامی تھے بلکہ دین الٰہی پر اپنی مہر تصدیق بھی کی تھی (منتخب التواریخ صفحہ ۵۰۲) بڑے جیلی شخص تھے۔ جھوٹی شہادتوں پر لوگوں کے قتل کے لیے فتوے دیتے تھے۔ چنانچہ جھوٹی شہادت پر ایک برہمن کو بھی قتل کرایا۔ اس قتل پر شہنشاہ ان سے خفا ہو گئے۔ اور یہی قتل ان کے لیے باعث زوال بھی ہوا (منتخب التواریخ صفحہ ۶۰۷) شیخ صاحب بڑے مغرور، متکبر اور جاہل تھے۔ "ح۔ خ" اور "ر۔ ز" کی تمیز نہ تھی (منتخب التواریخ صفحہ ۴۳۶) آخر کار اکبر ان کے نامعقول طرز عمل سے آزردہ ہوئے اور ان کے منہ پر پوری قوت سے گھونسہ مارا۔ انھوں نے مکہ معظمہ جاتے وقت ستر ہزار روپیہ کا غبن بھی کیا تھا۔ عرصے تک حوالات میں رہے۔ آخر کار ایک رات گلا گھونٹ کر ہلاک کیے گئے۔ قتل کے دوسرے دن ظہر تک ان کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ یہ واقعہ ۹۹۳ھ ہجری میں رونما ہوا۔ اسی لیے تاریخ وفات "شیخ کنبوہ" نکالی گئی (منتخب التواریخ صفحہ ۵۰۳) جب اکبر کو ان ملاؤں کے کردار کا حال معلوم ہوا۔ تو انھوں نے ان میں سے بعضوں کو قتل کیا اور بعضوں کو گجرات بھیجا۔ ملا عبداللہ کو بھی گجرات کی طرف ڈھکیل دیا۔ (بہارستان شاہی ص ۱۳۶)

سنّیوں کے مخالف تھے۔[۹۶] حسن کے بیان میں تضاد ہوتا ہے۔ خود انھوں نے حسین شاہ کے عدل و انصاف اور رعایا پروری کے جذبے کو شاندار الفاظ میں سراہا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ

"حسین شاہ ہمگناں را بعدل ورافت ونصفت دل خوش ساخت"[۹۷]

یعنی حسین شاہ نے اپنی رعایا کو عدل و احسان سے راضی کیا تھا۔ ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ

"حسین خان در رعیت پروری وداد گستری از کردۂ برادران دیگر موصوف بود"[۹۸]

یعنی حسین شاہ رعایا پروری اور عدل و انصاف میں اپنے دوسرے بھائیوں سے متصف تھے۔ کتب تواریخ میں ان کی رعایا پروری کی ایک مثال یہ بھی درج ہے کہ وہ ہر روز نماز صبح کے بعد غریبوں اور محتاجوں میں نقد روپیہ تقسیم کرتے تھے۔[۹۹]

حسین شاہ مذہبی معاملات میں بڑے روادار تھے۔ ہندو اور مسلمان دونوں کو انصاف کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جہاں وہ ہندوؤں کے مذہب کا احترام کرتے تھے اور ان کے تہواروں میں شرکت کرتے تھے وہاں دین اسلام کی ترویج کے کوشاں بھی تھے۔[۱۰۰] ڈاکٹر محب الحسن ان کے نظام حکومت، رعایا پروری کی مشغولیات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"خاندان چک میں حسین شاہ ہر لحاظ سے سب سے بہتر حکمران تھا۔ اس کی حکومت مضبوط ہونے کے علاوہ معتدل اور انصاف پسند بھی تھی۔ اور اس کی رعایا ایران کے عظیم ساسانی شہنشاہ کے نام پر اس کو نوشیروانِ عادل کہتی تھی۔ وہ ان کی شکایتیں سنتا تھا۔ ڈاکوؤں اور لالچی عمال سے ان کو بچاتا تھا۔ اور ان کی خوشحالی کے لیے کوشش کرتا تھا۔ وہ بہت سخی بھی تھا اور فجر کی نماز کے بعد روزانہ غریبوں اور حاجت مندوں کو روپیہ تقسیم کرتا تھا۔ اگرچہ خود شیعہ تھا لیکن حنفی قانون پر عمل درآمد کیا۔ اور خوارزم کے ایک سنّی فقیہہ سید حبیب کو سری نگر کا قاضی اور مسجد جامع کا امام مقرر کیا۔ اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی اس کا برتاؤ نہایت ہی اچھا تھا۔ اس نے ان کو اپنے مذہبی رسوم کو ماننے اور تہوار منانے کی پوری آزادی دے رکھی تھی۔ کچھ تہواروں میں مثلاً بسنت اور شری پنچمی میں وہ خود بھی شرکت کرتا۔ وہ علم و ادب اور موسیقی کا شائق تھا۔ فارسی میں شاعری کرتا تھا اور

نکاروں اور اہل علم کی صحبت کو پسند کرتا۔ وہ ہفتہ بھر یوں کام کرتا تھا۔
سوموار کے دن قاضیوں اور میر عدل کے ساتھ دربار کرتا۔ منگل کو شکار کھیلنے جاتا۔ بدھ کو اپنی فوج کے ساتھ دن گزارتا۔ جمعرات کا دن ماہرینِ موسیقی اور احباب کے ساتھ گزارتا۔ جمعہ کے دن وہ علماء سے بحث و تمحیص کرتا۔ سنیچر کے دن وہ ہندو اور بودھ پروہتوں کے ساتھ رہتا اور اتوار صوفیوں کے ساتھ گزارتا[۱۰۱]"

حسین شاہ کے آخری ایّام میں ان کے صاحبزادے ابراہیم خان کا انتقال عنفوانِ شباب میں ہوا۔ ان کے داغ جدائی نے ان کی صحت نڈھال کر دی۔ جس کے سبب وہ تخت سلطنت سے اپنے بھائی علی خان کے حق میں ۹۷۸ھ ہجری (۱۵۷۰ء) میں دستبردار ہوئے۔ معزولی کے بعد وہ زینہ پور میں زندگی کے باقی دن یاد الٰہی میں گزارنے کے لیے گئے[۱۰۲] اور ایک سال چند روز کے بعد زینہ پورہ میں ہی انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہیں۔ اس حساب سے ان کا انتقال ۹۸۰ھ ہجری (۱۵۷۲ء) ہوا تھا۔ صاحبِ طبقاتِ اکبری نے ان کا سال وفات ۹۷۹ھ قرار دیا اور ان کی جائے مدفن "حیران بازار" کے نواحی میں لکھا ہے[۱۰۳] جو درست نہیں معلوم ہوتا ہے۔

علی کوکہ اور دتی کوکہ یوسف میر اور مرزا مقیم وغیرہ کے قتل ناحق کی سازشوں میں ملوث ہونے کے بعد بھی سازشوں میں مصروف تھے۔ اب انھوں نے ایک اور نئی سازش کا منصوبہ تیار کیا۔ وہ یہ ہے کہ جب حسین شاہ بیمار تھے تو انھوں نے اپنی جھوٹی حمایت کا یقین دلا کر ان کو اس بات کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ علی شاہ، ان کے بیٹے یوسف شاہ اور سید مبارک خان بیہقی کو قید کر کے حسین شاہ کے کسی لڑکے کو تخت پر بٹھایا جائے۔ ان لوگوں نے نجی ملک کے مشورے سے علی شاہ پر شب خون مارنے کی سازش کی۔ دتی کوکہ نے یہ سازش فاش کی

ح ۔ تاریخ میں ان کے دو شعر یادگار ہیں ؎

حمائل کردہ تیغ و بستہ خنجر یار می آید
دلا برخیز کارے کن کہ جاں درکار می آید

آں ترکِ آل پوش سوار سمند شد
یاراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

(واقعاتِ کشمیر ص ۹۳)

اور اس نے فتح یاری کے گاؤں میں علی شاہ کو مطلع کرایا۔ علی کوکہ اور اس کے ساتھیوں نے ہانجی ویرہ میں علی شاہ کے لشکر پر شب خون مارا۔ جب حملے کی یہ اطلاع علی شاہ کو ملی تو وہ خود بھی میدان جنگ میں لڑنے کے لیے آئے۔ دونوں فریقین میں جنگ ہوئی اور حسین شاہ کے سپاہی مغلوب ہوئے۔ سید مبارک خان نے کئی لوگوں کو قتل کیا۔ آخر کار حسین شاہ نے بابا خلیل اللہ کے ہاتھ تاج شاہی علی شاہ کے پاس بھیجا اور حسین شاہ تخت سے معزول ہوئے۔

سلطان علی شاہ

علی شاہ ۹۷۸ھ (۱۵۷۰ء) میں سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ انھوں نے ایک مدبر، انصاف پسند اور روشن خیال شخص سید مبارک خان بیہقی کو منصبِ وزارت پر بٹھایا۔ سید مبارک ان کے وفادار جاں نثار دوستوں میں تھے۔ آپس میں اس قدر میل جول اور محبت و یگانگی تھی کہ بادشاہ نے اپنی صاحبزادی ان کے بیٹے سید ابو المعالی بیہقی سے منسوب کی[۱۰۴]
دو سال تک ملک میں امن و امان رہا اور کسی سازش نے جنم نہیں لیا۔ لیکن دو سال کے بعد ۹۷۹ھ (۱۵۷۲ء) میں علی خان ولد نوروز چک اور دیگر امراء نے گٹھ جوڑ کر کے بادشاہ کے خلاف عہد و پیمان کے ساتھ بغاوت کرنا شروع کی۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ تخت سلطنت پر ہم ہی قابض رہیں۔ اس سازش کا پتہ بادشاہ کو چلا۔ انھوں نے علی چک کو قتل کرنا چاہا لیکن سید مبارک خان کے مشورے سے اس اقدام سے باز رہے۔ اور علی خان کو اپنے وطن مالوف کامراج بھیج دیا۔ علی خان کا سر فتور سے بھرا ہوا تھا۔ وہ کامراج سے لاہور فوجی کمک حاصل کرنے کے لیے اکبر بادشاہ کے پنجاب کے صوبہ دار حسن قلی خان کے پاس چلے گئے۔ بعض شر پسندوں نے اس کے لاہور چلے جانے کے لئے سید مبارک خان کو موردِ الزام ٹھہرایا۔ ادھر علی خان تکبر اور فتورِ عقل کی وجہ سے حسن قلی خان سے کسی قسم کی فوجی امداد لیے بغیر ہی محمد کوٹ پہنچ گئے۔ علی شاہ نے آناً فاناً ان کے خلاف فوج روانہ کی۔ بالآخر گرفتار کیے گئے اور علی شاہ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ انھوں نے ایک سال سے زائد ان کو قید خانے میں ڈال دیا۔ اس کے بعد سید مبارک خان کی سفارش پر ایک سو دینار بطور نذرانہ ان سے لیے اور پھر قید سے آزاد کیا[۱۰۵]

علی شاہ کے زمانے میں ایبہ شاہ ولدِ غازی شاہ کے سر میں ملک پر قبضہ کرنے کا سودا پیدا ہوا۔ وہ پیٹھ پیچھے یوسف شاہ ولد علی شاہ کے خلاف لوگوں کو اکساتے تھے۔ جب اس کی اطلاع یوسف

شاہ کو ہوئی تو انھوں نے ایبہ شاہ کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود سوپور کی طرف چلے گئے۔ کچھ امرا نے ابدال خان کی کمان میں ان کے خلاف فوج بھیجی۔ ابدال خان کا دل یوسف کے بارے میں صاف نہیں تھا۔ وہ ان کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے تاکہ اس سے ان کی جانشینی کے لیے زمین ہموار ہو جاتی۔ سید مبارک ابدال خان کی چال سمجھ گئے۔ انھوں نے ان کو نصیحت کی اور کہا کہ آپ کی وفاداری علی شاہ کے تئیں ایبہ خان کو زندہ نہیں کر سکتی ہے۔ اگر آپ واقعی ایبہ خان کے ہمدرد ہیں تو ان کے بیٹوں سے ہمدردی کریں اس درمیان انھوں نے یوسف شاہ کو ایک نصیحت آمیز خط لکھا۔ اور اس طرح باپ بیٹے کی جنگ ایک مخلص اور بہی خواہ کی حیثیت سے ختم کرائی۔ یوسف شاہ سید مبارک خان کی نصیحت پر سری نگر واپس آئے۔ لیکن ان کے دل میں ابدال خان کا خدشہ برابر رہا۔ مصنف بہارستانِ شاہی کہتا ہے کہ

"این نوع غبارِ فتنہ بغیر از تیغِ آبدارِ مبارزانِ این دیار فرو نمی نشست۔ آخر بیک رشحۂ قلم آبدار نجستہ غبارِ فتنہ و فساد فرو نشانید و علی شاہ را منتِ دارو ممنون گردید۔ خدشۂ این معاملہ از یوسف خان بخاطر ابدال خان ماند" [۱۰۵]

اس واقعہ کے بعد ہی شمس دونی اور محمد مراج نے دوسرے کشمیری امرا کے تعاون سے ایک اور فتنہ و فساد برپا کرنا شروع کیا۔ جب یہ خبر علی شاہ کو ملی تو انھوں نے بغاوت کا تدارک کرنے کے لیے ان پر فوج کشی کی۔ جب اس کی اطلاع فتنہ پردازوں کو ہوئی تو وہ فوراً سید مبارک خان کے گھر آکر پناہ مانگنے لگے۔ جب اس کا علم علی شاہ کو ہوا تو انھوں نے اپنی حکومت کے استحکام کے لیے سید مبارک خان کی سفارش پر ان کی خطا معاف کی [۱۰۶]

۹۸۳ ہجری (۱۵۷۵ء) میں علی شاہ کو ایک زبردست سازش سے دوچار ہونا پڑا یہ سازش حیدر خان ولد محمد شاہ اولاد زین العابدین نے ماگریوں کے ساتھ ساز و باز کر کے کی تھی۔ بقول فرشتہ حیدر خان عرصے سے گجرات میں مقیم تھے۔ اکبر بادشاہ کی فتح گجرات کے بعد وہ ان کے ہمراہ ہندوستان آئے۔ اور پھر یہاں سے توشہرہ جاگر رہے [۱۰۷]۔ وہ حکومت کشمیر کے دعویدار تھے۔ اس ہم میں انھوں نے اپنے چچازاد بھائی سلیم خان کو بھی شریک کیا تھا۔ آخر کار محمد چک کے حسن تدبر سے یہ سازش ناکام ہوئی۔ محمد چک نے بڑی سمجھداری سے سلیم خان کو قتل کیا۔ اس ہم کے سر کرنے سے بادشاہ نے محمد چک کو انعام و اکرام سے ممتاز کیا۔ اس واقعہ کے بارے میں ملک حیدر چاڈورہ

لکھتے ہیں کہ :۔

" دریں عہد حیدر خان و سلیم خان کہ از اولاد شاہان سابق بودند۔ از ہندوستان رو بجانب کشمیر آوردند۔ و بعضے سرداران باہم ایشان ملحق شدند۔ پس علی خان مذکور لوہر خان و محمد خان را نسبت قرابت داشتند بالشکر گراں برائے مدافعۂ غنیم فرستاد۔ چوں بہ موضع ٹھنہ رسیدند محمد خان مرحوم لوہر خان را کہ ہمراہش بود مقید نمودہ باخود گرفت۔ ایں خبر بہ علی خان رسید و مضطرب شد۔ و ملک محمد ناجی را کہ در تدبیر و استقامت رائے بے مثل بود طلبیدہ مشورہ نمود کہ دریں امر چہ باید کرد وایشان گفتند کہ محمد خان عاقل است۔ و می دانم کہ حرام نمکی نخواہد کرد و بنابر مصلحت لوہر خان را محبوس نمودہ باشد۔ علی خان ایں معنی قبول نہ کردہ خود بفکر سفر افتاد و جاسوساں فرستاد۔ محمد خان مذکور در نوشہر با حیدر خان و سلیم خان ملاقات کرد و با ایشان اتفاق نمود۔ رو بکشمیر آوردہ کہ چوں براجور رسیدند محمد خان مذکور فرصت یافتہ سلیم خان را بقتل رسانید و حیدر خان فرار شد۔ پس لوہر خان را از قید خلاص ساختہ بفتح و نصرت برگشت۔ علی خان اعتقاد تمام باستقامت رائے و تدبیر و عقل ملک محمد ناجی بہم رسانید و محمد خان مذکور را بانعام و اکرام شاہانہ نواخت "[۱۰۹]

۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء میں راجہ بہادر سنگھ کشتواڑ نے بغاوت شروع کی۔ علی شاہ نے تین فوجی دستے ابدال خان، علی خان اور نوروز چک کی سربراہی میں کشتواڑ پر حملہ کرنے کی غرض سے بھیجے اور خود سنگھ پور کے گاؤں میں قیام کیا۔ راجہ مقابلہ نہیں کر سکے کیونکہ ان کی فوجی طاقت مقابلتاً کم تھی۔ وہ صلح کرنے اور علی شاہ کی سرداری تسلیم کرنے پر راضی ہوئے اور اپنے بھائی نارائن سنگھ کو کسی عزیز کی خوبصورت اور حسین بیوی بادشاہ کے تحفے میں پیش کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ عورت بادشاہ کی منظور نظر تھی۔ علی شاہ نے اس کے ساتھ نکاح کیا اور اس کا اسلامی نام فتح خاتون رکھا۔ عورت کے علاوہ راجہ نے خراج دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔[۱۱۰]

دوسرے سال ۹۸۲ھ مطابق ۱۵۷۴ء میں راجہ کشتواڑ بہادر سنگھ کے دماغ میں بغاوت کا فتور پھر شروع ہوا اور اس نے خراج دینے سے انکار کیا۔ اس مرتبہ علی شاہ نے اسماعیل گنائی اور

حیدر چک کے ہمراہ کشتواڑ پر حملہ بولنے کے لیے فوج روانہ کی۔ پہلے کی طرح اس دفعہ بھی راجہ نے صلح کی اور اپنی بہن شنکر دیوی کو بادشاہ کے پوتے یعقوب خان کی شادی کے لیے بھیجا۔ اس کے علاوہ ہر سال خراج دینے کا وعدہ بھی کیا۔ [۱۱]

اکبر کی جاسوسی

اس واقعہ کے چند سال کے بعد ۹۸۶ھ مطابق ۱۵۷۸ء میں ایک اور واقعہ رونما ہوا وہ یہ ہے کہ امسال شہنشاہ اکبر نے ملا عشقی اور قاضی صدر الدین کو شہزادہ سلیم (جہانگیر) اور حسین شاہ مرحوم کی صاحبزادی کے رشتہ کے لیے سفیر بنا کر بھیجا۔ لیکن رشتے کی تہہ میں اکبر کا سیاسی مقصد کارفرما تھا یعنی وہ کشمیر پر حملہ کرنے کی راہیں ہموار کرنا چاہتے تھے۔ تاریخ کے یہ الفاظ ہیں:۔

"رسولان کہ در حقیقت جاسوسان بودند۔ راہ و رسم کشمیر را دیدہ بعرض اکبر بادشاہ رسانیدند"

علی شاہ نے رشتہ منظور کیا۔ اور اپنے وکیل محمد قاسم کو اپنی بھتیجی کے ساتھ تحائف سمیت شاہی دربار میں بھیج دیا۔ انھوں نے اکبر کے نام سے خطبہ پڑھوایا اور سکے ڈھالے [۱۱]

شہزادہ سلیم کی شادی کا واقعہ بہارستانِ شاہی میں درج نہیں ہے اور نہ یہ واقعہ تاریخ ملک چاڈورہ میں نظر سے گذرا۔ اکثر کشمیری اور غیر کشمیری کتب تواریخ میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ حسین شاہ والیِ کشمیر نے مرزا مقیم اور یعقوب میر کے ساتھ اپنی صاحبزادی کو اکبر کی زوجیت میں بھیجا تھا۔ مرزا مقیم کے قتل کے بعد اکبر نے عروس کو واپس کیا تھا [۱۲]۔ یہاں یہ بات واضح نہیں ہوتی ہے کہ کیا حسین شاہ کی وہی صاحبزادی جو اکبر کی زوجیت کے لیے بھیجی گئی تھی! اور جن کو اکبر نے ٹھکرایا تھا وہی جہانگیر کی زوجیت کے لیے بھی شہنشاہ کے سفیروں کے ساتھ روانہ کی گئی تھی۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر یہ عقد اس مقولے کے تحت کیا ہوگا۔

اگر پدر نتواں کرد پسر تمام کند

راقم الحروف کو ازدواج کے یہ دونوں واقعات افسانے معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح علی شاہ کی طرف سے اکبر بادشاہ کے نام خطبہ پڑھنے اور سکّہ ڈھالنے کے بارے میں بہارستانِ شاہی اور تاریخ ملک حیدر چاڈورہ میں کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ ان دونوں تاریخوں میں اکبر کے نام سکّہ ڈھالنا اور خطبہ جاری کرنا یوسف شاہ کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ یعنی جو معاہدہ یوسف شاہ اور بھگوان داس کے درمیان

ہوا تھا اس میں یہ طے پا گیا تھا کہ یوسف شاہ تخت کے مالک رہیں گے لیکن شہنشاہ اکبر کے نام سکے
ڈھالے جائیں گے اور خطبہ پڑھا جائے گا۔ [۱۱۳]

علی شاہ کا عدل و انصاف

علی شاہ احکام شریعت کے سخت پابند تھے۔ انھوں نے وہ تمام سخت قوانین جو سلاطینِ کشمیر میں رائج تھے منسوخ کیے تھے۔ یعنی آنکھیں نکالنے، اعضا کاٹنے اور لوگوں کو ہلاک کرنے کے جملہ قوانین اپنے عہد سلطنت میں کالعدم قرار دیے۔ وہ عدل و انصاف اور رعایا پروری میں بے مثال تھے۔ تمام مورخین نے ان کے نظامِ عدل و معدلت کو یک زبان ہو کر سراہا ہے۔ اس سلسلے میں چند مورخین کی آرا ذیل میں درج کی جاتی ہیں :۔

مصنف بہارستان شاہی —

"رسوم چشم کندن و مردم کشی و اعضا بریدن کہ در سلاطینِ ماضی و حکامِ سابقہ معیار شدہ بود، ایں علی شاہ در سلطنت خود برطرف نمود۔ و قواعد عدالت گستری و مراسم رعیت پروری کما ینبغی مرعی می داشت۔ و در ہیچ دقیقہ از حقائق معدلت و نصفت و حقائق احسان و شفقت بر رعایا و برایا فروغی گذاشت و تمام طوائف و قبائل امرا و حکامِ افتادہ را بر پا ساخت و ہمیشہ در امرِ حکومتِ خود پرستشِ حق سبحانہ و تعالیٰ و بہ ادائے فرائض و واجبات و ترکِ قبائح و محرمات و انقیادِ امر و نہی و اتباع سنت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم می کرد" [۱۱۴]

ملک حیدر —

"علی شاہ ہمہ وقت در عدل و داد و احسانِ رعیت داشت و اکثر رعایا ازو راضی بودند" [۱۱۵]

نرائن کول عاجز —

"علی شاہ سلطانے رعیت پرور و معدلت گستر بود۔ ایام سلطنت را صرف بہ دلنوازی و کارسازی و چارہ پردازی می نمود" [۱۱۶]

حسن بیگ —

"قواعدِ عدالت گستری و مراسم رعیت پروری مرعی داشت" ۱۱۷ء

خواجہ اعظم دیدہ مری —

"علی شاہ غایت سعی در عدل و احسان و رعیت پروری نمود - اکثر اہلِ شہر را راضی داشت" ۱۱۸ء

حسن —

"علی شاہ در رفاہِ رعیت و توقیر اہلِ فضیلت و تکریم علماء و تعلیمِ مشائخ و فقراء رائیت ہمت افراشت" ۱۱۹ء

خلیل مرجان پوری —

"علی شاہ معدل افزائی و دل فروزی و جاں نوازی مردم بسیار سعی کرد - و در احسان رعایا و پرورش برایا بذل موفور و سعی مشکوری نمود" ۱۲۰ء

۹۸۴ھ (۱۵۷۶ء) میں کشمیر کے لوگوں کو ایک خطرناک اور ہلاک حادثے کا شکار ہونا پڑا - وہ یہ تھا کہ اس سال ربیع کی فصل بے وقت شدید برفباری کی وجہ سے خراب و برباد ہوئی - اور کشمیر کو ایسے قحطِ عظیم کا سامنا کرنا پڑا جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی تھی - برفباری کی وجہ سے غلّہ نہ پک سکا - اور ایسا قحط پڑا کہ لوگ مُردوں کو کھانے لگے - بھوک سے بے شمار جانیں تلف ہوئیں - یہ سلسلہ تین سال تک ایک ہی حالت پر رہا - اس کے بارے میں تاریخ میں یہ شعر مقید ہے ؎

قحط تا حدیکہ خلق از فرطِ بے توقی چو شمع
جسمِ خود را سوختی بر آتش و مردے بکار ۱۲۱ء

قحط کی شدت دیکھ کر بادشاہ نیکو خصال نے اپنی رعایا پروری اور رحمدلی کا مظاہرہ اس حد تک کیا کہ قحط زدگان لوگوں میں اپنا سارا خزانہ، مال و متاع اور زیورات تقسیم کیے - اور شب و روز ان کی دیکھ بھال کر کے ان کی مصیبتوں میں شریک حال رہے - دو سال کے بعد خزانہ خالی ہوا - اور قحط میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوئی - تو بادشاہ نے مخیر امیروں اور دولت مندوں سے اپیل کی کہ وہ فاقہ کش عوام کی مدد اپنے سرمایہ سے کریں - اس زمانے میں انھوں نے ایک دن کبھی چوگان نہیں کھیلا جس کے وہ عادی تھے - آخر کار جب قحط نے شدت کی صورت اختیار کی تو وہ پریشانی کے عالم میں بزرگانِ دین کے مزاروں کی طرف دعائے خیر کے لیے سوار ہوئے راستے میں ایک درویش زیتی چک سے ملاقات

ہوئی۔ وہ صاحب کمالات تھے۔ بادشاہ نے ان سے دریافت کیا کہ یہ بلا کب تک ہمارے سر پر منڈلاتی رہے گی۔ درویش نے جواب دیا کہ جب تک آپ زندہ ہیں۔ یہ سن کر علی شاہ دل ملول ہوئے۔ اور گھر واپس آئے[۱۲۲] پھر جامع مسجد سری نگر کے بالائی حصے میں گئے وہاں علماء اور فضلاء کے ساتھ نماز و تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوئے۔ فرشتہ اور نہاوندی کے بقول

"در ۹۸۶ھ علی شاہ بالائے مسجد برآمدہ، با علما و فضلا صحبت داشت و کتاب مشکوٰۃ در آں مجلس آوردہ، بموجب حدیثے کہ در فضائل توبہ دارد بود توبہ کرد و غسل نمودہ بہ نماز و تلاوتِ قرآں مشغول گشت[۱۲۳]"

رواداری

علی شاہ مذہب کے معاملات میں بڑے وسیع النظر اور روشن خیال تھے۔ شیعہ اور سنّی میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے سمدھی سید مبارک شاہ کو جو سنّی تھے وزیر اعظم بنایا تھا۔ شیخ حمزہ مخدوم اور ان کے دو شاگردوں بابا داؤد خاکی اور بابا رشی ہروی کا احترام کرتے تھے۔ شیخ صرفی اور خواجہ رفیق جیسے بزرگوں کی عزت کرتے تھے۔[۱۲۴] بابا داؤد خاکی علی شاہ بادشاہ کے کردار و سیرت سے اتنے متاثر ہوئے تھے کہ انھوں نے قصیدۂ لامیہ میں ان کی اور شاہزادہ یوسف کی تعریف اس طرح کی ہے ؎

والیِ دور ں علی شاہ دوستدار صالحاں پورِ او شہزادہ یوسف شاہ باجاہ و جلال
ہر دو ایشاں صحبتِ ایں پیر را دریافتند ہر دو کردندے دعائے خیر خود از وے سوال
او دعا گفتے و ایشاں را مبارک آمدے ہم دریں اشفاق ایشاں کرد ازیں جا ارتحال[۱۲۵]

علی شاہ اپنے دورِ حکومت میں روزانہ صبح او شام کو عیدگاہ کے میدان میں چوگان کھیلتے تھے۔ بابا خلیل اللہ نے ایک دن از سرِ غیب کہلایا کہ چوگان بازی سے ان کو نقصان پہنچے گا۔ دوسرے دن انھوں نے اس بات کا دھیان نہیں رکھا اور ۹۸۶ھ (۷۹-۱۵۷۸ء) میں اپنے تمام رفقا اور فوجیوں کے ساتھ عیدگاہ چوگان کھیلنے گئے۔ کھیلنے میں مصروف تھے کہ اچانک قضائے الٰہی یوں آئی کہ زین کا نوکدار کونہ ان کے شکم میں گھس گیا۔ جس سے ان کی آنتیں پھٹ گئیں۔ انھوں نے گھوڑے کی لگام پھیر دی اور گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ وقتِ چاشت گھر پہنچ گئے۔ اور پہنچتے ہی انتقال کیا۔[۱۲۶]

یوسف شاہ

علی شاہ نے انتقال سے پہلے اپنے صاحبزادے شہزادہ یوسف کو بادشاہ بنایا۔ جب علی شاہ کے بھائی ابدال خان کو علی شاہ کے مرنے اور یوسف شاہ کے بادشاہ بننے کی خبر ہوئی تو بعض شر پسندوں اور باغیوں نے انھیں تخت سلطنت پر حق جتانے کے لیے بغاوت پر آمادہ کیا۔ چنانچہ وہ اپنی فوج مرتب کر کے نوہٹہ میں یوسف شاہ کے خلاف صف آرا ہوئے۔ جب یہ اطلاع سید مبارک خان بیہقی کو ملی تو وہ یوسف شاہ کے پاس گئے جہاں وہ اپنے والد علی شاہ کی تجہیز و تکفین کے لیے فکر مند تھے۔ انھوں نے یوسف شاہ کے مشورے سے ابدال خان کے بارے میں صلح کی شرائط مرتب کر کے بابا خلیل اللہ کے ہاتھ ابدال خاں کو بھیجیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہلوایا کہ لڑائی کا خیال چھوڑ کر علی شاہ کے گور و کفن میں شریک ہونا چاہیئے۔ ابدال خان کے دل میں یوسف شاہ کے خلاف انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی کیونکہ یوسف شاہ نے ایبہ خان کو قتل کیا تھا۔ اس لیے انھوں نے صلح کی شرائط کو ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ بابا خلیل اللہ، سید مبارک خان اور محمد بٹ وزیر اعظم ابدال خان کے پاس صلح کے لیے گئے۔ انھوں نے ابدال خان سے یہ بھی کہا کہ تخت سلطنت کے حقدار یوسف شاہ ہیں لہٰذا جنگ و جدل سے کیا فائدہ؟ ابدال خان نے ان کی کوئی شرط قبول نہیں کی اور وہ جنگ پر مُصر رہے۔ سید مبارک اور ان کے ساتھیوں نے یوسف شاہ کو ابدال خان کے خلاف جنگ کا مشورہ دیا۔ علی شاہ کی میّت ابھی تک گھر ہی میں پڑی رہی تھی کہ یوسف شاہ اور ابدال خان کے درمیان نوہٹہ میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ جنگ میں آخر کار ابدال خان، سید حسین خان ولد سید مبارک بیہقی کے ساتھ کام آئے۔ حبیب چک ولد دولت چک تو بھاگتے بھاگتے سید جلال خان بیہقی ولد سید مبارک خان کو قتل کیا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد یوسف شاہ جب میدان حرب میں پہنچے اور ابدال خان کی لاش کو خون آلود دیکھا تو حکم دیا کہ کسی بھی شخص کو ان کی تجہیز و تکفین کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ گھر آگئے۔

قاضی موسیٰ نے یوسف شاہ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ اور انھوں نے بادشاہ وقت کے سب سے بڑے باغی دشمن ابدال خان کی لاش میدان جنگ میں خاک و خون سے اٹھا کر ان کے آبائی مقبرے میں سپرد خاک کی۔ چونکہ پورا دن صبح سے شام تک میدان جنگ میں گزرا تھا اس لیے یوسف شاہ نے دوسرے دن اپنے والد علی شاہ کی تجہیز و تکفین کر کے انھیں اپنے خاندانی مقبرے

میں دفن کیا اور پھر اسی دن ۹۸۶ھ ہجری میں تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔[۱۲۶]

دو مہینے کچھ دن کے بعد یوسف شاہ کو ایک اور بڑی بغاوت سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے ایک قابل اور مدبر شخص محمد بٹ کو عہدۂ وزارت تفویض کیا۔ بادشاہ کے ایک اور باغی ابدال بٹ نے محمد بٹ کے خلاف منصب وزارت کے لیے بغاوت شروع کی۔ یوسف شاہ رقص و سرود اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور امور سلطنت کی طرف متوجہ نہیں تھے اس لیے لوگ ان سے بددل ہو کر ابدال بٹ سے مل گئے۔ لوہر خان، علی خان اور فتح چک کیوارہ بھی سازش میں شریک ہوئے۔ ۱۶ ربیع الثانی ۹۸۶ھ کو سید مبارک خان بیہقی بھی باغیوں کے ساتھ ملوث ہوئے۔ ابدال بٹ اور دوسرے امرا نے سید مبارک خان کو تخت پر بٹھانے کا فیصلہ کیا۔ ان لوگوں نے دریائے جہلم کے پلوں کو کاٹ کر عیدگاہ کو محاذ جنگ بنایا۔ یوسف شاہ خود ذالڈگر میں رہے۔ ان کے فوجی سردار محمد خان نوا کدل کا پل بنا کر اپنی فوج کے ساتھ عیدگاہ پہنچے۔ اور انھوں نے باغیوں پر حملہ کیا۔ دونوں فوجوں میں خونریز جنگ چھڑ گئی۔ محمد خان[بٹ] قتل ہوئے۔ یوسف شاہ کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ کچھ لوگ سید مبارک خان کے ساتھ مل گئے اور کچھ ذالڈگر میں یوسف شاہ سے۔ جنگ میں بیہقی سادات کے سپاہیوں نے زبردست بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اور آخر کار فتح و نصرت کا ڈنکا بجایا۔[۱۲۷] حیدر ملک یوسف شاہ کی شکست کے اسباب اور میدان جنگ کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں:

"چوں ایں خبر بہ یوسف خان رسید۔ ملک محمد ناجی را طلبیدہ و مشورۂ ایں ہم با ایشان نمود۔ گفتند کہ در محاربہ تعطل درکار است۔ کہ لشکر غنیم بسیار است و باید اہل لشکر خود را بجزئیتِ انعام خوش دل نمود۔ تاہم لشکرِ غنیم رجوع شما بیارند۔ یوسف خان از بخلی کہ داشت قبول ایں معنی نہ نمودہ و محمد خان و حبیب چک را سردار کردہ جمعی را بمحاربۂ سید مبارک خان فرستاد۔ ملک محمد ناجی ازیں عمل ہم منع نمودہ۔ گفت کہ اگر ارادۂ محاربہ ہست خود باید سوار شد۔ چوں ایام او بارش بود۔ گفتہائے ملکِ مسطور محمول بغرض یافت۔ پس محمد خان[بٹ] وغیرہ بالشکرِ یوسف خان بہ محاربہ رسید۔ مبارک خان رواں شدند۔ و در عیدگاہ میان ایں دو لشکر قتال و جدال عظیم واقع شد و دریں جنگ قریب سیصد کس از

بجانبین بقتل رسیدند و ملک قاسم پسر کہتر ملک محمد ناجی کہ شیر بیشۂ شجاعت بود مقتول شد۔ محمد خان ہزیمت دسید مبارک خان لوائے فتح و نصرت افراخت چوں ایں خبر بہ یوسف خان رسید۔ طاقتِ مقادمت نیاوردہ تاج شاہی مصحوب ملک محمد ناجی پیش سید مبارک خان فرستادہ وخود بکوہستانِ ہند فرار شد" [۱۲۹]

سیّد مبارک خان

سید مبارک خان بیہقی ۹۸۵ھ مطابق ۱۵۷۸ء میں تخت سلطنت پر بیٹھے۔ انھوں نے تاج شاہی کے ہیرے، جواہرات اور دُر ہائے بیش بہا فقرا اور مساکین میں تقسیم کیے۔ اور سادہ لباس میں حکومت کرنے لگے۔ حسن کہتے ہیں کہ

"سید مبارک خان بعد ساعتے از جلوت بخلوت درآمدہ۔ تاج شاہی در پیش نہادہ نفسِ خود را مخاطب ساخت وگفت :۔

اے نفس شوم! ایں تاج شاہی فی الحقیقت مذموم است، اصلاً غرّہ نشوی، فردا فرقِ تو از خاک مذلت آغشتہ باشد۔ ایں تاج برائے چندروز بر تو وبال است"

ایں بگفت و برمسندِ شاہی نشستہ در رتق وفتق امور مملکت پرداخت و دیہیم جہانبانی کہ از عہدِ سلاطینِ پیشین بہ دُر وجواہر ویاقوت مکلّل بود شکستہ بفقرا و مساکین قسمت نمود۔ وخود بہ لباس حقیر وسادہ کار سلطنت می ساخت" [۱۳۰]

سید مبارک خان نے چھ ماہ تک عدل وانصاف سے حکومت کی۔ بقول مصنّف بہارستانِ **شاہی** :۔

"ارقامِ جور واعتساب از صفحات وجُنات اہل دیار محو گردانیدہ۔ ابواب عدل وانصاف بروئے طوائفِ انسان برکشاد۔ واستسقائے دہر را از شربت عدالت شفائے عاجل بخشید" [۱۳۱]

جب امرائے کشمیر نے دیکھا کہ سید مبارک ہمارے اشاروں پر چلنے والے نہیں ہیں تو ۲ شعبان ۹۸۶ھ کو وہ ابدال بٹ کی سربراہی میں ان کے خلاف بھی بغاوت پر تل گئے۔ انھوں نے یوسف شاہ کو اپنی جھوٹی حمایت کا یقین دلا کر واپس بلایا۔ جب وہ پرگنۂ دلیو پہنچے تو سید مبارک خان کو اطلاع

مل گئی۔ وہ یوسف شاہ کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ جن لوگوں نے یوسف شاہ کو اپنی حمایت کا وعدہ کیا تھا وہ ان سے منحرف ہو گئے ان واقعات کے پیش نظر یوسف شاہ واپس تھنہ چلے گئے اور مبارک خان بغیر کسی مقابلے کے کامیاب ہو کر واپس آئے۔

اس واقعہ کے بعد ابدال بٹ، لوہر خان اور حیدر چک وغیرہ امرائے کشمیر نے سید مبارک خان کے خلاف بغاوت شروع کی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ سید مبارک عوام اور خاص کر چکوں کو تختۂ مشق بنا کر ان کے حقوق پامال کر رہے ہیں۔ اس لیے یہ فیصلہ کیا کہ یوسف شاہ یہاں آئیں۔ باغیوں نے اس مصالحت پر بھی پانی پھیر دیا جو یوسف شاہ اور سید مبارک کے درمیان ملا حسن اسود اور داؤد میر کی مفاہمت سے ہو رہی تھی۔ باغیوں کے سرغنہ ابدال بٹ کو جب اس مصالحت کا حال معلوم ہوا تو وہ اس کی مخالفت کرنے لگے۔ ابدال نے چکوں کو یہ کہہ کر سید مبارک خان کے خلاف اکسایا کہ وہ خاندان چک کو نیست و نابود کرنے کے درپے ہیں۔ چنانچہ یہ سب لوگ سید مبارک کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ انھوں نے دریائے جہلم کے پل کاٹ دئے اور ذالڈگر میں اقامت پذیر ہوئے۔ سید مبارک جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے وہ بابا خلیل کی خانقاہ (موجودہ محلہ خانقاہ سوختہ نوا کدل) میں گئے۔ وہاں چک سردار بھی جمع تھے۔ ابدال بٹ کی سربراہی میں لوگوں نے باتفاق رائے سید مبارک کو تخت سے دستبردار ہونے کے لیے مجبور کیا۔ اور ان کی جگہ پر لوہر چک کو بادشاہ بنایا[۱۳۲]۔ مبارک خان نے چھ مہینے سے کچھ دن زیادہ حکومت کی[۱۳۳]۔

یوسف شاہ ابدال بٹ کے معاہدے کے تحت بٹن تک آئے تھے۔ ابدال نے انھیں پیغام بھیجا کہ آپ کا یہاں آنا باعث نقصان ہوگا۔ اس لیے وہ دل برداشتہ ہو کر فتحپور سیکری شہنشاہ اکبر کے پاس مدد کے لیے چلے گئے[۱۳۴]۔

لوہر شاہ

لوہر شاہ ۱۵ شعبان ۹۸۶ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۵۸۰ء کو تخت نشین ہوئے۔ وہ شنکر خان کے بیٹے اور حسین شاہ کے بھتیجے تھے۔ لوہر بڑے فیاض، رحمدل اور رعایا پرور تھے۔ عادل و منصف ایسے تھے کہ لوگ عہد نوشیروان بھول گئے تھے۔ ان کے بارے میں کتب تواریخ میں درج ہے کہ:-

"در انتظام مہام ملک داری پرداخت و رعایا را بعدل و احسان نواختہ نام نوشیرواں از صفحۂ روزگار محو ساخت۔ و بہ آبیاری نیت حق طویت او کثرت

غلات و آبادیِ مزروعات بہ حدے رسید کہ مردماں یک خروار شالی

بیک فلوسِ مس کہ وزنِ آں بست و یک ماشہ بود در ہر جا بیع و شرا می کردند۔

و یک قرص نانِ کلان بوزن پنج پاؤ کہ اہل کشمیر "لوہر منڈ" می گفتند در بازار

بہ قیمت یک پشیز می فروختند" [۱۳۵]

لوہر شاہ نے ایک سال اور ایک مہینے تک حکومت کی۔ ابدال بٹ ان کے وزیر تھے [۱۳۶] لوہر شاہ نے اپنے استحکام کے لیے علی چک اور ان کے بیٹے یوسف خان کو قید میں ڈال دیا۔ بعض امراء مثلِ شمس چک اور علم شیر خان وغیرہ کشمیر سے بھاگ کر یوسف شاہ سے مل گئے۔

یوسف شاہ ایک سال تک شہنشاہ اکبر کے پاس رہے تھے۔ اکبر نے اس دوران ان کی خوب آؤ بھگت کی۔ انھوں نے یوسف شاہ کو دو کنیزیں بھی پیش کیں اور مرزا یوسف خان مشہدی اور راجہ مان سنگھ کو ان کے ساتھ فتح کشمیر کے لیے مقرر کیا۔ [۱۳۷] بقول فرشتہ، اکبر بادشاہ ہمیشہ فتح کرنے کے خواہش مند تھے۔ بادشاہ دہلی کو یہ بہانا ہاتھ آیا۔ [۱۳۸] لشکر اکبری جب ان دو سرداروں کے ساتھ لاہور پہنچا تو یوسف شاہ مغل فوج کو وہیں چھوڑ کر اپنے لوگوں اور بیٹوں کی ملاقات کے لیے بہلول پور چلے گئے۔ جب اس واقعہ کی اطلاع ابدال بٹ کو ہوئی تو انھوں نے یوسف شاہ کو خفیہ پیغامات بھیجنے شروع کیے کہ آپ آئیے۔ یہ ملک آپ کا ہی ہے اسے سنبھالیے۔ ہم آپ کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔ آپ خدارا ہماری گزشتہ خطاؤں کو درگزر کریں۔ شہنشاہ اکبر کے لشکر پر بھروسہ نہ کریں۔ وہ کشمیر فتح کرنے کے بعد انتظامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر یہاں مغل توانینِ نافذ کریں گے۔ براہ کرم آپ بغیر کسی خوف و تردّد کے تشریف لائیں۔

"کرم نما و فرود آکہ خانہ خانۂ تست" [۱۳۹]

یوسف شاہ ابدال بٹ کے جھوٹے وعدوں پر بھروسہ کر کے بہلول پور سے روانہ ہوئے۔ انھوں نے بعض امرائے کشمیر مثل محمد بٹ وزیر اعظم وغیرہ جو پنجاب میں پریشانی کے دن گذار رہے تھے ان کے تعاون سے چار ہزار سپاہی کا لشکر مرتب کیا اور لاہور کے تاجروں سے زرِ کثیر بطور قرضہ لے کر راجہ مان سنگھ کی اجازت لیے بغیر کشمیر کی طرف رختِ سفر باندھ لیا [۱۴۰] جب شہنشاہ اکبر کو معلوم ہوا کہ یوسف شاہ بغیر میری فوج کے سہارے کشمیر چلے گئے، تو وہ مرزا یوسف خان اور راجہ مان سنگھ سے برہم ہو گئے۔ [۱۴۱]

لوہر چک نے اپنے وعدوں سے انحراف کر کے یوسف ڈار کو یوسف شاہ کی مزاحمت کے لیے نوشہرہ بھیجا۔ یوسف شاہ نے ان کو شکست دی۔ راجوری کے راجہ بھی باغیوں سے ملے تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یوسف ڈار کو شکست ہوئی تو وہ یوسف شاہ سے مل گئے۔ یوسف شاہ نے ان کا احترام کیا اور اپنی فوج کے ہراول دستے کا افسر بنایا۔ اس کے بعد یوسف شاہ تھنہ کے لیے روانہ ہوئے۔ لوہر چک نے ان کے خلاف حسین شاہ کے لڑکے یوسف خان اور ابدال بٹ کے لڑکے کو مقابلے کے لیے بھیجا۔ سِڈو کے مقام پر یوسف خان نے نازک بٹ کو گرفتار کر کے یوسف شاہ کے حوالے کیا۔ اور خود بھی یوسف شاہ کے ساتھ شامل ہوئے۔ یوسف خان کے اس رویے سے لوہر خان کی فوج میں انتشار پھیل گیا اور اس کی ہمّت ٹوٹ گئی۔ شمس دونی، ملک حسن اور دوسرے امرا بھی تھنہ میں یوسف شاہ سے ملے۔ جب یوسف شاہ کی فوجی قوت بڑھ گئی تو وہ چیڑ ہار کے راستے سے سوپور پہنچے۔ وہاں کامراج پر قبضہ کیا۔ لوہر خان نے بابا خلیل اللہ کے ذریعے سے یوسف شاہ کو یہاں سے واپس جانے کے لیے کہلوایا اور یہ بھی کہا کہ آپ کو دکھن کھاور کے پرگنات بطور جاگیر دیے جائیں۔ یوسف شاہ نے یہ پیشکش ٹھکرا دی۔ غرضیکہ یوسف شاہ قبضہ کرتے کرتے دلنہ پہنچے۔ یہاں ان کی اور لوہر چک کی فوجوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ لوہر شاہ کے وزیر اور سپہ سالار ابدال بٹ یوسف شاہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ لوہر شاہ کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور یوسف شاہ باغیوں کا صفایا کر کے سری نگر روانہ ہوئے۔ ۱۴۲

یوسف شاہ سری نگر جا رہے تھے۔ یہاں کے سبھی لوگ جوق درجوق زن و مرد، صغیر و کبیر ان کے استقبال کے لیے برتھنہ آئے۔ لوگوں نے جس خلوص اور محبت کے جذبات کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا تاریخ کشمیر میں اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی ہے۔ اس کے بارے میں مورخین باتفاق رائے کہتے ہیں کہ

> " آنگاہ یوسف خان با جلالت و شہامت لوائے نصرت افراشتہ بجانب شہر عجلت کرد۔ وتمامی مردم شہر از وضیع و شریف و صغیر و کبیر تا موضع برتھنہ پیشوائی کردہ بہ تہنیت و مبارکبا دغلغلہ برداشتند۔ یوسف خان ہر کس را مشمول عنایت ساختہ در استمالت دلجوئی اقاصی و اوانی پرداخت۔ ملا محمد امین مستغنی پیش ازیں از کتاب دیوان حافظ فال کشیدہ

ع یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور[۱۴۳]

یوسف شاہ بار دوم

یوسف شاہ باغیوں کو شکست دے کر دوسری مرتبہ ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء میں تخت سلطنت پر بیٹھے۔ بابا داؤد خاکی کے مطابق وہ ۹۸۸ھ ہجری میں ہی دوسری مرتبہ تخت نشین ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں قصیدہ غلیبہ یوسف شاہی ملاحظہ ہو۔ انھوں نے محمد بٹ کو پھر وزارت کا عہدہ سونپا۔ بادشاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی لوہر چک اور دوسرے باغی سرداروں کی سرکوبی اور گرفتاری کے احکام صادر کیے۔ لوہر چک پانچ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ سوپور کی جنگ میں شکست کھانے کے بعد فرار ہوئے تھے۔ اور وہ سری نگر میں روپوش تھے۔ ایک دن محمد بٹ نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ لوہر چک قاضی موسیٰ کے گھر میں روپوش ہیں۔ بادشاہ نے قاضی کی شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے فوج کو ان کے گھر میں تلاشی کے لیے نہیں بھیجا بلکہ ایک خواجہ سرا خواجہ ملک ناظر کو حکم دیا کہ وہ قاضی کے گھر جا کر تلاشی لے لے۔ تلاشی کرنے پر یوسف شاہ کے سب سے بڑے باغی دشمن لوہر خان قاضی موسیٰ کے گھر کے تہہ خانے سے برآمد کر کے گرفتار کیے گئے۔ یہ شرمناک واقعہ کتبِ تواریخ میں ان الفاظ میں معرض تحریر میں آیا ہے۔

> "لوہر خان در قاضی موسیٰ پنہاں شدہ۔ چوں خان مرقوم رعایتِ شرع شریف بسیار داشت۔ نہ خواست کہ فوج بخانۂ قاضیِ مسطور رفتہ، تفحص لوہر خان نماید۔ خواجہ سرا خواجہ ملک ناظر امتثال امر نمودہ بود۔ از تجسس بسیار لوہر خانِ مسطور را از خانۂ قاضی دستگیر نمودہ حاضر ساخت" [۱۴۴]

اعظم دیدہ مری نے لوہر خان کی سازش میں قاضی موسیٰ کی والدہ کو بھی ملوث کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:۔

> "لوہر شاہ در خانۂ قاضی موسیٰ خزیدہ است۔ یوسف شاہ رعایتِ شریعت کردہ خواجہ ملک خواجہ سرا از برائے تجسس فرستاد۔ ہر چند تفحص نمود۔ مدعا نہ یافت بز جر پیش آمد۔ معلوم شد کہ کسے از مادر قاضی خبر نہ داشت۔ نشان بحجرۂ تنگ و تاریک داد، از آنجا بر کشیدند" [۱۴۵]

یوسف شاہ نے لوہر خان کے علاوہ ان سرکردہ باغیوں کو بھی گرفتار کیا جنھوں نے ان کا تختہ الٹ دیا تھا۔ ان میں بیچہ گنائی، محمد چک اور حسنی چک وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں بیچہ گنائی نہایت ہی کلے

درجے کے شرارت پسند اور خطرناک تھے۔ بادشاہ نے ان کے خلاف چار نکات پر مشتمل فردِ جرم عاید کر کے بعضوں کی آنکھیں نکالیں اور بعضوں کے اعضا قطع و برید کیے۔ الزامات یہ تھے

(۱) آنکہ باوجود نمک خوارگیِ قدیم با من بے وفائی کردند

(۲) آنکہ در حق سید مبارک خان دغا نمودند۔

(۳) آنکہ مکتوباتِ مُہر و دستخطیِ خود بوثوقِ عہد و پیماں در پنجاب پیش من فرستادند۔

عاقبت برآں عمل نہ نمودند

(۴) آنکہ امروز بر سرِ من علم بغاوت افراشتند۔

ان الزامات کے بعد لوہر خان، محمد چک، حسنی چک، بیچہ گنائی اور حسین خان کوکہ کے ہاتھ کاٹ دئے۔ یوسف لنڈ، علی چک، علی بٹ برادران ابدال بٹ سے تاوان وصول کر کے انھیں قید خانے میں ڈال دیا۔ شمس چک کیواری کو لوہر قورچی نے گرفتار کیا۔ اس کی بھی آنکھیں نکال کر اعمٰی بنادیا گیا[۱۴۶]

کچھ ہی عرصے کے بعد شمس چک ولد دولت چک، عالم شیر خان ماگرے اور دوسرے امرا نے یوسف شاہ کا تختہ الٹنے کے لیے بغاوت شروع کی۔ یہ خبر ملتے ہی بادشاہ نے انھیں قید کیا۔ حبیب چک ہندوستان فرار ہو کر لاہور میں حیدر چک سے جاملے۔ یوسف خان قید خانے سے فرار ہو کر باغیوں سے ملے۔ بادشاہ باغیوں کو پکڑنے میں کامیاب ہوئے۔ انھوں نے حبیب چک کی واپسی پر ان کی آنکھیں نکال لیں اور یوسف خان کے اعضا کاٹ دئے[۱۴۷]۔ حسن نے ان دونوں باغیوں کو شیطان کہا ہے[۱۴۸]۔

ان ہی ایام میں محمد بٹ وزیر اعظم نے یوسف شاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ان کا تختہ الٹنے کے لیے برسرِ عمل رہے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ محمد بٹ کو شمس دونی سے ذاتی عناد تھا۔ اور وہ ان کو سزا دینا چاہتے تھے۔ یوسف شاہ کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ بلا وجہ شمس دونی سے انتقام لیا جائے۔ محمد بٹ نے یوسف خان کی مدد سے یوسف شاہ کے قتل کا منصوبہ باندھا۔ اس کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی۔ محمد بٹ ناکام ہو کر قید کیے گئے۔ ان کے دوسرے ساتھی کشتواڑ ایبہ خان ولد ابدال بٹ کے ساتھ چلے گئے۔ لیکن ملا حسن اسود کے سمجھانے پر واپس آئے۔[۱۴۹]

حیدر چک کی فوجی طاقت میں مزید باغیوں کے ملنے سے کافی اضافہ ہوا۔ انھوں نے بادشاہ کے خلاف کشتواڑ اور پیر پنچال میں بغاوت کے شعلے بلند کیے۔ یوسف شاہ نے یہ بغاوت کچل دی۔ باغیوں کے سردار حیدر چک کو شکست ہوئی۔ خود حیدر چک اور ان کے ساتھی لاہور جا کر راجہ

مان سنگھ سے ملے۔ راجہ نے ان کا پرجوش استقبال کیا۔ اور انواع واقسام کے تواضعات ومدارات سے نوازا۔ انھوں نے سیاسی اغراض کے لیے بھمبر اور نوشہرہ کے علاقے بھی بطور جاگیر بخش دئے۔ راجہ کے اس طرزِ عمل سے یوسف شاہ کی پریشانیوں میں اضافہ ہوا اور ان کا ماتھا ٹھنکنے لگا۔ کیونکہ راجہ مان سنگھ ان سے پہلے ہی ناراض تھے۔ اکبر کشمیر کو اپنی ملکیت تو سمجھتے ہی تھے اور اسے ہڑپنے کے لیے دندان آز تیز کیے بیٹھے تھے لیکن اس پر قبضہ کرنے کے لیے موقع نہیں ملتا تھا۔ ان حالات کے پیشِ نظر انھوں نے ایک جعلیہ اور خوشامدی خواجہ قاسم نبیرۂ خواجہ حاجی بانڈے کو حیدر چک کی مخالفت کے لیے راجہ مان سنگھ کے پاس بیش بہا تحائف دے کر لاہور روانہ کیا۔ خواجہ قاسم دراصل اپنے جدِّ بزرگوار خواجہ حاجی کی طرح مغلوں کے ایجنٹ تھے۔ انھوں نے راجہ کے ساتھ اور ہی معاملات پر گفتگو کی۔ واپسی پر خواجہ نے یوسف شاہ کو جھوٹی اور فرضی باتیں کہہ کر خوش فہمی میں مبتلا رکھا۔ یوسف شاہ نے میٹھی اور چکنی باتیں سن کر خواجہ قاسم کو مرزا کا خطاب دیا اور پھر عہدۂ وزارت بھی انہی کے سپرد کیا۔[۱۵۰]

یوسف شاہ نے محمد بٹ کی برطرفی کے بعد اپنے بیٹے یعقوب خان کو اپنا وزیر بنایا تھا۔ وہ وزارت کے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے۔ خواجہ قاسم کو ان سے اس منصب کے لیے حسد وبغض پیدا ہوا تھا کیونکہ وہ اس کے آرزومند تھے اور ہمیشہ "سخنان غرض آمیز بہ یوسف خان می گفت"[۱۵۱]

اکبر کی مداخلت

۹۸۹ھ ہجری کے ہی ایام میں شہنشاہِ خلافت پناہ اکبر بادشاہ نے اپنے دو سفیروں مرزا طاہر اور صالح عاقل کو کشمیر میں سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لیے یوسف شاہ کے نام ایک فرمان دے کر روانہ کیا۔ شاہی قاصد جب بارہمولہ پہنچے تو یوسف شاہ نے ان کا استقبال کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:۔

> "چوں از جبینِ آں ارادت مند فروغ صدق واخلاصِ مبیں بود۔ بیشتر بہ نوازش والتفاتِ بادشاہی ممتاز گردید۔ ازاں باز کہ مراجعت بہ کشمیر نمود۔ احوال ملک بہ ایستادگانِ پایہ سریر خلافت مصیر معروض نہ داشت۔ الحال کہ از منازعانِ خاطر جمع کرد باید بہ مجردِ ورودِ فرمانِ قضا جریان بے توقف

ودرنگ بغیر ریو ورنگ بشرف تقبیلِ آستانِ خواقینِ درگاہ سعادت اندوز

نشائتین گردد"[۱۵۲]

خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ یوسف شاہ نے کشمیر جانے کے بعد مغل دربار کو وہاں کے حالات سے آگاہ نہیں کیا اور اگر اس وقت وہاں کوئی شورش نہیں ہے تو فوراً شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت گذاری کا ثبوت دے۔

یوسف شاہ شہنشاہ اکبر کے اس قہرنامہ سے گھبرا گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اکبر کا ارادہ کشمیر پر حملہ کرنے کا ہے۔ اس لیے انھوں نے اپنے وزیروں اور مشیروں سے صلاح مشورہ کیا۔ مشیروں نے انھیں رائے دی کہ سرحدی چوکیوں کا دفاع مضبوط اور سخت ہونا چاہیے۔ اگر اکبر حملہ کر ہی لیں گے تو اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ یوسف شاہ نے ان لوگوں کے کہنے پر عمل نہیں کیا۔ برعکس اس کے انھوں نے چھوٹے بیٹے حیدر خان کو ایلچیوں کے ساتھ قیمتی تحائف دے کر اکبر کے دربار قاہرہ میں روانہ کیا۔ بادشاہ یوسف شاہ کی یک طرفہ کاروائی اور ان کی ناعاقبت اندیشی سے مشیروں کو اس مکتوب کی پیشین گوئی یاد آئی جو پرسپور کے بت خانے کو منہدم کرتے وقت میر شمس الدین عراقی کے ہاتھ آیا تھا اور جس میں لکھا تھا کہ:۔

"درعہد سلطنت چکاں ملک کشمیر از دست خواہد رفت وبتصرف جغتائی خواہد درآمد"[۱۵۳]

تاریخ کشمیر میں مرقوم ہے کہ

"از استماع ایں خبر یوسف خان مضطرب شدہ۔ ارکانِ دولت وسرداران راجمع نمودہ مشورت نمود۔ ہمہ کس بعد از مشورہ بعرض ایشان رسانیدند کہ جواب فرمان باید نوشت دیوچیکہا محکم نمود و لشکر بشیر نگہداشت واگر فوجی بیاید محاربہ باید نمود۔ ایں معنی را بشامت ادبار کہ پیش آمدہ بود قبول نہ کرد۔ و یوسف شاہ پسر حیدر خان را ماٰمور کرد کہ سرانجام سفر نمودہ با بعض تحف وہدایا ہمراہ ایلچیاں بملازمت اکبر بادشاہ برود۔ ہمہ سرداراں از پست فطرتی وسستی رائے او بسیار محزون شدند وحکایت مکتوبے کہ از بتخانۂ پرسپور برآمدہ بود بخاطر ایشان آمد.... یوسف خان پسر خود حیدر خان را با تحائف وہدایا بملازمت اکبر شاہ فرستاد۔ حیدر خان

مرقوم یک سال در رکاب بود۔ و بعد ازاں رخصت شد۔ و برائے یوسف خان فرماں نوشتند کہ خود بملازمت بیاید و گرنہ آمادۂ جنگ باشد"[۱۵۳]

یعقوب صرفی بطور سفیر

تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ یوسف شاہ نے اکبر بادشاہ کے سفیروں مرزا طاہر اور صالح عاقل کے ساتھ خیرسگالی کے طور پر شیخ یعقوب صرفی کو بطور سفیر تحائف و ہدایا لا کر شہنشاہ کے پاس بھیجا تھا۔ شیخ صرفی اور شہزادہ حیدر دربار اکبری میں ایک سال گزار کر ۹۹۰ھ ہجری مطابق ۱۵۸۲ء میں شہنشاہ کا یہ فرمان لے کر واپس آئے کہ یوسف شاہ فوراً فتح پور سیکری آ کر شہنشاہ کی قدمبوسی کے لیے حاضر ہو جائیں ورنہ ان کے خلاف فوجی کارروائی کی جائے گی۔[۱۵۴]

اس کے بعد راجہ مان سنگھ نے تیمور چک کو ایسے ہی شاہی فرمان کے ساتھ اپنا سفیر بنا کر یوسف شاہ کے پاس کشمیر روانہ کیا۔ یوسف شاہ شہنشاہ اکبر کے عتاب نامہ سے ڈر گئے۔ اور انھوں نے ۹۹۲ھ ہجری (۱۵۸۴ء) میں اپنے بڑے صاحبزادے شہزادہ یعقوب کو قیمتی تحائف دے کر تیمور بیگ کے ہمراہ دربار اکبری میں روانہ کیا۔ جب وہ حاضر دربار ہوئے تو اکبر اعظم انھیں دیکھ کر بہت خفا ہوئے۔ اور شکایت کی کہ یوسف کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ قدم بوسی کے لیے حاضر ہو جائیں لیکن نہیں آئے۔ انھوں نے برہم ہو کر یعقوب کو حراست میں دو سال تک رکھا۔ اس اثنا میں شہزادہ محمد حکیم مرزا (اکبر کے سوتیلے بھائی) کا انتقال ہو گیا اور وہ کابل کے لیے روانہ ہوئے اور

> "بہر منزل و مقام کہ نزولِ اجلال می فرمود، یعقوب خاں را برائے آمدن یوسف خان استعجال می نمود۔ و یعقوب خان دافعاتِ ہر منزل بخدمتِ والدِ خود معروض می داشت"[۱۵۵]

یعنی یعقوب دربار اکبری میں رہ کر یوسف شاہ کو اکبر کے عزائم کے بارے میں مطلع کرتے رہے لیکن یہ اہم اطلاعات خواجہ مرزا قاسم (نبیرۂ خواجہ حاجی بانڈے) یوسف شاہ سے چھپاتے تھے ـــــ اسی دوران شہنشاہ اکبر نے قیام لدھیانہ کے وقت اپنے دو سفیروں حکیم علی اور صالح عاقل کو حکم دیا کہ وہ یوسف شاہ کو میرے سامنے حاضر کریں۔ اگر وہ آنے سے ہچکچائیں گے تو موردِ عتاب ہوں گے۔ شہزادۂ یعقوب بڑے بہادر اور غیرت مند تھے۔ جب انھوں نے شہنشاہ اکبر

کا سخت اور مخالفانہ روّیہ دیکھا اور جب اکبر لاہور پہنچے تو وہ حراست کی زنجیریں توڑ کر کشمیر کی طرف بہلول پور سے روانہ ہوئے اور تین دن شب و روز کی مسافت طے کرکے یوسف شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے آنے پر مرزا قاسم ڈر گئے۔ انھوں نے یعقوب کو یوسف شاہ کے سامنے غلط رنگ میں پیش کیا۔ یوسف انھیں گرفتار ہی کرنے والے تھے لیکن امرا کی برمحل مداخلت کرنے سے وہ ایسا نہ کر سکے۔[۱۵۶] اکبر کا یہ فرمان تھا:۔

"یوسف خان از درگاہ ما سرفراز شدہ بہ ملک خود رفتہ۔ بہ عیش و عشرت مشغول گشت۔ و اصلاً اثر مریدی و شیوۂ بندگی ظاہر نہ ساخت۔ از برائے آں کہ فرمانِ عالی شان بہ طلبِ او صادر شدہ بود۔ کہ بہ تقبیل درگاہِ خلائق پناہ آمدہ مشرّف شود۔ باز خود بیاید و فرزند کلانِ خود را فرستاد کہ خالی از خللِ دماغ و دیوانگی و خبطے نیست "[۱۵۷]

جب اکبر کے سفیر (بقول اکبر نامہ ص ۴۶۹ جلد سوم بہار الدین کنبوہ بھی ان کے ساتھ تھے) خامپور پہنچے تو یوسف شاہ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور انھیں اپنے محل کے قریب سید علی کی حویلی میں اتارا[۱۵۸] یوسف شاہ اکبر کے فرمان سے لرزہ براندام ہوئے اور انھوں نے دربارِ اکبری کی قدم بوسی کے لیے اپنے وزیروں اور مشیروں سے تبادلۂ خیال کیا۔ ان لوگوں نے سمجھایا کہ اکبر کے پاس جانے سے تخت سلطنت ہاتھ سے نکل جائے گا اور کشمیر میں مغلوں کے آنے سے ملک تباہ و برباد ہو جائے گا۔ کشمیریوں کو قیامت تک پچھتانا ہوگا۔ اور ہمارے چہروں سے بدنامی اور رسوائی کا دھبّہ کبھی نہ مٹے گا۔ یہ واقعہ تاریخ میں اس طرح درج ہے:۔

"چوں حکیم علی بہ کشمیر برسید و تبلیغ پیغام بہ یوسف خان نمود۔ بر اضطراب و خوفِ خان مذکور را فزود۔ پس اعیان و اہالی را جمع نمودہ مشورت کرد۔ ہمہ اعیان حتیٰ کہ رعایا بہ عرض رسانیدند کہ از واقعہ ذو لجو کہ سابق شدہ بود ہنوز اکثر ملک کشمیر خراب است۔ و اگر باز غنیم غالب آید تا قیامت ملک رو بہ آبادی نہ خواہد آورد۔ و گرد خفّت و بدنامی از چہرۂ ما نہ خواہد رفت۔ ہر چند در ظاہر یوسف خان اطمنانِ خاطرِ ایشان می نمود "[۱۵۹]

یوسف شاہ نے شاہی سفیروں سے وعدہ کیا کہ وہ شہزادۂ یعقوب کو ہاتھ پاؤں باندھ کر دربارِ اکبری

میں بھیجیں گے۔ اس پر عوام نے بادشاہ سے سخت مخالفت کی۔ بابا خلیل، بابا مہدی اور دوسرے مشیروں نے یوسف شاہ پر واضح کر دیا کہ اگر آپ دربار میں حاضر ہونے پر اصرار کریں گے تو ہم آپ کو قتل کر کے یعقوب خان کو تخت نشین کریں گے۔ اس وقت یوسف شاہ نے امیروں اور مشیروں کے خوف سے دربار اکبری میں اپنی حاضری کو معرض التوا میں ڈال دیا۔ اور اکبری قاصدوں کو دو مہینے کے بعد واپس جانے کی اجازت دی۔ انھوں نے شہنشاہ کو صورت حال سے آگاہ کیا اور اس طرح اکبر کو یوسف شاہ کا ایک اور بہانہ ہاتھ آیا۔ چونکہ وہ کشمیر کو طاقت سے قبضہ میں کرنا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے شاہ رخ مرزا، شاہ قلی خان اور راجہ بھگوان داس کو پچاس ہزار مغل سواروں کے ہمراہ کشمیر کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ [۱۱]

اکبر کا حملہ صرفی کی سربراہی میں

ابوالفضل کے کہنے کے مطابق شہنشاہ اکبر نے ۲۰ دسمبر ۱۵۸۵ء کو شیخ یعقوب صرفی اور حیدر چک کی سربراہی میں مرزا شاہ رخ بہادر، راجہ بھگوان داس، شاہ قلی محرم، مادھو سنگھ، مبارک خان اور دوسرے فوجی سرداروں کے ساتھ کشمیر پر حملہ کرنے کی غرض سے بھیجا۔ یعقوب صرفی جن کو یوسف شاہ نے ۹۹۰ھ (۱۵۸۲ء) میں اکبر بادشاہ کے پاس تحائف وہدایا سمیت بطور سفیر بھیجا تھا انھوں نے اکبر کے ساتھ ساز باز کر کے حملہ آوروں کی کامیابی اور آسانی کے لیے پہاڑی راستہ دکھانے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ بہر حال مغل فوج شیخ صرفی کی رہنمائی میں دریائے کشن گنگا عبور کر کے داخل کشمیر ہوئی۔ [۱۱]

جب مغل حملہ آوروں کی اطلاع سری نگر پہنچی تو یوسف شاہ نے ظاہراً اپنی فوج ترتیب دینی شروع کی لیکن باطناً وہ اکبر کی مور و ملخ جیسی فوج گراں کا مقابلہ کرنا بیکار سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے خود کو مغلوں کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کیا۔ اس اثنا میں انھوں نے اپنے مخالفین محمد بٹ (سابق وزیر اعظم)، عالم شیر ماگرے اور دوسروں کو قید سے رہا کیا۔ بادشاہ سری نگر کو محمد بٹ کی نگرانی میں چھوڑ کر خود عالم شیر ماگرے کے ساتھ بارہمولہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں اپنی فوج کے تین دستے مرتب کیے۔ ہراول کا دستہ ملک حسن چاڈورہ (والد حیدر ملک) اور عالم شیر ماگرے کے سپرد کیا۔ داہنے دستے کو یعقوب خان اور ابوالمعالی کے حوالے کیا اور بائیں بازو

بابا طالبؔ اصفہانی کی کمان میں رکھا۔ ترتیب فوج کے بعد یوسف شاہ کوارہ مست کی طرف چل پڑے۔ جب مغل فوجیں درۂ بولیاس پہنچیں تو یہاں طرفین میں گھمسان کارن پڑا اور مغلوں کو سخت جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ ان کے سرکاٹ کر یوسف شاہ کے سامنے لائے گئے۔[۱۱۱] موسم کی خرابی کی وجہ سے بھی مغلوں کی جان کے لالے پڑ گئے۔ تاریخ میں یہ واقعہ یوں درج ہے۔

ح۔ بابا طالب اصفہانی۔ از دار السلطنت اصفہان است۔ مدتہاست کہ در ہندوستان می باشد و در سلک بندگان بادشاہ ظل اللہ اکبرشاہ منتظم بود۔ در درویش طبیعت و فانی مشرب است۔ و در ہندوستان بابا طالب اشتہار داد۔ و اکثر اوقات بہ مصاحبت اکابر و اعیان این ولایت مثل حکیم ابوالفتح و زین خان کوکہ و شیخ ابوالفضل و شیخ فیضی و سائر بزرگان بسر می برد و بے تعلقی و قاعدہ دانی است و بیشتر ایام توقف در ہندوستان در کشمیر دلپذیر می باشد۔ و بغایت از آب و ہوا و دیگر خصوصیات آن دیار محظوظ است و در وقتے از فرمانِ فرمائے کشورِ ہندوستان نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ او را بطلب مرزا غازی ترخانی والی ٹھٹھ فرستاد۔ برسم حجابت و دوران رفت۔ و آمد کارہائے نمایاں از و بظہور آمدہ۔ والحال در ۱۰۲۵ھ مطابق ۱۶۱۶ء) صدرِ ولایت گجرات است۔ و در شاعری و نکتہ دانی نیز مہارتے تمام دارد۔ و فی الجملہ طالب علمی نیز کردہ۔ ہمیشہ با مولانا قاسم و مولانا نظیری کہ از دانشمندان روزگار بودند۔ و در ہندوستان بدانش ممتاز بودند بسر می برد و صحبت می داشت۔ و خود را بمداحی و دعاگوے این عالی جاہ مشہور ساختہ عمر خود را صرف مداحی ایشان کردہ و رعایت کلی یافتہ و می یابد۔ اگرچہ الحال توقعی نہ دارد نظر بر حقیقت می گمارد۔ از زخارف دنیوی بے نیاز است و از روشِ اشعارے کہ در مدح ایشان گفتہ روش التفات و مرحمتِ عالی جاہ و اخلاص مندرا می توان یافت۔ (ماثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۱۲۵۹ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ)

بابا طالب اصفہانی در زمانِ حکومت چکاں از اصفہان بکشمیر رسید۔ از فنونِ علوم آراستہ و انواع کمالات پیراستہ بود و قبولیتی بہم رسانید و در قرب سلاطین از اقران درگذرانید و در نزاع امرا و فتن ارباب داعیہ سعی مصالحہ بسیار داشت۔ تا ایام تسلط اولیائے دولت اکبر بہ چمن پیرائے نکتہ سنجی مود۔ چوں رحلت کرد در مزار بابا خلیل بمقام نوکدل (خانقاہ سوختہ حال) آسود۔ در فنون شاعری ماہر بود (واقعات کشمیر[۱۱۲])

(باقی حاشیہ)

" دلاورانِ طرفین دست و بازو کشادہ بہ حرب و ضرب پیوستند۔ و مبارزان یوسف خان بکمال شجاعت آویزش ہا بکار بردہ۔ بسیارے از مغلاں بہ قتل رسانیدہ، سرہائے آنہا پیش یوسف خان فرستادند۔ و چند روز از جانبین بریکدیگر تغلب و تفوّق ساختہ آتشِ ہیجا مشتعل بود۔ ناگاہ بقدرتِ قادر قدیر ابرِ مطیر عالمگیر گشتہ، بارش و برف و باراں تا یک ہفتہ جانوراں را پر زدن نہ دادہ۔ دریاہا طغیانی و نہرہا و جوئے بارہا طوفانی گشت۔ و از ہر راہ پلہا شکستہ۔ افواجِ شاہی را راہِ رسد رسانی مسدود شد۔ و درمیانِ فوج قحطِ عظیم افتاد کہ بیک اشرفی یک آثار غلّہ یافتہ نمی شد۔ و فیلان و اسپان بہ مصرفِ خوردن رسانیدند۔ مولانا احمد دراں واقعہ گفت ؎

گر نظر بر ہلال می کردند　　　　لبِ نانے خیال می کردند

گردنِ خود دراز می کردند　　　　دہن آز باز می کردند

علاوہ بر آں معسکر شاہی زیر دامنِ کوہ درمیان زمین زرعی بود کہ بہ سبب قلبہ رانی و از روئے کثرتِ آب گل ولائے بہم رسانیدہ بود و درمیان آں پیاہاں افتان و خیزاں بصولت برودت بے جان شدند و در طرفۃ العین جم غفیرے تباہ گشتند۔ معاذ اللہ طرفہ بلائے و عجب واویلائے در فوجِ شاہی افتاد " ۱۲۳۰ھ

اکبر کی شکست

جب راجہ بھگوان داس نے شہنشاہِ اکبر کی فوج کی ابتری اور انتشار کا یہ حال

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علاء الدین علائی نے شعرائے فارسی کا تذکرہ نفائس المآثر کے نام سے لکھا۔ یہ تذکرہ ۹۰۳ ہجری میں ختم ہوا اور بعض شعرا کے حالات ۹۹۰ ہجری تک لکھے گئے۔ تذکرہ میں لکھا ہے کہ بابا طالب اصفہانی کشمیر میں گزشتہ ۲۰ سال سے مقیم تھے۔ اکبر نے انھیں لداخ میں بطور ایلچی بھیجا۔

(اودھ کیٹلاگ ص۶۰ ڈاکٹر اسپرنگر۔ مطبوعہ ۱۸۵۴ء)

دیکھا تو سپر انداختہ ہو کر صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے، لیکن اس کے ساتھ ہی انھوں نے اپنے جارحانہ عزائم سے یوسف شاہ کو متنبہ کیا اور حکیمانہ انداز میں ایک خط لکھ کر اپنے ایلچی شاپور خان کے ہاتھ یوسف شاہ کو بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا:۔

"بالفرض ہر گاہ عسکری شاہی این وقت بہ تند باد قہر الٰہی ضائع گشت۔

اما از پیشگاہ جم جاہ بارِ دیگر صد ہزار سپاہ تعین خواہد شد۔ و سرزمین این

بر و بوم بسُم فیلان بباد خواہد داد شمارا فکر ہراصل کار و معاد این اطوار باید ساخت[۱۶۴]"

یعنی اگر اس وقت شہنشاہ خلافت پناہ اکبر اعظم کی فوج باد و باراں اور قہر الٰہی کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئی ہے لیکن دوسری مرتبہ بادشاہ کی طرف سے ایک لاکھ سپاہی مقرر ہوں گے اور اس سرزمین کا چپہ چپہ ہاتھیوں سے روندا جائے گا۔ آپ کو اس بارے میں غور کرنا چاہیے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ شہنشاہ کے حضور میں حاضر ہو جائیں۔

راجہ بھگوان داس نے دو سفیروں کے ہاتھ اپنا خط یوسف شاہ کو بھیجا تھا۔ لیکن اتفاق سے یہ دونوں سفیر خط لے کر یعقوب خان کے پاس پہنچے۔ انھوں نے جب خط پڑھا تو دونوں سفیروں کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہا۔ لیکن آئینِ سفارت کا لحاظ رکھتے ہوئے دونوں کو چھوڑ دیا اور ان کو یوسف شاہ کے پاس روانہ کیا۔[۱۶۵]

یوسف شاہ نے سفیروں کے ساتھ رات بھر تبادلۂ خیال کیا۔ مرزا قاسم نے یوسف شاہ کو چاپلوسی اور مکر و فریب کی شیشی میں اتار کر آمادہ کیا کہ وہ راجہ بھگوان داس کی وساطت سے اکبر کے پاس جائیں اور ان کے ساتھ معاہدہ کریں۔ آخر کار یوسف شاہ اس گمراہ کے ساتھ اپنی فوج کا جائزہ لینے کے بہانے سے نکلے اور چار پانچ سواروں کے ہمراہ بولیاس میں ۱۴ فروری ۱۵۸۶ء کو مغل فوج سے جا ملے۔ ہر چند مشیروں، مدبروں اور بیٹوں نے وہاں جانے سے روکا تھا لیکن ان کی کوششیں بے سود رہیں۔[۱۶۶]

یوسف شاہ کے مغلوں کی طرف چلے جانے کے بعد کشمیریوں کے عزم و استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انھوں نے اسی وقت یعقوب خان کو یوسف شاہ کے بجائے تخت نشین کیا اور مغلوں کے خلاف کوہِ پیکر کی طرح میدان جنگ میں ثابت قدم رہے۔ کشمیریوں نے بابا طالب اصفہانی اور محمد سلیم کاشغری کو ہراول دستہ مرتب کر کے دشمن کے مقابلے میں روانہ کیا۔ انھوں نے

دوپہر تک شہنشاہ مغل اعظم کے تین ہزار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس جنگ کے بارے میں تاریخ میں مرقوم ہے کہ :۔

"یعقوب شاہ با امرا و سردارانِ دیگر از یک جانب متوجہ گردیدہ روئے بہ محاربۂ مغل نہادند۔ جنگہا شد کہ رستم دستاں رشک ازاں می بردند۔ اگر گیو و بیژن ہم حاضر می بود ازاں دار و گیر از حیرت و غیرت خوں می خورد ؎

چناں خوں رواں شد ز دشتِ نبرد — کہ چوں سیل رفتہ ز جا پائے مرد
چکا چاک شمشیرِ بُرّندہ فرق — زمیں را بہ دریائے خوں کردہ غرق
سناں آتش کیں بر افروختہ — پرِ مرغ را در ہوا سوختہ "[۱۶۷]

شاہ رخ مرزا کے کچھ سپاہیوں نے اپنے ایک کشمیری غدار او ستا لو بخار سے دریائے جہلم پر ایک مضبوط پل بنوایا۔ اور ان کے سپاہیوں نے سرحد کھادرہ عبور کی۔ یہاں قبیلہ گکھر کے زمین داروں نے ان کا قلع قمع کیا ان کے مال و اسباب کو غارت کیا اور پھر پل مذکور کو توڑ دیا۔ ادھر موسم کی خرابی نے بھی لشکرِ مغل کو پامال کیا۔ راجہ بھگوان داس نے جب فوج کی یہ شکستہ حالت دیکھی تو انھوں نے مرزا علی اکبر شاہی کو بطور سفیر یعقوب شاہ کے پاس تسلی و تشفی کے لیے بھیجا اور مبارک خان گکھر کی لڑکی کو ان کی زوجیت کے لیے نامزد کیا۔ مغلوں نے اس طرح چاپلوسی کر کے صلح کی پیش کش کی یعقوب شاہ نے بھی جنگ روک دی۔[۱۶۸]

اکبر کی معاہدہ شکنی

جب یوسف شاہ بولیاس میں راجہ بھگوانداس کے پاس گئے تھے تو دونوں میں یہ معاہدہ ہوا تھا کہ یوسف شاہ تاج و تخت کے مالک بدستور رہیں گے۔ لیکن شہنشاہ اکبر کے نام سکے ڈھالے جائیں گے اور خطبہ پڑھا جائے گا۔ یہ بھی طے ہوا تھا کہ ٹکسال، زعفران کے کھیت ابریشم و شالبافی اور شکار کے شعبے قلندر بیگ، خواجہ میر کی اور ملا مظہری کی نگرانی میں رہیں گے۔[۱۶۹] مبارک خان گکھر کی لڑکی شہزادہ یعقوب سے منسوب ہوگی۔ یوسف شاہ کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ یعقوب خان کو اکبر کے حضور میں پیش کریں گے[۱۷۰] معاہدہ مکمل کر کے راجہ بھگوانداس نے یوسف شاہ کو اٹک کے مقام پر شب جمعہ ۲۹ ربیع الاول ۹۹۴ھ کو پیش کیا۔ اکبر نے معاہدہ کو رد کیا۔ اس لیے دربار شاہی کے جو امراء یوسف شاہ کے ساتھ تھے ان کی پیشانیاں عرق شرم

سے تر ہو گئیں اور وہ منھ چھپائے بیٹھے رہے ۔ اکبر یوسف شاہ کو پھانسی دینا چاہتے تھے ۔ جب بھگوانداس نے شہنشاہ کے یہ تیور دیکھے کہ اکبر معاہدے کی خلاف ورزی کر رہے ہیں تو انھوں نے اپنے قول و قرار کی حمیت و غیرت میں خود کشی کا اقدام کیا۔[۱۶۱] مصنّف بہارستانِ شاہی سے کہنا ہے کہ

"چوں راجہ بھگوان داس در سخن و قول خود خلل دید۔ غیرت اصلی کہ در نہادِ آں طائفہ جبلّی است او را برآں آورد۔ کہ دشنۂ تیز خوں ریز از کمر خویش برآوردہ حوالۂ شکمِ خود نمودہ، امعاء احشائے خویش بیروں انداخت ۔ چوں قاصد ممات بمنزلِ حیات او نہ رسیدہ بود یا از خلعت تندرستی پوشیدہ "[۱۶۲]

اکبر نے اٹک میں یوسف شاہ کو راجہ رام داس کچھواہا کے حوالے کیا تھا۔ لاہور پہنچے پر ٹوڈرمل کی نگرانی میں قید خانے میں ڈال دیا۔ جہاں ڈھائی سال تک انھوں نے ایک قیدی کی زندگی گزاری۔ اس کے بعد بہار کے گرم ترین علاقے میں بھیجے گئے۔[۱۶۳] ملک حیدر کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب راجہ بھگوانداس پکھلی پہنچے تو انھوں نے یوسف شاہ کو گردن میں طوق اور پاؤں میں زنجیر ڈال کر (مسلسل و مغلول) اٹک میں شہنشاہ خلافت پناہ کے حضور میں پیش کیا اور پھر راجہ ٹوڈرمل کی نگرانی میں ان کو قید خانے میں ڈال دیا۔ جب راجہ مان سنگھ کابل سے واپس آئے تو ان کی سفارش پر اکبر نے دو سال کے بعد قید و بند سے آزاد کیا اور ان کے لیے نہایت ہی قلیل یومیہ مقرر کر کے انھیں پھر صوبہ بنگال بھیجا جہاں ان کی خوشحالی مفلسی میں بدل گئی۔[۱۶۴]

ایک اور ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پکھلی تک یوسف شاہ راجہ بھگوانداس کے ہمراہ بڑے اعزاز کے ساتھ پہنچائے گئے ۔ پھر یہاں سے ان کی گردن اور پاؤں میں زنجیریں ڈال کر انھیں راجہ بھگوانداس نے جلال الدین محمد اکبر کے حضور میں دریائے اٹک کے کنارے حاضر کیا۔ اکبر نے راجہ ٹوڈرمل کو حکم دیا کہ انھیں قید خانے میں سخت سے سخت تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائی جائیں ۔ راجہ مذکور نے اکبر کے شاہی عتاب نامے کے تحت یوسف شاہ کو اخلاقی مجرموں کی طرح بڑی ذلت اور انتہائی رسوائی کے ساتھ قید خانے میں ڈال دیا۔ کچھ عرصے کے بعد ان کی تکلیفوں اور صعوبتوں میں شہنشاہ عالم پناہ کے حکم سے یوسف شاہ کی نازک مزاجی کے سبب نرمی کر دی گئی ۔ چونکہ یہ المناک اور شرمناک واقعہ مورخین نے چھپایا ہے اور اسے ایک ایسے شخص

نے بیان کیا جو اپنے تعصب کی بنا پر سلاطین چک کو بدترین خلائق میں سمجھتا تھا اور ان کے نام غیر شائستہ الفاظ استعمال کر کے اپنے لیے فخر سمجھتا تھا۔ اس لیے ذیل میں من و عن درج کیا جاتا ہے۔

"یوسف خان چک تا سرکار پکھلی باعزاز تمام و اکرام ہمراہ راجہ بھگوانداس و سران دیگر رسیدہ۔ در آنجا سرکشان لشکر اکبر بادشاہ گردن و پایش مسلسل و مغلول گردانیدہ و بدستور اسیراں ہمراہ بردند۔ و در کنار دریائے اٹک راجہ بھگوانداس شرف عتبہ بوسی بارگاہ اکبر بادشاہ دریافتہ۔ بعد عرض چون و چرا سرگذشت یوسف خان چک را بنظر انور گزرانیدہ از راہ قہر و غضب فرمان قضا جریان اکبر بادشاہ چناں صادر گردید۔ کہ یوسف خان چک را حوالہ راجہ ٹوڈرمل نمایند کہ بشد اید قیچ در قید حبسش گزارد۔ بنا بر اصدار حکم والا راجہ ٹوڈرمل مثل گنہگاران سائر الناس اورا بذلت و خفت نا متناہی چندگاہ محبوس گذاشتہ در اندک بر طبق حکم عالم پناہ صعوبات و عقوبات تخفیفش شدہ بہ سبب اشتہار نازک مزاجی و چابک طبعی او"[۱۷۵]

بعض مورخین نے یوسف شاہ کے ساتھ حبہ خاتون کے فرضی نام کو بھی وابستہ کیا ہے۔ اور "عیش یوسف شاہی و سرود حبہ خاتون" کی ضرب المثل ان کی طرف منسوب کی ہے۔ یہ افسانہ سب سے پہلے یوسف شاہ کے کوئی تین سو سال بعد پنڈت بیربل کاچرو نے اپنی تاریخ میں بغیر کسی حوالے کے اختراع کیا[۱۷۶]۔ اس کے بعد حسن[۱۷۷] اور خلیل مرجان پوری[۱۷۸] نے اپنی شوخی تحریر سے اس افسانے میں مزید رنگ آمیزی کی۔ بعد ازاں جس آدمی نے بھی مصنف بننے کے شوق میں یوسف شاہ یا حبہ خاتون کے بارے میں لکھا اس نے اس فرضی قصے کو تاریخی لباس پہنانے کی کوشش کی حتی کہ فوق نے اپنی کتاب میں اس بے بنیاد افسانے کو بہارستان شاہی کے حوالے سے[۱۷۹] بیان کیا۔ جبکہ بہارستان شاہی میں ابتدا سے آخر تک کہیں کسی حبہ خاتون کا نام نہیں ملتا ہے۔ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ڈاکٹر آر۔ کے پارمو[۱۸۰]، ڈاکٹر محب الحسن[۱۸۱] اور حکیم غلام صفدر مرحوم[۱۸۲] نے بھی اس فرضی اور من گھڑت افسانے کو اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے۔ جب راقم الحروف نے حبہ خاتون کے افسانے کے بارے میں ڈاکٹر محب الحسن سے تبادلہ خیال کیا تو انھیں بھی حبہ خاتون کا تاریخی وجود مشکوک نظر آنے لگا۔ اور انھوں نے کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں اس بات کا اعتراف کیا۔

بہرحال جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حبہ خاتون یوسف شاہ کی محبوبہ یا ملکہ تھیں وہ تحقیقی کاموں میں غیر واقف معلوم ہوتے ہیں۔ تفصیلات کے لیے راقم کی کتاب تحقیقی فوادر مطبوعہ اردو پبلشرز لکھنؤ ۱۹۷۴ء میں صفحہ ۲۲۲ میں "ملکہ حبہ خاتون کا وجود عنقا کے برابر" ملاحظہ ہو۔

یوسف شاہ کا نظامِ عدل

یوسف شاہ کا عدل واحسان، دادگستری، رواداری اور رعایا پروری اس حد کو پہنچی تھی کہ گویا ان کے عہد حکومت میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پانی پیتے تھے۔ رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے کسانوں سے سپاہیوں کی بیگار لینا ممنوع قرار دیا تھا۔ ہانجیوں سے بیگار اور زکوٰۃ لینا ناجائز ٹھہرایا تھا۔ ہندوؤں سے جزیہ اور دوسرے لوگوں سے ظالمانہ محصولات لینا خلاف قانون قرار پایا تھا۔ بقول ملک حیدر چاڈورہ :-

"یوسف خان در مدتِ سلطنت ہمیشہ در عدل واحسان و پرورش رعیت و لشکریان اہتمام تمام داشت۔ و اکثر بدعتہائے کہ در زمان حکام سابق بود برطرف نمود۔ و بعض رعایا کہ پریشان احوال بودند حاصل مقرری معاف کرد۔ و بعض حاصلہا کہ از روئے تعدی مقرر کردہ بودند کہ رعایا بے اجرت سفرہا ہمراہ می بردند و سر درخت میوہ دار و سر نفر حرفہ گر چیزے مقرر بود می گرفتند، ہم معاف کرد" ۱۸۳

یوسف شاہ بڑے فیاض اور سخی تھے۔ ان کا دست سخاوت ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور نقد و جنس لوگوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ان کی فیاضی اور دادگستری کتب تواریخ میں شاندار الفاظ میں ضبطِ تحریر میں آچکی ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ :-

"یوسف شاہ بہ بسط بساطِ معدلت پرداخت و دستِ نوال بہ بذل نقود و اموال برکشاد۔ در ہدم بنیان بدعتہا کہ پیشتر مروج شدہ بود سعی بلیغ بکار بردہ رفع نمود" ۱۸۴

حکیم غلام صفدر اپنی کتاب میں ملک حیدر چاڈورہ کی تاریخ صفحہ ۱۹۴ کے حوالے سے "یوسف شاہ کی سخاوت" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"یوسف شاہ کی عشرت عسرت میں مبدل ہوئی۔ ان کے پاس نقدی زیور

اور سونا چاندی تھا۔ وہ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کیا۔ وہ لوگ جو یوسف شاہ کی فیاضی سے واقف نہ تھے اس سخاوت کو دماغی فتور تصوّر کرنے لگے۔ ان اجنبیوں اور اغیار کو کیا معلوم تھا کہ یوسف شاہ اپنے دورِ حکومت میں غریبوں اور محتاجوں کو کس قدر امداد کرتے تھے۔ وہ کسی بھی وقت خیرات اور بخشش کرنے سے غافل نہیں رہتے تھے۔ چنانچہ ان کی جود و سخا کے متعلق شاعر نے کہا ہے ؎

بود زبس مائلِ احسانِ زر — چوں کفِ گل بود کفش کانِ زر
گر بنودے اہلِ نیازی برش — دادے ازیں کف بکفِ دیگرش
کس نہ شدے از کرمش تنگ دل — بود چو کان و نہ کانِ سنگ دل

اور جو چیز انھوں نے لوگوں کو نہیں دی وہ ظلم اور تکلیف تھی"[۱۸۵]

ملّا محمد توفیق کشمیر کے ایک مشہور و معروف شاعر تھے۔ انھوں نے اپنے کلّیات میں منظوم تاریخ کشمیر لکھی ہے وہ یوسف شاہ کی رعایا پروری اور جود و بخشش کے بارے میں لکھتے ہیں ؎

کہ چوں کرد استاد رنگین سخن — گلِ رفتہ را باز زیبِ چمن
کہ چوں گشت کشمیر بارِ دگر — بفرمانِ یوسف شہِ نامور
دلِ مردمِ شہر وہ کرد شاد — بہ جود و بہ بخشش بعدل و بداد

رسومِ ستم ہائے شاہانِ پیش
بہم بر زدن ساخت آئینِ خویش[۱۸۶]

یوسف شاہ اور مشائخ کشمیر

یوسف شاہ مذہبی معاملات میں بڑے فیاض اور روشن ضمیر تھے۔ وہ علماء و فضلاء اور بزرگانِ دین کا بہت زیادہ تعظیم و احترام کرتے تھے۔ حسن کہتے ہیں کہ

"یوسف شاہ در استفادۂ مزارات اولیاء، وصحبتِ مشائخ و بزرگان مستفید می شد۔ و در خدمتِ حضرت بابا ہردی ریشی برہنہ پا می رفت"[۱۸۷]

یعنی یوسف شاہ اولیاء کے مقبروں کی زیارت کرتے تھے۔ اور مشائخ و بزرگان کی خدمت میں حاضر ہو کر فائدہ اٹھاتے تھے۔ حضرت بابا ہری ریشی کی خدمت میں احتراماً پا پیادہ حاضر

ہوتے تھے۔

یوسف شاہ حضرت شیخ حمزہ مخدوم کو بھی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ انھوں نے ان کے آستانہ شریفہ کی تولیت کے لیے اپنے فرمان کے ذریعہ سے شیخ علی کو متولی مقرر کیا تھا۔ فرمان شاہی ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ء میں بادشاہ کے دستخط اور مہر کے ساتھ جاری کیا گیا تھا۔ یہ نادر و نایاب دستاویز عدالت عالیہ سری نگر کی گولڈن جبلی کی نمائش میں عوام کی دلچسپی کے لیے یکم جون ۱۹۷۸ء کو رکھی گئی تھی۔ یوسف شاہ کے دل میں مخدوم صاحب کا جو جذبۂ خلوص و عقیدت کارفرما تھا اس کا اندازہ اس فرمان سے بآسانی ہوگا۔ فرمان سے ان لوگوں کے خیالات کی تردید بھی ہوتی ہے جو سلاطین چک کو بدنام کرنے کے لیے یہ پروپگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ وہ بزرگان دین کا احترام نہیں کرتے تھے۔ ذیل میں اس فرمان کی نقل درج کی جاتی ہے۔

باسمہٖ سبحانہٗ

فرمان نصیر الدین محمد یوسف

سادات کرام و مشائخ عظام و علمائے نیکو نام و قضات ذوی الاحترام و جمہور انام و اہالی و موالی من الخواص والعوام بدانند کہ دریں وقت فرمان جہان مطاع خورشید شعاع از مکمن عواطف خاصتانی شرف نفاذ و عز صدار یافت کہ امر تولیت مقبرہ و منزل گہ شریف قدوۃ المحققین زبدۃ المتورعین عمدۃ الفضلاء والکبرا ...... والاتقیاء کمال الحق والدین حضرت شیخ حمزہ مرحوم و مغفور بادشاہ پناہ و ہدایت دستگاہ فضائل مآب کمال انتساب نظام الدین بندگی شیخ علی ..... شیخ مرحوم مفوض وارزانی فرمودیم و زمین و کتب و باغات و عمارات و اشجار و غیر ذالک کہ تعلق بمقام قلاشں پورہ داشتہ باشد بلا مشارکت احدی از سائر خلفاء و مریدان بہ تخصیص موصی لہٗ آنحضرت مرحوم واز مجاوران و متوطنان و سکنۂ آں مزار بمقام مذکور بآں متولی مشارالیہ مقرر و مسلم نمودیم۔ و کسے را نمی رسد کہ بلا اجازت ولی در خصت بندگی شیخ مذکور دراں مزار متبرکہ دخلے و تصرف نماید و اندک زمیں جہت قبر کردن بہ کسے حوالہ کند و آنچہ از نذور و ہدایا و تحف و فتوحات مریدان و معتقدان مخلصین بداں مزارات بابرکت

ارسال نمایند بہ معرفت متولی موحی الیہ میاں مجاوراں واہل خدم از مجاوراں و مریدان وامام وموذن وآب کش وآشپنر وجاروب کش وغیرہم تقسیم نمایند واحدی از مذکورین از سخن صواب دیداو کہ موافق شریعت غرا بودہ باشد بوجھ من الوجوہ تمرد وخلاف عدول وانحراف جائز ندرانہ، سبیل حکام ودیوانیاں و عمال حال واستقبال بدانند۔ کہ مزار ومقام بموجب نوشتہ زیور تبصرف متولی مشارٌالیہ وگذاشتہ۔ اصلاپیرامون نہ گردند واز کل تکالیف وحوالات سلطانی و تغیرّ ووجوہات دیوانی ومرفوع القلم دانستہ۔ ہر سال .... پروانہ طلب ندانند۔ سنہ ۹۹۰ ہجری ۱۵۸۲ء

محمد یوسف بادشاہ

یوسف شاہ قاضی موسیٰ کا بھی ادب اور لحاظ کرتے تھے۔ اس بارے میں دو مثالیں ملتی ہیں۔ ایک یہ کہ جب کہ یوسف شاہ نے فرمان جاری کیا کہ کوئی بھی شخص ابدال خان کی میت نہ اٹھائے۔ قاضی موسیٰ نے بادشاہ وقت کے حکم کی صریحاً خلاف ورزی کی اور میدان جنگ سے ابدال خان کی میت اٹھا کر اُسے دفن کیا۔ یوسف شاہ نے اس سنگین خلاف ورزی پر قاضی سے سوال وجواب نہیں کیا۔ ایک اور موقع پر لوہر خان نے سازش کر کے یوسف شاہ کا تختہ الٹنے کے لیے بغاوت کی تھی۔ بادشاہ نے لوہر خان کی گرفتاری کا حکم جاری کیا۔ تلاش وتفحص کرنے کے بعد وہ قاضی موسیٰ کے گھر میں پکڑے گئے۔ یوسف شاہ کی رواداری اور حسن سلوک دیکھیے کہ انھوں نے اس موقع پر بھی قاضی کو درگزر کیا۔ حالانکہ وہ اخلاقی اور آئینی طور پر انھیں بھی سزا دینے کا حق رکھتے تھے۔

یوسف شاہ اور بابا داؤد خاکی

یوسف علما اور فضلا کی نظر میں اعلیٰ سیرت وکردار کے مالک تھے۔ کشمیر کے ایک ممتاز عالم وفاضل اور بزرگ صوفی شاعر بابا داؤد خاکی ان کے حسن اخلاق، عدل وانصاف، شعر وشاعری، علما پروری اور فنون لطیفہ کے کمالات سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔ چنانچہ

فرماتے ہیں کہ:۔

یوسف شاہ اللہ کے رسولؐ، آلِ رسولؐ اور اصحاب کے عاشق ہیں۔ گھر میں نمازِ جماعت کی امامت خود ہی انجام دیتے ہیں۔ بعدِ نماز قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ شعر گوئی، صرف و نحو، صنفِ معمّا، علم تصوف، فن خوشنویسی لغات فارسی اور سخن فہمی میں بے نظیر ہیں۔ فنِ موسیقی میں مقامِ حسینی و غزال کو نقطۂ عروج تک پہونچایا ہے۔ وہ لوگوں سے جبراً غلّہ وصول کرنے کے خلاف ہیں۔ اہل زہاد و تقویٰ، قاضیان و مفتیانِ شہر اور خطیبانِ مساجد کے لیے یہ ضروری امر ہے کہ وہ بر سر منبر درود و وظائف کے بعد ان کے حق میں دعا کریں۔ لوگ انھیں ظلِ الٰہی سمجھتے ہیں۔ علاوہ ان اوصاف کے وہ شہسواری اور تیر اندازی میں بھی بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ ان کی تیر اندازی کا یہ عالم ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر عین نشانے پر تیر مارتے ہیں۔"

بابا داؤد خاکی نے یوسف شاہ کے یہ اوصاف حمیدہ "قصیدہ غسلیۂ یوسف شاہی" میں بیان کیے ہیں۔ یہ قصیدہ یوسف شاہ کے عہد حکومت میں ۹۸۸ھ ہجری مطابق ۱۵۸۰ء میں تصنیف کیا گیا تھا۔ قصیدہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس کا ایک نسخہ بخط مصنف مکتوبہ ۹۹۳ھ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کو دستیاب ہوا تھا وہ قصیدے کے بارے میں اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ

"راقم الحروف گوید۔ در ایام تحریر ایں اوراق، ورقے چند بخط شریف حضرت بابا داؤد بدست آمد۔ چوں تحریر آں مناسب حال ست۔ دریں رسالہ نقلِ آں مرقوم می شود۔ ایں است:۔

"ایں ذکر بیت مشتمل بر آنکہ در سال نہصد و نود و سیوم (۹۹۳ھ) در دورِ مبارک سلطنت سلطان محمد یوسف اسعدہ تعالیٰ در قریہ بلدۂ کشمیر......." ۱۸۹

قصیدۂ غسلیہ کے دو مخطوطات حیرت کشمیری اور مہجور کشمیری کے کتاب خانوں میں محفوظ ہیں۔

راقم نے جس نسخے سے استفادہ کیا وہ محکمۂ ریسرچ سری نگر میں زیر نمبر ۱۹۱۴ موجود ہے۔ اس کے اختتام پر پروفیسر حسن شاہ ڈائرکٹر لائبریز ریسرچ اینڈ میوزیم نے مورخہ ۴ اپریل ۱۹۶۳ء کو اپنے دستخط اور مہر کے ساتھ درج ذیل عبارت لکھی ہے۔

"اصل ہذا مملوکہ پیرزادہ محمد امین ابنِ مہجور سے مقابلہ کرکے تعلیق و تسوید درست پائی گئی ہے۔ نقل ہذا محکمہ ریسرچ کی نقل ہے"

بابا داؤد خاکی کا اپنے ہاتھ سے "در دورِ مبارک سلطنتِ سلطان محمد یوسف اسعدہٗ تعالیٰ" لکھنا ہی اس بات کا بڑا ثبوت ہے کہ یوسف شاہ اپنے عہد حکومت میں علماء اور بزرگانِ دین کی نظروں میں صاحبِ عزّت و توقیر اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ قصیدے میں یوسف شاہ کے صاحبزادوں شہزادہ یعقوب اور شہزادہ ابراہیم کی تعریفیں بھی کی گئی ہیں۔ قصیدہ کی تمہید الفاظ ذیل سے شروع ہوتی ہے:۔

"ملاحظۂ حق محبت و اخلاص و احسانِ سلطان وقت و پادشاہِ جوان مرد و جوان بخت، محبِّ علم و علماء و معتقد زہّاد و صلحاء نصیر الدین محمد یوسف شاہ غازی سلّمہ اللہ و اصلح شانہ باعثِ آں شد کہ تبقریب آنکہ ایں رسالہ غسلیہ نادرہ چوں بدور ہمایوں و وقت میمون او در خیال ایں داعی افتادہ و نزدیک باتمام رسیدہ، خطاب او "غسلیۂ یوسف شاہی" کردہ آمد تا بدیں تقریب نامِ نیک انجام و اسم سعادت فرجام او تا دیرگاہ ماند۔ و چوں قرین و مُدرجِ رسائلِ دینیہ باشد در اطراف عالم برالسنۂ دینداراں و صالحانِ باذکر دعا و اوصاف پسندیدہ جویاں یابد و برکاتِ آں شاملِ احوالِ دو جہانی ایں پادشاہ سعادت دستگاہ باشد۔ و بہ مناسبتِ ذکر بعضے اوصاف پادشاہ مذکور بعضے نصائح کہ مناسب پادشاہ و حکام و امراء باشد۔ اشارتے رفتہ تا شاید کہ حضرت پادشاہ و بعضے فرزندان سعادتمند و امراء و سعداء او وغیر ہم در اثنائے مطالعۂ ایں رسالہ براں واقف شوند و بقدرِ استطاعت در عمل آرند و بہ سعادتِ دینی و دنیوی بہرہ مند شوند۔ واللہ الموفق"

اس کے بعد یوسف شاہ کی مدح میں ۶۰ شعر ہیں۔ آخری شعر میں سالِ تصنیف ۹۸۸ھ درج ہے۔ اس کے بعد بطورِ "التماس" درج ذیل عبارت بھی ہے :-

" از مطالعہ کنندگانِ با انصاف آنکہ چوں غرضِ اصلی ایں داعی ہمیں تنظیم بعضے روایات بودہ۔ معلوم است کہ گنجایئدنِ معنی آیات و احادیث و نقول در نظم یک قصیدہ خالی از عسرتے نبود۔ پس اگر از ممرِ تکرار بعضے قوانی کہ در قصائد جائز داشتند یا از رہگذر عدم سلامتِ بعضے الفاظ یا سببے دیگر دریں منظومہ قصورے بنیند۔ اگر توانند بقلم اصلاح راست سازند۔ ولا بذیل عفو بپوشند"

اس کے بعد رسالۂ غسلیہ کے ۱۵۲ اشعر درج ہیں۔ تمہید چھ صفحوں پر مشتمل ہے۔ ابتدائی الفاظ یہ ہیں :-

" ایں رسالہ ایست دربیان روایاتِ غسلہائے مفروضہ با ذکر بعضے فضائل و فرائض آن و غسلہائے مسنونہ غسلہائے مستحبہ و اغسال نقلیہ و روایات و نقول مُشعر بآنکہ عبادتِ غسل از زمان حضرت آدم تا زمان پیغمبر ما مامور و مشروع بودہ است "

جو لوگ یوسف شاہ کے بارے میں محض کج فہمی اور کوتاہیِ مطالعہ کی بنا پر متعصبانہ رائے رکھتے ہیں ان کے لیے یہ قصیدہ تازیانۂ عبرت سے کم نہ ہوگا۔ قصیدہ کا ایک ایک لفظ یوسف شاہ کو ان نام نہاد الزامات سے بری الذّمہ قرار دینے کا ضامن ہے۔

قصیدۂ غسلیہ میں کل ۲۱۲ شعر ہیں۔ ان میں جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے ۶۰ شعر یوسف شاہ کے لیے مخصوص ہیں۔ بقیہ اشعار میں فقہ سے متعلق بعض اہم مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ رسالے کے دیباچے میں مصنف کہتا ہے :-

" ایں رسالہ ایست دربیانِ روایاتِ غسلہائے مفروضہ با ذکر بعضے فضائل و فرائض آں و غسلہائے مسنونہ غسلہائے مستحبہ و اغسال نقلیہ و روایات و نقولِ مُشعر بآنکہ عبادتِ غسل از زمان حضرت آدم تا زمان پیغمبر ما مامور و مشروع بودہ است "

قصیدہ غسلیہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بابا داؤد خاکی نے یوسف شاہ کی ذات کو اس قدر

مقدس سمجھتا تھا کہ انھوں نے ایک مذہبی رسالے میں ان کی مدح میں تعریف کرنا اپنے لیے ایک اہم فریضہ سمجھا۔ یوسف شاہ کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوجاتی ہے کہ بابا خاکی نے قصیدے کا نام ان ہی کے نام پر "غسلیہ یوسف شاہی" رکھا۔ بہرحال "غسلیۂ یوسف شاہی" "عیشِ یوسف شاہی" کی نمایاں تردید ہے۔ قصیدے کا ایک ایک شعر یوسف شاہ کے کردار و سیرت اور ان کے کمالات کا آئینہ دار ہے۔ اس لیے ان کی تعریف کے بھی اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حمد باریِ تعالیٰ

حمد پاک از جانِ ہر پاکے بپاک ذوالجلال	آنکہ ہست او دوستدار طاہران جسم و بال
ہر درودِ پاک بر لوح رسولؐ پاک ذات	باد و بر اولاد و بر اصحاب او یا کی مآل
بعد ازاں از عبد حق داؤد خاکی گوش کن	در بیانِ غسل ہا ایں خوش روایات و مقال

اشارتے بتوجیہِ تسمیۂ ایں رسالہ و نسبِ آں بپادشاہ زماں سلّمہ اللہ عزّ و جل

نام ایں منظوم من غسل یوسف شاہی است	چوں بہ فرح دورِ یوسف شاہ آمد در خیال
نامور شاہے کہ بارِ دیگر از لطفِ حق‌ش	گشتہ حاصل تخت و بخت و تاج و باج و ملک و مال
حاصلش گشتہ زفضلِ حق بہ تقسیم ازل	سیرت و صورت مزین بانکوئی و جمال
دوستدار مصطفیٰ و اہلبیتؑ و صحب اوست	مذہبِ مقبول دارد ایں شہِ نیکو خصال
زانکہ با اخلاص گفتار مسلمان و مومنم	نیز بیزارم بدل از بدعت و کفر و ضلال
طالب علم و شریعت ہست خوانانِ کتب	از مسائل عالماں را می کند اکثر سوال
بشنود از عالمانِ معنیِ تفسیر و حدیث	فکر و دخلے می تواند کردن اندر ما یقال
در جماعت خانہ وقتے خود امامت می کند	سورہ خواند گہہ قصار او گہہ ز اوساط و طوال
بہرۂ دارد ز علمِ اصطلاحِ صرفیاں	می شناسد وزن و حرف افعال و انفعال
ہم ز حرف و نحویاں نوعے خبر می دارد او	می تواند فہم کردن حدِّ استشہاد حال
تیز فہمی و سوادے دارد اندر نظم و شعر	وز معما داند استخراج اعمال و مثال
خواہش علمِ تصوف نیز در دل دارد او	فہمد از قولِ مجازی رمز ہائے اہلِ حال

برلغت ہا واقفست و در ہنرہا ذوفنون — حسن خطّے نیز دارد ایں شہِ نیکو خصال

اہل حرفت و سخندان با شناسیِ شعر — طبع موزوں نیز دارد ایں شہِ فرخندہ حال

ورزشِ نیکو بداند گفتن موزوں نمود — با زبانِ ہندی گوید ثنائے ذوالجلال

علمِ موسیقی رسانیدہ بحدِّ انتہا — ہر مقالے نیک داند چوں حسینی و غزال

ہست شاہے نرم، خوش شیریں زبان و بردبار — باز در فہم و فطانت بے نظیر و لامثال

ہیبت و فرمانروائی نیک دارد ہر طرف — ظالماں از ہیبتش ہستند اندر احتیال

عاملاں را حکم کرد از بہر اوقافِ قدیم — تا نہ گیرند از کسے مقدار ابنان و جوال

مستحقانانِ جدیدی را تفحّص کردہ تو — وقف کردہ دادہ بعضے را ز مینے منتطال

قاضیان و مفتیان را بہر عدلِ خلق ماند — تا کسے ظلمے نہ خواہد کرد بر یک بیوہ زال

از پے تادیب اہل معصیت در شہر ودہ — ماند جمع محتسب با دُرّۂ چرم و دوال

جمعے از زہّاد و مرتاض از حقِ احسان او — در دعائیش بعد وردِ خویش دارند اشتغال

ایں خطیبانِ مساجد ہم دعائے خیر او — بر سر منبر ہمی گویند بے ہیچ احتمال

ہم دریں شہرش مدرّسہاست در ہر گوشۂ — از پئے تعلیم در محظور و مکروہ و حلال

با وجودِ آں پے تقصیرہائے نفسِ خویش — خواہد از عفوِ غفورِ مذنبان حب سجال

شاہ زر بخشے کہ خلقے را عطاہا می دہد — غازیِ کو کردہ با اعدایش بنفسِ خود قتال

بر خدا کردہ توکّل تاخت بر خیلِ عدو — آمد از غیبش مدد از لطفِ حق در اقتتال

شد ز فضل باریش نصرٌ من اللہ حاصلش — گفتہ بسم اللہ چو دادہ تیغِ خود را انسلال

خصمِ مدبر را سر و گردن جدا کرد از تنش — بر سر و گردن اگرچہ داشت محکم خود و حال

شہسوارے آنچناں کہ ہر طرف دہ دہ کند — چوں سواری می کند با تازیِ زیبندہ بال

چوں بہ ہندوستاں دواں براسپ تیر انداختہ — مردم آنجا شدہ در وصفِ او حیران و لال

بازداران قدیم از صنعتش حیراں شود — چوں کند ارسال سوئے مرغ باز تیز بال

بر دعا کن اکتفائے دل چو اندر مدحِ شاہ — ہست در نظمِ قصیدہ نطق را طبق محال

یارب ایں شہ را ز فضل خویشتن انعام کن — صحّتِ ایمان و تن توفیقِ عدل و صلاح بال

لشکرِ او باد با فتح و ظفر چوں می دہند — بر سر اعدائے دیں شمشیرِ خود را انسلال

بارِ دیگر جملگی اولادہم احفاد او
نیک بختاں دوستدار از بخشش باری تعالیٰ

ہست اولادش کلاں مرزا لقب یعقوب خاں
آنکہ عقلِ کاملاں دارد بنو عہدی بسال

در دلیری و سخا ممتاز ازاں قرن آمدہ
شہرتے دارد بحسنِ صورت و خلق و خصال

دیگر ابراہیم میرزا نیک و خوش شہزادہ ایست
صاحبِ اقبال و جود و حشمت و جاہ جلال

در دعا فرضست بر مردم بقول مصطفےٰ
بہر ایاں یک دعا دیگر پے سلطان جمال

ہر شہے در جہاں بر زیردستاں عدل کرد
جا دہد فردا مرا او را عرش حق زیر ظلال

گفت پیغمبرؐ اگر سلطان بنا شد می خورند
یک دگر را مردماں بیست حیثیت ترزین خیال

ہر شہے کو نصرتِ حق جست باید کردنش
نصر دین حق بعدل و احسانش لامحال

مصطفےٰؐ گفتا کہ سلطاں در زمین ظلِّ خدا ست
تا ستم دیدہ کند سوئے پناہش ارتحال

پادشہ را عدلِ مظلومے و دفع ظلم از و
با ثواب حج ہا آمد برابر در مثال

ہست مشہور اینکہ بعضے پادشاہاں یا فقیر
با وجودِ سلطنت توفیق در کسب کمال

زانکہ در ترویجِ دیں بس عدل و کوشش کردہ اند
داشتندے نیز اندر طاعت و ذکر اشتغال

والیے کو ترک گیرد عدل و شفقت بر عوام
گوئیا او را خلیفہ ساختہ شیطان خصال

والئے کو مال بیت المال و محصولِ خراج
صرفِ حقداراں نہ سازد بے شکے بیند نکال

مہتر ہر قوم و دیگر سرور و سردار دہ
حکم شہ دارد کنندش از رعایایش سوال

نظم نقد خویش را داعی بنام شاہ خواند
"تا بماند نامِ نیکش یاد عا" تا دیر سال

آنچناں کز شعرِ سلماں شاہی سلطان اویس
ذکر یابد در جہاں با نیکنامی لایزال

آرے آرے ماندہ است از نظم فردوسی بہ دہر
ذکر شاہا نیکہ بودہ جنگی شاں پور زال

جز فسانہ خسرواں ار نہ ماند نیک کن
تا بماند نیک نامی از تو بعد از انتقال

بودہ از ہجرت گذشتہ نہصد و ہشتاد و ہشت
بہر ایں تصنیف اگر خواہش کنی تاریخ سال

یوسف شاہ اور فن موسیقی

بابا داؤد خاکی کے زیر نظر قصیدے کو محض شاعری سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہو۔
بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے یوسف شاہ میں جن فنون و کمالات اور اعلیٰ اوصاف کا مشاہدہ

کیا ہے ان کی ترجمانی اپنے کلام میں فرمائی۔ بابا کے بیان کی تائید و تصدیق کتب تواریخ سے بھی ہوتی ہے۔

یوسف شاہ کو علم موسیقی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اس فن میں انھیں تان سین پر فوقیت حاصل تھی۔ خود تان سین نے اس بات کا اعتراف کرکے یوسف شاہ کو اپنا استاد تسلیم کیا تھا۔ افسوس ہے کہ یوسف شاہ کا یہ فن بھی تعصب کی نذر ہوگیا ہے۔ بابا داؤد خاکی کا یہ شعر اظہار حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ

علم موسیقی رسانیدہ بحدّ انتہا
ہر مقامے نیک داند چوں حسینی و غزال

یعنی یوسف شاہ نے فن موسیقی کو نقطۂ کمال تک پہنچایا اور وہ موسیقی کے جملہ مقامات چہ حسینی و چہ غزال میں مہارت رکھتے تھے۔ ملک حیدر کہتے ہیں کہ

" در مجلس ساز و نغمہ کہ در فنِ موسیقی بے نظیر بود۔ پادشاہ (شہنشاہ اکبر) با او صحبت می داشت۔ چنانچہ یک مرتبہ نادر الزماں میاں تان سین کلاونت را کہ در یکے از مقامات غلط کردہ بود۔ یوسف شاہ تعلیم کرد و تان سین مذکور قبول داشت و چوں بادشاہ از صحبت او محظوظ بود " [190]

یعنی یوسف شاہ فن موسیقی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ شہنشاہ اکبر ان سے لطف اٹھاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ نادر زماں میاں تان سین نے کسی مقام پر غلطی کی۔ یوسف شاہ نے ان کی غلطی درست کی۔ تان سین نے اس غلطی کو دل سے تسلیم کیا۔ اکبر بادشاہ یوسف شاہ کی صحبت سے محفوظ ہوتے تھے۔ اس واقعہ کو ایک اور مورّخ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

" روزے مطربے تان سین نام کہ در فن علم موسیقی یکتائے عالم بود۔ پیشِ اکبر بادشاہ بالائے طبقۂ ثانی کوشک طنبور یا ساز دیگر می نواخت و یوسف خان چک حاضر آمدہ۔ ما بین طبقۂ دوم ایستادہ، بعنوانِ امتحان اکبر بادشاہ از وپرسید کہ ہنر نوازندہ چگونہ می یابی۔ جوابش داد کہ استادِ بے بدل است۔ امّا تار ساز او شکست خوردہ، برداخت آں نمی کند۔ سازندہ در تفحص افتادہ۔ تار درونی ساز را شکستہ دیدہ بادشاہ، حضار مجلس و نغمہ سنجان ضرب المثل از رسائی طبیعت او حساب بر داشتند۔ " [191]

یعنی ایک دن تان سین جو فنِ موسیقی میں یکتائے روزگار تھے۔ اکبر بادشاہ کی موجودگی میں محل کے طبقۂ ثانی کے بالائی حصّے میں طنبورہ یا اور کوئی ساز بجا رہے تھے۔ یوسف شاہ بھی طبقۂ دوم میں دُور سے کھڑے ہو کر مشاہدہ کر رہے تھے۔ شہنشاہ نے امتحان کے طور پر ان سے دریافت کیا کہ تان سین ساز کیسا بجا رہے ہیں۔ یوسف شاہ نے جواب دیا کہ استادِ بے نظیر ہیں لیکن ساز کا ایک تار ٹوٹا ہوا ہے۔ اس لیے ٹھیک نہیں بجتا ہے۔ تان سین نے ساز کی طرف بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کا اندرونی تار واقعی شکستہ تھا۔ اس پر بادشاہ، حاضرینِ مجلس اور بے مثال نغمہ پردازوں نے یوسف شاہ کی استادی کو تسلیم کیا۔

نوادر الاخبار میں فنِ موسیقی کے سلسلے میں یوسف شاہ کے درک کے بارے میں درج ہے کہ

> "روزے اکبر بادشاہ بہ سیر و شکار رفتہ، یوسف خان چک را در رکابِ سعادت ہمراہ گرفتہ۔ ہنگام تگ و دو شکار کاربازاں و نہایتِ گرمیِ آفتاب در شکارگاہ یوسف خان چک جامہ و کلاہِ بارانی پوشیدہ۔ لمحہ نہ گذشت کہ باراں از آسماں رو آوردہ۔ اکبر بادشاہ وجہ دریافت نقاطِ بارش از وا استفسار فرمودہ۔ عرض کرد کہ صدائے غوک موافقِ آہنگ را بتاثیر بند کو پر اوازِ باراں خواہد بارید۔ تمام لشکریاں از قوتِ نغمہ فہمی او حیرت دانستہ افزودہ "۱۹۲

ج۔ تان سین۔ اصلی نام تان سینا یا ٹونا سانٹا تھا۔ کہتے ہیں کہ ان کی پیدائش اٹلی میں ہوئی تھی۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ پرورش کشمیر میں ہوئی۔ شاید کشمیر ہی میں پیدا ہوئے ہوں۔ ۹۷۵ھ میں وہ کشمیر سے لاہور میں آئے۔ وہاں سے ۱۸ سال کی عمر میں دہلی چلے گئے۔ یہاں ایک بزرگ ملّا سلامت کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ یکم رمضان ۹۸۰ ہجری کو پشاور بھاگ گئے۔ لیکن سرکاری آدمی دونوں کو دہلی سے پکڑ لائے۔ ملّا سلامت کے مرنے کے بعد وہ دہلی سے آگرہ چلے گئے۔ یہاں چھ ماہ ٹھہر کر بہار اور بنگالہ کی طرف چلے گئے اور داؤد شاہ کے دربار میں ملازم ہو گئے۔ داؤد کی سلطنت کے بعد وہ آگرہ کو لوٹ آئے اور چند ہی دن میں دربارِ اکبری میں باریاب ہوئے۔ تان سین کا انتقال ۱۰۰۱ ہجری میں ہوا۔ (منتخب التواریخ بدایونی ص۴۲ اردو ترجمہ)

یعنی ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت شہنشاہ اکبر سیرِ شکار کے لیے یوسف شاہ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ اس وقت شدت کی گرمی پڑ رہی تھی۔ شکارگاہ میں یوسف شاہ نے برساتی اور ٹوپی پہن لی۔ ابھی ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ بارش ہونے لگی۔ اکبر نے یوسف شاہ سے بارش کی وجہ پوچھی۔ جواب دیا کہ مینڈک کی آواز میرے کانوں میں مقام نوا کے موافق سنائی دی۔ اس آواز کی تاثیر سے میں سمجھا کہ بارش ہوگی۔ لشکر کے تمام لوگ جو اس موقعہ پر شہنشاہ کے ہمرکاب تھے یوسف شاہ کی قوت نغمہ فہمی سے ہکا بکا رہ گئے۔

صاحب نوادر الاخبار نے یوسف شاہ کے کمال فن موسیقی کے کئی عجیب وغریب واقعات کا انکشاف کیا ہے۔ ایک واقعہ اس محفلِ سرود کا ہے جو اکبر بادشاہ نے یوسف شاہ کے ذریعۂ منعقد کرائی تھی۔ اس میں بہت سے نغمہ پرداز، تماشہ بین اور حوریان رقص کناں وپائے کوبان زرق برق لباس پہن کر جلوہ گر ہوئی تھیں۔ تمام اہل مجلس نے یک زبان ہوکر کہا کہ یوسف شاہ جیسا عیاش دنیا میں کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خلافت پناہ نے تان سین اور یوسف شاہ کو حکم دیا کہ وہ دونوں صاحبان کمال ایک محفل موسیقی میں اپنے اپنے فن کے جوہر دکھا دیں۔ تان سین نے دلچسپی کے لیے ایسا درد بھرا اور پرتاثیر نغمہ الاپا کہ جنگلی جانوران وخیزاں نغمہ سے متاثر ہوکر ارد گرد جمع ہوئے اور مبہوت سا ہوکر نغمہ سننے لگے۔ تان سین نے موتیوں کا ہار ایک ہرن کے بچے کی گردن میں آراستہ کیا اور پھر دوسرے مقام یعنی راگ پر نغمے کو الاپا۔ اس کی آواز سے جنگلی جانور ایسے لطف اندوز ہوئے کہ وہ عادت کے موافق دشت وبیاباں سے رُخ کر کے تان سین کے ارد گرد جمع ہوگئے۔ پھر اپنے مدّمقابل یوسف شاہ سے کہا کہ ہار ہرن کے بچے کی گردن سے نکالیں اور اپنے فن کا مظاہرہ کرکے جانوروں کو اپنی نغمہ سرائی کی طرف متوجہ کریں۔ یوسف شاہ نے ہرن کے بچے سے ہار نکالا۔ اور اُسے پھر تان سین کی گردن میں پہنایا۔ اس کے بعد یوسف شاہ نے ایک ایسا نغمۂ جانگداز ساز پر چھیڑا کہ اس کی آواز کے اثر سے پتھر نرم ہوکر پانی ہوگیا۔ اور پھر اس پر اپنا ساز پھینک دیا۔ ساز پانی میں مل کر پتھر ہوگیا۔ اس کے بعد تان سین سے کہا کہ اب آپ پتھر سے میرے ساز کو نکال کر اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔ تان سین نے عاجزی سے کہا کہ مجھے یہ کمال حاصل نہیں ہے کہ اپنے نغمے کے جادو سے آپ کے ساز کو پتھر کے پیٹ

سے باہر نکالوں' یوسف شاہ نے یہ جواب سنتے ہی اپنی لحنِ داؤدی سے ساز کو بھڑ کے پیٹ سے ایسے ہی نکالا جس طرح بھڑیں چھتے سے بھنبھناتی ہوئی فوراً نکل پڑتی ہیں۔

صاحب نوادرالاخبار کی باتوں میں مبالغہ آرائی نظر آتی ہے۔ اس طرح کی باتیں قلم بیچ بادرا ہیں تان سین کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ چونکہ یہ باتیں ایک ایسے مؤرخ کی تاریخ میں درج ہیں جو یوسف شاہ اور دوسرے چک بادشاہوں کے بارے میں حقیقت پسندی سے کام نہیں لیتا ہے۔ یہ باتیں ایک دوسری تاریخ گوھرِ عالم میں بھی موجود ہیں۔ دونوں کتابیں نایاب اور غیر مطبوعہ ہیں۔ اس لئے ذیل میں یوسف شاہ کے فن موسیقی کے واقعات درج کیے جاتے ہیں:-

"روزے حسب الامر اکبر بادشاہ جمی از مقربان درگاہِ او بیشِ یوسف خان چک تشریف بردند۔ و برطبق استدعائے جماعۂ مذکور یوسف خان چک در یک نشیمنے عنبر مختلف الالوان بارتفاع یک وجب بالائے فرش عنبر جا کردہ مطربان شیریں ہنر و رقاصانِ پری پیکر از ہمراہیان خویش طلبیدہ۔ مطربان را برکنار فرش عنبر جا دادہ۔ رقاصاں را میان طاقہائے چار دیوارِ نشیمن زیر پردہ ہا پنہاں نشانیدہ۔ بعد آرائش مجلس مہمانانِ تماشا بین را در محفل پیشِ خود خواندہ۔ مطربان بحکم او نغمہ آراستند۔ ہمیں کہ آہنگ چنگ و عود و نوائے رود و سرود درہم آمیخت رقاصانِ پری پیکر از زیر پردہ ہائے مزین و مکلل بیرون دویدہ۔ پائے کوباں بر فرش عبیرِ استبرق و یاقوت و گہر رنگ برقص در آوردند۔ و از کبر و باد و دامن بکالے (کذا) آں ماہ رویان کرد و غبار عبیر گونا گوں برخاستہ۔ مثال ستارہ ہائے زنگار رنگ بر رخسار ہائے افروختہ۔ ایشان جا بجا نشستہ ساحتِ محفل رشک فزائے گلشنِ فرادیس گردیدہ۔ بزم نشینان را از کمالِ تعجب و تحیر گماں شد کہ طلسم بکار بردہ۔ چنیں عجیبہ را در چشم مشاہدۂ اہل مجلس جلوہ گر ساختہ۔ کیفیتِ صحبت سراسر بہ ہمت پیشِ اکبر بادشاہ اظہار نمودہ۔ گفتند کہ عیاش مثل یوسف خان چک اغلب کہ در عالم بوجود نیامدہ باشد"

روزے بادشاہ تان سین قوال را کہ بعد از افلاطون در کمالاتِ فن علم موسیقی دم می زد۔ با یوسف خان چک در مجلسِ یک جا کردہ۔ ہر دو صاحبِ کمال

رافزود کہ نہایت کمالات نغمہ آرائی و نہایتِ تاثیرِ آہنگ پرداز ی بآئین شائستہ از بہر جمعیت باز نماید۔ ہر دو تن مدعیانہ باہم دیگر در اظہار کمالات فنون خود ہا کوشیدند۔ قوال افغان بر یوسف خان چک در ہیچ شعبہ اصلاً مطلقاً نگرفتہ۔ از رادہ ول بتغنی نغمہ رقت آمیز و موثر القلوب بروئے کار آوردہ۔ وحوش دشتی با ثرِ آہنگِ قوال افغان وخیزان از ہر سو دویدہ۔ در گرد او باستماع آواز نغمہ اش مبہوت ومعدوم الحرکت جا گزیدہ۔ قوال مذبور مروارید گلوئے خویش در گردن آہو بچۂ وحشی پیراستہ، نوائے نغمہ بمقام دیگر برگردانیدہ۔ فی الفور وحوش بعادت وحشتِ ذاتی خویش در پیرامون قوال جانب دشت وبیابان رو نہادہ۔ بعد آمیختن وحشیان قوال یوسف خان چک را گفت کہ زیور مروارید من از آہو بچۂ وحشی باز آر و کمال فن خود را روشن ساز۔ وحشیان مذکور بہ مجرد استماع استدعائے قوال در آہنگ نغمہ پرداختہ بدستور حال مستدعی مزبور وحوش را در مجلس حاضر ساختہ۔ زیور مروارید از آہو بچۂ وحشی در ربودہ برگردنِ قوال آویختہ۔ پس ازاں خانِ مسطور متصل او از نغمہ جانگداز آراستہ بتاثیر نوائے او سنگ مانند آب و آلت ساز در بطن سنگ ناپدید گشتہ وگفت کہ آلتِ سازِ من از بطن سنگ بیروں کن خود را نشو ونما بخش۔ قوال دراں امر ش درزیدہ۔ بکمال عجز و فروتنی برزباں راند۔ ہنر بدیں درجہ نہ دارم کہ در بطن سنگ بزور آہنگ برآرم۔ یوسف خان چک باستماع جواب قوال فی الحال آواز از حلق نشاط آمیز برکشیدہ۔ بتاثیر الحان شیریں اولات ساز از بطن سنگ مثل زنبور از آشیانہ صدا کنان بے درنگ بیروں جہندہ۔ قوال حلقہ بگوش وار پایش بوسیدہ و اکبر بادشاہ کنان از ہر چپ و چار بہ تحسین و آفرین او زبان کشادند"۔[۱۹۳]

مصنف بہارستانِ شاہی نے یوسف شاہ کے مختلف علوم فنون کی مہارت کے بارے میں لکھتا ہے کہ:۔

"یوسف شاہ بحلیۂ حسنِ بشرہ وصورت و بزیورِ جمال وسیرت آراستہ و پیراستہ

بود از علم موسیقی و اشعار ہندی و فارسی اقصی الغایت واقف و آگاہ بود،

چنانچہ در زمرۂ اہل شوق مخترعاتِ طبع لطیفش و اشعار ہندی در ہند و اشعار کشمیری و اشعار فارسی او بر زبان فضلا و شعرا اشتہار تمام دارد"

ایک اور مورّخ اپنی قلمی وغیر مطبوعہ کتاب میں کہتا ہے کہ :-

"یوسف شاہ در فن موسیقی مہارتے کامل و در حسن اہبہ ملاحتے شامل داشت۔ چون قطعہ وغزلے تصنیف فرمودے فی الفور آں را ترانہ بستے و بہ مقامے نشانیدے۔ نوعیکہ در عہد عشرت آثار او بہ ولایتِ کشمیر رواج علم موسیقی پذیرفتہ۔ در زمانِ بادشاہان پیشین عشر عشیر آں نہ بود۔ اخبار نویساں آغاز روداد عملِ او چناں در تصانیف مرقوم فرمودند۔"

یوسف شاہ اور کشمیری موسیقی

کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ یوسف شاہ نہ صرف بادشاہ ہی تھے بلکہ وہ علم موسیقی کے علاوہ فن شاعری میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ جب بھی شعر کہتے تھے تو اسی وقت اُسے راگ یا مقام (اصطلاح موسیقی میں راگ کو کہتے ہیں) میں ڈھالتے تھے۔ حکومت جمّوں وکشمیر کے محکمۂ ریسرچ کے کتاب خانے میں کشمیری مورّخ پنڈت بیربل کاچرو کے والد پنڈت دیارام کاچرو تخلّص خوش دل کا فن موسیقی میں ایک نایاب اور نادر مخطوطہ زیر نمبر ۱۲۲ محفوظ ہے۔ یہ مصنّف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے جو ۱۲۵۱ھ ہجری مطابق ۱۸۳۳ء میں تصنیف کیا گیا تھا۔ خوشدل نے کتاب کے صفحہ ۱۶ میں یوسف شاہ کو کشمیری شاعری کی موسیقی کا موجد قرار دیا ہے اور درج ذیل مقامات ان کی طرف منسوب کیے ہیں۔

چارگاہ	عراق	حسینی	دوگاہ	نوا
بوقت صبح	چاشت	تاچاشت	در وسط روز	در وقت پیشین

رہاوی و نوروز عجم	غزال	سہ گاہ مع زنگولہ	راست
بعدازاں	تاسہ پہر	شام	تا یک پہر شب

تبریز و اصفہان	مجاوات و عشیران	بیات ہا	نوا و رہادی
تا نصف شب	نصف شب	بعد ازاں	در نصف شب

یوسف شاہ کشمیری کے علاوہ ہندی میں بھی شعر کہتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ہندی موسیقی میں بھی صاحبِ کمال تھے۔ شفیق اورنگ آبادی نے ان کا ذکر تذکرۂ شعرائے فارسی میں کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

"در موسیقیِ ہندی خیلے ماہر بود و در نواختنِ مزامیر یدِ طولیٰ داشت[194]"

یوسف شاہ بحیثیت شاعر

یُوسف شاہ فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کے فارسی شعر علما و فضلا اور شعرا کی نوک زبان پر ہوتے تھے، وہ یوسف تخلص کرتے تھے اور شعر خوب کہتے تھے۔ افسوس ہے کہ ان کا کلام ملکی ناقدردانی کی وجہ سے انہی کے ساتھ دفن ہو گیا ہے۔ یہ شعر دستیاب ہیں ؎

دلِ پر دردِ من جاناں، بسانِ غنچہ پرخون ہست
چہ بے رحمی نہ پرسیدی کہ احوالِ دلت چون است

بعیش کوش کہ تا چشم می زنی برہم
خزاں ہمیں رسد و نوبہار می گذرد[195]

لیلیٰ جنازہ را برِ مجنوں بخود نہ راند
زور کند جذبۂ معجز نمائے اوست[196]

بریاد دو زلفِ بتِ کشمیر نژادے
شد تار سر و مار سراز گریہ دو چشم[197]

مرد بتمام آنکہ نہ گفت و بکرد
وانکہ بگوید بکند نیم مرد[198]

وآنکہ نہ گوید و نہ کند زن بُود
نیم زنست آنکہ بگفت و نہ کرد

ایک مثنوی کے چند شعر یہ ہیں ؎

چنیں گفت مرد سخن آفریں	ز اخبار یوسف شہے دور بیں
چو تہدید ابدال بٹ شہ شنود	زبانے بیاں در جوابش کشود
تو بودی کشاورز آبائے من	کشاورز را کے سزد جائے من
بشمشیر ترکش ترا نیست کار	کشاورز را با دلیری چہ کار
چہ میگوئی اے گرگ ابدال ننگ	بہ ترسانی از آبِ دریا نہنگ
غضنفر بصد فر بر آورد سر	حذر کن ز روباہ بازی گذر
تو در من چو نرم آشتیں دیدہ	کہ فولادِ خود را پسند یدہ
من اینک عناں باز پیچم زراہ	کہ یا سر دہم یا ستانم کلاہ

ترا آنچہ بائیست گفتم تمام
تو دانی دگر بعد ازیں والسّلام ؎[199]

وَفات

آخر کار جنّتِ ارضی کشمیر کا یہ مظلوم بادشاہ، یوسف ثانی، بہادر سپاہی، ہر فن مولا، کانِ جود و سخا، محبوبِ علمار و فضلار، حامیِ دینِ مصطفیٰ، غمگسار غربا، چشم و چراغ رعایا، شاعر باکمال، فن موسیقی میں بے مثال، شہنشاہِ خلافت پناہ، بادشاہ دولت قاہرہ اکبر اعظم کے دامِ فریب، ہوس ملک گیری اور عہد شکنی کا شکار ہو کر بہار جیسے دور دراز گرم علاقے میں ۵ ذی الحجہ ۱۰۰۰ہجری مطابق ۶ ستمبر ۱۵۹۲ء کو منگل کے دن وقتِ چاشت بیمار ہوا۔ چھ دن کی مختصر علالت کے بعد ۱۴ ذی الحجہ ۱۰۰۰ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۵۹۲ء کو بدھ کی شب میں سہ گھڑی گزرنے کے بعد عالم بے کسی میں اس کا انتقال ہوا ؎

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

یوسف شاہ کی میّت کشمیر کے ایک جانباز سپاہی اور حرّیتِ آزادی کشمیر کے حامی سیّد ابو المعالی بیہقی نے شاہانہ طور پر موضع جگر نا تھ سے اٹھائی۔ روز غربا، مساکین اور حافظانِ قرآن

2013
1592
421 سال
قبل

میں خیرات وعطیات اور کھانا تقسیم کرکے سوا دو مہینے کی لمبی مسافت طے کرکے ۲۳ ربیع الاول ۱۰۰۱ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۵۹۲ء کو یوم دوشنبہ وقت نماز پیشین صوبہ بہار میں بسوک کے پرگنے میں سپرد خاک کیے گئے۔ دفن کرنے کی تاریخ یہ ہے ؎

"یوسف شاہ مرد فریاد"

۱۰۰۱ ہجری

ان کے مقبرے کے اردگرد ایک بہت بڑا باغ اور کنواں پختہ اینٹوں سے تعمیر کیا گیا تھا۔[۵۶]

یعقوب شاہ

شہنشاہ اکبر کے توسیع پسندانہ اقدامات ، ولیعہدی اور یوسف شاہ کی گرفتاری کے بعد ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں یعقوب شاہ تخت نشین ہوئے ۔ "ظل امیر" تاریخ جلوس ہے ۔ انھوں نے ایک ناقابل اور بے اصول شخص علی ڈار کو عہدہ وزارت پر مسلط کرکے بڑی غلطی کی ۔ ان کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے ملک میں سازشیں زور پکڑنے لگیں۔[۵۷]

ان ہی ایام میں یعقوب شاہ اپنے فرزند کی کتخدائی کے لیے سری نگر سے ہالہ والہ کے گاؤں گئے ، جب رشتہ طے کرکے وہ اچھبل پہنچے تو علی ڈار نے شمس چک کیواری ، علم شیر ماگرے ، میر حسین جاڈورہ اور دوسرے فسادیوں کے ساتھ ساز و باز کرکے علم بغاوت بلند کیا۔ باغیوں کا مطالبہ تھا کہ یعقوب شاہ تخت سلطنت سے دستبردار ہو جائیں اور ان کی جگہ پر باغیوں کے سرگروہ شمس چک کیواری بیٹھیں ۔ ان لوگوں نے سید حسین خان بیہقی اور شمس چک دونی کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تھی ۔ بغاوت کی اطلاع موصول ہوتے ہی یعقوب شاہ نے محمد میر کو قید و بند سے آزاد کیا ۔ اور پھر انہی کے ساتھ باغیوں سے قبل سری نگر پہنچے ۔ یہ دیکھ کر شمس چک کیواری اور علی ڈار اپنے دوسرے حامیوں کے ساتھ ذالڈگر میں صف آرا ہوئے ۔ یعقوب شاہ نے عیدگاہ میں اپنی فوج جمع کی۔ دونوں فریقین میں سات دن تک زبردست جنگ ہوتی رہی۔ ملک حیدر کہتے ہیں کہ :-

"آخر کار فضیلت پناہاں بابا خلیل و شیخ حسن مصلح شدند و قرار دادند کہ سمت کامراج از نہر سوپور گذشتہ تعلق بہ سرداران مذکور داشتہ باشد۔ وباقی در نصرت یعقوب خان۔ پس سرداران باتفاق بابا خلیل و شیخ حسن بطرف کامراج

کوچ کردند۔ در عرض راہ (ہارہ ترٹ) شمس چک قتل باباخلیل و شیخ حسن نمود۔
ازیں معنی ملک محمد حسن اطلاع یافتہ مانع آمد و ایشاں را خلاص نمودہ رخصت
کرد۔ چوں مشار الیہما پیش یعقوب خان رسیدند۔ حقیقت بعرض او رسانیدند۔
یعقوب خان چوں نسبت ارادت بایشان داشت۔ ازیں امر شگفت آمدہ
تہیۂ محاربہ باسرداران مذکور نمود۔ و با دوازدہ ہزار سوار و بست ہزار پیادہ
سوار شد۔ و چوں بہ سوپور رسید ہنوز از نہر عبور نہ کردہ بود کہ سرداران
مسطور طاقت و مقاومت نیاوردہ فرار شدند[۲۰۲]"

یعنی آخر کار باباخلیل اللہ اور شیخ حسن زڈی بلی کی مصالحت سے فریقین میں طے پایا تھا کہ سوپور سے کامراج تک کا علاقہ باغیوں کے قبضے میں رہے گا۔ اس کے بعد شمس چک اور دوسرے باغی باباخلیل اور شیخ حسن کے ہمراہ سوپور کی طرف روانہ ہوئے۔ جب باغیوں نے "ہارہ ترمٹھ" دریا کو عبور کیا تو شمس چک وغیرہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے لگے اور انھوں نے دونوں علمار کو قتل کرنا چاہا۔ جب اس کی اطلاع ملک حسن چاڈورہ کو ملی تو وہ ان کے اقدام قتل کے مانع ہوئے اور دونوں بزرگوں کو بحفاظت سری نگر پہنچایا۔ جب شیخ حسن اور باباخلیل نے سری نگر میں یعقوب شاہ کو اس صورتِ حال سے آگاہ کیا تو عقیدت مندی کے جذبے کے تحت وہ یہ سن کر حیران ہو گئے اور فوج گراں کے ساتھ شمس چک کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ جونہی وہ سوپور پہنچے اور ابھی دریا کو عبور نہیں کیا تو باغی مقابلے کی تاب نہ لاکر فرار ہوئے[۲۰۳]۔

شکست کے بعد باغی گروہ تتر بتر ہو گیا۔ علم شیر ماگرے اور دوسرے باغی کھامہ کی طرف دم دبا کر بھاگے۔ ملک حسین چاڈورہ نے موضع شمہال کا رخ کیا۔ علی ڈار نے برنغل کے ایک زمیندار کے گھر میں پناہ لی اور باغیوں کا سرغنہ شمس چک کبواری میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ زڈی بل میں گرفتار کیے گئے۔ ان کی گرفتاری کے بعد باغیوں کا ایک گروہ اکبر بادشاہ کے پاس چلا گیا اور انھیں کشمیر فتح کرنے کی حمایت کا یقین دلایا تھا۔ تاریخ کے الفاظ یہ ہیں :۔

شمس چک در محلہ زڈی بل بخانۂ شیخ ابراہیم پنہاں شد۔ روزِ دیگر او
را دست بستہ پیش یعقوب خاں آوردند۔ و مقید داشت۔ و زمرۂ دیگر را
نیز دستگیر کردند۔ گروہے بخدمت پادشاہ آفاق بہ ہندوستان رفتند و

دربار معلّی متعهد شد۔ کہ کشمیر را بتصرف اولیائے دولت قاہرہ دہند۔
یعقوب خان بعد فراغ خاطر از گوشمال متعارضان محمد بٹ را محبوس داشتہ
باز ہماں مذکورات سابق با قاضی موسیٰ آورد۔ بعد از قیل وقالِ بسیار قاضی
را بدرجۂ شہادت فائز گردید" ۲۰۴

اعظم دیدہ مری کے مطابق باغیوں کی جماعت شمس چک کپواری کی قیادت میں یعقوب شاہ کے استیصال کے لیے کمربستہ تھی۔ یہ سبھی باغی قاضی موسیٰ کے معتقدین اور مخلصین تھے۔ انھوں نے اچھ بل میں یعقوب شاہ سے بغاوت کی تھی اور پھر وہاں سے بغاوت کا جھنڈا بلند کرکے پہاڑی راستوں سے ہیرہ پور پہنچ کر خیمہ زن ہوئے تھے۔ وہاں انھوں نے یعقوب شاہ کی اس لیے مذمت کی کہ انھوں نے یعنی یعقوب شاہ نے شہنشاہ اکبر کی فوج سے ڈٹ کر مقابلہ کرکے کشمیریوں کو رنجیدہ اور آزردہ کیا اب وہ قاضی موسیٰ پر لگائے گئے الزامات کی تحقیق کرنے لگے۔ باغی گروہ ہندوستان جاکر شہنشاہ اکبر کے پاس وفد کی صورت میں جانے کا عازم تھا لیکن ملک حسین چاڈورہ نے وہاں جانے سے باز رکھا۔ اور یہ سب آپس میں متفق الرائے ہوئے کہ یعقوب شاہ کے سری نگر پہنچنے سے پہلے ہی ہم ان کے تخت پر قبضہ کریں گے۔ یہ سن کر یعقوب شاہ نے نون پاک کے گاؤں پہنچ کر محمد بٹ کو قید خانے سے رہا کیا اور پھر ان کے ساتھ بغیر کسی تاخیر کے دشمن سے پہلے ہی سری نگر کی جائے سکونت نوہٹہ پہنچے۔ شمس چک وغیرہ مغرب کی طرف سے آئے۔ انھوں نے دریا کے تمام پل کاٹ دئے۔ اور لڑائی کے لیے صف آرا ہوئے۔ سات دن تک شب وروز گھمسان کی جنگ رہی۔ آخر کار بابا خلیل اور شیخ حسن کی مصالحت سے یہ طے پایا کہ سوپور اور کامراج شمس چک کو دیا جائے گا اور باقی تمام حصوں پر یعقوب شاہ بدستور متصرف و قابض رہیں گے۔ اس معاہدے کے تحت بابا خلیل اور شیخ حسن باغیوں کے ہمراہ سوپور کے لیے روانہ ہوئے۔ چونکہ یہ دونوں شیعہ تھے اس لیے شمس چک ان کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ چونکہ اعظم دیدہ مری نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ باغی گروہ کو قاضی موسیٰ کی حمایت حاصل تھی اس لیے کہ وہ لوگ ان کو اپنا مرشد سمجھتے تھے دوسرے یہ کہ بابا خلیل اور شیخ حسن شدہ تھے اس لیے شمس چک کپواری ان کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ خواجہ اعظم نے ان کے قتل کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ دونوں باعثِ فتنہ تھے۔ کسی مورخ نے ان دو بزرگواروں کو فتنہ انگیز نہیں کہا

ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں ہمیشہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں باہمی مفاہمت اور میل جول سے رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر ان کی نیت میں کسی قسم کا شبہ ہوتا تو پھر وہ یعقوب شاہ اور شمس چک کپواری کے درمیان مصالحت نہیں کراتے اور سوپور وغیرہ شمس چک کو نہ دلواتے۔ بہرحال چونکہ خواجہ اعظم کا بیان یعقوب شاہ اور قاضی موسیٰ کے مناقشے کے بارے میں نہایت ہی اہم اور معنی خیز ہے اس لیے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

"یعقوب شاہ از بسکہ خدمتِ شریعت مرتبت کمالات منزلت قاضی موسیٰ ابدال خاں را بطور خود دفن کرد۔ و از یوسف شاہ نہ پرسیدہ بود۔ ثانیاً لوہر شاہ را درخانۂ ایشاں یافتند حالانکہ قاضی خبرے نہ داشت۔ بقصدِ انتقام با قاضی بحث مذہب درمیان آوردہ و خلاف رائے ارکان دولت خود نمود۔ با وجود آنکہ مذہب اہل تشیع تقیہ است۔ از راہ غرور و علانیتہً با قاضی بے ادبی نمود۔ مخلصا قاضی بر ہمہ خصوصاً شمس چک کوپہ واری و ملک حسین چاڈورہ، علم شیر خان ماگرے و علی ڈار وغیرہم سرداران کہ بر سر چشمہ اچھ بل با یعقوب شاہ رفتہ بودند۔ از آں جا راہ کوہستان گرفتہ در ہیرہ پور نزول فرمودند و بر یعقوب شاہ ملامت می نمودند۔ کہ ہمچو اکبر شاہی را بہ غضب آوردہ مردم شہر را ناراضی داشت۔ اکنون حرف مذہب با قاضی شہر درمیان می آرد۔ معہذا قاضی نرم و گرم سرِ سخن بستہ می داشت و یعقوب شاہ برخلاف آں پیش می آمد۔ جماعۂ مذکور قصد ہندوستان کردہ بودند۔ و ملک حسین مانع رفتنِ ہند آمدہ۔ مقرر کردند کہ زود رفتہ سری نگر خواہم گرفت و تا یعقوب شاہ برسد۔ تخت بدست خواہم آورد۔ یعقوب شاہ در موضع نون پاک بود کہ ایں خبر وحشت اثر شنود و محمد بٹ را از حبس خانہ برآوردہ مشورہ پرسید گفت لشکر زود بہ شہر نمی رسد کہ سری نگر را نگیرند۔ شاہ خود را بزودی تمام بہ سری نگر رسانید در نوہٹہ کہ جائے سکونتش بود فروکش نمودہ۔ شمس چک وغیرہ جانب عزب آمدہ بودند۔ پلہا ویران ساختہ، مستعد جنگ استادند۔ تا ہفت شیاں روز مقابلہ و مقاتلہ بود۔ آخر با خلیل و شیخ حسن جڈی بلی کہ ہر دو از پیران یعقوب شاہ بودند۔ درمیان آمدہ طرح صلح انداختند و قرار داد ند

"[illegible] شمس چک وغیرہ باشد و باقی یعقوب شاہ

مسلم [illegible] قرار [illegible] آمدہ بوے سوپور رفتند و مردم این دو شیخ

اہل تشیع [illegible] نفاق و فتنہ می شدند - می خواستند کہ بکشند - ملک

حسین چادورہ [illegible] آمدہ - کسان خود را ہمراہ دادہ ہر دو را بشہر فرستاد - چوں ہر

دو پیر سرگذشت خود و شاہ نوجوان بیان کردند یعقوب شاہ بغضب لشکر انبوہ

تعین نمود - شمس چک وغیرہ از راہ طمع سری نگر باز بشہر آمدہ"[205]

اصل میں شمس چک کپوری کی بغاوت کے ذمہ دار قاضی موسیٰ تھے - وہ ہمیشہ سلاطین چک کی تباہی و بربادی کے لیے برسرِ عمل رہتے تھے - جب شمس چک یعقوب شاہ کے تخت کے دعویدار ہوئے تو انھیں قاضی کی حمایت حاصل تھی - اس سے قبل حسین شاہ کے عہدِ حکومت میں ایک بڑے فتنہ و فساد کے مرتکب ہوئے تھے قتل یوسف میر کا فتویٰ جن لوگوں نے دیا تھا ان میں قاضی موسیٰ بھی شامل تھے - اور جب ملا زین الدین شافعی اور ملا عبدالغفور حنفی نے ملا فیروز اور ملا الماس کو اسلامی عدالت میں قصاص مقتول لینے کا فیصلہ سنایا تو قاضی موسیٰ فرار ہو کر روپوش ہوئے - بعد میں چند امرا کی سفارش سے ان کا قصور معاف کر دیا گیا - قاضی صاحب ابدال خان کی سازش میں بھی شریک تھے - ابدال خان یوسف شاہ کا تختہ حکومت الٹ دینے کے لیے برسرِ جنگ تھے - قاضی موسیٰ فتنے کی آنچ کو ہوا دینے کے لیے شاہی فرمان بھی ٹھکراتے تھے - اس کی مثال یوسف شاہ کے اس فرمان کی ہے جس کے تحت انھوں نے متنبہ کیا تھا کہ کوئی بھی شخص میدان جنگ سے ابدال خان کی لاش کو دفن نہ کرے - اسی زمانے میں جب لوہر خان نے باغی ہو کر یوسف شاہ کا تختہ الٹ دیا تھا تو ان کی بیٹھ پر بھی قاضی ہی سوار تھے - یہاں تک کہ انہی کے شریعت کدے سے وہ گرفتار کیے گئے تھے - ان واقعات کے بعد جب ۹۹۳ھ ہجری میں راجہ بھگوان داس نے پچاس ہزار مغلوں سے کشمیر پر حملہ کیا تو یعقوب شاہ نے ایک فرمان کے ذریعہ سے دشمن کے خلاف خواجگان کشمیر سے ملک کی سالمیت اور اس کا دفاع مستحکم کرنے کے لیے سامان جنگ اور دوسرے ہتھیار حکومت کے حوالے کرنے کو کہا تھا - قاضی نے اس شاہی فرمان کو ٹھکرا کر لوگوں سے کہا کہ وہ ملک کے دفاع کے لیے بادشاہِ وقت کو اسلحہ نہ دیں - ان باتوں کے علاوہ مذہبی معاملات میں رخنہ ڈالنے کا الزام بھی ان پر عاید تھا -[206]

اوپر کی ان تاریخی شہادتوں کے پیش نظر ہر وہ انسان جو ذرا بھی حقیقت پسندی کا جذبہ رکھتا ہو یہی نتیجہ مرتب کرسکتا ہے کہ قاضی موسیٰ کسی وجہ سے سلاطین چک سے خوش نہ تھے اور وہ ہمیشہ ان کے خلاف دشمنوں کی پیٹھ ٹھونکتے تھے۔ ان حالات کی بنا پر کوئی بھی خود مختار اور ذمہ دار حکومت جس کو اپنی آزادی عزیز ہو کسی بھی شخص کی ان تخریبی کارروائیوں کو دیکھ کر ایک تماشائی کی طرح خاموش نہیں بیٹھ سکتی ہے۔ آخر کار یعقوب شاہ نے قاضی موسیٰ کو شمس چک کیواری کے ساتھ بغاوت میں ملوث ہونے کے ثبوت میں موت کی سزا دی تھی۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ یعقوب شاہ نے قاضی موسیٰ پر دباؤ ڈالا تھا کہ وہ "علیؑ ولی اللہ" کا فقرہ داخل اذان کریں۔ اس کی تائید بہارستان شاہی یا تاریخ ملک حیدر کے کسی مستند نسخے سے نہیں ہوتی ہے۔ محکمہ ریسرچ حکومت جموں و کشمیر کے کتاب خانے میں راقم الحروف نے ملک حیدر کے دو نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان کا مخطوطہ نمبر ۳۹ اور ۸۵۶ ہے۔ ان میں سے اس فقرے کے بارے میں کچھ نہیں درج ہے۔ اس تاریخ کا ایک اور نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں بھی زیر نمبر ۵۸۶ محفوظ ہے۔ اس میں بھی اس امر کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ 'علیؑ ولی اللہ' کے کے بارے میں اعظم دیدہ مری لکھتے ہیں کہ اس فقرے کے قول کی سچائی میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ لیکن شیعہ لوگ اس فقرے کو ایک بہانہ بنا کر ترویج مذہب کے خواہاں تھے۔ اس لیے قاضی موسیٰ نے انکار کیا تھا۔[۱۲]

جن حالات میں یعقوب شاہ کی حکومت قائم ہوئی تھی ان حالات کے پس منظر میں یہ کہنا درست نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب شاہ نے قاضی موسیٰ پر مذہب کی آڑ لے کر علیؑ ولی اللہ کے لیے کوئی دباؤ ڈالا ہوگا۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ شہنشاہ اکبر کے خیالات ان کے موافق نہیں تھے اور انھوں نے حسین شاہ کے زمانے میں ہی مرزا مقیم اور یعقوب میر کو آگرے میں بے گناہ قتل کر کے کشمیر میں بے پناہ مذہبی منافرت کا بیج بو یا تھا۔ یعقوب شاہ یہ بھی جانتے تھے کہ اکبر بادشاہ ہمیشہ کسی نہ کسی بہانے سے کشمیر کو ہضم کرنا چاہتے تھے۔ ان حالات میں وہ کیسے لوگوں پر مذہبی دباؤ ڈالتے۔ جب کوئی بڑی طاقت کسی چھوٹی حکومت کا تختہ الٹ دینے کے درپے ہوتی ہے تو اس کے خلاف تمام تر سیاسی اور مذہبی ہتھکنڈے بروئے کار لائے جاتے ہیں۔ اور اس حکومت کو بدنام کرنے کے لیے غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ ان حربوں کا استعمال زمانہ قدیم ہی میں

نہیں ہوتا تھا بلکہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج کل کی متمدن دنیا میں بھی ہو رہا ہے۔ لہٰذا علیٔ ولی اللہ کا نعرہ یعقوب شاہ کی طرف سے داخل اذان کرانے کا الزام محض ایک افسانہ دکھائی دیتا ہے۔ بہارستانِ شاہی تمام کتب تواریخ میں ایک ایسی کتاب ہے جس کے مصنف نے ایک سچے وطن دوست اور حقیقت پسند مبصر کی طرح یوسف شاہ اور یعقوب شاہ کے زمانے کے حالات و واقعات کا عینی مشاہدہ کیا تھا۔ وہ اور مورخین کی طرح مغلوں کا وظیفہ خوار رہا اور کسی دربار سے منسلک نہیں تھا۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ بہرحال قاضی موسیٰ اتنے بااثر اور صاحب رسوخ تھے کہ حسین شاہ اور یوسف شاہ ان کے ساتھ رواداری سے پیش آتے تھے اور مختلف سازشوں میں ملوث ہونے کے باوجود ان کا بال بیکا نہیں کر سکے۔ بہارستانِ شاہی نے یعقوب شاہ کی کھل کر تنقید کی ہے کہ انھوں نے اپنے مشیروں اور مدبّروں کی مخالفت کے باوجود قاضی موسیٰ کو قتل کر کے غیر دانشمندی کا ثبوت دیا اور اس طرح قتل موسیٰ زوال حکومت یعقوب شاہی ثابت ہو گیا۔[۲۰۸] اس واقعہ کے بعد یعقوب شاہ نے محمد بٹ کو وزارت کے عہدہ سے برطرف کر کے قید کیا اور ان کی جگہ ناژک بٹ کو مقرر کیا۔ اس تبدیلی سے سپاہیوں اور سرداروں کو فتنے کی دیا سلائی ہاتھ آئی اور وہ بادشاہ کے خلاف برسرِعمل رہے۔[۲۰۹]

معاہدۂ الحاق

تاریخ سے ثابت ہے کہ بعض کشمیری امرا سلاطین چک کے خلاف محض اپنے ذاتی اقتدار کے لیے ہمیشہ مغلوں کے ساتھ سازش کر کے ان کا تختہ الٹ دینے کی فکر میں رہتے تھے لیکن ان کی یہ سازشیں کبھی کامیاب نہیں ہوئیں۔ کشمیریوں نے ملک کی حفاظت کے لیے بابر، ہمایوں اور مرزا حیدر کاشغری کو شکست فاش دی تھی اور مغلوں کے سروں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر منارے مرتب کرتے تھے۔ اکبر کو جب یہ شکستیں اپنے بزرگوں کے آئینۂ تصویر میں نظر آنے لگیں تو انھوں نے کشمیر میں مذہبی منافرت پھیلانا شروع کی اور کشمیری امرا کی بھاری رشوتوں سے دلجوئی اور حوصلہ افزائی کرنے لگے۔ اسی جذبے کے تحت کشمیری امرا کا ایک وفد اکبر بادشاہ کے پاس یعقوب صرفی کی قیادت میں گیا۔ وفد نے اکبر کو مکمل حمایت و تعاون کا یقین دلایا اور ان کے ساتھ کشمیر فتح کرنے کا معاہدہ بھی کیا۔[۲۱۰] یہاں اس بات کا اعادہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معاہدہ الحاق سے چند سال قبل یوسف شاہ نے شیخ صرفی کو تحائف و ہدایا کے ہمراہ دربار اکبری میں اپنا سفیر بنا کر

بھیجا تھا۔ وہ شہنشاہ کے پاس ایک سال تک رہے۔ اس کے بعد جب اکبر کو بھگوانداس وغیرہ کی قیادت میں کشمیر پر پچاس ہزار سپاہیوں کے ساتھ حملہ کیا تو شیخ صرفی دشمن کی کامیابی کے لیے انھیں پہاڑی راستے دکھانے پر مامور ہوئے تھے۔ اب کی انھوں نے اکبر کے ساتھ جو معاہدۂ الحاق کیا اُس کے بارے میں خواجہ اعظم کہتے ہیں کہ

"حضرت جامع الکمالات شیخ یعقوب صرفی با جمعے دیگر از اکابر ورؤسا و فقراء محرک اکبر بادشاہ شدند و بشارتِ تصرف و تسخیر با ولیائے دولتِ بادشاہ دادند و عہد و قرار بمیان آوردند" [۲۱۱]

یعنی جامع الکملات حضرت شیخ یعقوب صرفی نے اکابر ورؤسا اور فقراء کی تحریک و ترغیب سے اکبر بادشاہ کو کشمیر فتح کرنے کی بشارت دی اور ان کے ساتھ معاہدہ بھی کیا۔ معاہدہ الحاق کی شرطیں یہ تھیں۔

(۱) عبادت کی پوری آزادی ہوگی۔ اور مذہبی اُمور میں کوئی مداخلت نہ ہوگی۔

(۲) کشمیریوں کو غلام نہیں بنایا جائے گا۔

(۳) کشمیریوں کو تنگ نہیں کیا جائے گا اور نہ ان سے بیگاری لی جائے گی

(۴) سلطنت کے نظم ونسق میں چک خاندان کے افراد کو اقتدار سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔

(۵) جبروزبردستی سے غلہ (جسے کشمیری اصطلاح میں مجوزہ کہتے ہیں) وصول نہیں کیا جائے گا۔

(۶) تجارت اور خرید و فروخت کے بارے میں کوئی مداخلت نہیں ہوگی

(۷) "آنکہ چکانِ شیعہ را در کشمیر ساکن نہ دارند"۔ یعنی شیعوں کا قلع قمع کرکے انھیں کشمیر میں رہنے کی اجازت نہیں ہوگی

شہنشاہ اکبر کی طرف سے معاہدۂ الحاق میں جو شرط درج کی گئی تھی وہ تاریخ کشمیر میں ان الفاظ میں محفوظ ہے:۔

"از جملہ پیمان اکبر بادشاہ کہ بارباب شہر ورؤسائے دہر انعقاد یافتہ

یکے ایں بود کہ بعد تصرف اولیائے دولتِ قاہرہ از مردمِ کشمیر ہیچ یکے اسلحہ نہ بندد۔ وبہ امورِ سپہ گری نہ پردازد" ۲۱۲؎

یعنی اکبر بادشاہ کی طرف سے معاہدۂ الحاق میں کشمیری وفد نے یہ شرط قبول کی تھی کہ فتح کشمیر کے بعد کسی بھی کشمیری کو ہتھیار رکھنے یا اس کو فوج میں لینے کا حق نہیں ہوگا۔

معاہدۂ الحاق کے بعد اکبر بادشاہ کی فوج کثیر جس کی تعداد تیس ہزار بتائی جاتی ہے قاسم خان، میر بحر کی کمان میں تسخیر کشمیر کے لیے بغیر کسی اعلان کے بڑے بڑے فوجی افسران مثل فتح خان، گوجر خان، مرزا علی اکبر شاہی، شیخ دولت خنجری، شیخ سکندر، رفیق شاہ محمد، میر عبدالرزاق معموری، یادگار حسین، لعل دیو، سنار چند، خواجہ ظہیر، ولی بیگ اور ہزارہ بیگ وغیرہ کے ساتھ روانہ ہوئی۔ شیخ یعقوب صرفی نے پہلے ہی شہنشاہ کو فتح کشمیر کی حمایت کا یقین دلایا تھا اور بادشاہ نے کشمیر فتح کرنے کا مصمم ارادہ کیا تھا۔ شیخ صرفی کے سپرد مغل فوج کو راستہ دکھاتے اور کشمیریوں کو یعقوب شاہ کے خلاف مغلوں کی طرف اکسانے کا کام تفویض کیا گیا تھا۔ صرفی نے یہ یقین بھی دلایا تھا کہ ہنی ونج میں بہت سے کشمیری سردار مغل فوج کا استقبال کریں گے۔ اس یقین دہانی پر قاسم خان کی ہمت بڑھ گئی اور وہ آگے کی طرف پیش قدمی کرنے لگے۔ اس سلسلے میں بہارستان شاہی کے الفاظ یہ ہیں:۔

"حضرت خلافت پناہ جامعہ مبارزانِ صاحب شکوہ با لشکر انبوہ خلعتہائے شہنشاہی و انعاماتِ بادشاہی سرفراز و ممتاز ساختہ بہ تسخیر ممالک کشمیر ہمراہ قاسم خان میر بحر روانہ گردید و جامع صورت و اسلوب شیخ یعقوب صرفی ہمراہِ قاسم خان میر بحر مرخص و مامور فرمودتا در ہر موضع و منزل رہبر شان بود۔ بہر کدام طائفۂ استمالت و مردانگی می دادہ باشند تا ہیچ احدی ہراس و رعب بخاطر خود راہ نہ داد و جلاوطنی اختیار نہ ورزد" ۲۱۳؎

جب یعقوب شاہ کو معلوم ہوا کہ دشمن کی فوج شیخ صرفی کی راہنمائی میں کوتہ پل پہنچی تو وہ سری نگر سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ سری نگر میں انھوں نے اپنے وزیر نازک بٹ کو حفاظت کے لیے مقرر کیا تھا۔ ابھی یعقوب شاہ ہیرہ پورہ نہیں پہنچے تھے کہ ان کے فوجی دستوں کے افسران

بہرام نائک، اسماعیل نائک اور شنگی چاڈورہ غدّاری کرکے دشمن کی فوج سے مل گئے۔ بادشاہ ابھی راستے میں ہی تھے کہ سری نگر میں شمس چک کے بیٹے ظفر چک نے بغاوت کر کے علم شیر ماگرے اور دوسرے سرداروں کے ساتھ سری نگر پر حملہ کیا۔ باغیوں نے محمد بٹ سابقہ وزیر اور شمس چک کیواری کو قید سے رہا کیا۔ یوسف خان بیہقی نے یعقوب شاہ کے وزیر اعظم سے فریب و جعل کے ذریعے سے خلعت، گھوڑا اور اسلحہ لیا۔ اور پھر علم شیر ماگرے اور ظفر چک کے ساتھ کھامہ میں زڈی بل کو نذر آتش کرنے اور شیعوں کے قتل عام کا معاہدہ کیا۔ تاریخ میں مرقوم ہے کہ:

"ظفر خان پسر نامور ملک شمس چک بہ مجرد استماع تسلّط پدر بر سریر حکومت در شہر کشمیر از غیرت تعصب کردہ مذہب اہل تشیعہ در شکنجۂ ایذا گرفتار نمودہ۔ علی الرغم مخالفان مذہب اہل تشیع در خانقاہ میر شمس الدین عراقی را در محلّہ جڈی بل بیوت با ساکنان گرد و نواح بقہر آتش سوختہ"[۲۱۴]

حسن کے کہنے کے مطابق شیعوں کے اس قتل عام میں ظفر چک کو عوام کا تعاون حاصل تھا۔ تین دن تک شیعوں کی تباہی و بربادی جاری رہی۔[۲۱۵] ظفر چک شیعوں کا قتل عام کر کے پونچھ کی طرف سے بھاگے اور پھر اکبر کی فوج میں شامل ہو گئے۔

جب یعقوب شاہ کے سپاہیوں کی غدّاری کا حال مغل افواج کو معلوم ہوا تو قاسم خان میر بحر نے معاہدے کے تحت شیخ صرفی کو پیشقدمی کا حکم دیا اور دشمن کی فوج شیخ یعقوب صرفی کی رہنمائی میں ہستی ونج پہنچی تو یہاں پر کشمیری اور مغل افواج کے درمیان زبردست مقابلہ ہوا۔ مغل فوج کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ شیخ یعقوب صرفی گرفتار کیے گئے اور مغلوں کو شکست دے دی گئی۔[۲۱۶] نوادر الاخبار کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ

"حسب الامر شیخ یعقوب صرفی در میدان کارزار شجاعت کار فرما شدہ۔ افواج مخالفان مز بور را از معرکۂ جدال و قتال مانند روباہ گریزانیدند"[۲۱۷]

یعنی میدان جنگ میں شیخ صرفی نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ انھوں نے کشمیری افواج کو میدان جنگ سے لومڑیوں کی طرح بھگا دیا۔

بقول ابوالفضل ہستی ونج کی لڑائی میں یعقوب صرفی کو دو زخم آئے اور وہ گرنے ہی والے اور مرنے ہی والے تھے کہ ان کے دوستوں نے انھیں بچایا۔ ابوالفضل کے الفاظ یہ ہیں:۔

"شیخ یعقوب در روز [illegible] در قالب [illegible]
دستمایہ رہائی شد"۲۲۹

بہارستان شاہی کے مطابق شیخ [illegible] بہ سبب بزرگی و نصیحت ان کو پناہ دے دی گئی۔

"شیخ یعقوب را بہ سبب نصیحت و درشتگی [illegible] و بہ سبب خویشی و
آشنائی حسین چک باوجود تعدی [illegible] تعرض نرساندہ، دستگیر
نمودہ امان دادند"۲۳۰

اس لڑائی میں قاسم نائیک [illegible] کے بیٹے [illegible] اور محمد چک داد مردانگی دیتے ہوئے مارے گئے۔ اس کے بعد لشکر اکبری نے بیر پنجال کو عبور کر کے یعقوب شاہ کی فوج پر حملہ کیا۔ ان کی فوج بے دلی سے لڑ رہی تھی یعنی [illegible] مغلوں کی طرف اور تو بس برائے نام یعقوب شاہ کی طرف تھیں۔ یہ دیکھ کر یعقوب شاہ نے کشتواڑ جانے کا فیصلہ کیا اور پرگنہ برنگ پہنچے۔ ان کے ساتھ معدودے چند آدمی رہ گئے۔ جب کشمیریوں نے ہستی ونج میں مغلوں کو شکست دی تو وہ اپنی فتح کو فیصلہ کن فتح سمجھ کر دروں کے دفاع کرنے سے غافل رہے۔ اس کے بعد ہیرہ پورہ چلے گئے۔ یہاں انھوں نے حسین خان ولد ابراہیم خان کو چار دن کے لیے بادشاہ بنایا۔ انہی دنوں شمس چک کپواڑی یعقوب شاہ کی قید سے بھاگ کر کامراج گئے۔ وہاں ملک محمد حسن ولد ملک محمد ناجی نے ان کو مشورہ دیا کہ یہ وقت بھاگنے کا نہیں ہے بلکہ دشمن سے لڑنے کا ہے۔ انھوں نے ان سے اتفاق کیا اور دشمن کے مقابلے میں ہیرہ پور کی طرف چل پڑے۔ ابھی ہیرہ پورہ نہیں پہنچ پائے تھے کہ شیخ یعقوب صرفی اور حبیب ناجی وغیرہ کی گرفتاری کی اطلاع ملی۔ ہیرہ پورہ پہنچ کر انھوں نے حسین خان کو معزول کیا اور خود ان کی جگہ پر بادشاہ ہوئے۔ شمس چک کے بادشاہ بننے کے سلسلے میں ہی ان کے بیٹے ظفر چک نے زڈی بل کو پھونکا تھا۔۲۳۰ جب قاسم خان میر بحر نے کشمیریوں کا یہ انتشار دیکھا تو وہ آگے بڑھے اور ۱۷ ذی قعدہ ۹۹۴ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۵۸۶ء کو سری نگر میں داخل ہوئے۔۲۳۱

سری نگر میں شہریوں کی ایک جماعت نے مغل افواج کا استقبال کر کے "خیر مقدم" کی تاریخ کہی جس سے ۹۹۴ھ کا سال نکلتا ہے۔ اس موقع پر مغل فوج

کے مخالفوں نے بھی "ظلم بے حد" کی تاریخ کہی جس سے ۹۹۴ھ کا سال نکلتا ہے۔ شیخ عبدالوہاب نوری کبروی کہتے ہیں کہ اکبر کے اس حملے سے سنّی خوش اور شیعہ ناراض تھے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"در آخر ماہ ذی الحجہ ۹۹۴ھ ہجری قاسم خان بفتح و فیروزی داخل کشمیر شد۔
دریں سال دو طایفہ دو تاریخ مناسب حال خود یافتند۔ مردم سنیّہ
"خیر مقدم" گفتند و اہل تشیع "ظلم بے حد" گفتند"[۲۲۲]

سری نگر میں قاسم خان نے معاہدۂ الحاق کے تحت لوگوں کا قتل عام کرنا شروع کیا۔ بقول خواجہ اعظم :۔

"ہر جا مجمعے از دلاوران کشمیری دیدند قتل عام می نمودند"[۲۲۳]

مسکین کہتے ہیں کہ معاہدۂ الحاق کے تحت اکبر کی فوج نے شیعوں کا صفایا کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"..... شہر دہلی رفتہ با اکبر بادشاہ عہد نامہ نوشتہ دادہ و ہمراہ خود فوج
شاہی آوردہ بر رافضیان و چکان عنانِ پیکار منعطف ساختند۔ پس بنا بر
یلغار لشکر جرار اکبر بادشاہ جمیع رافضیاں و قوم چکاں مانند موشاں در غارہائے
اطراف خزیدند و شکست خوردند و منہزم و مغلوب شدند"[۲۲۴]

ایک اور مؤرخ نہایت فخر و مباہات اور سراونچا کر کے اکبر بادشاہ کے ہاتھوں فتح کشمیر کے بارے میں کہتا ہے کہ جب مغل اعظم شہنشاہِ اکبر کو کشمیر کی فتح نصیب ہوئی تو جناب شیخ یعقوب صرفی وغیرہ جو مغل فوج کی رہنمائی فرماتے تھے سری نگر شہر میں تشریف لائے۔ بابا داؤد خاکی اہل اللہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ زنگی پورہ گاؤں سے آئے۔ ان بزرگوں نے تمام عرفاء فضلاء

ح ۔ راقم ۳۰ رجب ۱۴۰۰ھ ہجری مطابق ۱۴ جون ۱۹۸۰ء کو اساتذۂ اردو کے ایک بزرگ کی سازش کا شکار ہوا۔ "ظلم بے حد" کا فائدہ اٹھا کر اس کے ساتھ "نشانۂ" (۴۰۶) کا اضافہ کیا گیا ہے اور اس سازش کی تاریخ "نشانۂ ظلم بے حد" کہی گئی ہے جس سے ۱۴۰۰ھ کا سال ہجری نکلتا ہے۔ یہ سازش مجھے آپ بیتی لکھنے کی محرک ہوئی۔ کتاب آج کل زیر ترتیب ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی "نشانۂ ظلم بے حد" (۱۴۰۰ھ) کے تاریخی نام سے منظر عام پر آئے گی۔ (اکبر حیدری ۔ نشانۂ ظلم بے حد)

اور امرار کو سری نگر میں طلب کیا۔ اور اہل سنّت و جماعت کے حوصلے بلند کیے۔ محمد قاسم خان نے سری نگر کی گلی کوچوں میں اکبر بادشاہ کی فتح و ظفر کا نقارہ بجایا۔ تمام اہل سنّت حضرات کے سرکردہ شہریوں نے ایک رائے ہوکر مغلوں کی اطاعت کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالا اور اہلِ تشیع چوہوں اور لومڑیوں کی طرح ذلّت و رسوائی کے بلوں میں گھس گئے۔ قاسم خان نے حرّیت آزادی کے جانباز سپاہیوں کو یہ دھمکی بھی دی تھی کہ ہر وہ شخص جو اپنی گردن میں شہنشاہ اکبر کا حلقۂ اطاعت ح نہ ڈالے

ح ۔ ملّا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں جو اکبر کے عہدِ حکومت میں لکھی گئی ہے شہنشاہ اکبر کا خاکہ ان الفاظ میں کھینچا ہے " اکبر نے سنہ ہجری کو منسوخ کرکے سنہ جلوس ایجاد کیا۔ اور تمام علمار کو دربار سے خارج کیا تھا۔ اپنا یہ کلمہ اختراع کیا تھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَکْبَرُ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ ۔ انھوں نے قرآن، حدیث اور فقۂ حنفی کا پڑھنا بھی منسوخ کیا تھا۔ نماز روزہ اور حج بیت اللہ پر پابندی لگائی تھی ۔ معراج کے منکر تھے۔ آفتاب پرستی ان کا شعار زندگی تھا۔ ہندوستانی راجاؤں کی لڑکیوں کی صحبت میں اپنی جوانی کے زمانے سے ہی ہَون کیا کرتے تھے جو ہندوؤں کی آتش پرستی کی ایک پوجا ہے۔ شراب جائز قرار دی گئی تھی ۔ اور خلیفۂ الٰہی نے اس کا نرخ خود مقرر کیا تھا۔ اس شراب میں سور کے گوشت کا عرق بھی شامل تھا۔ شیطان پورہ کے نام سے ایک نئی بستی بنائی گئی تھی جہاں ملک بھر کی طوائفیں اور فاحشہ عورتیں جمع ہوگئی تھیں۔ امرار بادشاہ کی اجازت سے ان عورتوں کے ساتھ زنا کرتے تھے۔ زناکاری اس حد تک پہنچی تھی کہ راجہ بیربل نے اپنی بیٹیوں تک کو نہیں چھوڑا۔ اکبر نے ملّاؤں کو داڑھی ترشوانے کا حکم دیا تھا۔ جب ان کی والدہ کا انتقال ہوا تو پندرہ ہزار لوگوں کی ریش کا صفایا کیا تھا۔ دینی مسائل کا تمسخر اڑاتے تھے۔ سونا اور ریشم پہننا فرضِ عین قرار دیا گیا تھا۔ جب تخت پر بیٹھتے تھے تو پہلے ٹیکا لگاتے تھے اور پھر ہَون کرتے تھے۔ بتدریج یہ بے دینی اور بداعتقادی اس انتہا پر پہنچ گئی کہ احکامِ شریعت اور اسلام کی تردید و تنسیخ کے لیے کسی دلیل اور تاویل کی بھی ضرورت نہیں رہی جب جی چاہتا تھا کسی بھی حکم کو اعلانیہ ترک کر دیا جاتا۔ اس بے دینی کی تاریخ "کفر شائع شد" (۹۸۵ھ) اور "فتنہائے امت" (۹۸۶ھ) ہے۔ اکبر اپنے کو انسانِ کامل سمجھتے تھے۔ اور اپنے آپ کو سجدہ کرانا لازمی قرار دیا تھا۔ اس کا نام زمین بوس رکھا گیا۔ شیخ صرفی اکبر اعظم کے دینِ الٰہی کے زبردست حامی تھے۔ عربی پڑھنا اکبر کے عہد میں عیب ہوگیا تھا۔ فقہ، حدیث اور تفسیر پڑھنے والے مطعون کیے جانے لگے۔ عربی کے خاص حروف جیسے ث، ح ع، ص، ض، ط، ظ کو لغت سے نکال دیا۔ چنانچہ عبداللہ کو ابداللہ، احدی کو اہدی (باقی صفحہ ۲۱۶ پر)

وہ موت کے گھاٹ اتارا جائے گا اور اس کا مال و اسباب نذر آتش کر دیا جائے گا۔ اعلان میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ جاسوسوں کو پہاڑوں اور صحراؤں کے اطراف و اکناف مقرر کیا گیا ہے جو اس بات کی اطلاعات فراہم کریں کہ کون ہمارا دشمن ہے اور کون دوست۔ اس طرح کشمیر کے حالات کما حقہ معلوم ہو جائیں۔ اس مورخ کی اصل عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

"فتح و نصرتِ نصیبِ اولیائے دولتِ قاہرہ اکبر بادشاہ گردیدہ۔ دراں معیار شیخ یعقوب صرفی و خواجہ محمد ناجی با بہادر چک و ملک ابراہیم با ملک لولانی و سران دیگر در نفسِ شہرِ کشمیر نزول جلال فرمودند۔ بابا داؤد باجمعی اہل اللہ سائر النّاس ہمراہی از الاق تربہ زنگی پورو عرفا و فضلا و اعیان را از گوشہائے انزوا در شہر طلبانیدہ۔ ارباب تسنّن را از ہر جہت اطمنان خاطر افزودہ۔ محمد قاسم را بسرعت ہرچہ تمام تر شتافتند۔ در نفس شہر کشمیر کوس دورہ دورۂ اکبر شاہ در ہر کوچہ و بازار نواختند۔ سرانِ اہل سنّت و جماعت یکسرہ حلقۂ اطاعت امور محمد قاسم بر گردنِ خود ہا آویختند و اہل تشیع مثل موش و روباہ در گوشہائے زاویۂ ذلت و خواری در خزیدند۔ و محمد قاسم در گرد شہر منادی کنانیدہ کہ ہر کہ از سران نامدار ہر قوم بپائے خود در دار الامارت حاضر آید۔ و مطاوعتِ فرمانِ اکبر بادشاہ پایۂ رفعت او از اوج آسمان درگزرد و ہر کہ در ملازمت و متابعت ابا ورزد خونِ او ہدر شود و خان مانش بتاراج خواہد رفت و جاسوسان را در اکناف الاق صحاری و جبال فوج فوج در ہر مکان برگماشت کہ کیفیت دوست و دشمن بگوشِ من رسانیدہ باشند تا اخبار ممالک کما حقہ ظاہر گردد"[۲۲۵]

قاسم خاں نے سری نگر میں حیدرح چک کو جو شیخ صرفی کے ساتھ وفد لے کر اکبر کے پاس گئے

کہا اور لکھا جاتا تھا۔ (منتخب التواریخ صفحات ۴۶۹ تا ۴۷۹، ۴۹۶ تا ۵۰۰ اردو ترجمہ از محمود احمد فاروقی) اس طرح اکبر بادشاہ کے مذہبی اعتقادات فاسد ہو گئے تھے (تاریخ حسن صفحہ ۴۵۳ جلد دوم)

ح۔ بعض مورخین نے غلطی سے حیدر چک کو یوسف شاہ کا لڑکا بتایا ہے۔ حیدر چک غازی چک کے بیٹے تھے۔

تھے گرفتار کیا۔ ان کے اس طرز عمل سے کشمیری حریت پسند ناراض ہوئے ــــ جب یعقوب شاہ کو یہ اطلاع ملی تو وہ کشتواڑ سے راجہ بہادر سنگھ سے اجازت لیے بغیر کشمیر واپس آئے۔ انھوں نے موضع چیرونی میں یوسف خان ولد حسین خان ابراہیم خان ابدال خان ملک محمد حسن بجاڈورہ اور دوسرے جنگجو سپاہیوں کی مدد سے اپنی مختصر سی فوج کو از سر نو ترتیب دیا اور مراج کے علاقے کو فتح کیا۔ یہاں انھوں نے مغل کے پرزے اڑائے اور

"داد مردانگی و دلاوری دادند و دمار از لشکر غنیم بر آوردند و عاجز نمودند" ۲۲۶

اس فتح کے بعد یعقوب شاہ سری نگر آئے۔ یہاں مغلوں پر ایسا شبخون مارا اور ان کو اتنا جانی نقصان پہنچایا کہ کشتوں کے انبار لگ گئے۔ جن مکانوں میں مغل سپاہی رہتے تھے ان کو خاکستر بنا دیا اور اکبر کے شاہی خزانے کو بھی طرفۃ العین میں غارت کر دیا۔ کشمیری سپاہیوں نے اس جنگ میں شہنشاہ اکبر کے بڑے بڑے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان نامی سرداروں میں پائندہ قزاق اور علی میر کو کہ قابل ذکر ہیں۔ یعقوب شاہ کے حملے سے مغل افواج کے حوصلے پست ہوئے اور انھوں نے ہتھیار ڈال دئے۔ اس طرح مغلوں کو شکست دے کر یعقوب شاہ نے پھر اپنا تخت سنبھالا۔ تخت حکومت پر جلوس کر کے یعقوب شاہ سے یہ غلطی ہوئی کہ انھوں نے ان سپاہیوں کے خلاف بدلہ لینے کا حکم جاری کیا جو ہیرہ پورہ میں قاسم خان مغل سے ملے تھے۔ یہ سنتے ہی وہ سپاہی ان سے بددل ہو کر دشمن سے مل گئے۔ قاسم خان نے جب یہ حال دیکھا تو انھوں نے حیدر چک کو قید سے نکال کر قتل کیا۔ اس تمام واقعے کو مورخین نے اس طرح بیان کیا ہے :۔

"شبانگاہ یعقوب خان بہ مرافقت یوسف خان پسر حسین شاہ و ابراہیم چک و علی ملک ناجی وغیرہ مبارزاں بر سر قاسم خان شبخونی آوردہ قصر یوسف شاہ کہ محل سکونت قاسم خان بود آتش کشیدہ در شب تاریک روز روشن کردند۔ آنگاہ در قتل و خونریزی مغلان حملہ آوردہ سرہائے پردلان بر زمین انداختند و از کشتہ ہا پشتہ ہا افراختند و در کوچہ و بازار مردم عوام ازدحام کردہ بزخم کلوخ و سنگ و چوب مغلاں را بے درنگ مقتول و مجروح ساختند

وخزینہ شاہی کہ در دست میر عبد الرزاق معموری بود، مبارزان کشمیر باتفاق سید ابو المعالی در طرفۃ العین بغارت بردند قاسم خان بوقوع ایں حادثہ او لاً حیدر خان چک از محبس کشیدہ بہ قتل آورد۔ انگاہ مبارزان خود پائے ہمت استوار کردہ در محاربہ ومقاتلہ دادِ مردانگی دادہ بسیارے از مخالفان بہ وادیِ عدم انداخت وپائیندہ قزاق کہ از دلاوران جلادت شعار بود در میدانِ مبارزت پائے جلادت افشردہ جمعی کثیر از تیغ گذرانید وعلی میر کوکہ کہ از بہادران نامی بود بقتل آورد۔ عاقبت الامر سید ابو المعالی برسراو تاخت آوردہ بیک ضرب نیزہ بے سر ساخت پس دلاوران عسکر شاہی ہفتاد کس ہجوم کردہ او را در محاصرہ گرفتند۔ اما سید ابو المعالی اسپ راجولاں دادہ از حلقۂ کارزار بدر جست۔ عاقبت عسکر شاہی ہرسو پریشان گشتہ یعقوب خان بہ نصرت وفیروزی در دولت خانۂ شاہی درآمدہ بر مسندِ حکومت جلوس نمود۔ وبدل خود خیال فرمود کہ از لشکر بادشاہی کسے زندہ نہ ماندہ باشد۔ بنابراں درہماں مغروری بیان ساخت کہ در معرکہ ہیرہ پورہ ہرکس کہ از محاربہ گریختہ بہ قاسم خاں پیوستہ است او را بقتل رسانم۔ باستماع ایں سخن تمامی مبارزاں داعیان کہ در معرکۂ ہیرہ پور گریختہ بودند از مجلس او برخاستہ متفرق شدند"[۲۲۹]

شکست کے بعد یعقوب شاہ اپنے چند لوگوں کے ساتھ ولر کی طرف چلے گئے۔ قاسم خان شاہی محل میں اطمینان سے بیٹھ گئے۔ شمس چک، سید حسین خان بیہقی اور شمس دونی نے سوپور میں مغلوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ قاسم خان کو جب یہ اطلاع ملی تو انھوں نے گکھروں کی ایک جماعت دولت بختیار کی سرکردگی میں سوپور روانہ کی۔ جب مغل فوج پٹن پہنچی تو شمس چک نے اس پر شبخون مارا اور بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد وہ سوپور چلے گئے۔ وہاں سے کرناہ کا راستہ اختیار کیا۔ اتنے میں جاڑا شروع ہوا اور یعقوب شاہ کشتواڑ چلے گئے۔ اس طرح موسم سرما کے دوران جنگ بند رہی۔ اس اثنا میں یوسف خان اور ابراہیم خان لشکر اکبری میں شامل ہوئے۔ قاسم خان نے اپنے استحکام کے لیے سید مبارک خان بیہقی، بابا ہیدی، بابا خلیل اور یوسف خان ولد حسین شاہ کو جلا وطن کر کے ہندوستان بھیجا۔[۲۳۰]

موسم سرما ختم ہوتے ہی اوائل بہار ۹۹۵ھ ہجری (۱۵۸۷ء) میں یعقوب شاہ اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم خان اور ایبہ خان کے ساتھ کشتواڑ سے واپس آگئے۔ انھوں نے موضع برنگ میں اپنی مختصر سی فوج منظم کی اور پھر موضع ڈگون پرگنہ دلر میں خیمہ زن ہوئے۔ سید ابو المعالی، سید ابراہیم خان بیہقی، بخی رینہ زمیندار برتھل، بہرام نائک، احمد نائک اور یوسف زیئی وغیرہ موضع لدہ سے روانہ ہوئے اور غازی نار میں مغلوں کے خلاف صف آرا ہوئے۔ ادھر شمس چک، شمس دونی اور کراج کے لوگوں کے تعاون سے کرناہ سے آکر کراج میں مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ جب قاسم خان کو....

یعقوب شاہ کی فوجی تیاریوں کی اطلاع ملی تو انھوں نے میرزا زادہ علی خان، سید عبداللہ خان، بگر خان، مرزا علی اکبر شاہی اور جلال الدین مسعود وغیرہ کی قیادت اور علم شیر خان ماگرے کی رہنمائی میں آٹھ ہزار سپاہی یعقوب شاہ کے مقابلے کے لیے بھیجے۔ موضع گاسو میں دونوں فوجوں کے درمیان شدت کی خونریز جنگ ہوئی۔ کشمیریوں نے مغل فوج کو ٹھکانے لگایا اور بھاری جانی نقصان پہنچایا، لڑائی میں شہنشاہ اکبر کے ایک نامور سردار میرزادہ علی خان ایک بڑی فوجی جماعت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ ابوالفضل نے مرنے والوں کی تعداد تین سو بتائی ہے۔ یہ حال دیکھ کر قاسم خان دم دبا کر سری نگر آگئے۔[۲۲۹]

اس فتح کے بعد یعقوب شاہ موضع ڈگون (پرگنہ دلر) سے حملہ آور ہوئے اور انھوں نے سری نگر پہنچ کر کوہ سلیمان کے دامن میں محاذ جنگ قائم کیا۔ اتنے میں سید ابو المعالی اپنی جماعت کے ساتھ پہاڑ سے آکر یعقوب شاہ کے ساتھ ملحق ہوئے۔ شمس چک اور شمس دونی سوپور سے آکر قلعہ ہانجک میں صف آرا ہوئے۔ اس وقت قاسم خان کے قبضے میں سری نگر کے سوا اور کوئی علاقہ نہیں تھا۔ قاسم خان نے اپنی فوج دو حصوں میں تقسیم کی، ایک حصہ پاندریٹھن کی طرف سے اور دوسرا حصہ گوپکار کی جانب سے یعقوب شاہ کے مقابلے میں بھیجا۔ یہاں بھی مغلوں کے چھکے چھڑائے گئے۔ حسن لکھتے ہیں کہ:

"پس مبارزان طرفین دست و بازو کشادہ آتشِ پیکار ابھجنان ہیجان دادند کہ بسیارے از دلاوران کارزار خونبار گشتہ باخاک آمیختند و بعضی از مبارزان روزگار خستہ و افگار بگریختند۔ ایں کشش و کوشش و آویزش از صبح تا پیشین اشتداد یافت نزدیک بود کہ افواجِ شاہی را تباہی عاید می شد"[۲۳۰]

پورا میدان جنگ قریب قریب یعقوب شاہ کے ہاتھ میں تھا کہ ناگاہ ان کے سپاہ سالار نورنگ

چک کی آنکھ میں کسی نے تیر مارا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ اور یہی یعقوب شاہ کی شکست کا باعث ہوا' شکست کے باوجود یعقوب شاہ اپنے مقام پر رہے۔ دوسرے دن انھوں نے ملک محمد حسن ناجی کے ہاتھ شمس چک کپواری کے نام قلعہ ہانجک میں خط لکھا۔

"فیما بین مقرر شدہ بود کہ ہر گاہ غنیم بر سر ما آید شما رفتہ شہر را قبضہ بکنید و اگر بجانب شما فوج متوجہ شود ما یان تصرف شہر می کنیم۔ ایشان بر خلاف عہود عمل می سازند۔ اگر پسند خاطر شما این است کہ ملک از دست برود پس این قدر خونِ مردم ریختن چہ فائدہ می بخشد"[۲۳۱]

اس کے بعد ملک محمد حسن چاڈورہ کے توسل سے یعقوب شاہ اور شمس چک کے درمیان معاہدہ ہوا۔ پھر دونوں قلعہ ہانجک میں مغلوں کے خلاف صف آرا ہوئے۔ دوسرے دن دشمن کی فوج مقابلے کے لیے قلعہ ہانجک پہنچی۔ یہاں فریقین میں قیامت کی جنگ ہوئی۔ کشمیریوں نے مغلوں کا صفایا کیا۔ اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ لشکر اکبری کے پندرہ سو سپاہی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ ملک محمد حسن چاڈورہ اور دوسرے بہادر کشمیری سپاہیوں نے دادِ شجاعت دی اور بقول ملک حیدر:-

"ملک محمد حسن چاڈورہ ہراول لشکر یعقوب خان وغیرہ بود۔ دادِ مردانگی و دلاوری داد۔ کہ بر صفحۂ روزگار ماند۔ چوں شیر ژیاں بہر طرف کہ می تاخت از کشتہ پشتہ می ساخت۔ و از بنانِ سنان نخلِ حیاتِ معاندان را از بر می انداخت۔ لشکرِ غنیم فیل مستے پیش انداختہ بود۔ ملک مسطورے تیرے بر فیل زدہ کہ فیل رو گرداں شدہ رو بہ لشکرِ خود آورد۔ و پامال نمودہ شکست داد۔ دراں معرکہ از لشکرِ غنیم ہزار و پانصد کس تبقتل رسید"[۲۳۲]

یعقوب شاہ کی فوج نے ذالڈگر تک دشمن کا تعاقب کیا۔ ڈھائی مہینے تک کشمیریوں نے پریشان و عاجز کیا۔ ان کے حوصلے پست ہوئے۔ اور لڑائی سے خوفزدہ ہوئے۔ کشمیری سپاہی مغلوں کے گھروں میں داخل ہو کر خوب زدو کوب کرتے تھے۔ جو بھی ہاتھ آتا تھا اس کو وہ مالِ غنیم سمجھ کرلے جاتے تھے۔ مغل سپاہی ڈر کے مارے چھپ جاتے تھے۔ اگر کوئی ہاتھ آجاتا تھا تو اس کو تہہ تیغ کرتے تھے۔ کشمیریوں نے ان کے بہت سے اسلحہ جنگ اور سامان و لباس پر قبضہ کیا۔ مغل افواج کی ابتری اور زبوں حالی سے قاسم خان میر بحر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس صورت حال سے انھوں نے بار بار اکبر کو مطلع کیا۔

قاسم خان کی پے در پے اطلاعات سے شہنشاہ اکبر گھبرا گئے۔ انھوں نے اس معاملے پر اپنے درباریوں سے صلاح مشورہ کیا۔ انھوں نے متفقہ طور پر یہ رائے دی کہ سید مبارک خان بیہقی کے اثرات کشمیریوں پر بہت زیادہ ہیں اس لیے ان کے بغیر اور کوئی شخص کشمیر کے حالات کو درست نہیں کر سکتا۔ پس شہنشاہ نے مبارک خان کو طلب کیا۔ انھیں بھاری رشوتوں سے نوازا اور حکم دیا کہ وہ مرزا یوسف خان اور دوسرے ارکان دولت کے ہمراہ کشمیر جائیں اور وہاں کی بغاوت کو ٹھنڈا کریں۔ سید مبارک[ج] بیہقی نے بادشاہ جلال الدین اکبر کی تمام پیش کشوں کو ٹھکرا دیا اور کشمیر کی سودے بازی کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ ان کی اس جرأت و انکار پر بادشاہ بہت ناراض ہوئے اور انھیں شہباز خان کنبوہ کی نگرانی میں بنگال کے قید خانے میں بھیجا۔[۲۲۳]

اس کے بعد شہنشاہ اکبر کا تازہ دم لشکر بے کران پچیس ہزار جوشن پوش اور خنجر گداز مرزا یوسف خان مشہدی کی قیادت میں بابا خلیل اور محمد بٹ کے ہمراہ کشمیر کے لیے روانہ ہوا۔ بابا خلیل کو شیعوں اور محمد بٹ سابقہ وزیر سلاطین چک کو سنیوں پر دباؤ ڈالنے کے لیے یہ سیاسی حربہ استعمال کیا گیا۔ جب اکبر کی فوج گراں کشمیر میں داخل ہوئی اور اس کی اطلاع یعقوب شاہ کو ہوئی تو سپہ سالار ملک محمد حسن چاڈورہ نے مشورہ دیا کہ شمس چک مرزا یوسف خان کے اور یعقوب شاہ سری نگر میں مرزا قاسم خان کے مقابلے کے لیے جائیں یا یعقوب شاہ مرزا یوسف خان کے مقابلے میں جائیں اور شمس چک تب تک ہانجک میں قیام کریں جب تک کہ مرزا یوسف خان کا صفایا پہاڑی درّوں میں نہ کیا جائے۔ یعقوب شاہ نے اس تجویز کے ساتھ اتفاق نہیں کیا۔ برعکس اس کے شمس چک نے اپنے بھائی لوہر چک کو مرزا یوسف کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ وہ بابا خلیل کے ذریعہ سے ہیرپور میں لشکر مغل میں شامل ہوئے، اس طرح اکبر کی فوج بغیر کسی مزاحمت کے سری نگر پہنچی۔ جب یہ خبر ہانجک کے سپاہیوں کو ملی تو وہ فرار ہو گئے۔ آخر کار یعقوب شاہ، سید ابو المعالی، ایبہ خان اور دوسرے سپاہی کشتواڑ چلے گئے۔ شمس چک اور شمس دوبی نے پونچھ کا راستہ اختیار کیا۔[۲۲۴]

مرزا یوسف خان نے ۹۹۵ھ ہجری میں اقتدار سنبھالا اور مرزا قاسم خان میر بحر کشمیر میں

ج ۔ جلا وطنی کے دوران فیروز پور میں ۹۹۹ھ میں انتقال کیا۔ " شہید رفت " تاریخ وفات ہے ۔۔۔ حیدری

گیارہ مہینے حکومت کر کے عالم شیر خان ماگرے اور چند دوسرے حواریوں کو اپنے ساتھ ہندوستان لے گئے۔ یعقوب شاہ کشتواڑ سے واپس آئے اور انھوں نے دچھن پارہ میں اپنے مٹھی بھر سپاہیوں کو منظم کر کے بغاوت کے شعلے بلند کیے۔ ابو المعالی بھی ان کے ساتھ تھے۔ مرزا یوسف خان نے محمد بٹ اور دربار اکبری کے ایک نامور سپاہی حاجی میرک کو ان کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ محمد بٹ نے اوچھے ہتھیاروں سے یعقوب شاہ اور سید ابو المعالی کو گرفتار کرنا چاہا تھا۔ محمد بٹ کے ساتھ پانچ سو سپاہی تھے۔ جب وہ ناکام ہوئے تو جنگ شروع کی۔ فوج مغل کے بہت سے سپاہی میدان میں کام آئے۔ خود محمد بٹ بھاگ کر لشکر اکبری میں پناہ گزیں ہوئے۔ یعقوب شاہ پھر یہاں سے پرگنہ ڈلر گئے اور تازہ دم مختصر سی فوج ترتیب دی۔ ان میں سے کچھ سپاہی دشمن کے ساتھ شامل ہوئے، یعقوب شاہ کشمیریوں کی یہ غداری دیکھ کر حیران ہوئے اور ڈلر کی پہاڑی کی بلندی پر قیام کیا۔ محمد بٹ فوج شاہی لے کر دوسرے دن وہاں پہنچے۔ دونوں فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ یعقوب شاہ کے مزید سپاہی دشمن سے مل گئے۔ آخر کار یہ سالار بے لشکر تن تنہا کہاں تک خلافت پناہ کی مور و ملخ جیسی فوج گراں سے لڑتے۔ اس لیے کشتواڑ چلے گئے۔ سید ابو المعالی گرفتار کر کے ہندوستان جلاوطن کیے گئے۔[۲۳۵]

اس کے بعد جن کشمیریوں نے مغلوں کا اقتدار اعلیٰ تسلیم نہیں کیا وہ ہندوستان میں جلاوطن کیے گئے۔ وہاں انھیں جاگیریں بطور رشوت دی گئیں۔ کشمیر کی املاک ان کی ضبط کی گئی۔ یہ سب لوگ حراست میں بھیجے گئے ان میں سید حسین خان بیہقی، علی ڈار، لوہر چک، شمس چک اور اسماعیل دونی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مرزا یوسف خان نے معاہدۂ الحاق کے تحت اکبر کے پاس سامراجی ہتھکنڈوں کا مظاہرہ کر کے کشمیریوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ اس نے کشمیریوں کو جھوٹے اور بے بنیاد مقدموں میں ملوث کر کے بڑی بہیمیت اور غیر انسانی حربوں سے موت کے گھاٹ اتارا۔ شہنشاہ اکبر کا یہ ظالم نمائندہ روز کسی نہ کسی بہانے سے حریت پسندوں کو تہ تیغ کرتا تھا۔ اس نے کشمیری بہادر سپاہی بہرام نائک کو فرزندوں کے ساتھ زہر ہلاہل دلا کر پورے خاندان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ سیف خان بیہقی، علی خان دچھن پارہ اور ابراہیم برادر حیدر چک کی آنکھیں نکلوا کر ان کو اعمیٰ بنا دیا۔ لوہر چک تو رچی کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کیا۔[۲۳۶] تاریخ کشمیر کا یہ جملہ یادگار ہے۔

"ہر روزے فردے از افرادِ روزگار بحیلہ و بہانہ ماخوذ کردہ بقتل رسانیدند۔
تا کہ این گل زمین از خار عدوان سرکشان پاک گشتہ رتق وفتق انتظام
مملکت بہم رسید "[۲۳۷]

اس قتل عام کی وجہ سے بڑے بڑے کشمیری سپاہی جیسے میر محمد بہادر ولد عیدی رینہ وغیرہ نامعلوم مقامات میں چھپ گئے۔

۹۹۶ھ میں جب اکبر "باغ خاصہ" یعنی ملک کشمیر کی سیر کو آئے تو انھوں نے ڈل جھیل کی سیر و تفریح کے بعد اپنے حامیوں میں انعام واکرام تقسیم کیے اور آزادی پسند لوگوں کا صفایا کیا۔ اس سلسلے میں حسن کہتے ہیں کہ

"اعیان ملک و امرایان شہر واہل علم وفضل و بزرگ خاندانہا را مناصب و
جاگیرات مرحمت فرمود و اکثر باغیان وطاغیان را قلع قمع کردہ مغلوب و منکوب
ساخت "[۲۳۸]

یوسف خان صوبہ دار کے بعد شہنشاہ اکبر نے رسوائے زمانہ ظالم محمد قلی خان کو ۹۹۷ہجری میں کشمیر کی حکمرانی کے لیے بھیجا۔ اس نے بھی چکوں کا قتل عام جائز قرار دیا۔ تاریخ میں درج ہے کہ

"در قلع وقمع فرقہ چکاں وطائفہ مفسداں علم تجبر افراخت۔ ہر احدی را کہ
دغدغہ شجاعت وخیال مبارزت بخاطر می داد اورا بسیاست می رسانید"[۲۳۹]

یوسف خان نے اپنے دورِ اقتدار میں شہنشاہ اکبر کے ایک خاص ملازم محب علی کو دچھن پارہ اور کھاور پارہ میں ایک ظالم فوجی افسر کو مقرر کیا تھا۔ یہ محمد قلی خان کے عہد حکومت میں بھی وہیں مقیم تھا۔ اس نے کشمیری سپاہیوں کی ایک بڑی جماعت کو جاں بخشی کی ضمانت دی تھی اور ان سے معاہدہ کیا تھا کہ تمھارا بال بیکا نہ ہوگا۔ اس نے چہرہ نویسی کے بہانے سے ان تمام سپاہیوں کو چشمۂ مچھ بھون کے کنارے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اس طرح بے گناہ اور مظلوم مسلمانوں کی خون کی ندیاں بہادیں۔ ان کے خون ناحق سے چشمہ میں پانی کے بدلے خون جاری کیا۔ شہنشاہ عالم پناہ اکبر اعظم کے ہاتھوں کشمیریوں کی نسل کشی کے بارے میں یہ جملہ اکبر کے مظالم کی واضح دلیل ہے:-

"از خونِ مسلمانان جو یہائے خوں چوں آب مچھ بھون جاری ساختہ "[۲۴۰]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بقول فرشتہ کشمیر کے سپاہی شیعہ مذہب کے پیرو کار تھے۔[۲۴۱]

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ قاسم خان میر بحر نے اپنے ہمراہ لوہر چک، ان کے بھائیوں اور بیٹوں کو جلاوطن کر کے شہنشاہ اکبر کے حضور میں پیش کیا تھا۔ وہ وہاں سے آ کر وطن عزیز کے خاطر وادی میں مقیم ہوئے۔ مرزا یوسف نے انھیں امان دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے عہد و پیماں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ان سب سپاہیوں کو سوپور میں قتل کیا۔ اس واقعہ کے بعد شہنشاہ خلافت پناہ کے حکمراں نے ملا جمیل کے ذریعہ سے شمس چک کے بیٹے حسین چک اور دوسرے سپاہیوں کو دام فریب میں پھنسا کر ریگی پور کے مقام پر تہہ تیغ کیا۔[۲۴۲]

مشہور کشمیری بہادر سپاہی شمس چک ولد دولت چک جلاوطنی کی زندگی گزار کر برہان پور دکن میں انتقال کر گئے۔ ان کے دو بیٹے حسین چک اور ظفر چک اپنے عزیزوں کے داغ جدائی سے پریشاں حال رہے اور وہ وہاں کی گرم ہوا سے تنگ آ کر کشمیر واپس آ گئے۔ انھوں نے لداخ کے راجہ سے فوجی کمک حاصل کی اور دو مہینوں تک شیر کوٹ میں مغلوں کے خلاف جنگ لڑی۔ چونکہ مغلوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے کشمیری سپاہ پسپا ہو گئے۔ مغلوں نے مقتول کشمیری سپاہیوں کے سر کاٹ کر کشتیوں میں سری نگر لائے۔ جہاں ان سروں کا منارہ مرتب کیا گیا۔ مرزا علی اکبر شاہی نے قاضی صالح کے ذریعے ظفر خان کو قسمیں دے کر اپنے پاس بلایا اور پھر عہد و پیماں توڑ کر انھیں قید خانے میں ڈالا۔ اس کے بعد اس بانی ستم نے کشمیریوں کے قتل عام کا حکم دیا۔ جہاں بھی صبح سے دوپہر تک کوئی سپاہی، رئیس زادہ یا کوئی کاریگر وغیرہ نظر آتا تھا وہ بے دریغ قتل کیا جاتا تھا۔ یہ قتل عام تاریخ میں اس طرح درج ہے۔

"ہر کہ از سپاہ و زمیندار و صنعت گر و جولاہ وغیرہ درمی یافتند از صباح تا دوپہر روز بقتل می آوردند"[۲۴۳]

دو دن کے بعد ظفر خان اور سترہ امیر زادوں کو حاتم خان کے ہاتھوں تیغ آبدار سے شربت مرگ پلایا گیا۔ ان کی لاشوں کے ساتھ توہین کی گئی اور محلہ سورہ ٹینگ۔ رینہ واری کی سڑک پر دھوپ میں بے گور و کفن پھینکی گئیں۔ کسی کو ان کی تجہیز و تکفین کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ جب سڑی ہوئی لاشوں سے عفونت آنے لگی تو محلے کے لوگوں نے کہاروں کی بستی میں ان لاشوں کو راکھ سے چھپایا۔[۲۴۴]

یعقوب شاہ کی المناک موت

جب شہنشاہ اکبر ۹۹۶ھ میں کشمیر آئے تو مرزا یوسف خان نے یعقوب شاہ کو

عہد و پیمان کے ساتھ اکبر کے سامنے پیش کیا۔ اکبر نے انھیں مرزا یوسف خان کے ہمراہ ہندستان بھیج دیا۔ وہاں انھیں رہطاس میں راجہ مان سنگھ کی حراست میں رکھا[۲۴۵]۔ نوادر الاخبار میں لکھا ہے کہ یعقوب شاہ دربارِ اکبری میں ایک قیدی کی طرح پابند زنجیر پیش کیے گئے تھے۔ تاریخ کے الفاظ یہ ہیں کہ

"جمی غفیر بغل در زنجیر دستگیر کردہ با یعقوب خان چک و ملک شمس چک
مسلسل و مغلول در بارگاہ خلائق پناہ حاضر گردانیدند"[۲۴۶]

کشمیری اور ہندوستانی مورّخین نے یعقوب شاہ کے انتقال کے بارے میں غلط واقعات درج کیے ہیں۔ بدایونی کہتے ہیں کہ یعقوب شاہ کا انتقال بہار کے قید میں مالیخولیا کے عارضے میں ہوا[۲۴۷]۔ حسن کہتے ہیں کہ چھوٹے بھائی نے یعقوب شاہ کو زہر دے کر ہلاک کیا اور وہ کشتواڑ میں دفن ہیں[۲۴۸] جبکہ صاحب نوادر الاخبار کہتا ہے کہ شہنشاہ اکبر نے انھیں ایک زہریلا خلعت بھیجا اسے پہنتے ہی ان کی موت واقع ہوئی[۲۴۹]۔ دراصل کشمیر کے اس عظیم ترین سورما اور آخری خود مختار بادشاہ کی موت اکبر کے سیاسی اور سامراجی حربوں سے واقع ہوئی۔ وجوہات یہ ہیں کہ جب یوسف شاہ کا انتقال ہوا تو یعقوب شاہ کو راجہ مان سنگھ نے باپ کا منصب عطا کیا۔ راجہ کو اکبر نے آگرہ بلایا جب وہ جانے لگے تو دو آدمیوں نے راجہ سے کہا کہ یعقوب شاہ کو آزاد کرنا خطر سے خالی نہیں ہے۔ ان کو بند رکھنا چاہیئے۔ تاکہ آپ کی عدم موجودگی میں یہ حکومت کے خلاف سازش نہ کریں۔ راجہ نے انھیں قلعہ رہطاس میں نظر بند ہی رکھا جب واپس آگئے تو دو آدمیوں نے قاسم خان کے ساتھ انھیں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ قاسم خان اپنے آپ کو یوسف شاہ کا بیٹا کہتا تھا۔ حالانکہ اس میں ذرہ بھر حقیقت نہ تھی۔ یعقوب شاہ نے راجہ سے جاگیر پر جانے کی اجازت لی اور وہ قاسم خان کے پاس بھی رخصت کی غرض سے گئے۔ اس یزید خصائل نے پان میں زہر ہلاہل ملا کر یعقوب شاہ کو دیا۔ پان کھاتے ہی ان کا بدن نیلا ہو گیا اور بالآخر ۶ محرم سنہ ۱۰۰۱ ہجری مطابق روز دوشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۵۹۲ء کو ان کا انتقال ہوا۔ سید ابو المعالی نے ان کی لاش بھیرا سے اٹھائی اور بسوک میں اپنے والد کے پہلو میں دفن کیا۔ ان کے انتقال کے بعد یعقوب شاہ کے یتیم بچّوں کا گلا رسّی سے گھونٹا گیا۔ ان کے پاس جو نقد و جنس اور زیورات تھے وہ سب قاسم خان یزید سیر لے گیا اور ان یتیموں کی فریاد کسی نے نہ سنی[۲۵۰]۔

یعقوب شاہ کے اوصاف حمیدہ اور بہادری

بعض غلط بین مؤرخین کو یعقوب شاہ میں سوائے برائیوں کے کوئی خوبی نظر نہیں آتی ہے۔ خواجہ اعظم کہتے ہیں کہ

"اوضاع پسندیدہ و اخلاقِ حمیدہ نہ داشت[۲۵۱]"

برعکس اس کے مصنف بہارستانِ شاہی نے انھیں بحلیہ عقل و کیاست و فرط تدبیر و فراست آراستہ بود[۲۵۲] قرار دیا ہے۔ مؤرخین سے قطع نظر بابا داؤد خاکی بھی ان کے اخلاق شائستہ اور اوصاف پسندیدہ جیسے سخاوت، شجاعت اور عقل و فراست کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ چنانچہ قصیدہ غسلیہ یوسف شاہی میں فرماتے ہیں ؎

ہست اولادش کلاں مرزا لقب یعقوب خاں
آنکہ عقلِ کاملاں دارد بنو عہدے بسال
در دلیری و سخا ممتاز ازاں قرن آمدہ
شہرتے دارد بحسن صورت و جاہ و کمال

کتب تواریخ میں یعقوب شاہ کی بہادری اور شجاعت کے غیر معمولی واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ ایک واقعہ یہ بھی درج ہے کہ فتح کشمیر کے بعد اسیری کی حالت میں جلاوطن کیے گئے تھے تو ایک مرتبہ شہنشاہ اکبر نے یعقوب شاہ سے کہا کہ میں آپ کی بہادری کے کارنامے پہلے تو بہت سن چکا ہوں لیکن اپنی آنکھوں سے آپ کی بہادری نہیں دیکھی ہے۔ اس کے بعد مجمع عام و خاص میں انھوں نے یعقوب شاہ کو ایک مست ہاتھی سے لڑایا۔ اور ایسا لڑا یا کہ ہاتھی بے چارہ فریاد کرتا رہا اس واقعہ کو یعقوب شاہ کے مخالف مؤرخین کے الفاظ میں سنیے:۔

"آں نہنگ طیناں بغیر سلاح و حربہ ہر کدام با فیل مقابلۂ خویش در آو یختند۔
بعد حملاتِ بسیار و ہنرہائے بے شمار یعقوب خان چک دم فیل مقابلۂ خود را در
دستِ پلنگ قوتِ خویش مضبوط گرفتند۔ فیل بے چارہ بنالہ و فریاد در آمدہ۔
ہر چند زور زد کہ از دست یعقوب خان چک رہا شود و راہ گریز گیرد۔ غیر ازیں
اخلاص فیل صورت بہ نسبت کہ دُم از جسد جدا گشتہ در دستِ یعقوب خاں
چک ماند و فیل بہزار حرثقیل نجات یافتہ جوشان و خروشان از حلقۂ معرکہ

بدر رفت ۲۵۳

ایک اور واقعہ بھی سنیے کہ ہندوستان میں بندھیلہ کے مہاراجہ نیلہ کنٹھ نے اکبر بادشاہ سے بغاوت کی تھی۔ اکبر نے اپنے صلاح کاروں سے مشورہ کرکے راجہ پر فوج کشی کے احکامات جاری کیے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اسی وقت یعقوب شاہ بھی دربار میں حاضر ہوئے۔ جب یہ واقعہ سنا کہ اکبر بادشاہ راجہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں تو انھوں نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ اجازت مرحمت فرمادیں تو میں تن تنہا راجہ سے نمٹ لوں۔ اکبر نے اجازت دی۔ یعقوب شاہ بھیس بدل کر ایک فقیر کی طرح راجہ کے لشکر میں داخل ہوئے اور موقعہ کے انتظار میں رہے۔ ایک دن راجہ اپنے چند نوکروں کے ساتھ دریا میں نہانے کے لیے لشکر گاہ سے روانہ ہوئے۔ یعقوب نے تعاقب کیا اور پھر راجہ سے کہا کہ میں کشمیر کا یعقوب خان چک ہوں اور تجھے اکبر کے پاس لے جانے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ اگر میرے ساتھ آؤگے تو میں وعدہ کے مطابق پھر اپنی جگہ پر پہنچادوں گا۔ ورنہ سر قلم کروں گا۔ راجہ کا ایک آدمی فوج بلانے گیا۔ یعقوب خان چک نے راجہ کو گھوڑے پر اٹھا لیا اور اکبر کے پاس پہنچایا۔ اکبر کو اس واقعہ سے بڑی حیرت ہوئی اور یعقوب شاہ کے وعدے کے مطابق راجہ کو واپس بندھیلہ بھیجا۔ ۲۵۴

یہ واقعہ تاریخ ملک حیدر (نمبر مخطوطہ ۵۸۸۶) نسخۂ خدابخش لائبریری پٹنہ میں بھی درج ہے اور یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب فتح کشمیر سے قبل یعقوب شاہ دربار اکبری میں موجود تھے۔ تاریخ میں مذکور ہے کہ راجہ بندھیلہ کے پاس پچاس ہزار راجپوت سوار اور ڈیڑھ ہزار ہاتھی کا لشکر گراں موجود تھا۔ تاریخ میں منقول ہے کہ

"چوں پیش از آں ہم یعقوب خان در بے معارک خود تنہا دنتہ کارہائے نمایاں کردہ بود و اور احضرت بادشاہ ازیں جہت بجنوں منسوب می نمودید دریں ہنگام کہ ہمچو داعیہ ازدے سرزد۔ بادشاہ برائے انصرام دو امر یکے امتحان دودم فنائے خان مذکور برضا جنابندہ رخصت نمود"

"فنائے خان مذکور" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ اکبر دربار قاہرہ میں بھی یعقوب شاہ کی موجودگی کو خالی از خطرہ نہیں سمجھتے تھے۔ اسی لیے ان سے چھٹکارا پانے کے لیے انھوں نے اپنی طرف سے یعقوب شاہ کو موت کے منہ میں ڈھکیل دیا۔ تاریخ میں یعقوب شاہ کا یہ جملہ "من یعقوب خان کشمیریم" ان کی خاندانی وجاہت پیش کرتا ہے۔ ایسا ہی جملہ گزشتہ اوراق میں کاجی چک

کی طرف سے بیان کیا گیا ہے جب انھوں نے ایک مغل جوان کو ہانجی ویرہ ٹپن میں نیزہ مارا تھا تو کشمیری زبان میں کہا تھا کہ اسی کا نام کاجی چک ہے۔

"ظلم بے حد" کی مزید تفصیلات

یعقوب شاہ کی جلاوطنی اور پھر ان کے انتقال کے بعد بھی مجاہدین آزادی کشمیر نے ملک کو مغلوں کے پنجۂ اقتدار سے چھڑانے کے لیے ۱۰۲۱ھ مطابق ۱۶۱۴ء تک اپنی جدوجہد جاری رکھی تھی۔ خواجہ اعظم کہتے ہیں کہ

"الغرض ہر گوشہ کسے از چکان سر بہ شورش برمی داشت و تشویش مردم
بادشاہی می انداخت تا اوسط سلطنت نورالدین جہانگیر بادشاہ ۱۰۲۱ ہجری
یک بیک ملک بے خلل نہ بود"[۲۵۵]

جہانگیر کے بعد بھی آزادی پسند لوگوں کو شاہجہاں، اورنگ زیب اور ان کے بعد پٹھانوں، سکھوں اور ڈوگروں کے عہد حکومت میں ناقابل برداشت مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔ مذہب کے نام پر انھیں جھوٹے اور بے بنیاد مقدموں میں ملوث کیا جاتا تھا اور پھر صاحبان اقتدار نام نہاد فتویٰ فروش ملّاؤں کے فتوے سے ان کو قتل کرتے تھے۔ مشہور مؤرخ اور سیاہی ملک حیدر چاڈورہ کے بیٹے حسین ملک چاڈورہ کو اورنگ زیب نے قاضی عسکر کے فتوے سے قتل کیا۔ ان کے قتل کا یہ دردناک مرثیہ اب تک کتب تواریخ میں زیبِ داستاں ہے ؎

شد از ظلم بیدادِ قومِ یزید
حسینؑ ابن حیدرؓ دوبارہ شہید[۲۵۶]

کشمیر کے شیعہ سنّی فسادات میں ہمیشہ بیرونی حکمرانوں کا ہاتھ تھا۔ وہ اپنی حکومتوں کے استحکام کے لیے مذہبی منافرت کو سیاسی ہتھکنڈوں کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ ان فسادات میں مذہب کو کوئی دخل نہیں تھا۔ حسن کا یہ کہنا غلط ہے کہ شیعہ لوگ سنّی بزرگان دین کی توہین کرنا اپنے لیے باعث ثواب و عبادت سمجھتے تھے۔ اس لیے شیعان کشمیر ہر تیس یا چالیس سال کے بعد تعصب کا شکار ہوتے تھے۔[۲۵۷] کوئی بھی مذہب بزرگان دین کی گستاخی داخل عبادت قرار نہیں دیتا ہے چونکہ لوگ مذہب کو ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس لیے بے بنیاد الزامات لگا کر بے گناہوں

کا خون بہایا جاتا ہے۔ لوگوں نے سلاطین چک کو محض اس لیے بدنام کیا کہ وہ ظالم تھے۔ اور دوسرے فرقوں کے ساتھ رواداری سے پیش نہیں آتے تھے۔ یہ صرف الزام ہی الزام ہے اور کسی بھی معاصر تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ سلاطین چک کی رواداری اور رعایا پروری کی بنیاد پر ہی مورخوں نے انھیں عادل اور انصاف پرور کہا ہے۔ اگر وہ واقعی ظالم اور متعصب ہوتے تو تاریخ انھیں عادل نہیں بلکہ ظالم ہی لکھتی۔ ان کی رواداری کی نظیر اس سے زیادہ اور کیا پیش کی جاسکتی ہے کہ ان کے عہد میں کوئی شیعہ سنّی فساد نہیں ہوا۔ یہ بھی کسی چھوٹی سی چھوٹی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ انھوں نے کسی خانقاہ یا عبادت گاہ کی بے حرمتی کی ہو۔ یا لوگوں کو قتل کرکے ان کی املاک نذر آتش کی ہو۔ شیعوں کی بے گناہی کا ثبوت حسن کے ایک ہی جملے سے ملتا ہے۔ اور یہ جملہ ضخیم تاریخوں کے برابر ہے یعنی شیعوں کے قتل وغارت کے بعد کشمیریوں پر خدا کی طرف سے قحط کی صورت میں قہر نازل ہوتا تھا اور وہ گوناگوں تکلیفوں میں گھر جاتے تھے۔ حسن نے اس بارے میں جو کچھ بھی کہا ہے وہ نہایت ہی وثوق اور تحقیق کے ساتھ کہا ہے۔ شیعوں پر کیے گئے مظالم کے ذیل میں ان کے الفاظ یہ ہیں :-

> " انتباہ ۔ راقم الحروف غلام حسن معروض می دارد کہ بہ مطالعہ تواریخ کشمیر ہمیں تحقیق شد کہ در ملک کشمیر بعد تاراج مردم شیعہ خواہ مخواہ قحط واقع می شود "[۲۵۸]

ذیل میں "تاراج مردم شیعہ" کے تحت تاریخ حسن میں سے چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔

> تاراج اوّل ۔ در ۹۵۵ھ ہجری مرزا حیدر بہ معاونت امرائے شہر مثل عیدی رینہ وخواجہ حاجی بانڈے وغیرہ اعیان عوام الناس راحکم نافذ داد کہ فرقہ شیعہ ہا غارت سازند۔ باشارۂ عوام الناس ہر سو تاختہ، شیعہ ہا را تاخت وتاراج کردہ بیوت آنہا در دادہ خاکستر نمودند و خانقاہ شمس عراقی کہ در جڈی بل بسوزانیدند۔ لاشۂ شمس عراقی از گور کشیدہ در سرگین سگان لطمۂ آتش کردہ مقبرۂ او را مزبلۂ اہل شہر ساختند۔ دشنگلی ریشی کہ از مریدان بابا علی نجار بود و در نواحی پرسپور رواجے داشت از شالی کوب سرش کوفتہ، جیدش بہ خواری بسوختند ومردم بسیارے از اعیان شیعہ ومتابعان شمس عراقی بہ قتل رسانیدند۔
>
> ومیر دانیال گرامی فرزند میر شمس عراقی کہ در اسکردو ترویج مذہب خود می ساخت مرزا حیدر را او را بہ سرزنش آوردہ یک سال محبوس داشت و بگواہی چند

شاہدان سبّ صحابہ بردے ثابت گشتہ بفتوائے قاضی ابراہیم وقاضی
عبدالغفور بہ قتل رسانید۔ تاریخ قتلِ او "دشتِ کربلا" گفتہ اند"[۲۵۹]

"تاراجِ دوم۔ در ۹۹۴ھ ہجری وقتے کہ مرزا قاسم خان باعساکر اکبرشاہ
برائے تسخیر کشمیر در ہیرہ پورہ رسید ویعقوب خان چک برائے مقابلہ و مقاتلہ در
ہیرپورہ پیش قدمی ساخت۔ سید یوسف خان بیہقی از نازک بٹ وزیر یعقوب
خان چک خلعت واسپ واسلحہ بہ فریب گرفتہ در چھامہ باعالم شیر ماگرے وظفرخان
بچۂ شمس چک پیوستہ باہمدیگر عہد وپیمان بستہ در شہر آمدند۔ وبرسیدنِ ایں
جا شمس چک ومحمد بٹ کہ یعقوب خان در زندان داشتہ بود از محبس کشیدہ اندو
باتفاق مردمِ عوام محلۂ جڈی بل را آتش دادند۔ وخانقاہِ شمس عراقی کہ دولت
چک دوبارہ تعمیر کردہ بود بسوزانیدند۔ وخانقاہ میر شمس عراقی را مزبلہ کردہ شیعہ
ہا بسیار رنجانیدند وناموس ومال وجان آنہا بباد دادہ از راہِ پونچھ مفرور شدہ
بافوج اکبرشاہ پیوستند"[۲۶۰]

"تاراج سوم۔ درعہد حکومت ظفر خان ۱۰۴۵ھ ہجری مردمانِ شہر برائے
توت خوری در مایہ سومہ رفتہ بودند۔ درمیان شیعہ سنّی نزع افتاد۔ شیعہ ہا
از روئے بے پروائی سبّ صحابۂ کبار نمودند۔ مدّعیان در پیش قاضی ابوالقاسم
مرافعہ کردہ اعلام شرعی بنام سابیاں گرفتند۔ صوبدار کہ از اہل تشیع بود در اخفائے
آں ہا ساہلہ نمود ومردم عام بشورش آمدہ، بعضے خانہائے شیعہ را غارت
کردہ بسوزانیدند"[۲۶۱]

"تاراج چہارم۔ درعہد ابراہیم خان ۱۰۹۶ھ ہجری در محلۂ حسن آباد عبدالشکور
وپسرِ او صادق نام ہمراہ یک سنّی خصومت ونزاع نمودہ در حقِ اصحابِ کرام
حضرت انام زبانِ شنعت کشودند۔ واہل سنت مرافعہ بہ قاضی نمودند سابیاں
بہ اعلام قاضی در پناہ ابراہیم خان کہ شیعہ بود ماندند۔ موجب آں قاضی محمد
یوسف بہ شورش آمدہ باصوبہ دار مکابرہ فرمود۔ دراں اثنا مردم عوام حسن آباد
را آتش کشیدہ غارت نمودند۔ جمعے کثیر مقتول ومجروح نمودند۔ عبدالشکور د

پسر ودامادِ وے کہ ساہی بودند حوالۂ عوام کردہ بقتل رسانیدند۔ عوام خانۂ محمد طاہر مفتی ہم تاخت نمودند وبابا قاسم مقتدائے شیعہ را در راہ گرفتہ بصد خواری و اہانت کشتند وبقایا با فرزند خواجہ حبیب نوشہری شورش برداشتہ خانۂ ابراہیم خان را آتش کشید" ۲۶۲ھ

"تاراج پنجم ۔ در ماہ ذی قعدہ ۱۱۳۲ھ ہجری عوام بشورش آمدہ بر سر محلہ جڈی بل ریختند، مُردم شیعہ کہ در ایّام فسادیا اہل ہنود اتحاد واتفاق کردہ مورچال عظیمی بستہ مضبوط بودند۔ الحال بکنگاش قتل محتوی خان متہم گشتہ، ہجومیان بر سر آنہا تاختہ، بہر جا نہب وغارت ساختہ، خانمانِ آنہا در ھلکۂ آتش انداختہ از صغیر و کبیر و زن ومرد جمعی کثیر بعدم رسانیدند۔ وبافعال ناشائستہ پردۂ ننگ و ناموس آنہا دریدہ، نامہ ہائے خود سیاہ کردند۔ و در محلہ جڈی بل طفلاں و نسواں بخوف جاں در میان خانقاہِ میر شمس عراقی پناہ گزین شدہ۔ دروازہ بودند۔ اہل فساد از بازپرس یوم التناد نہ ترسیدہ خانقاہ مذکور را از روے عناد آتش کشیدہ ماہ رویانِ سیمین بدن را بباد دادہ طفلانِ بے گناہ را خاکستر نمودند۔ العظمۃ اللہ! ایں چنیں حادثہ تباہ و واقعۂ جانکاہ بر مردمانِ شیعہ گاہے بعمل نیامدہ بود۔ کہ در عرصۂ یک پہر روز تمامی خانماں ومال ومتاع وننگ و ناموسِ آں ہا تباہ گشت" ۲۶۳ھ

خاندانی حالات میں یہ المناک واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ بلوائیوں نے اس قتل عام میں اتنا خونِ ناحق بہایا کہ تا زانوئے اسپ خون تھا۔ جس جگہ قتلِ عام کیا گیا تھا وہ خانقاہ میر شمس الدین کے متصّل ہی ہے ۔ اس کا نام مرگ بل رکھا گیا۔ مرگ بمعنی موت اور "بل" کشمیری زبان میں جگہ کو کہتے ہیں ۔ یہ مقام اب بھی اسی نام سے مشہور ہے ۔ اس کے علاوہ زڈی بل میں بطرف شمال ایک غار تھا۔ اس کو کشمیری میں" ہودہ بل" کہتے ہیں ۔ یہاں لگ بھگ بارہ سو عورتیں اور بچّے پناہ گیر ہوئے تھے۔ فسادیوں نے غار کے دروازے پر لکڑی کا انبار جمع کیا اور پھر اسے جلایا۔ جس کے سبب غار کے تمام لوگ خاکستر ہوئے ۔ اس کے بعد پورا زڈی بل نذر آتش کیا گیا۔ یہ واقعہ خاندانی حالات کے مطابق ۲ ذی قعدہ یوم جمعہ ۱۱۳۲ھ ہجری کو ہوا تھا۔

"تاراج ششم - درایامِ حکومتِ برکات خان باتفاق راجلے کوہستان لباس بغاوت پوشیدہ، شہر واشتاق را بہ ہرجا تاخت تاراج کردہ ملک بے چراغ نمودند۔ چندروز در محلہ زڈی بل ہمراہ اہل شیعہ کنگاش داشتہ علمِ بغاوت افراخت و فوجِ شاہی را متواتر ہزیمت دادہ شہریاں را تاراج ساخت۔ عاقبت ابوالبرکات خان با جمعیت منصب دارانِ شہر و افواج شاہی استقامت کردہ بعد جدال و قتالِ بسیار آں باغی طاغی را از شہر بدر کشیدہ درکامراج منہزم گردانید۔ و در تعاقب پرداخت نہ نمودہ ہمگی عوام النّاس را بر تاراج اہل شیعہ محاذ کرد، خانہائے آں ہا را از ہر محلہ در دادہ، مال و دولت بغارت بردہ، در ننگ و ناموسِ آنہا دقیقۂ فروگذاشتند و چند محلہ را در یک پہر روز بباد دادند۔ "عام التشویش" (۱۱۵۸ھ ہجری) "تاریخ است"[۲۶۴]

"تاراج ہفتم - کریم داد خان اہل تشیعہ را از جر و توبیخ نمود و امیر آباد ہم ویران فرمود"[۲۶۵]

"تاراج ہشتم - در حکومت بلند خان (۱۱۷۵-۱۱۷۷ ہجری) مردمان برائے صلوٰۃ استسقاء در عیدگاہ رفتند و شیعہ ہائے زڈی بل بہ نسبت خواجہ حبیب نوشہری کلام بے ادبانہ گفتند۔ مردم عوام بشور آمدہ، زڈی بل را آتش کشیدند و شیعہ ہا را غارت نمودند۔ بلند خان تحقیق ایں امر نمودہ، بعضے شیعہ ہا را قطع گوش و بینی کردہ و مصادرہا گرفتہ بہ سزا رسانید"[۲۶۶]

"تاراج نہم - در عہد جمعہ خان (۱۲۰۱ھ ہجری)، در آں ایام مردم شیعہ در جڈی بل و حسن آباد ماتم سرا نمودہ، رواج ماتم داری افزودند و نائب صوبہ اسلام خان را برائے تحقیقِ ایں امر مامور فرمود۔ چوں درست بودہ، فردا روز جمعہ محبت خان بہ ازدحام عوام سر موقع رفتہ۔ بنیاد ماتم سرا از پا در انداختہ طبقۂ شیعگان از نہب و غارت و احراق مامون ساخت"[۲۶۷]

"تاراج دہم - در جور و جفا و ظلم و ایذائے مردم خاص و عام (جمعہ خان) علم تجبّر افراختہ، ساکنانِ شہر و دہ را در ورطۂ تحیّر انداخت۔ خصوصاً در

حق جنودِ ہنود و اہل تشیع از روئے تعصب و کینہ پروری دست تغلب دراز کردہ از اکابرانِ ہنود جمعی کثیر بقتل رسانید و بعضی ہا در بوریا پیچیدہ میانِ گرداب ڈل غرق گردانید[۲۶۸]"

"تاراج یازدہم - در عہدِ فرمانرہی عبداللہ خان ۱۲۱۶ھ سنہ ہجری و نیابت عطا محمد خان واقع شد - باعث آں ایں است کہ اہل شیعہ بروز عاشورا در ماتم سرا اعلانیہ سبّ و تبرّا بہ نام اصحاب کبار ظاہر کردند - و در مرثیہ خوانی و جنازہ رانی مبادرت نمودند - ازیں رو خاطر خاص و عام برآشفتہ و خوانین کابل را آتش غیرت بہ جوش آمد - بہ موافقتِ او باشانِ شہر و قلاشان دستِ تطاول دراز کردہ مال و مکنت آنہا بہر جا غارت کردہ بہ آتش قہر و غضب خانمان آنہارا در طرفۃ العین تودہ ہائے خاکستر نمودند - و در ننگ و ناموسِ آنہا دست انداختہ از بے شرمی دقیقہ نہ گذاشتند[۲۶۹]"

"تاراج دوازدہم - در نظامت بہمان سنگھ ۱۲۴۶ھ بہ ظہور پیوست وجہ آں مورخان چناں بیان سازند کہ در تالاب خوشحال سر موخ زارے کہ معروف است گیاہ - آں را بوریا ہا منسوج کردہ از عہد ابراہیم خان معمول بود - کہ نصفہ آں برائے فرش مسجد جامع می دادند و نصفہ دیگر را بساط ماتم سرائے زڈی بل می کردند - دریں سال اہل تشیعہ را بہ سبب حکومت سنگان خیال دیگر بہ خاطر راہ یافتہ بود بنا بر شرارت اندرونی بوریاہائے حصہ مسجد جامع عمداً در ماتم سرائے خود فرش کردند - سنیاں را ایں حرکت دشوار آمد - تا کہ بروز غرۂ ماہ عاشورا باہمدیگر گفتگو کردہ پیشِ ناظم استغاثہ بردند - بہمان سنگھ حکم داد کہ بوریاہائے معمولی مسجد جامع در مسجد جامع رسانیدہ دہند - مردم شیعہ چند روز بہ تغافل گذرانیدہ بوریہ ہا از دست نہ کشیدند - علاوہ برآں تبرا و تقلید تابوت شہدا نمودند - و چند کس از سنیاں در پیش بہمان سنگھ از عدم حصول بوریاہائے مسجد عریضہ گذرانیدند - بہمان سنگھ دو نفر سپاہاں ہمراہ دادہ فرمود کہ بوریاہائے مسجد از ماتم سرا کشیدہ در مسجد جامع برسانند - سنیاں بہ

اعانت سپاہان در ماتم سرا دست انداز یورہا شدہ بودند۔ اہل تشیعہ بشورش آمدہ آتشِ جنگ و جدل افروختہ سنّیاں را ردّ و بدل گفتند۔ ہماں وقت تمام باشندگانِ شہر را خبر شد از گریبان عناد سر کشیدہ خانہائے شیعہ ہا را بہ آتش افروختند۔ اندوختۂ آں ہا از مال و متاع و اسبابِ تمام بہ غارت بردہ دریک دو پہر با خاکِ فنا آمیختند۔ و پردۂ ننگ و ناموس آنہا دریدہ بعد مباشرتِ فعل شنیع شرمگاہِ بعض نسواں را بہ خنجر کشیدہ ریزہ ریزہ گردانیدند"[۲۷۰]

"تاراج سیزدہم۔ در زمانِ ایالت رنبیر سنگھ و انتظام وزیر پنّوں در ۱۲۸۹ھ بعمل آمدہ۔ وجہِ ایں است کہ دریں سال دو سہ ماہ آتش وبا دریں ملک مشتعل بود۔ و خلقتِ بسیار طعمۂ اجل گشت۔ در آں اثنا مردمان در مساجد و خانقاہ برائے دفعِ ایں بلا بہ خدا التجامی کردند۔ اہل شیعہ در محلہ مدین صاحب متصّل خانقاہ بر زمینِ مقام (مسجد) بنیاد مسجد امامیاں انداختہ بہ سجود و رکوع در آں جا قیام می کردند۔ و سنّیاں را ایں سخن ناگوار می شد۔ ۱۱ ماہ رجب روز عرس سید محمد مدنی خاص و عام بہ ازدحامِ تمام دراں جا جمع گشتہ دیوارہائے مسجد اہل شیعہ از پا بر انداختند۔ امامیاں خروج کردہ با ہمدیگر بہ جدل پیوستند و اہل اسلام را مضروب و مجروح ساختند۔ دوکان داراں را غارت کردند۔ و سنّیاں در محکمہ کوتوالی و عدالت و دربار اعلیٰ استغاثہ نمودند و در تاریکئ شب ہیچ کسے از حکام پرداختِ ایں امرِ خطیر نہ نمود۔ و مردم مستغیث بوقتِ مراجعت از شیر گڈھ در شہر شہرت افترا انداختند کہ وزیر پنّوں مارا بغارتِ شیعہ ہا تجویز داد۔ بہ سمع ایں خبر مردم قلاش و اوباش آتشِ فساد افروختہ بوقت چار بجے صبح خانہائے شیعہ را یکبار آتش کشیدہ بہ غارت پیوستند۔ و تا بہ ہنگام نہ ۹ نواخت (نو بجے) وزیر از خواب نخوت بیدار نہ شدہ تا کہ مال و متاع و خانہائے شیعہ ہا بباد رفت"[۲۷۱]

اس تاراجِ عظیم کی تاریخ یہ ہے ؎

ازیں حسرت جہانے را جگر سوخت	خرد تاریخ آں گفتا "جگر سوخت"[۲۷۲] ۱۲۸۹ھ

شیعوں کے جو مکان جلائے گئے تھے ان کی تعداد نو سو ساٹھ (۹۶۰) تھی[۲۷۳]۔ خاندانی حالات میں یہ جگر سوز واقعہ ۱۲؍رجب یوم دوشنبہ ۱۲۸۹ھ ہجری کو رونما ہوا۔ تمام شیعوں کی املاک نذرِ آتش کی گئی تھی۔ امام باڑہ حسن آباد اور امام باڑہ زڈی بل بھی خاکستر کیے گئے تھے۔ فساد میں میر شمس الدین عراقی کی اولادوں میں سیّد عبداللہ کے صاحبزادے سیّد صادق بھی مارے گئے تھے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے آتش زدگان کو دو لاکھ اسّی ہزار روپیہ اور امام باڑہ زڈی بل کے لیے پچیس (۲۵) ہزار روپیہ کا عطیہ دیا تھا۔ خاندانی حالات میں اس لوٹ مار کی تاریخ "ظلم شدیدا" (۱۲۸۹ھ ہجری) درج ہے۔

★

فہرست مآخذ

مقدمۂ اوّل

(۱) بہارستانِ شاہی ص۱۳، تاریخ کشمیر ملک حیدر قلمی و غیر مطبوعہ سال تصنیف ۱۰۲۹ھ نسخۂ سری نگر

(۲) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص۵۵ ڈاکٹر محب الحسن (اردو ترجمہ) و کشمیر ص۹۲ جلد دوم ڈاکٹر محی الدین صوفی

(۳) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص۳۰۴ از ڈاکٹر محب الحسن (اردو ترجمہ)

(۴) تاریخ جموں ص۴۹۳

(۵) مجالس المومنین ص۳۱۵ مطبوعہ نولکشور

(۶) خاندانی حالات قلمی، سید حسن صفوی

(۷) مجالس المومنین تہرانی ایڈیشن ص۲۵۶

(۸) دائرہ معارف اسلامیہ ص۵۱-۵۲ جلد ۱۱ مرتبہ: دانش گاہ لاہور، طبع اول ۱۹۷۵ء

(۹) تحفۃ الاحباب قلمی و غیر مطبوعہ (سال تصنیف ۹۵۰ ہجری)

(۱۰) تحفۃ الاحباب

(۱۱) تحفۃ الاحباب ص۲۰، ص۲۹

(۱۲) بہارستان شاہی ص۳۰

(۱۳) مجالس المومنین ص۳۱۷

(۱۴) تاریخ فرشتہ (ص۳۵۰) اختر درخشاں ص۹ آغا سید باقر

(۱۵) واقعات کشمیر ص۵۰

(۱۶) تاریخ حسن جلد اوّل ص۲۳۳ مطبوعہ حکومت جموں و کشمیر

(۱۷) تحفۃ الاحباب ص۱۰ بہارستان شاہی

(۱۸) بہارستان شاہی ص۷۸-۹

(۱۹) تحفۃ الاحباب ص۲۱ تا ص۲۲

(۲۰) بہارستان شاہی ص۹۶

(۲۱) تاریخ فرشتہ ص۷۹ اردو ترجمہ از مولوی فدا علی طالب

(۲۲) تاریخ حسن جلد اول

(۲۳) واقعات کشمیر (تاریخ اعظم دیدہ مری) ص۴۳

(۲۴) منتخب التواریخ قلمی و غیر مطبوعہ

(۲۵) آئین اکبری ص۳۶۴ انگریزی جرٹ

(۲۶) تاریخ فرشتہ ص۶۶ (اردو ترجمہ)

(۲۷) اینشنٹ جغرافی آف کشمیر ص۱۷۳

(۲۸) تاریخ حسن ص۳۹۳ جلد اول

(۲۹) اینشنٹ جغرافی آف کشمیر ص۱۵۹

(۳۰) تاریخ کشمیر ملک حیدر قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ ص۱۸۲

(۳۱) تحفۃ الاحباب ص۲۲۴ تا ص۲۳

(۳۲) تحفۃ الاحباب ص۲۳۱

(۳۳) تاریخ کشمیر قلمی وغیر مطبوعہ ورق ۲۵ ب نسخہ محکمہ ریسرچ جموں وکشمیر سری نگر و واقعات کشمیر ص۶۰ و تاریخ حسن ص۲۲۵ جلد دوم

(۳۴) بہارستان شاہی ص۳۲

(۳۵) تحفۃ الاحباب ص۶۵-۶۴

(۳۶) تحفۃ الاحباب ص۲۳۱ ۱۵۶

(۳۷) تحفۃ الاحباب ص۳۷-۳۵

(۳۸) تحفۃ الاحباب ص۹۱

(۳۹) تحفہ ص۵۳

(۴۰) تحفۃ الاحباب ص۶۳-۶۲

(۴۱) تحفۃ الاحباب ص۶۹-۷۷، بہارستان شاہی ص۵۶

(۴۲) تحفۃ الاحباب ص۸

(۴۳) بہارستان شاہی ص۴۷

(۴۴) تحفۃ الاحباب ص۸

(۴۵) تحفۃ الاحباب ص۶۰-۵۸

(۴۶) تحفۃ الاحباب ص۱۲۱

(۴۷) تحفۃ الاحباب ص۳۸-۱۳۷

(۴۸) تحفۃ الاحباب ص۴۸-۱۳۵

(۴۹) تحفۃ الاحباب ص۱۱۳

(۵۰) تحفۃ الاحباب ص۱۲۶

(۵۱) تحفۃ الاحباب ص۹۷

(۵۲) تحفۃ الاحباب ص۱۳۵

(۵۳) تاریخ کشمیر ورق ۲۵، الف، ۲۶، ب

(۵۴) واقعات کشمیر ص۸۰-۷۹

(۵۵) تاریخ حسن ص۲۴۷ جلد دوم

(۵۶) تاریخ رشیدی مرزا حیدر کاشغری

(۵۷) تحفۃ الاحباب ص۶۳

(۵۸) تاریخ فرشتہ جلد دوم ص۳۳۶ مطبع نولکشور لکھنؤ

(۵۹) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص۴۲۲ حاشیہ

(۶۰) ہسٹری مسلم رول اف کشمیر ص۲۰۱ (ڈاکٹر پارمو)

(۶۱) تحفۃ الاحباب ص۱۵۲

(۶۲) تحفۃ الاحباب ص۱۲۶

(۶۳) تحفۃ الاحباب ص۹۶

(۶۴) تاریخ کشمیر سید علی ورق ۲۶ ب

(۶۵) واقعات کشمیر ص۸۰ تاریخ حسن ص۲۵۴ جلد دوم

(۶۶) تحفۃ الاحباب ص۱۱

(۶۷) تاریخ کشمیر قلمی حسن بیگ ورق ۴۲ الف، قلمی واقعات کشمیر ص۱۰۱، تاریخ ملک حیدر ۹۲ ب (نسخہ سری نگر) تاریخ حشمت کشمیر ورق ۴۷ ب، قلمی۔ تاریخ حسن ص۲۳۴ جلد دوم

(۶۸) تاریخ ملک حیدر ورق ۹۲ ب، واقعات کشمیر ص۱۲۵ تاریخ شیعان کشمیر ص۱۲۵ حکیم غلام صفدر ہمدانی

(۶۹) تحفۃ الاحباب و تاریخ ملک حیدر

(۷۰) فتحات کبرویہ قلمی وغیر مطبوعہ ص۵۰ وہاب الدین نوری

(۷۱) ٹرائبس آف دی ہندوکش ص۲۶-۲۵ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۰ء

(۷۲) خاندانی حالات قلمی ص۵

(۷۳) تحفۃ الاحباب ص۷۷

(۷۴) تحفۃ الاحباب ص۷۷

(۷۵) تحفۃ الاحباب ص۱۵۲

(۷۶) تحفۃ الاحباب ص۱۵۴-۵۸

(۷۷) تحفۃ الاحباب ص۱۶۴-۶۵

(۷۸) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۴۷

فہرست مآخذ

مقدمہ دوم

(۱) واقعات کشمیر ص۸۸

(۲) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۷

(۳) سلاطین کشمیر ص۶۴ (اردو ترجمہ) مصنف ڈاکٹر محب الحسن

(۴) بہارستان شاہی

(۵) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۸

(۶) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۷

(۷) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۷

(۸) شیعان کشمیر ص۳

(۹) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۸

(۱۰) بہارستان شاہی، تاریخ ملک حیدر، تاریخ

(۱۱) بہارستان شاہی

(۱۲) تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص۱۲۲ نسخہ سرینگر تاریخ حسن ص۲۳۲ جلد دوم۔ بہارستان شاہی

(۱۳) بہارستان شاہی و تاریخ حسن ص۲۳۳ جلد دوم

(۱۴) بہارستان شاہی، تاریخ ملک حیدر ص۱۲۳ انسخہ ثانی ص۱۲۵، و تاریخ حسن جلد دوم ص۲۳۳

(۱۵) تاریخ حسن (اردو) ص۴۹۵، بہارستان شاہی تاریخ ملک حیدر ص۱۳۴، تاریخ حسن جلد دوم ص۲۳۶

(۱۶) سکہ ص۳۶۶، بہارستان شاہی ص۸۹، تاریخ ملک حیدر ص۱۲۶ طبقات اکبری جلد سوم ص۴۶۳ نظام الدین، تاریخ فرشتہ ص۹۷، نوادر الاخبار ص۶۵ ا بارفیع الدین احمد ملنی کشمیری (فوٹو اسٹیٹ) منتخب التواریخ قلمی نرائن کول عاجز، تاریخ حسن جلد دوم ص۲۳۷

(۱۷) نوادر الاخبار ص۶۵ الف، تاریخ حسن جلد دوم ص۲۳۷

(۱۸) بہارستان شاہی، ملک حیدر ص۱۲۷ واقعات کشمیر ص۸۹، تاریخ فرشتہ ص۹۸، تاریخ حسن ص۲۴۰ جلد دوم

(۱۹) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۴۰

(۲۰) بہارستان شاہی ص۹۵

(۲۱) تاریخ رشیدی ص۳۷۳ بہارستان شاہی

(۲۲) تاریخ حسن ص۲۴۲

(۲۳) بہارستان شاہی ص۹۹ تاریخ حسن ص۲۴۴

(۲۴) بہارستان شاہی ص۱۰۳

(۲۵) تاریخ حسن ص۲۴۸ ، ملک حیدر ص۱۳۱

(۲۶) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۴۹ واقعات کشمیر ص۸۹

(۲۷) بہارستان شاہی ص۱۰۵ واقعات کشمیر ص۸۹

تاریخ رشیدی ص۴۹۲

(۲۸) بہارستان شاہی ص۱۰۱ اکبرنامہ جلد اول ص۴۰۳

(۲۹) تاریخ سید علی ورق ۵۰، تاریخ حیدر ملک ص۱۴۵

(۲۹) طبقات اکبری ص۴۹۶ جلد دوم، تاریخ حیدر ملک ص۱۴۵

(۳۰) تاریخ حسن ص۲۵۳، بہارستان ص۱۰۱ نوادر الاخبار ص۶۹ ب

(۳۱) بہارستان شاہی ص۶۱

(۳۲) بہارستان شاہی ص۸۹ ملک حیدر ص۵۳

(۳۳) بہارستان شاہی ص۱۰۱، تاریخ کشمیر خلیل مرجان پوری قلمی و غیر مطبوعہ ص۶۹ ملک حیدر ص۵۵

(۳۴) تاریخ فرشتہ ص۳۹۳

(۳۵) تاریخ کشمیر ورق ۳۳ الف قلمی و غیر مطبوعہ مخطوطہ نمبر ۴۰، حسن بیگ (نسخہ سرینگر)

(۳۶) تاریخ حسن ص۲۵۴ جلد دوم، ملک حیدر ص۵۷، تاریخ حسن بیگ ۳۳ الف، منتخب التواریخ ص۸۰ الف از نرائن کول عاجز، تاریخ سید علی ورق ۲۶ ب، واقعات کشمیر ص۸۰

(۳۷) تاریخ ملک حیدر ص۱۳۴، منتخب التواریخ، تاریخ حسن جلد دوم ص۲۵۴، نوادر الاخبار ص۴۳، ۳۰

(۳۸) بہارستان شاہی ص۹۰-۱۰۸

(۳۹) تاریخ رشیدی ص۴۳۶ انگریزی از ایلیاس

(۴۰) تاریخ فرشتہ ص۵۵۷

(۴۱) بہارستان شاہی ص۱۱۷

(۴۲) بہارستان شاہی ص۱۱۵

(۴۳) ملک حیدر ص۱۳۶، تاریخ حسن ص۲۶۰

(۴۴) تاریخ حسن ص۲۶۳، ملک حیدر ص۱۳۹

(۴۵) طبقات اکبری ص۶۲ مطبوعہ نولکشور، تاریخ فرشتہ ص۳۵۵

(۴۶) تاریخ حسن ص۲۶۲

(۴۷) بہارستان شاہی ص۱۱۴

(۴۸) تاریخ حسن ص۲۶۶، بہارستان شاہی ص۱۱۴

(۴۹) طبقات اکبری ص۶۳

(۵۰) تاریخ ملک حیدر ص۵۹

(۵۱) بہارستان شاہی ص۱۱۸-۱۱۵

(۵۲) تاریخ ملک حیدر ۵۹، واقعات کشمیر ص۸۹ تاریخ حسن ص۲۷۰

(۵۳) ملک حیدر ص۵۹ واقعات کشمیر ص۸۹

(۵۴) نوادر الاخبار ص۴۲

(۵۵) ملک حیدر ص۵۹

(۵۶) بہارستان شاہی ص۹۱ تاریخ ملک حیدر ص۱۲۷

(۵۷) بہارستان شاہی ص۹۱-۹۰

(۵۸) بہارستان شاہی ص۱۱۸

(۵۹) ملک حیدر ص۱۴۲، تاریخ حسن ص۲۶۹

(۶۰) ملک حیدر ص۶۰

(۶۱) تاریخ حسن ص۲۷۱

(۶۲) تاریخ ملک حیدر ص۶۰

(۶۳) بہارستان شاہی ص۱۱۹ تاریخ ملک حیدر ص۶۱

(۶۴) بہارستان شاہی ص۱۲۰، ملک حیدر ص۶۱

منتخب التواریخ ص۶۲، تاریخ فرشتہ ص۸۱۶

(۶۵) تاریخ حسن ص۶۰-۲۷۵، اکبر نامہ ص۱۵۲ انگریزی جلد دوم، اچ بیورج مطبوعہ کلکتہ ۱۹۰۴ء

(۶۶) ملک حیدر ص۶۱

(۶۷) اکبر نامہ ص۱۹۹ جلد دوم، تاریخ فرشتہ ص۸۱۸ طبقات اکبری ص۴۳۰ جلد سوم انگریزی برجندرناتھ کلکتہ ۱۹۳۱ء، ملک حیدر ص۶۳، منتخب التواریخ ورق ۹۲ نرائن کول عاجز، واقعات کشمیر ص۹۰ تاریخ حسن ص۲۷۵

(۶۸) بہارستان شاہی ص۱۲۱

(۶۹) کشمیر از ڈاکٹر صوفی ص۲۱ جلد دوم

(۷۰) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص۲۳۳

(۷۱) تاریخ باغ سلیمانی قلمی ص۲۵۵ میر سعد اللہ شاہ آبادی

(۷۲) طبقات اکبری ص۴۳۶-۴۳۰، تاریخ فرشتہ ص۸۱۸ ملک حیدر ص۶۲ واقعات کشمیر ص۹، منتخب التواریخ ص۹۲ الف نرائن کول عاجز، تاریخ کشمیر خلیل مرجان پوری ص۸۳

(۷۳) نوادر الاخبار ص۷۵ ب

(۷۴) تاریخ حسن ص۲۷۷

(۷۵) اردو ترجمہ تاریخ کشمیر (واقعات کشمیر) خواجہ اعظم ص۱۵ مطبوعہ ۱۸۴۶ء دہلی کالج (نسخہ پٹنہ)

بہارستان شاہی ص۱۲۰

(۷۶) ملک حیدر ص۶۱، تاریخ حسن ص۲۷۵

(۷۷) بہارستان شاہی ص۱۲۲ ملک حیدر ورق ۶۰

(۷۸) بہارستان شاہی ص۱۲۲، تاریخ حسن ص۲۸۱ واقعات کشمیر ص۹۲

(۷۹) ملک حیدر ص۶۴، تاریخ حسن ص۲۸۳

(۸۰) تاریخ فرشتہ ص۸۲۲، طبقات اکبری ص۴۹۳ جلد سوم فارسی

(۸۱) بہارستان شاہی ص۱۲۳

(۸۲) تاریخ کشمیر سید علی ورق ۲۸

(۸۳) واقعات کشمیر ص۹۱

(۸۴) تاریخ کشمیر ص۸۵ خلیل مرجان پوری

(۸۵) منتخب التواریخ (بدایونی) ص۳۹۳ اردو ترجمہ محمود احمد فاروقی مطبوعہ پاکستان ۱۹۶۲ء

(۸۶) مآثر رحیمی جلد اول ص۵۴-۲۵۳

(۸۷) تاریخ فرشتہ ص۸۲۲ (تاریخ فرشتہ ص۳۶۳ جلد دوم مطبوعہ نولکشور ۱۲۸۱ء)

(۸۸) تاریخ حسن ص۸۵-۲۸۳ جلد دوم

(۸۹) طبقات اکبری ص۴۵، انگریزی، تاریخ فرشتہ ص۸۲۲، مآثر رحیمی ص۵۴-۲۵۳

(۹۰) بہارستان شاہی ص۲۵-۱۲۳

(۹۱) بہارستان شاہی ص۱۲۶

(۹۲) تاریخ حسن ص۲۸۶

(۹۳) بہارستان شاہی ص۱۲۶ طبقات اکبری ص۴۲۶ منتخب التواریخ (بدایونی) ص۱۳۶ انگریزی

(۹۴) منتخب التواریخ اردو ترجمہ ص۵۳۶ طبقات اکبری اکبر نامہ ص۸۱۸ جلد سوم

(۹۵) منتخب التواریخ ص۳۹۳ (بدایونی) اردو ترجمہ ص۳۹۳

(۹۶) نوادر الاخبار ورق ۸۱، واقعات کشمیر ص۹۱
تاریخ حسن ص۲۸۱

(۹۷) تاریخ حسن ص۲۸۱

(۹۸) تاریخ حسن ص۲۸۲

(۹۹) ملک حیدر ورق ۶۱ الف، منتخب التواریخ ۹۲
نرائن کول

(۱۰۰) ملک حیدر ۶۱ ب

(۱۰۱) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص۲۴۲-۲۴۳

(۱۰۲) ملک حیدر ۶۲ الف

(۱۰۳) بہارستان شاہی ص۱۳۰

(۱۰۴) طبقات اکبری ص۴۲۷

(۱۰۵) طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۸ تاریخ حسن ص۲۹۱

(۱۰۶) طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۹، تاریخ حسن ص۲۹۲

(۱۰۷) طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۹

(۱۰۸) تاریخ فرشتہ ص۸۲۷

(۱۰۹) ملک حیدر ورق ۶۲ ب ۶۳ الف، واقعات کشمیر
ص۹۳

(۱۱۰) ملک حیدر ۶۳ ب ۶۴ الف، تاریخ فرشتہ ص۸۲۶
طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۸

(۱۱۱) طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۹، تاریخ فرشتہ ص۸۲۶
واقعات کشمیر ص۹۲، تاریخ حسن بیگ ورق ۴۴ ب

(۱۱۲) آثر رحیمی ص۲۵۶، تاریخ فرشتہ ص۸۲۳ واقعات
تاریخ حسن ص۲۹۶، منتخب التواریخ

(۱۱۳) ملک حیدر ص۱۹۹، طبقات اکبری جلد دوم ص۴۰۱

(۱۱۴) بہارستان شاہی ص۱۳۴

(۱۱۵) تاریخ کشمیر ورق ۶۲ ب

(۱۱۶) منتخب التواریخ قلمی ورق ۹۳ ب

(۱۱۷) تاریخ کشمیر ص۹۲ ۴۴ ب

(۱۱۸) واقعات کشمیر ص۹۲

(۱۱۹) تاریخ حسن ص۲۸۵ جلد دوم

(۱۲۰) تاریخ کشمیر ص۹۴-۹۳

(۱۲۱) واقعات کشمیر ص۹۳

(۱۲۲) ملک حیدر ورق ۶۴ الف، منتخب التواریخ ورق
۹۴ ب نرائن کول عاجز

(۱۲۳) تاریخ فرشتہ ص۸۲۸ آثر رحیمی ص۲۵۶

(۱۲۴) نوادر الاخبار ورق ۸۰، ۸۸

(۱۲۵) تاریخ حسن ص۲۸۸

(۱۲۶) تاریخ فرشتہ ص۸۲۸ بہارستان شاہی ص۱۳۴
واقعات کشمیر ص۹۳

(۱۲۷) بہارستان شاہی ص۱۳۹-۱۳۶ حیدر ملک ۱۷۱ الف
واقعات کشمیر ص۹۴ تاریخ حسن ص۲۹۵

(۱۲۸) بہارستان شاہی ص۱۳۶-۱۴۰

(۱۲۹) ملک حیدر ۶۵ ب ۶۶ الف

(۱۳۰) تاریخ حسن جلد دوم ص۳۰۱، بہارستان شاہی ص۱۴۷

(۱۳۱) بہارستان شاہی ص۱۴۷

(۱۳۲) بہارستان شاہی ص۱۵۵ تاریخ فرشتہ ص۸۲۹

ملک حیدر ۶۷ ب

(۱۳۳) واقعات کشمیر ص۹۴، تاریخ حسن جلد دوم ص۳۰۶

(۱۳۴) بہارستان شاہی ص۱۵۵

(۱۳۵) تاریخ حسن ص۳۰۶، واقعات کشمیر ص۹۴ ملک حیدر
۶۹ الف، منتخب التواریخ ۹۶ الف

(۱۳۶) تاریخ حسن ص۳۱۳، واقعات کشمیر ص۹۴ منتخب
التواریخ قلمی ۹۶ الف

(۱۳۷) بہارستان شاہی ص۱۵۶

(۱۳۸) تاریخ فرشتہ ص۸۲۹

(۱۳۹) بہارستان شاہی ص۱۵۶

(۱۴۰) تاریخ حسن ص۳۰۹

(۱۴۱) بہارستان شاہی ص۱۵۶

(۱۴۲) ملک حیدر ۶۹ الف تا ۷۱ الف تاریخ فرشتہ
ص۸۳۰ واقعات کشمیر ص۹۵

(۱۴۳) ملک حیدر ۷۱ الف، واقعات کشمیر ص۹۵
تاریخ حسن ص۳۱۳

(۱۴۴) بہارستان شاہی ص۱۶۳، تاریخ حسن ص۳۱۳

(۱۴۵) واقعات کشمیر ص۹۵

(۱۴۶) بہارستان شاہی ص۱۶۴ تاریخ حسن ص۳۱۴
ملک حیدر ۷۱ الف، طبقات اکبری ص۵۰۴
جلد سوم

(۱۴۷) طبقات اکبری جلد سوم ص۵۰۴، تاریخ حسن ص۳۱۶

(۱۴۸) تاریخ حسن ص۳۱۶

(۱۴۹) بہارستان شاہی ص۱۶۸-۱۶۹

(۱۵۰) بہارستان شاہی ص۱۷۱

(۱۵۱) تاریخ حسن ص۳۱۸

(۱۵۲) تاریخ حسن ص۳۱۹

(۱۵۳) ملک حیدر ورق ۷۳ الف

(۱۵۴) اکبرنامہ جلد سوم ص۵۰۶، طبقات اکبری جلد سوم ص۵۰۴
تاریخ فرشتہ ص۸۳۱

(۱۵۵) تاریخ حسن ص۳۲۰

(۱۵۶) بہارستان شاہی ص۱۷۳، تاریخ حسن ص۳۲۰
ملک حیدر ص۷۵ الف، تاریخ فرشتہ ص۸۳۲
طبقات اکبری جلد سوم ص۵۰۹

(۱۵۷) ملک حیدر ۷۴ ب

(۱۵۸) واقعات کشمیر ص۹۶، تاریخ حسن ص۳۲۱

(۱۵۹) تاریخ ملک حیدر ورق ۷۵ ب

(۱۶۰) تاریخ فرشتہ ص۸۳۲، طبقات اکبری ص۵۰۹، جلد سوم
واقعات کشمیر ص۹۶، ملک حیدر ۷۵ ب، منتخب
التواریخ بدایونی ص۵۲۶ اردو ترجمہ

(۱۶۱) اکبرنامہ جلد سوم ص۵۱۷، طبقات اکبری جلد سوم ص۵۰۶

(۱۶۲) بہارستان شاہی ص۱۷۴ حیدر ملک ۷۶ ب

(۱۶۳) تاریخ حسن ص۳۲۳، واقعات کشمیر ص۹۷

(۱۶۴) تاریخ حسن ص۳۲۴، حیدر ملک ۷۶ ب

(۱۶۵) واقعات کشمیر ص۹۷

(۱۶۶) اکبرنامہ ص۲۴۷ جلد سوم، بہارستان شاہی ص۱۷۵

(۱۶۷) واقعات کشمیر ص۹۷، ملک حیدر ۱۹۱

(۱۶۸) تاریخ حسن ص۳۲۵، بہارستان شاہی ص۱۷۶

(۱۶۹) اکبرنامہ ص۴۸۱ فارسی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

(۱۷۰) بہارستان شاہی ص۱۷۷

(۱۷۱) منتخب التواریخ ص۵۸۶ اردو، طبقات اکبری ص۷۶۱ جلد سوم، تاریخ فرشتہ ص۳۳۸، تاریخ حسن ص۳۲۵، تاریخ کشمیر حسن بیگ ورق ۳۵ ب

(۱۷۲) بہارستان شاہی ص۱۷۷

(۱۷۳) ملک حیدر ورق ۷۷ ب، بہارستان شاہی ص۱۷۷

(۱۷۴) تاریخ کشمیر ۸، ورق حیدر ملک

(۱۷۵) نوادرالاخبار ورق ۱۰۱ الف

(۱۷۶) مجموعہ التواریخ ورق ۱۱۲ ب پنڈت بیربل کاچرو

(۱۷۷) تاریخ حسن ص۲۹۷

(۱۷۸) تاریخ کشمیر خلیل مرجان پوری ص۱۶۹

(۱۷۹) خواتین کشمیر ص۸۷-۱۰۱، مطبوعہ علی محمد جیہ کدل سری نگر۔

(۱۸۰) ہسٹری آف مسلم رول ان کشمیر ص۲۰۷، ۲۰۸

(۱۸۱) کشمیر انڈر سلاطنز ص۱۵۸

(۱۸۲) شیعان کشمیر ص۹۰

(۱۸۳) تاریخ کشمیر ورق ۲۷ الف

(۱۸۴) تاریخ حسن ص۳۱۴

(۱۸۵) بہارستان شاہی ص۱۹۹ شیعان کشمیر ص۹۸

(۱۸۶) کلیات توفیق قلمی وغیر مطبوعہ ورق ۹۷ ب

(۱۸۷) تاریخ حسن ص۳۱۵

(۱۸۸) سرینگر ٹائمز مطبوعہ ۳ رجون ۱۹۷۸ء

(۱۸۹) واقعات کشمیر ص۱۴۷، ملک حیدر ص۶۹

(۱۹۰) تاریخ ملک حیدر ص۶۹

(۱۹۱) نوادرالاخبار ص۱۰۳

(۱۹۲) نوادرالاخبار ص۱۰۳

(۱۹۳) نوادرالاخبار ص۱۰۵-۱۰۴

(۱۹۴) گل رعنا ورق ۵۶۲ ب اورنگ شفیق آبادی قلمی غیر مطبوعہ (نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ)

(۱۹۵) بہارستان شاہی ص۱۶۶

(۱۹۶) واقعات کشمیر ص۹۳

(۱۹۷) تاریخ کشمیر خلیل مرجان پوری

(۱۹۸) بہارستان شاہی ص۱۶۳

(۱۹۹) تاریخ حسن ص۳۱۱

(۲۰۰) بہارستان شاہی ص۱۹۹

(۲۰۱) بہارستان شاہی ص۱۸۰

(۲۰۲) ملک حیدر ورق ۹۷ الف، ۹۷ ب، واقعات کشمیر ص۹۹ فتحاب مکرو دیہہ ص۵۰۶، تاریخ حسن ص۳۲۵

(۲۰۳) ملک حیدر ۹۷ ب، واقعات کشمیر ص۹۸

(۲۰۴) تاریخ حسن بیگ ورق ۴۱ ب، تاریخ حسن ص۳۲۹

(۲۰۵) واقعات کشمیر ص۹۸

(۲۰۶) بہارستان شاہی ص۱۸۱، واقعات کشمیر ص۹۸ تاریخ حسن ص۳۳۱

(۲۰۷) واقعات کشمیر ص۹۹، تاریخ حسن ص۳۳۱

(۲۰۸) بہارستان شاہی ص۱۸۱

(۲۰۹) تاریخ حسن ص۳۳۲، بہارستان شاہی ص۱۸۲

(۲۱۰) اکبر نامہ صـ۴۸۱ جلد سوم، حیدر ملک ۸۰ الف

(۲۱۱) واقعات کشمیر صـ۹۹

(۲۱۲) واقعات کشمیر صـ۹۹ نوادر الاخبار صـ۲۲-۱۲۱

گوہر عالم صـ۲۴۵ محمد اسلم منعمی، تاریخ کشمیر خلیل

مرجان پوری صـ۳۳۲

(۲۱۳) بہارستان شاہی صـ۱۸۱ ملک حیدر ۸۰ الف،

اکبر نامہ ۴۹۶ جلد سوم، تاریخ حسن صـ۳۲۳

(۲۱۴) ملک حیدر ورق ۸۱ ب، نوادر الاخبار صـ۱۱۲،

گوہر عالم صـ۲۴۶، واقعات کشمیر صـ۱۰۰

(۲۱۵) تاریخ حسن صـ۳۲۴

(۲۱۶) ملک حیدر ۸۱ الف، بہارستان شاہی صـ۱۸۲

(۲۱۷) نوادر الاخبار صـ۱۱۲

(۲۱۸) اکبر نامہ صـ۵۰۴ جلد سوم فارسی

(۲۱۹) بہارستان شاہی صـ۱۸۳

(۲۲۰) حیدر ملک ورق ۸۱ الف، ۸۱ ب

(۲۲۱) تاریخ حسن جلد سوم صـ۴۱۶

(۲۲۲) فتحات کبرویہ صـ۵۰۶، تاریخ حسن صـ۴۱۶

(۲۲۳) واقعات کشمیر صـ۱۰۱

(۲۲۴) تاریخ کبیر کشمیر صـ۱۰۲ (قلمی) محی الدین مسکین

(۲۲۵) نوادر الاخبار صـ۱۵-۱۱۳

(۲۲۶) ملک حیدر ورق ۸۲ الف

(۲۲۷) حیدر ملک ۸۳ الف، تاریخ حسن بیگ ۳۴ الف

تاریخ حسن صـ۱۸-۴۱۷

(۲۲۸) بہارستان شاہی صـ۸۵-۱۸۶، تاریخ حسن صـ۴۱۹

(۲۲۸) بہارستان شاہی صـ۸۶-۱۸۷، تاریخ حسن صـ۴۱۹

تاریخ حسن صـ۴۲۱ ملک حیدر ۸۳ ب

(۲۳۰) واقعات کشمیر صـ۱۰۱ تاریخ حسن صـ۴۲۱

(۲۳۱) تاریخ حسن صـ۴۲۲

(۲۳۲) ملک حیدر ۸۴ الف تاریخ حسن صـ۴۳۲

(۲۳۳) واقعات کشمیر صـ۱۰۳، تاریخ حسن صـ۴۲۳

(۲۳۴) بہارستان شاہی صـ۱۸۹ تاریخ حسن صـ۴۲۵

(۲۳۵) تاریخ حسن صـ۴۲۶، بہارستان شاہی صـ۱۹۰

(۲۳۶) بہارستان شاہی صـ۱۹۳

(۲۳۷) تاریخ حسن صـ۴۳۰

(۲۳۸) تاریخ حسن صـ۴۳۳

(۲۳۹) تاریخ حسن صـ۴۲۵

(۲۴۰) بہارستان شاہی صـ۲۰۳، تاریخ حسن صـ۴۲۶

(۲۴۱) تاریخ فرشتہ ۵۶۷

(۲۴۲) بہارستان شاہی صـ۲۰۴ تاریخ حسن صـ۴۳۶

(۲۴۳) بہارستان شاہی صـ۲۰۶

(۲۴۴) بہارستان شاہی صـ۲۰۷

(۲۴۵) منتخب التواریخ بدایونی صـ۳۷ ۵

(۲۴۶) نوادر الاخبار صـ۱۲۱

(۲۴۷) منتخب التواریخ بدایونی صـ۵۳۷

(۲۴۸) تاریخ حسن صـ۴۳۵

(۲۴۹) نوادر الاخبار صـ۱۲۴

(۲۵۰) بہارستان شاہی صـ۳۵-۱۳۴

(۲۵۱) واقعات کشمیر صـ۱۰۸

(۲۵۳) نوادرالاخبار ص۱۳۲ گوهر عالم ص۲۴۵

(۲۵۴) تاریخ کشمیر خلیل مرجان پوری ص۱۰۹-۱۰۸ تاریخ ملک حیدر ص۱۹۳ (نسخۂ خدا بخش لائبریری پٹنہ)

(۲۵۵) واقعات کشمیر ص۹۸

(۲۵۶) تاریخ حسن جلد ص۵۴۰ واقعات کشمیر ص۱۶۳

(۲۵۷) تاریخ حسن جلد اول ص۴۸۰

(۲۵۸) تاریخ حسن جلد اول ص۵۴۶

(۲۵۹) تاریخ حسن " ص۴۸۰

(۲۶۰) تاریخ حسن " ص۴۸۱

(۲۶۱) تاریخ حسن " ص۴۸۲

(۲۶۲) تاریخ حسن " ص۴۸۲

(۲۶۳) تاریخ حسن " ص۴۸۸

(۲۶۴) تاریخ حسن " ص۴۸۹

(۲۶۵) تاریخ حسن " ص۶۹۶

(۲۶۶) تاریخ حسن " ص۴۹۰

(۲۶۷) تاریخ حسن جلد دوم ص۴۹۸

(۲۶۸) تاریخ حسن جلد دوم ص۱۰۱

(۲۶۹) تاریخ حسن جلد اول ص۴۹۱

(۲۷۰) تاریخ حسن " ص۴۹۱

(۲۷۱) تاریخ حسن " ص۴۹۲

(۲۷۲) تاریخ حسن " ص۴۹۲

(۲۷۳) تاریخ حسن جلد دوم ص۸۵۲

کتب لغات

(۱) بہار عجم مرتبہ ٹیک چند بہار مطبع سنہ ۱۸۹۴ء
مطبع نولکشور لکھنؤ جلد دوم

(۲) غیاث اللغات ، مرتبہ مولوی غیاث الدین رامپوری
مطبع رائے صاحب منشی گلاب سنگھ لاہور
(کتب خانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۳) نفائس اللغات مرتبہ اوحد الدین بلگرامی
مطبع مصطفائی لکھنؤ سنہ ۱۲۵۷ ہجری مملوکہ
کتاب خانہ ڈاکٹر سید نیر مسعود صاحب لکھنؤ.

(۴) لغات کشوری .مطبع نول کشور لکھنؤ

تاریخ کشمیر
معروف بہ
بہارستانِ شاہی
(۱۰۲۳ھ)

پہلا باب

احوالِ مُلکِ کشمیر و رَاجگانِ ہندو

احوالِ کشمیر مورخانِ اخبارِ سلاطینِ ممالکِ کشمیر کہ از جملہ حالات و واقعاتِ ملوک و احکامِ احوالِ اشراف نام را بقلم کشمیری نوشتند۔ در دفاترِ اخبار و صحائفِ آثار چنیں ثبت نمودند کہ در کشمیر در زمانِ قدیم آب بر زمین متولی بود۔ تا دو ہزار دو و بیست سال کہ دراں کشپ سرمی گفتند و در ہمسائگیِ آں کشپ سرمردِ زاہدے متاہل بود، از اہل ہند کشپ نام۔ پس از حضرت عزت خواست۔ زمینِ خشک راجہتِ عبادت و بودن خود۔ پس حق سبحانہ و تعالیٰ سہ نفر از فرشتگان فرستاد۔ امر کردہ اند اخراجِ آں آب تا خشک شد و آں قدر جائیکہ آں زاہد بہ نشیند و عبادت کند بجہت او تعیّن کردہ اند آں زمین را بہ کشپ سر نام کردہ اند یعنی آں سنگ تراشیدہ است۔

آوردہ اند کہ بعد ازاں باسم ہبکیدرات (کذا) زمین بگلہا کندہ انواع تخم انداختہ و زراعت و امارت بسیار کرد۔ و از طرف ہند جمع کثیر آمدہ خانہ ہا گرفتند و پادشاہِ آنہا راجای والانام۔ آں پادشاہ ترکشل است و معنی ترکشل آں است کہ ہیچکس نمی تواند در بخت و اقبال با او برابری کرد و ایں زمینِ کشمیر نام نہادہ اند و منبع گنگ ہم انجاست۔ و آنجا راہ نمی توان رفت و در درمان

آں کوہ و مزارعہا و زمین ہائے پاکیزہ و خوش و بے نہایت است۔ آں را تا در نامند۔ ہمہ آں زمین ہا ہفتاد و دو قطعہ است کہ عبارت از صد و ہشت کردہ است۔ درمیان آں زمین ہا شہر کشمیر است۔ در آنجا شصت و چار صنف آدمیان پیدا شد و راجہ یک صنف انسان است۔ ایں ہا ہمہ علما و بزرگان و مجتہدان آں طائفہ اند۔ بعد از ایشان صنف دیگر است کھتریش نام۔ آنہا داو بادشاہان و خدام آنہا اند۔ بعد از ایشان ویش اند۔ آنہا مزارعان محترف اند۔ و بعد از ایشان چنڈال اند آنہا عوام کمتریں مردم اند و لولیان امثال ایشانند۔

وسلطان کہ اوّل بنائے شہر کشمیر کرد نام او پرورسین بود۔ بہ تربیت او کلان شدہ بود۔ چوں بمرد مقبرہ او شگاف شدہ، بر آسمان رفت نزدیک ماہی شور۔ بعد ازاں پسر او تنادت بر تخت سلطنت نشست۔ شصت سال پادشاہی کرد۔ بعد ازاں پسر او ننہ دیو چہل سال پادشاہی کرد چوں بمرد از نسل او للتہ دت پیدا شد۔ پادشاہی ہشتاد سال کرد و اہل کشمیر اورا ذوالقرنین میگوئیند۔ ومیگوئیند کہ او جمع عالم در تصرّف خود آوردہ از ابتدار چین تا انتہا معرف۔ و در کشمیر خانہا (ئے) للتہ دت بسیار است و للتہ دت شہری بنا کرد نام آں پرسپور معنی آنست کہ ہیچ شہرے مثل آں نیست و بت خانہا در آنجا بنیاد کرد و بناہائے کلان در آنجا نصب کرد و بتی شصت گز دراز بود۔ بعضی گوئیند کہ در آں زمان قد آدمی ہماں قدر بود عرض جثہ آدمی بقدر درازی بود۔ و ہر چہ آں ذوالقرنین از بت می طلبید میسر می شد۔ و اورا در زمان ذوالقرنین پرستش بسیار می کردند۔

و در آں زمان شخصے بود۔ دو سنگ از جواہر داشت و خاصیت یکی آں دو جواہر آں بود کہ ہرگاہ در بحر می انداختند آب خشک می شد ہر کہ میخواست در راہ خشک میگذشت۔ و خاصیت جواہر دیگر آں بود کہ ہرگاہ در برابر بحر میداشتند آں جواہر دیگر پیش او میرسید باز آب بحال خود می آمد و ذوالقرنین میخواست کہ آں دو جواہر را بخرد۔ صاحب جواہر قبول نمی کرد و میگفت کہ از دست من کسے نمی تواند برآورد و دیگر بصورت شاک مُونی۔ معنی شاک مونی آنست کہ جان خود را بقالب دیگرے در آرد۔ چونکہ من از جمع بلاہا و آفت ہا بواسطۂ آں دو جواہر خلاص شدم۔ بعد از سال ششم باز در کشمیر آمد۔ شہر کشمیر را بہ پسر زادۂ خود سپرد۔ وِرتنا تیر نام۔ خود بجہت تسخیر ممالک ولایت رفت باز گست و خبر موت او ہیچکس نرسانید کہ چگونہ بود۔ وِرتنا تیر پسر زادۂ

او بجہت تسخیر ولایات رواں شد و اکثر شہرہا گرفت تا آنکہ بشہرے رسید از طرف مشرق۔ پادشاہ شہر را از رتنا تیر رسانیدند۔ با وزیر و امرا مشورت کرد کہ دریں امر صلاح ارکان دولت چیست۔ وزیر اعظم بعرض رسانید کہ رتنا تیر پادشاہ عظیم و ایشان را مقاومت بجنگ نتواں کرد و در مصلحۂ خاطر ترا امن نیست و دافع او مشکل مگر آنکہ پادشاہ در مجلس بمن مشورت کند۔ من بطریق نصیحت با نقیاد اطاعت رتنا تیر صلاح دہم و سلطان در غضب آمدہ حکم بینی بریدن اخراج کردن نماید۔ چوں مرا از شہر اخراج کند و بینی بہ برند در میان غنیم رفتہ فکر ہلاکت دشمن بکنم۔ چوں چنیں آں وزیر اعظم در میان دشمن و احوال او بہ رتنا تیر رسید در فتح بلاد او را ہم داستان کرد۔ وزیر عاقل کہ او در مقام ربود فریب است۔ رتنا تیر را دلالت براہی کرد کہ دہ دوازدہ روز آب پیدا نبود۔ اکثر انسان و حیوان آں لشکر ہلاک شدند۔ چوں رتنا تیر مکرِ وزیر معلوم کرد از وپرسید۔ سبب مکرِ تو چہ بود؟ او در جواب گفت کہ قصد ہلاکت شما۔ تا ملک پادشاہ من از شر شما محفوظ ماند۔ چوں رتنا تیر معلوم کرد او را خلعت و انعام فرمود۔ پادشاہ او را نیز نظر مرحمت التفات کرد۔ از آنجا ولایت کیش و بحرین رفت۔ آنجا شکست خورد۔ اکثر لشکر و حشم او تلف شد و سلطان با معدودے چند در دست پادشاہ بحرین افتاد۔ او بمادر خود سپرد کہ او را نگاہ دارد۔

روزے رتنا تیر بمادر او گفت کہ پسر تو چنیں و چنیں توانم کرد۔ او در جواب از روئے تعجّب گفت کہ در بندی چنیں و چناں چوں توانی کرد۔ دریں اثنا بادِ شدید وزیدن گرفت۔ خود را و مادر سلطان در کشتی انداخت و کشتی را بطرف معبر برد۔ در آنجا شیرے بود۔ مردم را می کشت۔ سلطان معبر از ہلاک او عاجز بود۔ بس رتنا تیر دستِ چپ در دہن شیر انداخت بدست راست او را پارہ کرد۔ چوں سلطان معبر چنیں دید۔ تعجب کرد و او را بحضور خود طلبید۔ خلعت و انعام داد و دختر خود را در عقد او در آورد۔ لشکرِ بسیار با او ہمراہ کرد۔ وبہ تسخیر ولایت فارس فرستاد۔ و آنجا ممالک را حد تصرّف خود در آورد و دُکان آنجا منتسل ساخت و از آنجا باز بدیار کشمیر رفت و آنجا سلطنت می کرد۔ روزے از روزہا سوار شد۔ مقرعہ و چابک بمن رسان۔ او گفت کہ ایں کارِ من نیست۔ شغل من قاصدے سفر است۔ آنہا را بزبان کشمیری "پوتکان" می گفتند۔ پادشاہ از سخن او برآشفت۔ فرمود عنقریب شغلِ تو

حاضر سازم۔ پس سلطان حکائیت نوشت بدست سفیرے داد وگفت ایں نوشتہا را بہ سلطان گنگ برسان و گنگ شہرے عظیم ومشہور بود از بلاد ہند ونام بادشاہ گنگ دادرس بود۔ و فرمان بنام او باین مضمون نوشت کہ یک ہزار وپنج کشتی بمجرد رسیدن فرمان از برائے ساختن قلعہ بفرستند۔ چوں قاصد در کشتی نشست ماہی بزرگ کشتی را بآں مردم فرو برد۔ آں قاصد شمشیر داشت۔ وبآں شمشیر ماہی را پارہ کرد تا ماہی بمرد وکنارۂ دریا افتاد۔ نزدیک شہر کشرندان قاصد از شکم ماہی برآمد۔ چوں مردم کشرندان حال مشاہدہ کردند۔ تعجب نمودند۔ و ماجرا از او استفسار نمودند۔ آں شاہد حال خطوط فرامین کشمیر یافتہ اند۔ پس پیش سلطان گنگ بردند۔ چون سلطان گنگ از قصہ واقف شد۔ یکہزار وپنج کشتی ہمراہ پوتکان فرستاد۔ چون پوتکان در حوالی شہر کشمیر رسید از آمدن دیوان سلطان گنگ بہ پادشاہ کشمیر خبر کرد سلطانِ کشمیر نخود[لہ] و آہنش[لہ] ومیوہ ہائے خار داز بجہت دیوان فرستاد۔ و راتبہ دیوان ہر روز ازیں نخود و نواکہ بود تا قلعہ تمام ساختند باندرکوٹ۔ ہفتاد سال در آنجا پادشاہی کرد۔ بعد ازاں سلطنت بہ پسرِ خود داد باسم برداناتنت۔ بعد از وے پادشاہ بکشنشل درمہ چند منقل شد۔ بعد از وفات او بانت دیو منتقل شد۔ انت دیو پادشاہ بود بخیل وحریصِ جمع مال تا آنکہ امر کرد بدختران خود کہ در کوچہا جہت زنا بنشستند تا زر از مردم بگیرند و در زنا مردی بود عظیم الشان برہمن نام۔ چوں برہمن بمرد۔ از و یک زن ویک پسر بماند۔ پسر او عاشق شد بدختر سلطان از روے نصیحت گفت کہ ترا از پدر میراث نماند کہ بآں مطلب خود توانی حاصل کرد مگر آں کہ یک دینار از و ماندہ بود و در وقت سوختن در دہن او گذشتیم۔ چوں پسر برہمن بریں حال واقف شدہ رفت وجائے کہ ایں برہمن سوختہ بودند۔ آں دینار را پیدا کردہ بدختر سلطان داد تا بمراد خود رسید۔

روزے دیگر دختر با جمع دختران دیگر دیدار پادشاہ را انبساط روئے داد۔ از ضرب عیار او تعجب نمودند وبامرائے احضار خود صاحب دینار را حکم کرد۔ چوں صاحب دینار حاضر شد از وصول دینار در کشفِ تعشق او استفسار نمود۔ بعد از وقوف احوال از وزیر صیانت تدبیر پرسید۔ کہ از موت چیزے ہمراہ مردہ بودہ باشد از مال وجاہ دنیائے۔ وزیر گفت بغیر از ذکر جمیل وعدل

لہ لہ ایک قسم کا غلہ ہے۔

رعایا و خیر جاری۔ چون پادشاه حرف وزیر شنید از کردهٔ خود پشیمان شد۔ و امر بنائے مدارس
احادیث بنا بر عمارت مساجد تعمیر پل و راه ها کرد و آنچه از دنیا داشت بر فقرا و مساکین وقف کرد۔
بعد ازاں احقاق حقوق کرد و اورا نه نفر از اولاد بود۔ همه یکے بعد از دیگرے سلطنت کرده اند۔
سیصد و شصت سال و ایام سلطنت۔ آنها سیصد و شصت گنج جمع شد۔ حکم کرد آنها را مهر
کنند و دران زمان دیوانه بود سنگے در بغل گرفته پیش سلطان رفت که این گنج من در میان
گنجہائے خود دفن کن۔ سلطان گفت کای دیوانه این سنگ است نه گنج۔ دیوانه گفت که گنج
بے منفعت و دل بے لہیت و خشم بے وقت کم ازیں سنگ است۔ پس سلطان فریاد باز کشید و
دست بر سر زد و گفت کاین دیوانه راست گفت۔ بسخن باید نظر کرد۔ نه بسخن گویش۔ خزائن را
متفرقه ساخت و اموال به لشکریان و فقرا و مساکین تفرقه کرد۔ و در حال این حال سلطان فوت
شد۔ و در زمان او زاهدے بود چو خبر فوت سلطان شنید بر خیرات حسنات او تاسف خورد و روح
خود را به بدن سلطان نقل کرد و در سلطان زنده شد۔ و شکر خدا کرد و گفت حمد خدا را بعد از
مردن مرا زنده کرد۔ این خبر در بلاد هند شائع شد۔ خبر بحکما رسید۔ جمع شده بسلطان غوص
کردند۔ خبر باید گرفت که دریں ایام کسے فوت شده باشد۔ چون تفحّص کردند۔ زاهد مرده را
یافتند۔ در حال بدن او را سوختند تا روح او عود نکند۔ پس ازاں سی و شش سال سلطنت
کرده بمرد۔

بعد ازاں در میان امرا اختلاف نزاع افتاد پس متفق شدند۔ هر که صباح از دروازهٔ
شهر اول در آید او را پادشاه سازند۔ پس روز دیگر فقیرے از دروازهٔ شهر در آمد او را پادشاه
ساختند۔ فرزندان او تا چهار صد سال پادشاهی کرده اند۔ آخر پادشاهان آں جماعت هرشید
نام بود او بتان را از چوب و سنگ و گچ و کلوخ ساختن اختراع کرد و پیش ازاں از طلا و
نقره می ساختند۔ در آں زمان پادشاه دیگر بود۔ دو پسر داشت۔ هرشید قصد کشتن آں دو
پسر کرد از جهت آنکه امرای هرشید باآں دو پسر میل داشتند پس خبر رسید باآں دو پسر هر دو گریختند
هرشید تعاقب کرد۔ آنها را نیافت والدین آنها را کشت و برگشت چوں پسران خبر کشتن والدهٔ
خود شنیدند۔ و از سلاطین نواحی امداد خواستند جمع کرده بر سر هرشید آمدند۔ جنگ درگرفت۔
آخر الامر شکست بر هرشید افتاد و کشته شده سلطنت و تاج و تخت بدست برادر کلان افتاد

عدل و انصاف کرد دوازده نفر از فرزندان او سلطنت کردند۔ آخر آنہا در ہفصد و پنجاہ ہجری بود و نام آخر آنہا شیوہ دیو بود۔ و در زمان او پادشاہے در ہند بود۔ عظیم قوی ہیکل نام او شری بس۔ او لشکر کشید بہ سلطان کشمیر و او را کشت و ملک او را گرفت و صد سال پادشاہی کرد۔

بعد ازاں بر سر او سلطان شیرا کر مادت بر او لشکر کشید۔ از و شہر کشمیر گرفت او را کشت۔ از وے دخترے و پسرے خُرد ماند۔ ہر دو گریختند۔ بولائیت تابر در تہ درختے فرد آمدند۔ و سال بسیار در آنجا گذرانیدند۔ تناسل و توالد از آنہا در آنجا بسیار شد۔ از ایشان مقوّل بسیار ظہور آمد۔ از ایشان پرسیدند۔ کہ نسل شما بہ کہ میرسد در جواب گفتند کہ ما فرزندان ایں در ختیم و پیش ازیں سلطانی بود۔ در ہند نام او شر ہرشہ دیو۔ ما را او ایں کشمیر داد۔ پس بنائے کشمیر آباداں کردند۔ تا سیصد سال او و فرزندان لشکر منگول آمد۔ بحکم قاآن ترک سر لشکر کہ او بود۔ شہر کشمیر را محاصرہ کرد و اہل او را غارت۔ امارام دیو گریخت بر شنگ سوار شدہ و لشکر در عقب او میرفت۔ تا آنکہ او بدریا در آمد و از دریا گذشت۔ منگول در کشمیر شش ماہ ماند و غارت کرد۔ پس منگول بازگشت بوطن خود و رام دیو باز آمد۔ بہ کشمیر و سلطنت گرفت و منگول را شکست داد بعد ازاں رام دیو بمرد و برادر او بر تخت سلطنت نشست۔ لکشمہ دیو نام بحکم میکوقان و ہلاکو قان و چون لکشمہ دیو بمرد۔

در تاریخ پانصد و سی و یک از ہجرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم زیہ سہم دیو نام حاکم و والی کشمیر بود۔ و در عہد سلطنت وے در تاریخ پانصد و سی و پنجم ہجری رائے نگر کوٹ ملہ چند بہ کشمیر در آمد۔ و بزیہ سہم دیو اتفاق و متابعہ نمودہ سپہ سالاری می نمود و مدت ایام سلطنت زیہ سہم دیو قریب بہ بیست و ہفت سال بود و در تاریخ پانصد و پنجاہ و ہشت مرغ روحش از قفس بدنش پرید۔ و پسر وے پرمات دیو نام بجائی وے بہ سلطنت نشست و مدت حکومت وے نہ سال و شش ماہ بود۔ در تاریخ پانصد و شصت و ہشت از ہجرت وفات یافت و بجائے وے پسرش دنتت دیو نشست و ایام دولت وے نہ سال و چہار ماہ و دو روز بود۔ و در تاریخ پانصد و ہشتاد و شش ازیں دار فنا رخت بر بست۔ و بجائے وے پسرش زسہ دیو بر تخت نشست و ایام دولت وے ہژدہ سال سیزدہ روز بود و در تاریخ ششصد و چہارم ہجری پیک اجلش در رسید۔ و بجائے وے پسر وے زکہ دیو حاکم شد و ایام دولتش چہاردہ سال و دو ماہ بود۔ و در تاریخ ششصد و ہژدہ

سال سلطنت وے بآخر رسید۔ و پسر وے رازه دیو جانشینِ او شد و در زمان وے از نسل
چندان لکه چند سپه سالار بود۔ و والیان متقدم بنفس ولایت کشمیر قناعت کرده بودند و بضبط
اطراف و جوانب تردّدی نمی کردند و این رازه دیو بتدبیر سپه سالاری لکه چند جوانب و اطراف کشمیر
را نیک ضبط نمودند و در تحت تصرف خود آوردند و لکه چند در پرگنهٔ لار قلعهٔ لکنه گیر بنا ساخته و
ایام سلطنت رازه دیو بیست و سه سال و سه ماه و بیست و هفت روز بود و در تاریخ ششصد
و چهل و یک رخت از عالم بربست و بجائے وے پسرش سنگرام دیو نشست۔ و در ایالت
وے بلاد چند پسر لکه چند سرخیل بود۔ و در شهر محلهٔ بردی مر بنا کردهٔ اوست و وقتی که سنگرام دیو در
قصبهٔ پنچه بلار و سنگرام اتو بنا ساخت۔ این بلاد چند دران قصبه چند دریا بنا کرد و ایام سلطنت
سنگرام دیو شانزده سال بود۔ و در ششصد و پنجاه و هفت وفات یافت و پسر وے رام دیو جانشینِ
او شد۔ مدّتِ دولت او بست و یک سال و یک ماه و دوازده روز بود و در ششصد و هشتاد و
هشت لشکرِ اجل بر مملکتِ حیاتِ او تاخت و حکم قضا پسر وے لچهمه دیو را قائم مقام او ساخت و
ایام حکومت وے سیزده سال و سه ماه و دوازده روز بود و در عهد وے سنگرام چند پسر بلاد سرخیل
لشکر بود۔ پس در ششصد و نود و یک لچهمه دیو ازین عالم رحلت نمود و پسر وے سهمه دیو جانشینِ او شد و
ایام دولتش چهارده سال و شش ماه بود۔ در هفصد و پنج ازین جهان رخت بربست و پسر وے سهه
دیو بجائے وے نشست و مدت سلطنت نوزده سال و سه ماه و بیست و پنج روز بود۔ سپه سالار ایشان
رامه چند پسرِ سنگرام چند بود۔

سهه دیو ۱۳۰۱ء

در عهدِ سلطنتِ سهه دیو شهمیر که از اولاد سلاطین سواد کبر بود اکنون بلقب
سلطان شمس الدین معروف و مشهور است بولائیت کشمیر در آمد۔ باعث آمدنش
آں بود که جدّ وے وقور شاه نام مردے با تقویٰ و صلاح تمام بود و پیش پیران طریقت و مشائخ
حقیقت سلوک نموده و ریاضتها کشیده۔ صنعتی که صاحب صفای باطن شده۔ مرتبه مکاشفه حاصل
کرده و وے از کشفِ باطن و مشاهدهٔ عالم معنی خبر داد که از فرزندمن که مسمی است بظاهر پسرے پیدا
شود۔ شهمیر نام۔ پادشاهِ ولائیت کشمیر شود۔ و لقب باشد شمس الدین و سلطنتِ آں مملکت و
حکومت آں ولائیت مُدّت مدید و عهد بعید بفرزندانِ او مفوض و مسلّم باشد و چوں این شهمیر بحدّ
بلوغ رسید و این بشارت از زبان پدر و افواه اقارب خود شنید و کرامات و خوارق عادات جد

خود متیقن و معتقد بود با امید این بشارت با اہل و عیال بولایت کشمیر آمد۔ وچون در قصبۂ بارہمولہ رسید سہہ دیو کہ حاکم و والی کشمیر بود خبر وصول او بداں موضع شنید۔ محل سکونت وی را بقریۂ دوارکیل فرمود و وجہ معاش او ہم از آنجا تعین نمود۔

لنگر چک در زمانِ سلطنت ہمیں سہہ دیو لنگر چک کہ جدِّ چکان است بواسطۂ مخالفت بنی اعمام از ولایت دارد و برخاستہ در دارد و بنشستہ بود و در عہد سہہ دیو با اہل و عیال بکشمیر درآمد و در قریۂ تریہگام لنگر توطن و اقامت انداخت ایزد تعالیٰ ہمان دہ را منزلِ چکان ساخت۔

در عہدِ سلطنت ہمیں سہہ دیو رنیچن از ولایت تبّت بملک کشمیر در آمد۔ وسبب آمدنش ہم مخالفت اعادی و دشمنان بود وچون بکشمیر در آمد التجا برامہ چند آورد کہ سپہ سالار سہہ دیو بود۔ رامہ چند محل سکونت وے گگنہ گیر تعین نمود۔

ذوالجو کا حملہ و در عہد ہمیں سہہ دیو فتنہ ذوالجو ہم در کشمیر واقع شد و مورخان واقعات کشمیر در ہیچ عہدے واقعہ پُرشور و حادثۂ پرفتنہ و آشوب از واقعہ ذوالجو نہ نوشتند و آنچنانست کہ در تاریخ ہفصد و بیست وچہارم ہجری در اوائل بہار پادشاہے ذوالجو نام و از زبان میرزا حیدر باسم زلاجی متحقق گشتہ با ہفتاد ہزار پیادہ وسوار مغول و ترک از راہ بارہمولہ در آمد۔ و از ہمانجا لشکر خود را بقتل عام فرمان داد۔ از سرحد کراج تا نہایت مراج ہر کرا می یافتند کشتند۔ قومے کہ از منازل بجرم بختیاری بقلل جبال و جنگلہا در آمدہ بودند۔ ایشان را گرفتہ می آوردند و مردمان را می کشتند و عورات و اطفال ایشان را بردہ اسیری کردند۔ و بہ تجار و سوداگران خطا کہ ہمراہ داشتند فروختند و تمام عمارتہا شہر و دیہا می سوختند و غلہ و شالی آنچہ می توانستند می خوردند و آنچہ زیادہ ماند سوختہ و تلف میکردند۔ و بہمیں فسق تمام کشمیر را پیر و گذر کردند و سہہ دیو کہ حاکم و والی کشمیر بود بہ سبب پنجۂ ظلم فسادی کہ معتاد او شدہ بود چنان بیدل و نامرد گشتہ کہ معدودے چند از خاصۂ خود ہمراہ گرفتہ بجانب کہتہ وار (کشتواڑ) گریخت و رامہ چند کہ سردار و سرخیل لشکر او بود در پرگنۂ لار بقلعۂ سلہ متحصن شد و لشکر بیگانہ بہمان طریق قتل مردم و غارت اموال میکردند و ہیچ متنفسی را از جنگل ہائی کوہسار و مواضع اختفا از آباد و عوار محال بیرون آمدن نماند چہ جائے آنکہ کسی از دہاقین و مزارعان بکارِ زراعت می پرداختند۔ لاجرم تمام اراضی کشمیر مشتبہ و نامزروع

ماند و حاصلات و غلات سال گذشته بعضی خورد و بعضی سوخته و لشکریانش از سبب قحط و گرسنگی چشم بر ہلاکت دوخته و تمام آں جماعت کشتیٔ حیاتِ خود را در ورطۂ نومیدی انداخته و فرمودۂ بزرگان منسی ساخته۔

رعایا چو بیخ اند و سلطان درخت ۰ درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

مکن ناتوانی دلِ خلق ریش ۰ وگر میکنی میکنی بیخ خویش

چوں لشکرِ بیگانه و جماعت بے ملاحظه قتل و سفک دماء و خونریزیِ مردم رعایا از حد گذرانیدند۔ و قریب ہشت ماه در کشمیر گذرانیدند۔ و چوں آفتاب بآخر عقرب رسید بواسطه شدت قحط ہمه لشکریانش بی اختیار شدند۔ و بجہتِ اضطرار قرار بر فرار دادند و تدبیرِ راه برآمدن ازیں دیار میکردند۔ و از اسیران و بندیان که بدست ایشان محبوس بودند۔ می پرسیدند که بجانب ہندوستان نزدیک تر کدام راہست؟ ایشان براه رل دلالت نمودند و ہمه اسیران ہمراه گرفته بہماں راه متوجه ہندوستان شدند۔ و چوں بر سر کوه رسیدند۔ از قدرتِ الٰہی و غضبِ نامتناہی تیر باران قہر باریدن گرفت و آثار فَاَخَذَتۡهُمُ الصّٰعِقَةُ ظہور نمودن پذیرفت و چنداں برف و باراں بارید که تمام لشکریان و مردم ترک و اسیران را در بحرِ فنا غرق گردانید و ہیچکس از ایشان کشتیٔ حیاتِ خود را بساحلِ نجات نتوانست رسانید و چون ولایتِ کشمیر از تاراجِ ترک و غارتِ ذولجو خلاص شد و اہلِ کشمیر یگان یگان که باقی مانده جابجا خزیده بودند واز مکمن اختفار بیرون آمده بمنازل و مساکن خود می رفتند، بامید آنکه مگر کسے از خویش قبیلۂ خود واصدقا و اقربا را دریابند۔ دیدند که تمام ولایت کشمیر ویران شده و آثار یوم تبدل الارض غیر الارض ظہور نموده۔ ہرچند سو بسو شتافتند۔ ہیچکس از آشنایان و دوستانِ خویشان نیافتند۔ چنداں غم و حسرت و اندوه و حیرت بر دلہائے ایشان استیلا یافت که ممات را بر حیات اختیار میکردند و مرگِ خود را زندگانی بہتر میدانستند و از آنحال سالہائے سال اراضی مملکت چناں نامزروع معطل تیه[1] بیکار ماند که ازان باز تا اکنون که دو بیست و ہفتاد سال گذشت ہرجا که زمینے نامزروع می ماند و تیه می گردد و آں را بزمین آں عہد نسبت نموده۔

---

[1] یعنی بیابانِ و ویران۔

میگویند که اینجا مکرر ذوالجو درمون کشته است و چون مردم کوهستان و متوطنانِ جبال
ویرانی کشمیر دیدند مردم کهیان و دزدان از جوانب و اطراف در آمده مردم باقی مانده کشمیر را
الجه[1] و غارت می کردند و اطفال و عورات ایشان را اسیر می بردند بنا بران در هر پرگنه پهل
پنجاه دو اتفاق نموده یکے را سر ساختند و آلات حرب و سلاح جنگ مرتب و مهیا ساخته بوقایته
اهل و عیال و محافظ النفس و اموال می پرداختند تا رفته رفته در هر پرگنه قلعه گرفتند و یکے را
کوتوال ساخته دم از استقلال می زدند و هیچ کس به هیچ کس سر فرو نمی آورد و از پرگنهٔ لار ریخن
نام جمعیتی پیدا کرده به دغدغهٔ ولایت به بهانهٔ سوداگری بقلعهٔ رامچند فرستاد و اسلحه و آلات
حرب را در بارهاے ایشان پنهان ساخته فرستاد و ایشان را فرمود که چون من آنجا برسم و اظهار
مجادله و مقاتله نمایم بشما هم دست بجنگ و قتال از درونِ قلعه کشاید- کسانِ وے
بموجب فرموده در قلعه رامچند رسیدند- وے هم بعقبِ ایشان در همان شب آنجا رسید-
وے از بیرون قلعه و جماعتِ وے از درون قلعه بجنگ و قتال رامچند مشغول شدند و
رامچند را بقتل رسانیدند و پسرش راون چند و اهل و عیال او را گرفت-

---

[1] مال غنیم-

دوسرا باب

سلاطینِ کشمیر

در تاریخ ہفصد و بیست و پنج رینچن حاکم و والی ایں ولایت شد و چوں رینچن از مردم ایں ولایت نبود۔ تدبیر او بران قرار یافت کہ تا مردم کشمیر یار و معاون خود می توان ساخت بحکومت ایں ولایت نمی توان پرداخت۔ پس راون چندر را پیش خود مقرب کرد و خواہر او کوتہ رینی[1] بنتِ رام چندر را بعقدِ نکاح و تزویج خود گرفت و پرگنہ لار و ولایت تبت را براون چند تفویض نمود و عرف ایں دیار دراں وقت چناں بود کہ ہر کہ را بتعظیم نام می بردند۔ او را فلاں رینو می گفتند و معنی رینہ مالک و صاحب است۔ پس رینچن بداں سبب راون چندر را رینو خطاب داد۔ تا مدتِ لقبِ آں طائفہ ہمیں رینہ است کہ سہہ دیو حاکم ایں ولایت کہ از ترس خطرات ذولجو بہ ولائیت کہتہ وار (کشتواڑ) گریختہ بود باز بہ امید تصرف ولایتِ خود آمدہ و بمقابلۂ رینچن کہ از کمینہ خدمتگاران او بود نشست آخر باو بجنگ و مقاتلہ برابر نتوانست شد۔ و منہزم گشتہ باز بجانب ہماں کہتہ وار گریخت و حکومت ولایت بہ رینچو قرار یافت و دے بہیچ دین و ملت مقید

---

[1] کشمیری میں کبوتری کو کہتے ہیں۔

نہ بود و در ایامِ سلطنت خود بقدر وسع و طاقت بعدل و انصاف خلق و رعیت می شتافت و بہ منت عدلش ممالک کشمیر معمور بہ آبادانی می یافت و دراں وقت کسے نبود کہ قضایائے خلق را بحسب شریعتِ مصطفوی فیصل می داد۔ لاجرم رینچو بہ عقل و فراست و درایت و کیاست خود گرہ از مشکلاتِ واقعات می کشاد و قصۂ خصومت صاحب کسراق دریک کرہ و در آب ازیں اندا ختن آں کرہ از جملہ احکام فراست اوست کہ در زمانِ ایالت و حکومتِ ایشان یک کرۂ شیر دو کسراق می خورد و بداں سبب نوعے باہر دو کسراق موافقت و استیناس گرفتہ بود کہ تیز دے از دیدۂ ادراکِ ناظراں بالکل برخاستہ بود۔ ناچار صاحب کسراق رضاعی دعویٰ ملکیت کرہ نمود و مالک کرہ را بغایت عاجز گردانید بالضرورت ہر دو متخاصم مرافعہ مذکور نزد رینچو بردند۔ قضاتِ زمان و قضاء صاحبِ عرفان بی پنبہ در حکم آں متردد ماند سر بہ جیب تحیر فرو کشیدند رینچو چوں آں حالت بہ چشم بصیرتِ احساس نمودہ فراست بجا آوردہ حکم فرمود کہ ہر دو کسراق با کرہ بر جسر نہر شہر بردہ کرہ را از بست آں جسر در آب اندازند و آں دو کسراق برحال و جائے خویش بمانند۔ بموجب آں کرہ بصبح و صدمہ کہ در آب انداختند مادر حقیقی او بجذبہ عرق مادری بے اختیار خود را متعاقب کرۂ خویش در آب انداختہ بطرف کنارہ رہنمون گشتہ بیروں آوردہ و آں کسراق را مطلقاً جذبۂ التفات بجانب نشد و بر جائے خویش استادہ ماندہ آخرالامر بنور فراست رینچو حق بمرکز خویش قرار و دعویٰ آں باطل گردید۔

رینچن کا اسلام قبول کرنا

در اوائل ہیچ دینی از ادیان متمسک و مقید نبود و ہمیت عدالتش بر آں داشت کہ بہ دینے از ادیانِ در آید و در و در عبادت حق سبحانہ تعالیٰ جد و اہتمام نماید و در آں زمان اہالیٔ کشمیر اندک جماعتے مشرف اسلام بودند۔ و تمام اہالی و رعایا منافق بودند یا کافر۔ چوں رینچو را دغدغہ تمسک دین و تردد عصامِ ملتے راہید اگشت از کافراں داناو اہل عالم آں وقت قواعد و آداب و احکام دیں ایشان پرسید و ایشان تلقین می نمودند و از اہل اسلام ہم قواعد و آداب اسلام مسالت نمود۔ ایشان ہم تلقین ارکان و احکام ایمان و اسلام میکردند و بواسطۂ اختلاف مذاہب و طرف فریقین اطمنان خاطر و اقرار دلی او را حاصل نمی شد۔ و بہ مقتضائی کل حزبٍ بما لدیھم فرحون ہر قومے دینِ خود و مذہب خویش حق می پنداشتند و ہر گروہے بمذہب و کیشِ خویش رغبتش میدادند و بدیں و

ملّتِ خویشتش میخواندند۔ ووے بواسطۂ کثرت اختلافات وتعارض اولات ہر یک حیران و متفکر ماندہ واز مباحثہ ومناظرہ ایشان اوراہیچ یقینے واطمنان حاصل نمی شد وچون عنایتِ الٰہی مساعدِ حال اوشدہ بود وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا بدرقہ عنایت الٰہی اورا راہ قویم وصراط مستقیم ارزانی فرمود وبالہام ربّانی درآئینۂ ضمیر او صورت این استخارہ تفاول منعکس گشت کہ فرداصباح پگاہ ازخانۂ خود بدر آیم۔ نخستین کسے کہ درنظر من درآید داورا بہ بنیم دین وملّت او گزنیم وطریقہ ومذہب او بگیرم وچون وقت صباح بایں نیّت ازخانۂ خود برآمد لوامع آفتاب ہدایت یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ اورا ازظلمت جہالت وضلالت خلاصی بخشید۔

بابا بلبل ناگاہ درحویلی خود درویشے را دید کہ نماز میگذارد وبشوق تمام نزدیک وے رفت وچون آن درویش از نماز خود فارغ شد رنیچو دست اورا گرفتہ نزدیک خانۂ خود برد وترجمانی طلب نمود کہ عارف ہر دو زبان باشد واز درویش پرسید نام توچیست؟ ودین وملّت توکدام است؟ سلسلہ ومذہب توچیست؟ درویش گفت کہ نام من باباؒ بلبل قلندر است ودین وملّت من اسلام است وسلسلہ ومذہب من سلسلۂ شاہ نعمت اللہ ولی است وبعضے از معجزاتِ حضرت رسالت پناہی واُبہت ومناقب حضرت امامت دستگاہی وکرامات وخوارق عادات شاہ نعمت اللہ بیان فرمود ؎

نعمت اللہ ماست پیرِ دلی	یادگار محمدؐ است وعلیؓ
نعمت اللہ ہست بود وبود	نعمتِ لایزال لم یزلی
نعمت اللہ را مشو منکر	ورشوی کافرے درُحلّی

...... چون آئینۂ دل او از صور اعتقادات مِلَل باطلہ سیاہ بود ومرآت ضمیرش ازنقوش عقائد مذاہب فاسد۔ ارادہ رقوم سعادت لزوم احکام شریعتِ مصطفویؐ واصول عقائد صحیحہ طریقت مرتضویؓ برصحیفۂ دل او مرقوم ومنقش گشت وباعتقاد واخلاص تمام دین وملّتِ اسلام راقبول کرد واز ادیان باطلہ ومذاہب فاسدہ تبرّا نمود۔ اول پادشاہے کہ درممالک کشمیر بشرف اسلام مشرف شد۔ رنیچو بود۔ ازبرائے بابا بلبل قلندر نزدیک حویلیِ خود خانقاہے بنا کرد وجاگیرے برائے وے تعین

لہ کشمیری مورخین نے ان کا نام سید شرف الدین لکھا ہے۔

نمودند تا توابع و لواحق و مسافران و قلندران آینده و رونده در ہمان لنگر بابا بلبل اقامت می نمودند۔
واز برکت حسن نیت و خلوص طویت او تا این مدت آں مقام و منزل آباد آنست و قبر بابا بلبل
ہم در آنجاست ۔ و این رینچو برائے اقامت جمعہ و جماعت صلوٰۃ خمسہ نزدیک حویلی مسجدے بنا کردہ
بود ۔ و دائم اقامت جمعہ بجامی آورد و خمس اوقات بجماعت حاضر می شد ۔ اما مسجدے کہ بنا کردہٗ
او بود ۔ سوختہ و مسجدے صغیر در آنجا سنگین بنا کردہ اند و از نسل چند اول کسے کہ مسلمان شد ہماں راون
رینز بود کہ رینچو او را تربیت میکرد کہ برادر کوتہ رین بود۔

شاہ میر سلطان شمس الدین

این رینچو شہمیر را کہ مشہور و معروف بہ سلطان شمس الدین است
از جملہ امراء و سرداران خاصۂ خود گردانید و پسر خود حیدر خان
نام کہ از کوتہ رین متولد شدہ بود ۔ و بابا بلبل او را باسم شریف حیدر خان مسمّی ساختند بہ شہمیر بطریق
رضاعت سپردند و این سلطان شمس الدین بحسن فراست و کیاستی کہ داشت باہمہ سران مملکت
و سرداران ولایت کشمیر ۔ اختلاط نیکو میکرد و دختران بعضے را بنکاح سران خود آورد و دختران
خود ہم بسران بعضے بتزویج و نکاحی داد ۔ بامراء و اکابر اتفاق و اختلاط تمام نمود ۔ تا کہ بعد از
اندک مدت رینچو بحکم کلِّ نفسٍ ذائقۃُ الموت ۔ رختِ حیات از محنت آباد دنیا بدار سرور
عقبیٰ کشید و مدت سلطنت وی دو سال و شش ماہ بود ۔ و در تاریخ ہفصد و بیست و ہفت جہانِ
فانی را پدرود نمود و کوتہ رائین کہ زن او بود باتفاق سران آں عہد برادر سہہ دیو اودن دیو نام را کہ
در خطرات ذولجو بولایت سواد گیر گریختہ بود ۔ طلب نمودہ آوردہ بر سریر حکومت نشاند ۔ و عقد نکاح
بہ وے کرد ۔ و این اودن دیو حاکمے زبون و نامرد و اوقات خود بہ رہبانیت صرف میکرد و
حکومت کشمیر زن او کوتہ رین بجامی آورد ۔ کوتہ رین را از وی پسرے متولد شد ۔ او را بہ بچہ بٹ
کاکہ پوری کہ از سران آں عہد بود برضاعت سپرد ۔ و دراں زمان ہم لشکرے اترک براہ
ہیرہ پور درآمد و این اودن دیو بہ سبب نامردی و بے دلی بہ جانب تبت گریخت و
زنش کوتہ رین مردی نمودہ برادر خود راون رینہ و سلطان شمس الدین و بچہ بٹ کاکہ پوری
را مردانہ ساخت و مردم قلعہ دار و کوتوالان کشمیر را ہمہ باخود متفق گردانید و اسباب جنگ
و مقاتلہ مہیا کردہ لشکر ترک را زبون ساختند و آخر الامر ایشان را بصلح ازین دیار اخراج
نمودند و مہمات این امور بیشتر بہ سبب سعی و اہتمام شہمیر سرانجام رسید و حرمت و شوکتے

که به شهمیر داشت درین ممالک مضاعف گشت و بیشتر مملکت در تحت تصرف وی در آمد و کوته
رین اودن دیو نام ورا از تبت باز آورده بحکومت نشاند و در هفصد و چهل و دوم از گردش
گردون جام حیات او سرنگون شد۔ مدت او پانزده سال و ده ماه و دو روز بود۔

و بعد از وفاتش زن او کوته رین مدت پنج ماه پادشاهی کرد و جای اقامتش در اندر
کوٹ بود و چون شهمیر ولایت کشمیر را از حکومت مردان خالی دید بنا بر سخن جدّ بزرگوارش داعیهٔ
پادشاهی و حکومت و دغدغهٔ سلطنت ولایت پیدا کرد و از کوته رین رخصت گرفته در شهر سکونت
گرفت و بحسن معاشرات سران و مهتران ممالک را با خود متفق ساخت و بچه بٹ کاکه پوری
که به اتفاق او سر فرو نیاورده بود بقتل رسانید۔ و سران عهد پیش خود جمع ساخته کوته رین
را در اندرکوٹ محاصره نمود و شهمیر بر کوته رین غالب شده و او را طوعاً و کرهاً در عقد نکاح خود
در آورد۔ از ابتدای حکومت زیه دیوتا اینجا چندین سنه که دویست و یازده سال باشد
گذشت۔ و از زیه دیوتا اودن دیو سیزده کس پشت به پشت حاکم و والی کشمیر شدند۔ و کوته
رین چهاردهم و رینچو پانزدهم بود و در مدت دویست و یازده سال۔

و در هفصد و چهل و دوم هجری شهمیر بر سریر سلطنت کشمیر نشست و خود را به شمس الدین
ملقب ساخت و اکنون درین ممالک به همین لقب مشهور و معروف است و مدت سلطنت
وی سه سال و پنج ماه بود و در تاریخ هفصد و چهل و شش ساقی اجل زهر هلاهل ممات در جام
حیات وی انداخت و ازین دار فانی بسرای جاودانی ساز رحلت ساخت۔

سلطان جمشید

و او را دو پسر بود یکی سلطان جمشید و دیگر سلطان علاء الدین و بعد از
شمس الدین پسر مهتر وی سلطان جمشید بجای پدر خود بر سریر سلطنت
نشست و مدت پادشاهی وی یک سال و ده ماه بود۔ آخر او را با برادر خود علاء الدین مخالفت و
منازعت واقع شد و در قریهٔ وتنی پوره مقاتله نمودند و سلطان جمشید شکست یافت۔

سلطان علاء الدین

و در تاریخ هفصد و چهل و هشت سلطان علاء الدین بر سریر سلطنت و
شهریاری و تخت حکومت و کامگاری نشست و او را دو پسر بود یکی
شهاب الدین و دیگر قطب الدین و در ایام سلطنت علاء الدین مهتر او که شهاب الدین بود۔
به یک جنگلی از جنگل های کوهستان بشکار رفته بود۔ و همراه شهاب الدین سه کس بوده و بس

یکے جنڈاو دیگر او دشہ راول و یک اختاجی و مردم دیگر از ایشان دور و بعید بودند۔ ناگاہ از جنگل زنے پیدا شد کہ آثار صلاح و تقویٰ از سیمائی وجہ او ظاہر و پیدا نمود۔ و آں زن کاسۂ شربت پیش شہاب الدین آورد کہ این بنوش۔ شہاب الدین بے توقف کاسہ از دست وے گرفت و بیشتر ازان شربت نوشید و اندکے ازان برائے ہمرایان گذاشت و چنداو نیم جرعہ ازاں نوشید۔ و او دشہ راول نیم جرعہ خورد و برائے اختاجی ہیچ ازاں شربت باقی نماند۔ پس ازآں زن باایشان زبان کشاد۔ و گفت کہ از احوال آئندہ بشما خبر و ہم از واقفات مستقبل شما را واقف گردانم۔ کہ سریر سلطنت و فرمان روائی تخت و ممالک و کشور کشائی باین شہاب الدین میسر خواہد شد۔ و بسیار مملکت و ولایت بدست وی فتح خواہد یافت۔ بیچکس از عاملان کشمیر آنچناں میسر نشدہ۔ بہ جنڈار و او دشہ راول گفت کہ شما وزیران او خواہد بود از شما ہم امور عظیم بظہور خواہد پیوست و مصداق این سخن کہ بہ شما تقریر کردم آنست کہ ایں اختاجی کہ اورا ازان شربت چیزے نصیب نشد۔ پیش ازاں کہ بہ منزل خود رسید بہ بیابان عدم خواہد شتافت و چون از شکار بہ منزل خویش توجہ نمودند۔ پیش از انکہ بمنزل رسید آں اختاجی را بیک اجل فرا رسید۔ درخت ہستی از سر منزل دنیا بسرائے عقبیٰ کشید۔ پس ایشان را بسخن آں زن تصدیق تمام حاصل شد و بہ بشارت وے امید وار گشتند۔ و مدت سلطنت و حکومت سلطان علاء الدین دو از دہ سال و ہشت ماہ بود۔ و علاء الدین پورہ بنا کردۂ اوست و موضع سکون و مقام توطن وے ہماں علاء الدین پورہ بود۔ و در ہفصد و شصت و یک از ہجرت بہ مقتضائے قضائے ربانی و تقدیر سبحانی از تخت سلطنت پائے بر تختۂ ہلاکت نہاد و مقبرۂ وے در ہمان علاء الدین پورہ است۔

سلطان شہاب الدین

بعد از وفات وے پسر مہتر وے شہاب الدین بجائے پدر بر سریر سلطنت نشست و از امرار ملک جنڈا سر دیو و از نسل جنڈان ژنی رینہ سپہ سالاران او بودند۔ و او دشہ راول از اہل رائے و تدبیر او بود و حاصلات کشمیر از باج و خراج و غیر آں مفوض بدو بود۔ و وے بود کہ طایفہائے ہانجیاں را "اکی" مقرر کرد یعنی ہر ماہ ہفت روز بے مزد و علوفہ در خدمت پادشاہان ملازم باشند و بعضے رسوم دیگر مقرر کردۂ است و اکثر آں رسوم الی یومنا ہذا باقی و برجا بود و سلطان مغفرت

پناہ محمد علی شاہ رسم" اکی "از سر طایفہ ہا بخیاں برطرف ساخت و مدّت سلطنت و حکومت سلطان شہاب الدین نوزدہ سال بود۔ و در اکثر این مدّت گرد و نواحی کشمیر در پے تسخیر ممالکِ کشمیر وازدیا۔ ولایت مشغول می بود۔ وگاہ گاہ بکشمیر می در آمد۔ و اکثر اوقات با اطراف و نواحی بضبطِ ممالک بسر می برد۔ تاریخ نویسانِ حکایاتِ بادشاہان و ناقلانِ اخبار سلاطینِ عالیشان در صحائفِ تواریخ ثبت نمودند کہ ہیچ گاہے آنچنان پادشاہے شجاعت پناہی مبارزت دستگاہی در ممالک کشمیر نبودہ و در تاریخیکہ کہ بہ قلم کشمیری مرقوم است و این سخنان منقول شدہ آوردہ است کہ اگر ہمہ قرا ہنا و مرد بہاے اوراہ تفصیل بیارم و ہمت بر بیان جمیع شجاعت ہا و دلاوری ہائے او نمایم مردم حمل مبالغہ شاعری نمودہ تکذیب خواہند کرد و تصدیق نہ خواہند داشت۔ پس مجمل اقوال اوراچنانچہ تقریر بہ تحریر می آید کہ چوں بہ سبب فتنہ و خطراتِ ذوالجو ولایت کشمیر ویران شدہ بود و بعد مدّتے اندک رُو بآبادانی نہاد و در ہر پرگنہ اہالی قریات اتفاق نمودہ۔ قلعۂ محکم ساختہ و یکے را سردار خود گرفتہ دعوائی استقلال و استبداد میکردند۔ و گردن اطاعت و انقیاد بدیگرے فرو نمی آوردند۔ اگرچہ از بعضے از ایشان حاکم شہر را پیشوائی خود میدانستند۔ و تحفہ و ہدایاے فرستادند اما چنانچہ شاید و باید۔ قواعد اطاعت و انقیاد در آنجا نمی آوردند و متابعت دیگرے نمی کردند و چون سلطان شہاب الدین بموجب طغرای ۶۰۰ائی تو تی الملک من تشاء بر سریر سلطنت بجائے پدر بنشست اول بضبط و ربط پرگنہاے کشمیر پرداخت۔ و باندک فرصتے ولایت کشمیر را تمام یک قلم ساخت و بعضے از سران و سرداران پرگنہا را بقتل رسانید و بعضے را مطیع و منقاد خود گردانید۔

فتوحات

و چوں از مہمات نفس کشمیر فارغ گشت بہ تہیۂ اسباب تسخیر اطراف و نواحی آں پرداخت و بہ جمعیتی معدود از راہ بارہمولہ بیرون آمد۔ اول ولایت پہکلی و سواد گبر را در تصرف آورد و مملکت گکھر را نیز مسخر ساخت بعد ازاں بجہ رفتن ملتان پرداخت و از آن جا بضبط و ربط کابل و غزنان سر برافراخت و بعد از تصرف و ضبط آں ممالک عنان عزیمت بہ تسخیر نواحی بدخشان را تاخت و ولایت بدخشاں را نیک ضبط نمودہ بجانب کوہستان بلور و گلگت و دارد و شتافت و از آنجا بجانب تبت در تحت تصرف پادشاہ کاشغر بود۔ و چوں وے خبر استیلائے سلطان شہاب الدین شنود بہ جمعیت بسیار و لشکر بے حساب و بے شمار بجانب

تبت توجه نمود۔ و در تبت مقابل یکدیگر شدند و در راہ خلاف و نزاع ایستادند و ابواب مجادلہ و مقاتلہ کشادند و داد شجاعت و دلاوری دادند و لشکر پادشاہ کاشغر اگرچہ نسبت بلشکر کشمیر بیشتر بود امابموجب کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ سلطان شہاب الدین فتح و ظفر یافت بعنایت الٰہی مظفر و منصور گشت و لشکر کاشغر منہزم شدہ پراگندہ و پریشان شدند و سلطان شہاب الدین با فتح و فیروزی از راہ تبت بہ تسخیر نگرکوٹ و ضبط و ربط اطراف و نواحی آں عناں تافت و آں ولایت را مطیع و منقاد خود گردانید و از انجا ملک چندار را بگرفتن کشتواڑ فرستاد و وے ہم تمام آں کوہستان را تا جموں گرفت و سلطان شہاب الدین ہر شہر و ولایت کہ می گرفت مردان دلاور و مبارزان نام آوران شہر راہمراہ خود می گرفت و اسپان کاری و مردان کارزاری را با خود میداشت۔

سلطان شہاب الدین بعد از تسخیر نگرکوٹ عزم گرفتن ولایت ہندوستان کرد۔ و بائے عرض لشکر خود را تحقیق نمود کہ سوار و پیادہ ہا چند باشد۔ قریب پنجاہ ہزار سوار و پنج لک پیادہ لشکر وے در شمار درآمد و بایں جمعیت عناں عزیمت بجانب دہلی برتافت و بعزم تسخیر ممالک ہند شتافت و دراں وقت پادشاہ دہلی فیروز شاہ بود۔ چوں سلطان شہاب الدین باجمعیت و لشکر بموضع ستلدر رسید۔ فیروز شاہ ہم بہ لشکر بیکراں و سپاہ بے پایاں درہماں جا نزول نمود و چند ماہ قبل یکدیگر استادند۔ ہیچ کس بر ہیچ کس غالب نتوانست شد۔ آخرالامر سخن مصالحہ و معاودت مسلم داشتند...... و باقی بہ فیروز شاہ مسلم بود..... سلطان شہاب الدین درمیان انداختند و مضمون الصلح خیر را مطمح نظر خود ساختند و طریقہ نزاع و جدال را گذاشتند و از ولایت سرہند تا مملکت کشمیر بسلطان شہاب الدین بتائید خالق جہاں آفرین بعد از فتح ممالک ہند با رایات نصرت آیات و اعلام ظفر انجام بجانب کشمیر متوجہ گشت و از راہ ہیرپور بہ مملکت کشمیر درآمد و قصبۂ شہاب الدین پورہ را در عہد سلطان شمس الدین بنیاد مرمت کردہ بود۔ بعد از فتح ممالک ہند آں قصبہ را بسیار تعمیر نمود و آں را برائے سیر و گشت مرتب و مہیا کرد و تماشاگاہ مردم ساخت و در آنجا مسجد جامعی بزرگ عمارت فرمود۔

و از کشمیر جہت محافظت ممالک نواحی و اطراف و ضبط اکناف بعضی از سرداران و امرا فرستاد و اوتر نی رینہ را کہ از نسل چندان بود موضع چاڈورہ جہت توطن و اقامت تفویض

نمودہ او را برائے ضبط و محافظت کابل و نعمان بحکم کُلّ نفسٍ ذائقۃُ الموت شربت ممات چشید و تابوت او را برداشتہ آوردند و در جاڈورہ دفن کردند۔

وسلطان شہاب الدین در کشمیر بساختن کارہائے آخرت مشغول گشت و در شہر مزار و لنگر شہاب الدین عمارت نمود۔ مدفن و مقبرۂ خود در آنجا ساخت و در ایام آخر عمر دغدغۂ تخریب بت خانہا و داعیہ ویران ساختن معابدۂ کفر و اصنام پیدا گشت۔ و بت خانۂ عظیم کردرو بجہ برارہ بود آں را ویران ساخت و عازم آں بود کہ تمام بت خانہا را ویران سازد و بقلع و قمع طوائف کفرہ پردازد کہ ناگاہ در تاریخ ہفصد و ہشتاد از ہجرت لشکر اجل بہ شہرستان حیات سلطان شہاب الدین زور آورد و در وقت ہجوم سپاہ اجل آں ہمہ لشکر و حشم و نوکر و خدم ہیچ سود نہ کرد و پادشاہ روح کہ والی شہر بدن او بود رخت ہستی از دار الملک بدن بیرون کشید و بولایت عالم بقا رسید۔

سلطان قطب الدین

پس بجائے او برادرش سلطان قطب الدین بر سریر سلطنت و تخت حکومت نشست و برائے سکونت و اقامت خود قطب الدین پور بنا نہاد و در آنجا قصرے بزرگ عمارت نمود کہ سلاطین ما تقدم آں نوع قصر انداشتند بغیر اندر کوٹ و بجانب مشرق شہر مزارے و مقبرہ نیز عمارت نمود و بسیار درویشان اہل حال و مردم صاحب کمال دراں مزار مدفون شدند و مدت سلطنت و حکومت سلطان قطب الدین شانزدہ سال بود۔

سید علی ہمدانی

و در ایام سلطنت او در ہفصد و ہشتاد و سہ و بعضے گفتند کہ سنہ ثلث و سبعین و سبع مائۃ آنحضرت بہ کشمیر رسیدہ بود واللہ اعلم۔ و بعضے چنین گفتہ اند جناب ولایت پناہ ہدایت دستگاہ خلوت نشیں زاویۂ لی مع اللہ۔

معتکفِ صومعہ فنا فی اللہ
شاہِ سریر بقا باللہ

حضرت علی ثانی امیر علی ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ روحہ، وزاد لنا فتوحہ، "بشرف قدوم" شریف خود مملکت کشمیر را مشرف گردانیدہ و کلاہِ گوشۂ قدر و منزلتِ اہالی ایں دیار را باوج عزت و ذروۂ کرامت رسانید و سلطان قطب الدین بہ حضرت ایشان قدس اللہ سرہٗ العزیز بہ تعظیم و تکریم ہرچہ تمام تر پیش آمد و اظہار قواعد اخلاص و اعتقاد نمود۔

اگرچہ سلطان قطب الدین بشرفِ اسلام مشرف بود۔ اما دران زمان در ولایت کشمیر کسے را از علما و فضلا اہل حق بنود کہ بے مداہنہ تعلیم احکام شریعت میکرد و قضات و قضاۓ آں وقت را ایچ پرواۓ امر معروف و نہی منکر نبود۔ و سلطان قطب الدین بہ سبب قلت رونق احکام شرع دو خواہرا عیانی را در عقد نکاح خود گرفتہ بود۔ حضرت امیر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہٗ بر آں حال اطلاع یافت بانواع مواعظ و نصائح بہ منع آں شتافت و قطب الدین بطوع خاطر و خوشی دل امر آنحضرت را تلقی نمود و یکے از آں دو منکوحہ را مطلقہ ساخت و یکے کسوت و لباس خود چون تجدید نکاح کرد و سلطان سکندر بت شکن بعد از تجدید ایں نکاح متولد شد۔

و چون دران زمان بیشتر مردم مشرک و کافر بودند و شعائر کفار میان اہالی ایں دیار شائع و مستعمل بود۔ سلطان قطب الدین کسوت و لباس کافران داشت و بامر فرمودند۔ حضرت ایشان ترک آں کسوت نمود و لباس اہل اسلام اختیار فرمود و حضرت ایشان قطب الدین را یک کلہ پوشی از بستۂ خاصۂ خود تبرکاً عنایت فرمود۔ و وے آں را موجب سرفرازی خویش دانستہ در تاج خویش میداشت و ہمہ سلاطین کہ از اولاد او بودند آں کلہ پوش در تاہاۓ خود می نہادند و آں را سبب سرفرازی دنیا و آخرت می دانستند و تازمان سلطان فتح شاہ آں کلہ پوش در تاج او می بود و چون فتح شاہ وفات یافت آں کلہ پوش را داخل کفن او ساختند و درویشے کہ سالہا خدمت و ملازمت درویشان کردہ بود چوں شنید کہ تبرک حضرت امیر سید علی ہمدانی را داخل کفن بادشاہ ساختند فرمود کہ ایں امر نتیجۂ بد خواہد داد و ایں کار نشانۂ آں است کہ دولت و سلطنت از خانوادۂ ایشان رو خواہد یافت و فی الواقع ہمچنان شد کہ تا آں عہد پادشاہان ایں ولایت سلطنت باستقلال داشتند و آں قدر صاحب قدرت بودند کہ ہر کرا می خواستند از منصب حکومت و دولت معزول میکردند و ہر کرا می خواستند بحکومت و جاہ میرسانیدند و بعد از فتح شاہ پادشاہان را آں اقتدار و اختیار نماند و از ان باز روز بروز حکومت و سلطنت ایشان در تنزل و تنقص می افتاد و رفتہ رفتہ دولت از ایشان برگشت و سلطنت از خانوادۂ ایشان انتقال نمود و بخانوادۂ چکان سید چنانکہ بیلک تقریر در سمت تحریر خواہد پیوست۔

خانقاہ ہمدانیہ کی بنیاد

ایضاً واضح خواہد بود کہ حضرت امیر قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ چند وقت کہ در دیار کشمیر بود۔ در رباطے کہ در علاء الدین پورہ

بود سکونت داشتند و جائے خانقاه آنحضرت معمور شده تبتخانهٔ خرد بود و آں را ویران ساخته آنحضرت صفه بنا کرده بودند و اقامت صلوٰة خمسه بران صفه می نمودند و اوراد فتحیه و عصریه در آنجا میخواندند و سلطان قطب الدین هم گاه گاه بجماعت حاضر می شد و دران وقت از طائفهٔ ماگریان سرداری بود که اورا لدی ماگرے می گفتند باخلاص و ارادت آنحضرت نهاده و ربقه اوامر و نواهی حضرت ایشان را بر رقبهٔ امتثال و فرمان برداری گرفت و آنحضرت وے را از مهر و شفقت بشرف علمداری مشرف ساخته و طائفهٔ ماگریان بایں شرف بر جمله سرداران و سرداران کشمیر سر افتخار برافراختند۔ و چون سلطان قطب الدین رونق اسلام و رواج شریعت بر وفق مدعائے آنحضرت نتوانست بجا آورد خاطر مبارک آنحضرت بر سکونت و اقامت ایں دیار قرار نیافت بعد از چندگاه به نیت زیارت بیت الحرام از راه بارهموله بسفر بر آمدند و ایں لدی ماگرے علم آنحضرت گرفته تا آب پنیره در نگ همراه رفت و آنحضرت سلاطین و احکام آں حدود را تعظیم بسیار نمودند۔ هر یکے از ایشان اظهار اخلاص و ارادت نمودند و در ممالک خود التماس توقف آنحضرت نمودند و در تاریخ سنه هفصد و هشتاد و شش در بیری از ولایت سواد گیر است وفات در ششم ذی الحجه یافت۔ چنانچه شیخ محمد سرائی علیه الرحمه فرموده

چو شد از گاه احمد خاتم دیں	زهجرت هفصد و ست و ثمانین
برفت از عالم فانی بباقی	امیر هر دو عالم ز آل یٰسین

و در تاریخ وفات آنحضرت دیگرے فرموده۔ قطعه

مرشد سالکان شه همدان	کز دمش باغ معرفت بشگفت
مظهر نور حق که رویش بود	عاقبات از جهانیان بنهفت
عقل تاریخ سال رحلت او	"سید یا علی ثانی" گفت

و بعد از ان مرید و معتقدان آنحضرت بدن مطهرش از آنجا نقل کرده بختلان بردند و مدفن آنحضرت در آنجا ساختند و کیفیت وفات تمام قصهٔ نقل تابوت آنحضرت در کتاب خلاصة المناقب از تصانیف حضرت مولانا نورالدین بدخشی مسطور و مشروح است۔

سلطان سکندر و در تاریخ سنه هفصد و نود و شش از هجرت آواز "کل نفس ذائقة الموت" بگوش سلطان قطب الدین رسید و از ین دار فنا بار رحلت بملک

آخرت کشید فرزند دلبند و پسر سعادت مند دے بر سریر سلطنت و تخت حکومت بجائے پدر نشست یعنی پادشاہ شریعت شعار و معدلت آثار خسرو دین پناہ سعادت دستگاہ مخصوص الطاف ذوالمنن سلطان سکندر بت شکن نور اللہ تعالیٰ مضجعہ پادشاہ ممالک کشمیر شد۔

شاہ عادل سکندرِ ثانی	کہ ز وے یافت سرفرازی تاج
شد منوّر ز سعی او اسلام	گرچہ بودہ ز کفر چوں شب داج
بہر تاریخ سال سلطنتش	عقل گفتا بشرع دادہ رواج[1]

سیّد محمدؐ ہمدانی در عہد سلطنت ایں پادشاہ عالی جاہ حضرت سیادت پناہ ولایت دستگاہ مظہر فتوحات سبحانی امیر سیّد محمدؐ بن امیر علی ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ روحہما وزادلنا فتوحہا بدین ممالک تشریف قدوم ارزانی فرمودہ زنگ ظلام کفر و ضلالت بہ صیقل ارشاد و ہدایت از مرات ضمیر اہل ایں ولایت آئینۂ دل ارباب ایں مملکت زدودہ۔ ببرکت حسن نصائح و یمن مواعظ آنحضرت جمال جہاں آرائے ایمان و اسلام و شریعت غرّاے حضرت سیّد نامؐ در مزایائے قلوب ایں دیار منقش و مرقوم گشتہ و آنحضرت باوجود صغر سن و حداثتِ عہد بجمال و تقویٰ آراستہ بود۔ و کمال علوم ظاہری و باطنی پیراستہ و شرح شمسیہ در علم منطق تصنیف آنحضرت است و رسالہ در علم تصوف برائے سلطان سکندر تالیف کردۂ اوست و در آں رسالہ تصریح نمودہ کہ در ان وقت در سن بیست و دو سالہ بودہ بمجرد رسیدن آنحضرت سلطان مرحوم دست انابت بدامن متابعت آنحضرت نہادہ و داد خلاص اعتقاد قوال او فعلاً ادا و حق امتثال و انقیاد بانجام رسانید و بنیاد رسوم ظلمہ و کفرہ بالکلیہ از بیخ بر انداخت و انواع منہیات و نامشروعات از تمام قلمرو خود مندفع و مرتفع ساخت۔ چنانچہ در تمام سلطنت آں پادشاہ سعادت دستگاہ کہ قریب بیست و شش سال باشد از تمامی انواع خمریات و مسکرات ہیچ اثر موجود نبود و از آلات فسق و فجور داد تار مزامیر و عود و طنبور نام و نشان ظاہر نہ نمود و از طبل شادیانہ و صوت دمامہ و نفیر در غیر معارک و محاربات گوش ہیچ احدی نشنود و بعد از عہد آں پادشاہ دیندار احکام ظلمہ و آلات فسقہ کہ ممد مشرکان و معادن کفرہ بودند۔ باحیائے آں رسوم پرداختند و روز بروز قواعد فسق و فجور و رسوم اہل بدع و شرور و عقاید ارباب شرک و کفارہ عادات فسّاق و فجّار ظاہر و

---

[1] ۷۹۶ھ ہجری۔

ہوا پیدامی ساختند و پیشتر از عہد قدیم و زیادہ از زمان ماضی رونق کافران ورواج مشرکان دادند۔

سکندر اور اشاعتِ اسلام

ودر زمان سلطان سکندر مرحوم ملک سہہ بٹ کہ سردار و سپہ سالار پادشاہ مذکور بود۔ پیش حضرت امیر سید محمدؒ قدس سرہٗ بشرفِ اسلام مشرف شدہ دبخلوص دل وصمیم قلب از کفرہ وضلالت تبرا نمودہ وشعائر اسلام را شعار خود کردہ و حضرت امیر سید محمد قدس سرہٗ اورا بملک سیف الدین ملقب ساختہ بود۔ وجناب سلطان سکندر و ملک سیف الدین رحمہا اللہ باتفاق ہمگی ہمت و تمامی نہمت بر قلع وقمع کفرہ وضلالت گماشتند و الویۂ اسلام واعلام شریعت سید انام علیہ صلوٰۃ والسلام باوج عزت وذروۂ کرامت برافراشتند و بہ برکت تقویت اسلام وترویج شرائع واحکام ہر کجا لشکر می کشید بمقتضائے اللھمّ انصر من نصر دینَ محمدٍ فتح بر فتح وظفر بر ظفرش می رسید۔

ساداتِ بیہقی

ودر زمان وے خاقان صاحبِ قرآن میرزا تیمور گورگان فتح ہندوستان کردہ بود وے سلطان مذکور برنگ محبت وآشنائی پیش آمدہ دو فیل برائے ہدیہ فرستاد ودر ایام سلطنت وے سادات بیہقی کہ از سبزوار بسبب خطرات میرزا تیمور گورگان بہ ممالک ہندوستان افتادہ بودند بکشمیر در آمدند۔ ودر کشمیر قرار وسکونت نیافتہ اندباز بولایت ہند مراجعت نمودند۔ نزدیک دہلی بموضعے جاریچہ نشستند۔ حقیقتِ آں حال بموضع خود مذکور خواہد شد و درعہد سلطان زین العابدین بار دوم با حشم وخدم در کشمیر در آمدند ودر آنجا متوطن شدند وکیفیت احوال ایں طائفۂ شریفہ بسلک تقریر وسمت تحریر بقلم پیوست کہ میر سید محمود بیہقی بن سید محمد بن سید جلال در وقت جلوس میرزا تیمور مشورت در حل مشکلات خود نہ کرد۔ پائے ثبات در رکاب وَمَن یَتَوَکَّل عَلَی اللہِ فَھُوَ حَسبُہٗ نہادہ با لشکر گران صاحب قرانی ستیزہ نمودہ مقاتلہ ومجادلہ نمود ؎

ہمہ فیل ایشان ازاں رستخیز — فتادند در زیر شمشیر تیز
کسے را کہ جرأت بود بیشتر — شود کشتہ در معرکہ پیشتر

لشکرِ ایشان ہزیمت خوردہ عنان عزیمت بجانب ہند معطوف گردانید۔ چوں بآستانۂ مقدس حضرت امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام رسید۔ آداب زیارت بجا آوردہ جہت طلب علم در کنج آستانہ معتکف نشست بعد از پنج روز با دل ہشیار ودیدۂ بیدار آنحضرت را در خواب دید۔ سر بسجدہ

نهادۂ تضرّع نیاز تمام نمودہ گفت کہ در عہد طفولیت از علم چیزے نخواندہ ام و کسب نہ کردہ ام۔ فی الحال حضرت امام لعاب مبارک خود را بر زبان ایشان مالید و دران دم ضمیر میر سید محمود با طوطیاً چمن بلاغت لسان ہزار دستان ہم آواز می نمود و در سلک اعظم فضلاء انام داخل گشتہ و مقامات عالیہ و کرامات ظاہریہ از لعاب آنحضرت حاصل شد۔ چوں ازاں خواب خویش بیدار شد پناہ بدرگاہ عقل و تمیز برد۔ آثار خرد و تمیز ہر علم بر ضمیر خود بنوعی مشاہدہ نمود کہ مزید بران ممکن و متصور نیست۔

بعد ازاں از مشہد مقدسہ در بلدۂ فاخرہ دہلی در ایّام سلطنت سلطان غیاث الدین رسیدند۔ چوں خبر آمدن ایشان سلطان غیاث الدین استماع کرد قدم حرمت باستقبال ایشان پیمودہ در صحبتِ ایشان نشست و لوازم حرمت ایشان کما ینبغی بجا آورد۔ در علم علما و فضلاء و شعراء از ایشان سخن می رسیدند۔ آں مسند نشین علم لدنی حل مشکلات ہر کدام ایشان میکردند ؎

بحر علوم آنچہ زدریائے فضل او ۔۔۔ یک قطرہ ایست آنکہ حکایت کند کسے

مثلش ہیچ علم نیابی بروزگار ۔۔۔ گر صد ہزار سال کنی عمر صرف آن

در منطقش نماند کسے را مجال نطق ۔۔۔ طب و کلام ہیئت و حکمت برو مخوان

فقہ و حدیث او چو ز تفسیر برتراست ۔۔۔ ہر کس کجا کہ معنی آں را کند بیان

و سلطان غیاث الدین بعد از چند روز جشنے عظیم ترتیب فرمود۔ عنقا و قانون، چنگ و ارغنون در ساز شدند تنبور و جغانہ[1] و کمانچہ[2] و شبانہ[3] در کار آمد۔ و بربط و رباب و سنج خطائی بساختند و عجب رود در مثلک زبان عراقی بنواختند۔ خورشید دف خود گرم کرد و ماہ کمانچہ خود کشید۔ مجلس از علماء و فضلاء و شعراء و اکابر و اشراف ہر بلاد کہ در دہلی متوطن بودند منعقد شد۔ تا آنکہ مہر کہ سپہر جہاں پیمائی بی سر و پا سائراست ہرگز پرتوے بر چنان مجموعہ نہ انداخت۔ تا فلک قدیمے نہاد از ثوابت سیارہ بصد ہزار چشم بر عالم و عالمیان ناظر است۔ بچشم او چنیں محفلی در نیامد ؎

چہ جشنے بزمگاہ خسروانہ ۔۔۔ ہزاران ناز و نعمت درمیانہ

مہیّا کردہ خوانہائے ملوّن ۔۔۔ بہ نعمتہائے گوناگوں مزیّن

مشعل و چراغہائے آں محفل را روشن گردانیدہ اند۔ میر سیّد محمود در مدح سلطان

---

[1] ایک قسم کا ساز۔ [2] ساز بجانے کی کمان۔ [3] ساز کی ایک قسم

غیاث الدین در قصیده در بدیہہ ببد شمع و چراغ بسلک بیان آورد۔ تاریخ نویسان از طول اندیشیده این چند بیت آں نوشتند ؎

ظلّ حق سلطان غیاث الدّین کہ رائے روشنش
ہست نزد ساکناں نہ کاخ ایواں چو شمع
خلق از تاریکیٔ حسرت بدیں رو می نہند
زانکہ شد از نور رویش ملک ہندوستاں چو شمع

واین چند بیت بریں جملہ است ؎

شاہ شاہان جہاں سلطان غیاث الدین کہ ہست
از چراغ دولتش روشن بہر کشور چراغ
جائے آں دارد کہ در ایّام عدل پادشاہ
یک نفس پروانۂ دیگر نسوزد در چراغ
پیش ازیں بودے شاہا کلبۂ درویش را
از ضعیفی بضاعت ماہ یا آذر چراغ
ایں زمان ز اقبال شاہم گر نخواہد ایں فقیر
بر فروزد در وثاقِ خویشتن بے سر چراغ

وآں شب در صحبت میر سیّد محمود سلطان غیاث الدین احوالہائے شگرف و چیزہائے عجیب و غریب می شنید۔ چوں آفتاب تاج زرّیں بر سر نہادہ از کوہ مشرق مقابلۂ سلطان سر برآوردنی البدیہہ میر سید محمود در تعریف سلطان غیاث الدّین قصیدہ بریں وجہ فرمود ؎

آفتاب داد و دیں سلطان غیاث الدّین کہ ہست
با جلالش مختصر ماہ و محقر آفتاب
بو المظفر آں عدوے کہ در شام وصباح
میرود فرمان او کشور بہ کشور آفتاب
جائے آں دارد کہ ز اقبال عدلش روز و شب
از کسوف ایمن شود تا روز محشر آفتاب

وسلطان غیاث الدین در محاکات ومقالات آنحضرت اعتقاد واخلاص خود بسیار ظاهر ساخته آں بانی مبانی خیرات را بجائے باشش وسرائے آمائش رخصت فرمود۔ چوں قصر سلطان از کثرت خلق ماند۔ سلطان مذکور را دخترے بود از رشک چہرۂ آفتاب و مہتاب می سوخته نخست بفور فہم دختر خود . . . . . . مقربان وندیمان خود پرسید وہر کس از ندیمان متفق اللفظ مصلحت گفتند کہ سزاوار ایں نسبت عالی بغیر از گوہر شرف میر سید محمود دیگرے نیست ہر کہ از بنائے جنس خلاف ایں اندیشه بخاطر آرد محض ہوا باد پیما باشد۔ سلطان غیاث الدین مصلحت ندیمان خود باجابت مقرون کرد وجہت رابطۂ اتصال یک جہتی آں بہ ندیمان خود اشارت فرمود۔ چوں ایں مژدۂ مقربان سلطان بسمع شریف آں سیّد عالی نسب رسانیدند امّا جواب داد کہ در آستانۂ حضرت امام رضا علیہ الصلوٰت والسلام از عالم غیب برما خطاب درویشی داند۔ ایں نسبت پادشاہان در خانۂ درویشان خالصان صورت پذیر نمی شود۔ واسطہ موجب اشارت الیہ میر سیّد حسن ولد میر سید شاہ برادر زادۂ حقیقی منست ایں نسب عالی بادملوک دارند۔ وایں معنی را از دلائل دولت بے پامال شمردہ ومی شماریم وبمقابلۂ ایں نسبت عقیدۂ دولت خواہی واخلاص خیر اندیشی اختصاص عقل وتمیز میر سید حسن بظہور میرسد۔ ازیں مقدمات مذکور دغدغہ نیز ہست کہ مبادا بخاطر شریف سلطان غبارے رسید و تصوّر فرمائید کہ غرض ازیں سخنان چہ بود ومعاملہ آنست کہ با لشکر گران صاحب قرآنی کہ در اوراق گذشتہ ذکر آں کردہ شد مقابلہ ومجادلہ کردہ عنان عزیمت بجانب مشہد مقدّسہ معطوف داشتیم۔ در آں آستانہ از زبان مبارک حضرت امام برخطاب درویشی ظاہر شد۔ ایں ہمہ برہمگنان وعالم عالمیان ظاہر است۔ ایں حکایات بسمع شریف سلطان غیاث الدّین مقربان رسانیدند سلطان از ہمہ قیل وقال برآمدہ جواب داد کہ حاجت مومن را برآورم کہ آں ہر دو سیّد عالی نسب گوہر یک صدف اند۔ بعد از چند روز ندیمان سلطان جاہائے گراں بہا کہ لائق منصب ہر کدام آنہا بتر کہ پادشاہانہ وتنسوقات[1] خسروانہ از اسپان رہوار وشتران باردار اجناس بے قیاس مرتب ساختہ جشنے عظیم ترتیب دادند۔ آں روپوش عصمت وطہارت دعقد منعقد بہ میر سید حسن بیہقی سپردند و تمام صوبہ سنبل (سنبھل) درمیان دوآب تنخواہ جاگیر ایشان مقرر فرمودند وپرگنۂ مذکور در نواحی

---

[1] نادرات، عجائبات۔

دہلی جہت توطن ایشان دادند۔ و آں جماعت بموضع جاریچہ سکونت ورزیدہ تمام متمرّدان نواحی را زبون وزیر ساختہ باج وخراج میگرفتند۔

درمیان سنبل (سنبھل) ومیان دوآب جہت ناامینت محل مخوفہ تا نجات نشاندند اگر کسے درمحل مخوفہ بیک واسطہ باری درراہ افتادہ از ترس وہیبت آں طایفہ آں بار برسرودوش خود گرفتہ متمردان نواحی بقصبۂ جاریچہ رسانیدند وایں حال برعالم وعالمیان معلوم است۔

چون فلک ستیزہ کار ارباب وفا آسودہ وبرقرار نمی گذارد وناگاہ سلطان غیاث الدّین داعیۂ حق را لبیک اجابت گفتہ نقد جان را بقابض ارواح داد۔

بعد از وفات سلطان غیاث الدین قلندرے سیر کشمیر کردہ از لاہور ودہلی گذشتہ بقصبۂ جاریچہ بہ صحبت میر سیّد محمود مشرف گشتہ تعریف کشمیر وعدل وداد سلطان سکندر بت شکن بے حد و عدبیان نمود میر سید محمود ومیر سیّد حسن ہوس دیدن آں دیار بر ضمیر منیر خود پیدا ساختہ۔ فرزندان و عیال واطفال مبارزان دہلی وجاریچہ نہادہ براہ ہیرہ پور ممالک کشمیر درآمدند۔ وسلطان سکندر قدم حرمت باقبال ایشان پیمودہ در شہر درآوردند۔ صحبت میر سید محمود باسلطان سکندر خوب برآمد کہ ذوقِ حکومت سبزوار ومیان دوآب فراموش ساختند باقی صحبت ایں جماعت بموضع خود مذکور خواہد گشت۔

سادات علماء وفضلاء شعرا کا مشائخ کا کشمیر آنا

ودر ایّام سلطنت آں پادشاہ دیندار از اقطار وامصار علمائے ذوالاقتدار و فضلائے اخیار بدیں دیار رسیدند۔ جمعی کثیر از سادات عظاّم واشراف کرام کہ بحلیہ انواع محلّی بودند بتشریف قدوم ایں ولایت را مشرف ساختند۔ از آں جملہ است خدمت فضیلت شعار بلاغت دثار کمالات آثار میر سید احمد بن اصفہانی کہ کتاب تنویر شرح فرائض سراجی از جملہ تصنیفات اوست وکمال نکتہ دانی او از بیان اسرار وحقایق وحل معانی ودقائق آں مفہوم ومعلوم می شود ونیز ترسیلے دارند کہ داد فصاحت وبلاغت دراں دادہ از آں جملہ است حقائق مآب معارفِ آیات سیّد محمّد خاوری کہ در اشعار ومنظومات خاوری تخلص داشت وخاور نامہ از وست ودر تصوّف شرح لمعات تصنیف اوست وایں ہردو فاضل وعالم از جملہ مریدان باخلاص ومعتقدان خاص حضرت امیر سیّد محمدؒ ہمدانی بودند۔ ودر بعضے از تصانیف خود اظہار اخلاص وارادت خود باںحضرت نمودند۔

واز آں جملہ است خدمت سیادت مآب شریعت انتساب فضیلت اباب قاضی سید حسین شیرازی کہ منصب شریف قضائے شیرازی متعلق بہ وے بود۔ وچون درزمان سلطان سکندر مرحوم دریں ممالک رسید حکومت قضائے ایں دیار ہم باو مفوض گشت وبخط خدمت قاضی مذکور رسالہ ایست دریں دیار کہ احادیث زرینہ دراں رسالہ جمع ساختہ اند وخدمت قاضی درآخر رسالہ نوشتہ کہ ایں رسالہ را بیش سیادت پناہ ولایت دستگاہ مظہر الطاف سبحانی میر سید محمد بن سید علی الہمدانی گذرانیدہ ام وسند آں را پیش آنحضرت درست کردہ ام ومخفی نباشد کہ در احادیث زرینہ اگرچہ بعضے از علماء سخن کردند اما اکثر علماء واکابر عرفا واعاظم مشائخ واولیاء بقبول آں احادیث تلقی نمودہ اند ومعلوم باشد کہ ایں قاضی دریں آرائے ہم از جملہ تلامیذہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی بود۔

وایضاً در عہد سلطنت آں پادشاہ شریعت شعار از مشائخ کبار وسادات بزرگوار کہ از جملہ اہل حال وارباب کمال بودند۔ دریں ممالک تشریف آوردند وایں نواحی را بقدوم شریف مشرف ساختند واز آں جملہ است حضرت سیادت پناہ امیر سید محمد مدنی کہ در عہد آں پادشاہ اسلام با اہل واولاد از مدینۂ طیبہ برخاستہ آمدہ دریں دیار منطوطن ومقیم گشت واز روئے کرامات بسیار وخوارق عادات مشہور ومعروف است وبعد از وفات او مقبرۂ آنحضرت مطاف طوائف انام ومحل اجابت دعا وتحصیل مرام است۔

واز آں جملہ است شیخ جلال بخاری کہ از بخارا با جمعی تمام سادات عظام ہمراہ گرفتہ دریں ممالک تشریف نمود ومقبرۂ آں بزرگوار در مزار سلاطین دیار است وسادات کرام کہ ہمراہ آں جناب بود۔ مزارات ومدفن ہائے ایشان زیارت گاہ خلائق شدہ۔ مانند میر سید تاج الدین ومیر سید برہان کہ ہردو در قریۂ اسکندر پورہ کہ احیا کردہ وآباد ان ساختہ سید اسکندر است مدفون وآسودہ اند۔

سید نور الدین کہ در قطب الدین پورۂ شہر مدفون است۔ ہمراہ شیخ جلال الدین بودد از آں جملہ است باباحاجی ادہم کہ از ولائت بلخ آمدہ بود وجماعتے از مریدان وملازمان ہمراہ داشت وباباحسن منطقی کہ پدر ریش بود ودر مزار سلاطین مدفونست۔ از جملہ مریدان باباحاجی ادہم است وجد پدر مسود ایں اوراق کہ ملا حسام الدین نام داشت از عزنی مرید باباحاجی ادہم شدہ ہمراہش بود۔ ودر مطبخ وے جماعت درویشان را خادمی می کرد وایں باباحاجی ادہم

تا زمان سلطان زین العابدین در قید حیات بود بعد از وفات وے را در باغے کہ مشہور و معروف بباغ میرویس است کہ آں وقف بود - در پائے خانقاہ ملا پارسا کہ در دامن کوہ ماران است دفن نمودند و مقبرۂ وے زیارت گاہی است مشہور -

و بابا حسن منطقی کہ مرید وے درین دیار اگرچہ اہل و عیالے داشت - فاما مجذوب نفس بود و سلطان زین العابدین یکبار از وے التماس تبرکے نمود - و بعد از چند روز در آستین پوستین خود چیزے گرفتہ پیش سلطان زین العابدین آمد و گفت یکبار از وے التماس تبرک میکردی دامان خود را بیار کہ برائے تو تبرکے آوردم - چون سلطان زین العابدین دامان خود بجانب او کشادہ و از آستین پوستین یک طفل رضیع کہ یک ماہ باشد بدر آوردہ در دامان او نہاد و گفت کہ این تبرک من است - باید کہ این را خوب محافظت و رعائت کنی - سلطان آں طفل را بحجرۂ خاص خود بردہ بدختر سیدان بیہقی کہ حرم خاص او بود سپرد و یک مرضعہ برائے وے گرفتند و او را می پروردند - منقول است کہ حرم سلطان عقیمہ بود و ہیچ فرزندے از وے پیدا نمی شد و چون میرویس را باو سپردند از غائب مہر شفقت مادری از پستانہائے وے شیرے پیدا شد و این میرویس از وہم شیر میخورد و از مرضعہ خود و ہر چہ علوم و فضائل پیدا کرد از تربیت سلطان زین العابدین داشت و ہر چہ از درویشے و مجذوبیت داشت از ارث پدر و صحبت بابا حاجی او ہم داشت -

و از آں جملہ است ملا پارسا کہ در عہد پادشاہ شریعت شعار رسیدند وے ہم بانواع ورع و تقویٰ آراستہ بود بفضائل و کمالات پیراستہ و دامنۂ کوہ ماران خانقاہ عمارت نمودہ متوطن و مقیم بود و این پادشاہ شریعت شعار سعادت آثار برائے تبرک ازین علماء و فضلاء و زہاد و اکابر و اشراف و سادات و قضات فراخور حال ہر کدام دیہا و قریات و مواضع و منزلات بطریق وقف و ادرادات تعیین نمودہ بود - تا وجہ معاش و معونت اوقات ایشان باشد و وقف نامہائے مواضع و قریات برائے ایشان و برا اولاد ایشان حتیٰ تناسلوا و توالدوا تفویض نمودہ بودند و فرزندان اولاد ایشان آں ہمہ قریات و قصبات را الیٰ یومنا ھذا متصرف و متوالی بودند - و ہمیں پادشاہ سعادت دستگاہ منصب شیخ الاسلامی درین ولایت وضع کردہ و قریات بسیار و دیہائے کثیر از ہر پرگنہ انتخاب نمودہ در پے آں منصب شریعت بطریق وقف تعیین و تشخیص فرمود - تا ازاں واقفیات وظائف و ادرادات بعلماء و فضلاء و قضات و سادات و مستحقان و حاجیان و مسافران بقدر استعداد

واستحقاق ہر یک برسانند۔

وہمچنیں دریں ممالک دارالشفا وضع کردہ چند جہت خوردن وخوراک بیماران وجز حیات[1] ادویہ واسباب اہل امراض دارباب استقام تعین نمودہ واطبا وحکمار این دیار را وظائف و ادرادات مواظف ساختہ خدمت آں مرضے وبیماران تعین کرد۔ تا ہر روز آں اطبا دران دارالشفا آمدہ تشخیص امراض بیماران نمائید وادویہ وعلاجہائے ہرکار فرمائید واین خیرات الیٰ یومنا برقرار بود واین ہمہ از برکت صحبت ونصیحت حضرت امیر سید محمد ہمدانی بود کہ آں پادشاہ دین دار سعادت یار تقویت وتمشیت شریعت مصطفوی ورونق ورواج دین وملت نبوی می نمود وتامادام کہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی دریں دیار مقیم ومتوطن بود وجہت مدد معاش آنحضرت پراگنہ مٹن مقرر ومعین بود وآں حضرت بر چشمۂ بھون کہ چشمۂ ایست بے مثال واز آب صاف مالامال مسجدے دو طبقہ عمارت نمودند۔

مسجد جامع سری نگر پادشاہ شریعت شعار معدلت آثار سلطان سکندر مغفور ومرحوم برائے توطن وسکونت خود محلہ نوہٹہ معمور ساخت ودر آنجا قصرے بزرگ کہ بہ ہیچ عمارت ازاں بزرگ تر دریں ولائیت نبود بنا فرمود وہمچنیں درہماں محلہ مسجد جامعی بکمال عظمت وبزرگی برائے اعیاد وجمعات عمارت نمود کہ درولایت ہند وسند وملکت ایران و توران مسجدے بدان بزرگی معمور نیست مگر درولایت مصر وشام کہ در آنجا باین عظمت مساجد موجودند ومعمار آں مسجد خواجہ صدر الدین بود کہ از ولایت خراسان بدین دیار رسیدہ بود ودر قصبۂ وبجہ براراہ ہم مسجد جامعی وقصرے بنا ساختہ آں پادشاہ ہست۔ وہمچنیں در شہر برلب آب مزارے برائے دفن سلاطین بنا ساخت وعلو ہمت وکمال رتبت آں پادشاہ رفیع المنزلت از عمارات ہائے عالی او معلوم می شود کہ چہ نوع پادشاہ عالی ہمت وصاحب ہمت بود۔

خانقاہ ہمدانیہ کی تعمیر نو وحضرت ہدایت پناہ ولایت دستگاہ امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الصمدانی صفۂ کہ در محلۂ علاء الدین پورہ برائے اقامت صلوٰۃ جماعات ساختہ بود ولد امجد ارشد آنحضرت امیر سید محمدؒ قدس سرہٗ خانقاہے

---

[1] گیہوں، چھوہارہ۔

بزرگ طرح انداختند و آں پادشاہ سعادت دستگاہ قریۂ چند برائے مدد معاش مجاوران و معتکفان آں آستان ملائک آشیان گذاشتہ اند و بعضے میگویند کہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی لعلے داشتند و آں لعل را بسلطان سکندر مرحوم دادند۔ و قریہ تلال (ترال) و قریہ وچی را بطریق بیع و شرا گرفتند و آں ہر دو قریہ را بیت المال نمودہ وقف آں خانقاہ ساختند تا مدد معاش مجاوران و اوراد خوانان آں آستانہ باشد و بناء عمارت خانقاہ متبرکہ حضرت امیر سید محمدؐ ہمدانی عمارت کردہ خُرد و مختصر بود و عمارات مردم و مجاوران و بیوت خانقاہ اہل شہر نزدیک بدیوار ہائے خانقاہ و حوالی آں محیط بود۔ چنانچہ اکثر آتشے در آں محلہ افتاد و می سوخت خانقاہ ہمراہ خانہا سوختہ۔ و در زمان سلطان زین العابدین آں را باز عمارت نمود۔

خانقاہ کی عظیم ترین عمارت بدست ملک کاجی چک

و چوں حضرت امیر شمس الدین محمدؒ عراقی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ بتشریف قدوم ایں ممالک را مشرف ساخت آنحضرت در عہد حکومت ملک الملوک ملک کاجی چک مرحوم آں خانقاہ را بایں بزرگی و وسعت و بلندی و عظمت مجدداً بنا نمودند و خانہائے مردم از حوالی او برداشتند و زمین بعضیہا را از زر بسیار و مال بے شمار دادہ خریدند۔ و آنہا بہ زر احتیاج نداشتند مانند قاضی محمد قدسی و فرزندان ملّا بابا علیؒ و غیرہم ایشان را از جاہائے دیگر زمینہا عوض دادہ از حوالی خانقاہ دور ساخت تا بقعۂ متبرکہ از حوادث آفات و بلیہ احراق و حادثات محفوظ و مصئون باشد و در زمان حضرت امیر شمس الدین محمدؒ عراقی تفضیات خانقاہ زیادہ و مضاعف گشتہ۔ چنانچہ در حیات آنحضرت در مطبخ خانقاہ ہر روز صد بیست و پنج ترک[1] برنج می پختند۔ برائے طعام چاست شصت و پنج ترک برائے طعام شب، شصت ترک موظف و مقرر بودہ۔ کم روزہا می بود کہ در مطبخ خانقاہ گوشت نمی پختند در خانقاہ مطبخے و آتش خانہ ہم بنا کردہ بود و از حوادث روزگار ہم مطبخ و آتش خانہ سوخت و متولیان دیگر مطبخ و آتش خانہ مختصر بنا کردند و بزرگی عمارت خانقاہ و کلانی صندوق کہ انبار شالی خزینۂ حوائج و مصالح خانقاہ ہست نشانہ و نمونہ ایست باقی از ہمت عالی حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی۔

---

[1] کشمیری وزن کے مطابق ایک ترک برابر ہوتا ہے پانچ سیر تین چھٹانگ۔

ومخفی بناشد کہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی قدس سرہٗ بعد از چندگاہ بواسطۂ اظہار عناد و
عداوت ورزیدن سید حصاری از اقامت وسکونت این دیار دلگیر گشت واز سلطان سکندر مرحوم
رخصت گرفتہ بعزم زیارت بیت اللہ الحرام و ادائے مناسک حج وغیرہ عازم مسافرت گشت۔
بعد از امضاء این مرام وزیارت عتبات ائمہ کرام بخطۂ ختلان کہ مولد شریف او و مدفن والد بزرگوارش
بود رسید و در ہمان منزل از عالم فانی رحلت نمودہ نزدیک بزرگوار خود تجہیز و تدفین یافت۔
وایضاً معلوم باشد کہ مدت سلطنت وعہد پادشاہی سلطان سکندر بت شکن بست
و پنج سال و نہ ماہ و شش روز بود۔ آخر بہ مقتضائے ربانی و تقدیر سبحانی شہباز روح سلطان مغفور
مرحوم از توشیحی[1] عالم غیب صفیر دلپذیر یَااَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً
مَرْضِيَّةً شنیدہ از قفس تنگ دنیا بہ فسحت فضائے عقبیٰ پرید اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون ؎

آں شاہ فلک رتبہ سکندر کہ شد است

اوصاف حمیدہ اش ذکر افواہ

رحلت چو نمود بہر تاریخ سروش

گفتا کہ ”بخشش بادا ما و آہ[2]“

در دیوان اشعار سید محمد بیہقی کہ در اشعار درویش تخلص میکرد و برائے سلطان سکندر
مرحوم بسیار قصائد واشعار وارد تاریخی برائے وفات پادشاہ مذکور فرمود۔ وقطعۂ آں از دیوان او
نقل کردہ شد ؎

دوشنبہ ثانی عشرین محرم | میان شام وخفتن نے کم وبیش
ز ہجرت ہشتصد و دہ رفتہ و شش | شد از دار فنا سلطان درویش

سکندر شاہ و داداری کہ ہرگز
نکردہٗ سینۂ بے چارہ ریش

ودیگر از شعرائے آں وقت در تاریخ آں پادشاہ مغفور مرحوم فرمود ؎

---

[1] میر شکار۔

[2] ۸۱۶ھ ہجری۔

بزرگ طرح انداختند و آں پادشاہ سعادت دستگاہ قریۂ چند برائے مدد معاش مجاوران و معتکفان
آں آستان ملائک آشیان گذاشتہ اند و بعضے میگوئند کہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی لعلے داشتند
آں لعل را بسلطان سکندر مرحوم دادند۔ و قریۂ تلال (ترال) و قریۂ وچی را بطریق بیع و شرا گرفتند
آں ہر دو قریۂ را بیت المال نموده وقف آں خانقاہ ساختند تا مدد معاش مجاوران و اوراد خوانان
آں آستانہ باشد و بناء عمارت خانقاہ متبرکہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی عمارت کرده خُرد و مختصر بود
و عمارات مردم و مجاوران و بیوتِ خانقاہ اہل شہر نزدیک بدیوار ہائے خانقاہ و حوالی آں محیط
بود۔ چنانچہ اکثر آتشے در آں محلہ افتاد و می سوخت خانقاہ ہمراہ خانہا سوختہ۔ و در زمان سلطان
زین العابدین آں را باز عمارت نمود۔

خانقاہ کی عظیم ترین عمارت بدست ملک کاجی چک

و چوں حضرت امیر شمس الدین محمدؒ عراقی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ بتشریف
قدوم ایں ممالک را مشرف ساخت آنحضرت در عہد حکومت ملک الملوک ملک کاجی چک مرحوم آں
خانقاہ را باین بزرگی و وسعت و بلندی و عظمت مجدداً بنا نمودند و خانہائے مردم از حوالی او بر داشتند
زمین بعضیہا را از بسیار و مالِ بے شمار داده خریدند۔ و آنہا بہ زر احتیاج نداشتند مانند قاضی محمد قدسی
دفن زندانِ مُلّا بابا علی وغیرہم ایشان را از جاہائے دیگر زمینہا عوض داده از حوالی خانقاہ دور ساخت
تا بقعۂ متبرکہ از حوادث آفات و بلیہ احراق و حادثات محفوظ و مصُون باشد و در زمان حضرت
امیر شمس الدین محمد عراقی تفضیات خانقاہ زیاده و مضاعف گشتہ۔ چنانچہ در حیات آنحضرت در مطبخ
خانقاہ ہر روز صد بیست و پنج ترک[1] برنج می پختند۔ برائے طعام چاست شصت و پنج ترک برائے
طعام شب، شصت ترک مُوظف و مقرر بوده۔ کم روزہا می بود کہ در مطبخ خانقاہ گوشت نمی پختہ و
در خانقاہ مطبخے و آتش خانہ ہم بنا کرده بود و از حوادث روزگار ہم مطبخ و آتش خانہ سوخت و
متولیان دیگر مطبخے و آتش خانہ مختصر بنا کردند و بزرگی عمارت خانقاہ و کلانی صندوق کہ انبار شالی
خزینۂ حوائج و مصالح خانقاہ ہست نشانہ و نمونہ ایست باقی از ہمت عالی حضرت امیر شمس الدین
محمد عراقی۔

---

[1] کشمیری اوزان کے مطابق ایک ترک برابر ہوتا ہے پانچ سیر تین چھٹانگ۔

و مخفی بنا شد کہ حضرت امیر سید محمدؒ ہمدانی قدس سرہٗ بعد از چندگاہ بواسطۂ اظہار عناد و عداوت ورزیدن سید حصاری از اقامت و سکونت ایں دیار دلگیر گشت و از سلطان سکندر مرحوم رخصت گرفتہ بعزم زیارت بیت اللہ الحرام و ادائے مناسک حج وغیرہ عازم مسافرت گشت۔ بعد از امضاء ایں مرام و زیارت عتبات ائمہ کرام بخطۂ ختلان کہ مولد شریف او و مدفن والد بزرگوارش بود رسید و در ہمان منزل از عالم فانی رحلت نمودہ نزدیک بزرگوار خود بتجہیز و تدفین یافت۔

و ایضاً معلوم باشد کہ مدت سلطنت و عہد پادشاہی سلطان سکندر بت شکن بست و پنج سال و نہ ماہ و شش روز بود۔ آخر بہ مقتضائے ربانی و تقدیر سبحانی شہباز روح سلطان مغفور مرحوم از توشیحی[1] عالم غیب صفیر دلپذیر یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً شنیدہ از قفس تنگ دنیا بہ فسحت فضائے عقبیٰ پرید اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ؎

آں شاہ فلک رتبہ سکندر کہ شد است
اوصاف حمیدہ اش ذکر افواہ
رحلت چو نمود بہر تاریخ سروش
گفتا کہ "بخشش بادا ماواہ"[2]

در دیوان اشعار سید محمد بیہقی کہ در اشعار درویش تخلص میکرد و برائے سلطان سکندر مرحوم بسیار قصائد و اشعار وارد تاریخی برائے وفات پادشاہ مذکور فرمود۔ و قطعۂ آں از دیوان او نقل کردہ شد ؎

دوشنبہ ثانی عشرین محرم	میان شام و خفتن نے کم و بیش
ز ہجرت ہشتصد و دہ رفتہ و شش	شد از دار فنا سلطان درویش

سکندر شاہ و دادارے کہ ہرگز
نکردہ سینۂ بے چارہ ریش

و دیگر از شعرائے آں وقت در تاریخ آں پادشاہ مغفور مرحوم فرمود ؎

---

[1] میر شکار۔

[2] ۸۱۶ھ ہجری۔

سال ضاد و واو یا از محرم[1] وکات و بی بود کز عالم

سکندر شاه رحلت کرد و رفت (۸۱۶ھ)

سلطان علی شاہ در تاریخ سنہ ہشتصد و شانزدہم بجائے سلطان سکندر مرحوم پسر بہتر سلطان علی بر سریر سلطنت و تخت حکومت نشست۔ و مدت بادشاہی او ہشت سال و چند ماہ بود۔ صحبت میر سید محمود بیہقی با ایشان راست نیامد۔ ایشان گلشن کشمیر عرصۂ آفات دانستہ عزم جزم رفتن دہلی تصور میکردند۔ آنگاہ دعوت در غایت کثرت بخاطر انور شش گذشت تمام امرائے عظام کشمیر و مشائخ کبار و سادات رفیع القدر علماء و فضلاء و اکابر در صحرائے عیدگاہ طلبید جمع ساختند و سلطان علاء الدین ولد سلطان سکندر مرحوم نیز دراں مجلس حاضر گشت و بعد از تناول طعام حفاظ بخواندن کلام ملک علام مشغول گشتند و چوں ازاں فارغ شدند خلعت فاخرہ لائق منصب ہر کدامی را پوشانیدہ از لباس سوگواری بیروں آوردہ۔ آنگاہ میر سید محمود بر سر مزار سلطان سکندر فائض الانوار آمدہ شرائط زیارت بجا آورد زبان حال در مرثیہ پردازی ایشان بایں ابیات مترنم گردانید۔

فراق شاہ سکندر مرا بجان آورد — نہ آنچناں کہ چناں بر زبان توان آورد

خیال عارض او گر نہ آب حیواں بود — چرا بدیدۂ من حکم جاودان آورد

زبار رفت او محنتے کہ در دل ماست — ز صد یکے نتوانیم بر زبان آورد

زود شادی و غم رفتہ بد ز دولت او — قضا بطالع من ایں بہ برد و آں آورد

مرا ز صحبت او برکنارہ داشت زغم — فلک ز دست غمش باز در میان آورد

فراق طلعت زیبائے آں بہشتی رو — ز رنج و محنت دوزخ مرا نشان آورد

زفوت شاہ جہاندار چرخ بے تدبیر
ہزار گونہ خلل پیش در جہاں آورد

---

[1] "سکندر شاہ رحلت کرد" کے اعداد ۱۵۰۲ ہوتے ہیں۔ ان میں سے "ورفت" کے ۶۸۶ اعداد کم کیجئے تو باقی ۸۱۶ اعداد رہتے ہیں۔ اور یہی تاریخ وفات ہے۔ تاریخ حسن جلد دوم ۱۸۵ میں سکندر کی تاریخ وفات ۸۲۰ھ درج ہے جو غلط ہے۔ (اکبر حیدری)

باتفاق بجز سیدا سے مسلمانان   "زبہر فوت رشتہ اسلام" پادشاہ جہاں

آنگاہ میر سیّد محمود بیہقی از راہ ہرپور متوجہ شدہ بمنزل سابق خود در دہلی آمد و متوطن و مقیم گشت و از شواغل دنیائے دنی اعراض نمودہ رو بساختن کارہا اُخروی آورد۔ مسجد و عمارت و مدفن متبرکہ کہ تعمیر پرداختہ لنگرے عظیم ضائن و ہضیم وارد و صادر درآنجا مقرر فرمود۔ و آنحضرت ظہور کرامات و خوارق عادات در کشمیر و دہلی پیش ارباب عقل و نقل شہرت تمام دارد و مزار آنحضرت مطاف طواف انام و محل اجابت دعاء و تحصیل مقاصد خلائق است۔ وفات آنحضرت در ماہ ربیع الآخر بود۔

میر سیّد حسن میر سید حسن برادر زادۂ میر سید محمود بیہقی بموجب رخصت ایشان در نوشہرہ ہند سکونت و اقامت اختیار ورزیدہ بکمال شجاعت و سپاہ گری موصوف گشتہ در اندک فرصت بزور شمشیر از متمردان نواحی کوہستان کشمیر باج و خراج گرفتہ در مرسومات و علوفات[1] سپاہیان خود می دارد۔ و ہر جا خبر اہل بغی و فساد استماع می نمود بمجاربہ آنہا پرداختہ بہ تیغ بیدریغ از وجود مفسدان خالی میکرد۔ آں نواحی ناگاہ درین اثنا روزے یکے آمدہ بخدمت ایشان معروض داشت کہ راجہ حسرت با جماعہ کفرہ و فجرہ بساط غفلت و غرور در قلعۂ خود گستردہ مردم را ضلال و اغوا می کند۔ بمجرد کہ ایں خبر بسمع مبارک میر سید حسن رسید فی الحال تیغ یمانی جوہردار صاعقہ کردار حمائل کردہ بر مرکب باد پیما از نوشہرہ ہند سوار شد و عنان مبارزت بحرکت آوردہ کوچ بکوچ بملک لشکر طاغوت حربی عظیم پیوست ؎

خدنگ از دو جانب روا رو گرفت	بروئے زمین چوں ددادو گرفت
چناں آتش فتنہ بالا گرفت	کزاں شعلہ در چرخ والا گرفت
زبس مردہ افتادہ بیروں زحد	شدہ کوہہائے کشادہ لحد

چو شمشیر و نیزہ بپایاں رسید
حکایت بدست گریباں کشید

و چون قلعۂ کفار ناپاک سر بایوان فلک کشیدہ داشت و اطراف و جوانب آں بجنگل نیزہ پوشیدہ بود۔ لاجرم مبارزت مبارزان حیراں سید حسن با جماعۂ مخالفان بے سر و بن اگرچہ بس نمی آمد اما باز

---

[1] بمعنی خوراک و روزینہ۔

بموجب فرمودۂ جاهدوا فی سبیل اللہ حق جہادہٖ محاربہ آنجماعہ جہاد اکبر دانستہ جنگی عظیم پیوستہ بتاریخ دوم شہر ربیع الاول سنہ ہشتصد وسی و ہفتم ہجری بدرجۂ اعلا شہادت فائز شد و تاریخ رحلت ایشان بدین وجہ یافتہ اند ۔ قطعہ

صانع بیچون کہ حکم لایزالش بر دوام
بر ہمہ شاہ و گدا و انس و جان یکسان رود
ربع مسکون از کمال قدرتش یا بد سکون
و آسمان از ہیبت قدرتش سراسیمہ دود
آن یکے از لطف او یا بد بہشت جاودان
وان دگر از قہرش اندر درگۂ اسفل رود
ناگہ از زخم اجل سید حسن کردہ شہید
گور او پرنور بادا رحمتش شامل بود
چون ز سال رحلتش کرد از خرد عاقل سوال
عقل گفتا "پیشوائی اہل جنت او بود"[1]

و قبر آنحضرت در جبروت است ۔ چون خبر شہادت ایشان نزد خویشان و فرزندان در بلدۂ دہلی شایع گشت ۔ تمام فضلا و اکابر و اہالی و موالی بلدۂ دہلی مراسم و شرائط تعزیت بجا آوردند و میر سید ناصر ولد مرحومی میر حسن در امرایان و اعیان و سادات و علمار و فضلار بلدۂ مذکور طلبیدہ اطعمۂ گوناگون و مشروبات از حد افزون طیار ساختہ با یشان خورانید و بسیار ختمات قرآن مجید و نیت روح پاک ایشان خوانده باز از سر نو بساط دعوت عظیم گستردہ اطعمہ و اشربہ از ہرچہ در حوصلۂ خیال گنجد افزودہ در منازل مشائخ و سادات کبار و اکابر و اشراف علمار و بزرگوار و سائر ابنار روزگار متوطنان آن دیار فرستاد ۔ بعد از تمام مراسم آن قدوۂ ارباب شہادت برخواستہ بقصبۂ جاریچہ تشریف بود ۔

و میر سید حسن بیہقی را از مخدرہ سلطان غیاث الدین ہفت فرزند بود ۔ میر سید زین العابدین

---

[1] ۸۳۷ ہجری ۔

و میر معظم خان و میر موسی و میر سید جلال و میر سید شاه و میر بادشاه و میر سید ناصر و هیچ کدام از جمله
فرزندان ایشان کمر مبارزت بانتقام راجه جسروت نبست الّا میر سید ناصر که بسن و سال از همه برادران
خرد تر بود و به علوّ همت از ایشان بزرگ تر بود - چون میر سید مذکور بانتقام آنجماعه نافرجام عزم مصمم فرمود
و اسباب و آلات حرب مکمل ساخته اراده توجه بصوب کفار نابکار نمود اشراف و اعیان در و سادات و کلانتران
کار عاقبت اندیشی ملحوظ داشته باتفاق آن هر شش برادر در ملازمت شریفه ایشان شتافته چنان
مصلحت نمودند که اولیٰ و انسب که درین سال بامضار این مهم عنان عزیمت بصوب آنجماعه
برسگال مصروف نه فرمائید - آن عالی همت نهمت سخنانِ ایشان شنیده سر اطاعت بحسب
رضا و مصلحت ایشان فرو کشیده در امضار آن مهم مدت هفت سال توقف واقع شد -

---

تیسرا باب

سُلطان زینُ العابدینؒ

در تاریخ سنہ ہشتصد و ہفدہم ہجرت نبوی بجائے سلطان سکندر مرحوم پسر مشہوری سلطان علی بر سریر سلطنت و تخت حکومت نشست و مدت ایام سلطنتش ہشت سال و چند ماہ بود چنانچہ سابقاً ذکر آں بسمت تحریر پیوست واو بتاریخ سنہ ہشت صد و بست و ششم ہجری بعزم مناسک حج وعمرہ بجانب حجاز رواں شد و ملک و سلطنت را بہ برادر خود زین العابدین تسلیم نمود و در تاریخ مذکورہ سلطان زین العابدین در مملکت کشمیر بر سریر سلطنت و تخت و ایالت نشست مدت سلطنت و حکومت او پنجاہ و دو سال بود در اثناء ایں میر سید ناصر با ز اسباب و آلات حرب مکمل ساختہ متوجہ طرف براجہ جبرت شدند۔ ہر چند برادران و عزیزان و بزرگان آمدہ انواع منت و اصناف معذرت نمودند کہ عزم محاربہ ایشان بر طرف فرمائید مناسب رائے عالی ہمت ایشان نیامد ؎

ما کار خویش را بخداوند کارساز
بگذاشتیم تا کرم او چہ میکند

ناچار ازاں مقال اعراض نمودہ در پاسخ چنیں فرمود کہ دریں سال ایں سفر ما خطار جع دوستان

بسے مبارک و میمون است ۔ فتح عزیمت آں از جملہ نامناسبات ست و چون اسباب و آلات آں بعنایت واہب العطایات ہمہ طیار و جو دست ناچار ایں امر را بقوت بفعل آوریم امیدواری از کرم باری بجانست کہ بموجب مضمون "اذا اراد اللّٰہ شیئاً ھیئا اسبابہ" شاہد فتح و فیروزی از پس پردۂ غیبی جلوہ گر آید و آں جماعۂ بدکردار بقہر قہار گرفتار گردد چون جماعۂ مذکورہ راجزم شد کہ ایشان بفتح عزیمت راضی نیستند ناچار زبان در کام خاموشی کشیدہ کارہائے بعنایت مہیمن[1] کارساز حوالہ نمودہ بمنازل خویش مراجعت نمودہ ۔ القصہ میر سید مشار الیہ متورع و منکسر خاطر گردیدہ در غضب و غیرت در آمدہ پائے عزیمت در رکاب شجاعت نہادہ بر مرکب مردانگی سوار شدہ ایں چند بیت غرا بدیہہ بر زبان فصاحت خویش گذرانیدہ ؎

..... آرد گر از فضل خویش	کہ فضل خدا ایست از وسع بیش
نداند ترسندہ از کار راز	نبودم مگر مرد مردان کار
بمیدان مردے ز عون خدا	نہ بیند کسم را پس افگندہ پا
نیایند بسیار چون من دلیر	بوقت دلیری نترسم ز شیر
چو من دست بردارم از بہر کار	نہ ترسم مگر از خداوندگار

چو طاہر کمینہ غلام علیست
بہ میراث او از علیؑ دلیست

از روئے کمال و غضب قہر آتش در منازل و مساکن مردم جاریچہ کشیدہ بطرف جبرت متوجہ گشت ۔

نقل است سید قاسم کہ در آں سفر خارج آں جماعہ برادران قدیم کہ کمر تجدید در خدمت میر سید ناصر بیہقی دراں سفر بستہ بودند پنج ہزار سوار جوشن پوش تیر انداز نیزہ گذار حمات بر حیات اختیار کردہ جہت انتقام کشیدن از راجہ جبرت از قصبۂ جاریچہ سوار شدہ متوجہ آں حدود شدند و از منازل مخوفہ گذشتہ بمقابلۂ لشکر راجہ جبرت شدہ باہم محاربہ

---

[1] خدا کے ناموں میں سے ہے ۔

توی و مقاتلۂ عظیم پیوستند و از منازل مردم از طرفین مقتول گشتند آخر بتائید الٰہی عساکر اسلام
خوش فرجام بر کردہ کفار ند انجام غالب آمدہ و از کشتہ پشتہ انداختہ اکثر ایشان را اسیر کردہ آوردند

یارب ایں قافلہ را لطف ازل بدرقہ باد
کہ از وخصم بہ رام آمد و معشوقہ بکام آمد

بعد انہزام احزاب شیطان بزیارت مزار متبرک میران سید حسن بشتافت عنان عزیمت جانب
نوشہر ہند معطوف داشتند۔

چوں صیتِ قدوم عساکر نصرت لزوم میر سید ناصر در نوشہر ہند بگوش ہوش سلطان
زین العابدین درکشمیر رسید۔ وکیلان کاردان سید مشارٌالیہ فرستادہ آشنائی کہ در زمان سلطان
سکندر ہمراہ میر سید محمود داشتند مجدد ساختہ از برائے تقویت و تمشیت سلطنت خویش تکلیف
ضیافت و لوازم مہمان داری بود بجا آورد۔

حضرت میر سید ناصر را سہ فرزند شجاعت شعار و پسندیدۂ روزگار بود۔ از آں جملہ میران
سید ابراہیم باکفار آں صوب میان دو اب محاربت بدرجۂ شہادت رسید و قبرش در قصبۂ جاریچہ
است و نسل او تمام منقطع شد و فرزند دویم ایشان میران سید محمود او را جانشین خود ساختہ از نوشہر
ہند بوقت رفتن کشمیر بقصبۂ جاریچہ مرخص ساختند و مدفن میمون او در قصبۂ مذکورہ است و نسل ایشان
در آنجا باقلیت و فرزند ثالث میرک سید حسن بود و او را ہمراہ خود گرفتہ اعتماد بر عود نامحدود و کائنات
نامعدود سلطان زین العابدین کردہ از راہ ہیرہ پور با حشم و خدم درکشمیر درآمدہ۔ دراں دیار متوطن و مقیم
گشتند۔ دریں حال سلطان زین العابدین صورت علوم بے نہایت و فنون فضائل بے غایت میراں سید
ناصر در آئینۂ ادراک و بصیرت خویش معائنہ نمودہ۔ حکومت و عدالت آں ولایت برائے صواب
تمام میران سید مشارالیہ مفوض داشتہ برائے باشش ایشان مابین باغ میر ویس و نوشہر تعیین
فرمودہ۔ جہت افتخار و اعتبار نسبت خویشی باآں طائفہ شریفہ استحکام دادو نزد فضلائے ولایتِ
کشمیر انوار عقل منیر و آثار خرد درست تدبیر میران سید مذکور و معروف از آفتاب مشہور تر است۔ چوں
سلطان زین العابدین ایں طائفہ شریفہ را در مرتبۂ عظیم الشانی و منزلۂ بلند مکانی بروجہ الیق و امرائے
رونق داد دنیا پرستان آں دیار برگشتہ روزگار قصد ہلاکت آں نافع اظلق را مصمم نمودہ فرصت بدست
مفسد زہر ہلاہل دار مردوسے تعبیہ نمودہ بطریق تحفہ پیش میران سید مشارٌالیہ فرستادند از آنجا کہ لطفِ

شاملِ لطف قادر دوستانِ صادق و محبانِ موافق خود را جہت علو مراتب اخروی مرتبۂ شہادت در وقت رحلت کرامت میفرماید - ایشان نیز باوجود خوارق عادات و درک و ہمات لختے ازاں امرود تناول فرمودند و آں بلا اگرچہ بحیثیت ظاہرے بود امّا در حقیقت زہر جان گزائے دلِ فرسا بود - لاجرم ہمان نفس در باطن مبارک ایشان سرایت تمام نمودہ امعاء و احشار شکم را جزو جز پارہ پارہ گردانید ؎

ہست چون مار گرزہ میوۂ دہر
نرم و رنگین اندرونِ پر زہر

پس معاً سلطان زین العابدین پیشِ خود طلب فرمودند - حال آگاہ گردیدہ از خدمت میران سیّد مشارٌ الیہ استفسار نمود کہ اے سرِ دفترِ سادات عالی درجات ایں قسم معاملہ در حق ملازمان از دست کدام ناپاک بوقوع آمدبفرما، تا اورا سیاست کنم اکنون دیدار ہمہ دیگر باز بقیامت افتاد - سیّد فرمود کہ ہرگز بہ تہتیک[1] پردہ آں بدکیش نمی پردازم و بہ سبب آزار و علو مرتبہ شہادت خود را در مایۂ انحطاط نمی اندازم - ہمیں بس است کہ در روزِ قیامت بعذاب و نکال[2] غضب و قہار منتقم عیار خواہد گردید - و فرزند او میرک سید حسن ہرچند دریں باب مبالغہ تمام والحاح لاکلام نمود مطلقاً فایدہ نہ کرد - و بافشائے سرِ آں ظلم نپرداختہ دوات و قلم احضار فرمودہ - ایں چند بیت درباب سپارش فرزند ارجمند خویش نوشتہ بدست سلطان زین العابدین داد ؎

سپردم ترا بندہ زاد حسن	زہے خاک محمود محمود من
بجائے گمینہ حسن پیش تست	نگوییم غلام ترا خویش تست
بہنگام ہیجا چو کوہ گران	چو شیر ژیان و چو پیل دمان
کمر بستہ در خدمت شہریار	نہ بیند کسے پشت شان روزگار
زبس ہست بہتر بدنیا و دیں	بلطف الٰہی شاہی قریں

تلقین زبانم نشاید کشاد
ولے از شرائط بود یاد داد

---

[1] پردہ دری کرنا - رسوائی۔ [2] عذاب، رنج، دکھ۔

میر سیّد ناصر کی وفات

چوں مرض آنحضرت سلطان زین العابدین درغایت صعوبت مشاہدہ نمود رقت بسیار فرمودہ قرین حزن فراوان و اندوہِ بے پایان گشتہ بقصورِ خویش شتافت ۔ اما ہر لحظہ مراسم پرستش و شرائط عبادت بتقدیم رسانیدہ از غائت اضطراب بے تاب شدہ لحہ بفراغت بر بستر استراحت نمی آرمید و ہاتف غیب از عالم لاریب این ندا بگوش ہوش دوستان باصفا میرسانید کہ ؎

ماہ شعبان منہ از دست قدح کاین خورشید
از نظر تا شب عیدِ رمضان خواہد شد[1] (حافظ)

قضاءً روز چہار شنبہ دوازدہم ماہ شعبان المعظم احوال آن ستودہ خصال بدین منوال بود کہ ؎

وقت است کہ وقت در سر آید
سیلابِ عدم زدر در آید

روز پنجشنبہ سیزدہم مِنہ سنہ ہشتصد و بیست و نہ سال ہجری داعی حق را لبیک اجابت گفتہ بلبل حیات را بریاض عالم علوی پرواز داد و تاریخ رحلت ایشان برین وجہ یافتہ اند ؎

کسے کز ازل گشت نیکو سرشت	نیاید ازو ہیچ گہ فعل زشت
کند کار نیکو باندازِ نغز	جدا دارد از ہر سہ پوستِ مغز
شہادت بباید سر انجام کار	خرامان درہ آید بہ دار القرار
دہر زہر شش آخر بہ ضمنِ سرود	درین باغِ دہقان چرخِ کبود
خصوصاً بسادات ناصر چو داد	بزہر ہلاہل حیاتش بباد
خرد مند دانائے دانش پذیر	زمن باز پرسید تاریخ میر

دل دانش اندوز علوی سرشت
بگفتا بود "سیّد اہل بہشت"[2]

ناچار صیحۂ صبح روز محشر و صوت صور فزع اگر در عالم اصغر ظاہر گشت و نوحہ و نفیر امراء و وزراء رو فریاد

---

[1] ماہ شعبان قدح از دست منہ کیں خورشید تا عیدی از شب جہان رمضان خواہد شد

[2] ۸۲۹ھ ہجری ۔

وفغان فضلاء و جہلا واحبا و اعدا ز اوج آسمان بایوان کیوان درگذشت و اکثر روپوشان سراپردۂ خلافت ہماں زمان بمنزل شریف آنحضرت تشریف آوردہ از مسند عزت بر پلاس ماتم نشستہ چنداں آغاز گریہ وزاری کردند کہ آہ دود آسائے ایشان عیان رایت نحوست لیئمانِ نو دولت بآسمان رسید۔ وخونابہ دل از راہِ دیدگان چوں گوہر اشک کریمانِ روز برگشتہ دم بدم برخاک غلطید ؎

زمژگان دم بدم خوناب می ریخت
گلو خوناب خونِ ناب می ریخت
زبس بالا گرفت آں روز فریاد
صدا در گنبد فیروزہ افتاد

بعد ازاں مراسمِ تجہیز و تکفین بر طریقۂ سنتِ سید المرسلین ترتیب دادہ در جوار مزار حضرت شیخ بہاء الدین جائے باصفائے دلکشائے و ہوائے روح افزائے مرتب ساختہ سپردند۔ تاحال آں آستانۂ پرانوار زیارت گاہ خلایق و جائیگاہ حصولِ مہمات و حاجات است و باسم مزارستان سادات دراں ولایت مشہور و معروفست۔ سلطان زین العابدین مدت سہ روز با کابر و اشراف در مقام عزا نشستہ مراسم و شرائط تعزیت آں معدنِ مغفرت بجا آوردہ حفاظ و علماء، زہاد و فضلاء را از صباح تا شام و از شام و صباح بہ ختمیاتِ کلام ملکِ علام خواندہ بزیارتِ مزاراں فایض الانوار مشرف شدہ بقصر سلطنتِ خویش رفتہ فرزند ارجمند ایشان میرک سید حسن و دیگر خویشان و ملازمان آنحضرت را بقصر سلطنتِ خود طلبیدہ۔ میرک حسن را ہماں منصب پدر بزرگوار مفوض داشتہ۔ دیگر خویشان و ملازمان را بنوازشہائے گوناگوں مخصوص و ممتاز ساخت۔ چون میرک سید حسن بہ منصب و حکومت پدر بزرگوار خود مخصوص گشت۔

در شہر نو شہر کوکل تاشانِ[1] سلطان زین العابدین شیوۂ تمرد و عصیان شعار خود ساختہ حکومتِ فرمانِ موکلان و گماشتگان سلطان زین العابدین و مجال جریان نمی

---

[1] کوکلتاش۔ برادر رضاعی یعنی دودھ شریک بھائی۔

دادند- ازین نوع حرکات شنیعه و افعال ذمیمه خاطر سلطان زین العابدین از ایشان بسیار ناخوشی و گرانی
داشت و شهادت سید ناصر به سبب زهر پیش اهل کشمیر از دست آں جماعت نابکار اشتهار تمام داشتند
لاجرم سلطان زین العابدین از تقصیرات ایشان متغیر المزاج شده میرک سید حسن را با جمعی از مبارزان
برائے محاربه و مقاتله ایشان تعین فرمود- میرک سید حسن بتائید و نصرت نامتناهی الٰهی در احتراز
آمده رو بروئے ایشان شده جنگی عظیم پیوسته آں جماعه متمردان بقتل آورده

کُشاد حشمت او دست عدل در کشمیر

بعد ازاں حکومت و ایالت سلطان زین العابدین در ممالک کشمیر بعد از استیصال دشمنان
بے تدبیر باقصی الغایت مستحکم و نافذ گردید- و خلائق تمام آں دیار از دست ستم مردم ستمگار چنانچه
جماعهٔ کوکل تاش وغیره خلاصی یافته- غاشیه خدمت گاری و فرمان برداری سلطان زین العابدین
بر دوش خویش گرفته در سایهٔ امن و امان راحت و استراحت نموده بدعائے جاندار ایشان اشتغال
نمودند بعد ازاں بفراغ بال صرف اوقات سلطان زین العابدین برائے توطن همان شهر نوشهر اختیار
نموده دران مقام پسندیده عمارت رفیع بنا نموده قصرے بغایت بلند عمارت بنیاد نهاد- اکثر سرداران
لشکر خود را در گرد نواحی آں شهر نوشهر منازل و مساکین جهت اقامت تعین نموده و بعضی از اماجد
سادات و اکابر علماء و فضلا مانند سیادت مآب امیر سید محمد مدنی و ملا پارسا وغیرهما را در نوشهر بتوطن
اقامت حکم فرمود تا با ایشان مصاحبت و ملاقات بر وجه احسن میسر شود-

علم دوستی اور لوگوں کی خوشحالی

بعد ازیں فتح ببرکت کمال رعیت پروری و یمن
نهایت مرحمت گستری سلطان زین العابدین تمام
رعایائے این مملکت و اهالی این ولایت فارغ البال و مرفه الاحوال بودند- و در معموری و آبادانی
مملکت و ترویج هنرمند و ارباب حرفت اهتمام تمام داشت و بسیار هنرهای غریبه و صنعت هائے عجیبه
به برکت او رونق و رواج یافته و هر کسے که از اطراف و اکناف بطریق مسافرت بدیں دیار میرسید-
تفحص و تجسس بسیار نموده از وے تحقیق می کرد که هیچ هنرے و صنعتے دارد- اگر هنرے یا صنعتے می داشت
یک دو کس از اهل فطنت و ادراک پیش او می فرستاد تا آں هنر از وے می آموختند و بدیں طریقه
بسیار هنرها و صنعت ها دریں دیار شائع ساخت و دران وقت هیچ کس دریں ملک صنعت کاغذ گری و
مجلدی نمی دانست- آں پادشاه فضیلت پناه دو مرد بزرگ صاحب فهم و ادراک بودند- به سمرقند

فرستاد۔ و وجہ معاشِ اہل و عیالِ ایشان تعین نمودہ اسبابِ راہ و خرجیاتِ سفر بایشان دادہ تا خاطر
جمع بسمرقند رفتند۔ آں ہر دو نفر صاحب فطرت چند سال در آں شہر اقامت نمودہ یکی صنعت کاغذ
گری و دیگری مجلدی آموخت۔ بعد از دست کمال در صنعت مذکور ہر دو نفر مراجعت نمودہ ہر دو ہنر را
بدیں دیار صنائع مذکور شائع ساختند و فضلا و علما و ہنرمندان را چندان اکرام و احسان می نمود کہ مزیدے
برائے حکمن التصور نبود و در آں وقت دریں دیار کتب معتبرہ و تصانیف غریبہ بسیار کم بود آں پادشاہ
مربی اہل ہنر انواع تحف و ہدایا بسلاطین ولایت فارس و خراسان و حکام عراق و سجستان فرستادہ
از ایشان التماس کتب معتبرہ و تصانیف غریبہ نمودہ۔ چندان فراہم آورد کہ در حیطۂ سر و شمار نمی تواں
آورد از السنہ و افواہ حاجیان چنان استماع نمود کہ اصل نسخۂ کشاف جار اللہ علامہ بدست خط خود نوشتہ
است نزد فضلائے بلدہ طیبہ مکۂ معظمہ یافت درحال کاتب خوش خط طلبیدہ خرجی فراوان و توشۂ
بے پایان ازانی داشتہ بصوب مکۂ معظمہ فرستاد۔ آں کاتب چند سال دراں بلدۂ طیبہ رخت
اقامت انداختہ از اصل نسخۂ دیگر نقل نمودہ بمقابلہ و تصحیح آں پرداختہ از اکابر اشراف ام القریٰ
تمسکی نویانندہ آورد کہ ایں کاتب ایں کتاب اصل جار اللہ انتساب نمودہ و مقابلہ و تصحیح ساختہ
بہ آں حدودِ فاخرہ کاتب مذکور را ممتاز گردانیدہ کتاب بسرکار خویش سپرد و ایں نسخہ در فترات
اول مرزا حیدر در حین استیلاء غارت بدست قاضی میرزا حیدر افتاد آنرا غنیمت دانستہ
بولایت خود برد۔

زین العابدین کی رواداری

سلطان زین العابدین علماء را و فضلاء را تعظیم و تکریم کما ینبغی می نمود و انعام و ادرارات بسیار باین طائفہ می داد و در
عہد سلطنت او ہمہ علما و فضلائے عظام از ولایت آمدند مثل مولانا میر محمد رومی و مولانا احمد رومی کہ
ہر دو برادر یکدیگر بودند بحلیۂ انواع و اصنافِ فنون محلّی و آراستہ از ممالک روم بدیں دیار رسیدند
و از سلطان زین العابدین انعاماتِ وافر و احساناتِ متکاثر یافتہ دریں مملکت مقیم شدند ہمچنیں
بہ سبب استماعِ انعام و اکرام او بسیار فضلاء در عہد او بولایت کشمیر رسیدند و با نظارِ لطف و مرحمت
مخصوص گشتند و ایں پادشاہ چنانچہ بہ علمائے اسلام و اکابر و اشرافِ امت حضرت سید انام می پرداخت
ہمچنیں بہ صنادید کفرہ و طوائف مشرکان ہم می ساخت و قواعدِ کفر و ضلالات و رسوم عبدۂ اصنام
ارباب جہالات را رونق و رواج می داد و تمام بت خانہ ہا و معبدۂ کفرہ کہ در عہد سلطان سکندر مغفور

انہدام و ویرانی یافتہ بود۔ باز آنہا را معمور و آبادان ساخت و اکثر کفار و مشرکان کہ بہ سبب تقویت اسلام بجانب جموں و کشتواڑ گریختہ بودند ایشان را استمالت نمودہ باز آورد و دفاتر کفرہ و صحائف شرک کہ ایں دیار بدر بردہ بودند آں را طلبیدہ باز آورد و علوم کافران و رسوم مشرکان را باز احیاء ساخت و برونق و رواج طوائف آں قوم بر ضلال می پرداخت و در ہر دیہ و قریہ بر سر دیو و چشمہ کہ اسم بتے و یا رسم کفرے بود حلہ آں را برپا ساخت و در ہر بلدے و محلے در ایام مخصوص جشنہائی کفارہ و بدعت ہائے فساق و فجار کہ در عہد سالف و ایام قدیم مرسوم و معتاد بود براوج رونق و احیاء آں نسق امر می کرد و دران جشن ہائے نوبہار خود ہم حاضر می شد و بمردم رقاص و لولیان و زنانِ غانیہ و مغنیاں را چنداں انعامات می کرد کہ تمام مردم ایں دیار از صغار و کبار از وے راضی و خوشحالی می شدند۔

زین العابدین کا ملکی انتظام

و ایں سلطان زین العابدین در مدت سلطنت و پادشاہی خود در ضبط و ربط امور مملکت و انفاذ حکومت اہتمام داشت و اطراف و نواحی ولایت کشمیر را از تغلب و استیلائے بیگانہ وقایہ و محافظت کما ینبغی می نمود و چناں ضبط ممالک می کرد کہ در اقصائے ولایت تبت موضع است کہ آنرا "لی شی" می گویند و در آنجا مزارعی چند داشتہ زراعت خاصہ برائے خود می کرد و بطرف ہندوستان آنچہ بہ ہمت و شجاعت سلطان شہاب الدین مسخر و متصرف شدہ بود از مادرائے آب بہلول پور و از سرحد معدن نمک و از سرحد سواد گیر۔ آنچہ بطرف ہندوستان بود سلاطین ہندوستان در تصرف خود آوردہ بودند۔ و آنچہ بجوانب کشمیر بود در تحت تصرف سلاطین کشمیر بود۔ سلطان زین العابدین مجموع ایں جوانب و اطراف و نواحہا را محافظت می کرد و بجانب کشمیر باج و خراج می دادند۔ اگر کسے از پادشاہان جوانب و اطراف تغلب و استیلاء بریں نواحی نمود سلطان زین العابدین سپہ سالار و امرائے لشکر خود کشیدہ با ایشان جنگ ہا می کرد۔ و حدود و ولایت خود را از استیلائے بیگانہ نگاہ می داشت و گاہ گاہ خود بہ لشکر ہا بر می آمد و در عہد وے یکبار در ممالک ایں دیار و لولہ افتاد کہ پادشاہِ کاشغر بگرفتن ولائیت تبت و لتی متوجہ شد و سلطان زین العابدین ہمہ تمام امرایان و سرداران مملکت خود جمع نمودہ در پرگنہ لار عساکر نصرت مآثر خود را بار دادہ بابست ہزار سوار جرار و یک لک پیادہ

غرض بجنگ آزموده از مردم این دیار محمد ماگرے و ملک مسعود ٹھکر از نسل جندان ہلمت رینہ و احمد رینہ دار مردم ولایت کہ میرک سید حسن بہ منصب سرداری لشکر خویش اختیار نموده، در ولایت تبت تشریف شریف ارزانی فرمودند۔ اگرچہ جمعیت لشکر کشمیر بہ نسبت لشکر کاشغر اندک و کمتر بود اما جرأت مبارزانہ و ہمت مردانہ ورزیده در مقابلۂ ایشان ایستادند در موضع یشتیہ از ولایت تبت میان لشکر جنگی سخت و حربی عظیم واقع شد دران اثنا مبارزان کشمیر جنگ ترکان با تدبیر دیده تہاون و تکاسل بخاطر خویش راه داده اند کہ ملاحظہ کرده ایستادند آن سر سرداران سادات بیہقی میرک سید حسن شجاعت طائفہ ہاشمیہ بکار برده بحرب ترکان گرائیده ؎

کشیدند شمشیرہا بے دریغ
بدشمن نمودند بازوئے تیغ
زخارستان آتش فتنہ تیز
زمین فتنہ خیز آسمان فتنہ ریز
ز ہر دو طرف ماجرا شد دراز
نمی شد گره ہائے آن رشتہ باز

میسرۂ لشکر ترکان بہ میمنہ زد و میمنہ در قلب گاه آن روز ہر دو گروه با شکوه از فرط محاربہ ستوده گردید۔ شبانگاه ہر کدام بلشکرگاه خود مراجعت نمود۔ فردا چون آفتاب عالمتاب علم مبارزت و دلاوری از کوه مشرق برافروخت۔ امرایان و سرداران ممالک کشمیر از رشک جنگ دی روزه میرک سید حسن غیرت مردان غیور ورزیده داد مردانگی و شجاعت داده با لشکر ترکان نوعی محاربہ و مقاتلہ پیوستند کہ مہر سپہر عالمگیر بصد زبان تحسین و آفرین خوان ایشان شد ؎

کشیدند کشمیریاں بارصف — بہم جمع گشتند از ہر طرف
غضبناک ہریک چو شیر ژیان — گرفتند بدخواه را در میان
کمانہا ز بازو در آمد بدست — کشیدند تا گوش بکشاد دست
ز پیکان چنان آتش افروختند — کہ ہر ملک را بر فلک سوختند

خدنگی پیاپی زدند آنچناں | کہ پیکانِ ایں سفت سوفارِ آں
کسے گرز تیرے شدہ بے خبر | خبردار کردیش بہ تیرِ دِگر
بر آمد چکاچاک شمشیر ہا | کشید آں چکاچاک تا دیر ہا
ولے عاقبت آسمانِ بلند | رسانده به ترکان از ایشان گزند

بہ آں سدِ آہن در آمد شکست
زبردست ہنگامہ شد زیر دست

ناچار از طرفین مردمِ بسیار بقتل رسیدہ بعونِ عنایت الٰہی و بہ مقتضائے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ نسیم فتح و ظفر بر اعلام لشکر ممالک کشمیر وزیدہ و بسمع سلطان زین العابدین مژدہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا رسید و چوں سلطان مذکور بفتح و فیروزی از نواحی تبت بولایت کشمیر مراجعت نمود بر سریر سلطنت خوش جمعیت خاطر و فراغ دل نشست۔

رفاہ عام کا کام

در عہد سلطان مذکور ببرکت کمال رعیت پروری و یُمن نہایت مرحمت گستری او تمام رعایائے ایں مملکت و اہالی این ولایت اوقاتِ خود با منت درفاہیت می گزرانیدند و فراخی اغذیہ و ماکولات و ارزانی غلہ و حبوبات[1] در عہد وے چندان بود کہ در ہیچ زمانے آں چناں نشاں نمی دہند در معماری ملک و آبادانیٔ مملکت مساعیٔ جمیلہ بجامی آوردو اکثر قریات و مواضع عطیہ و بسیار آراضی نامزروع و معطلہ کہ بہ سبب خطرات و دالجو خراب و ویران شدہ بود بواسطہ اہتمام و مساعیٔ او معمور و آبادان گشت۔ ازاں جملہ است زینہ پور و زینہ ڈب و زینہ گیر۔ ہر جا کہ مزروع و آبادان می ساخت در آنجا قصرے بزرگ و یا عمارتی لطیف بنا می فرمود و در محلے کہ زمین زینہ گیر را خواست کہ احیا کند و مزروع سازد و نہر پُہر را از گذر قدیم بر بست بنگہائی عظیم از راہ قدیم سد ساخت و آب آن را زمین زینہ گیر رسانیدہ دہاقین و اہل قریات را زراعت شالی فرمود و تمامی اخراجات و محصولات آں را بعلماء و فضلاء و ارباب صلاح و اہل تقویٰ عطا نمود و جملہ آں را وقفِ اربابِ استحقاق ساخت و در آنجا قصرے بزرگ و عمارتی بلند بنا فرمود و چون آں قصر با تمام رسید پادشاہ در حوالی آں باغ پر از اشجار فواکہ و درختان میوہ دار

---

[1] حبوب کی جمع الجمع۔ حَب بمعنی گیہوں، چنا، جو وغیرہ۔

مرتب فرمود۔

پانڈو چک کی بغاوت

ودر آں وقت از نسل لنگر چک در طائفہ چکان پانڈو چک رئیس و سرخیل ایشان بود وے با خویشان و اقربائے خود اتفاق نمود کہ اگر ایں سلطان زین العابدین در پرگنۂ کمراج متوطن و مقیم شود و قبیلۂ مارا جہت پیگار بیگار[1] جفا کنند و بارکش و مزدور می سازند در وقتیکہ پادشاہ بشہر آمدہ بود و در آنجا بغیر از نجاران و بنایان و کارکنان کسے نبود۔ ایں پانڈو چک جماعتے از قوم و قبیلۂ خود ہمراہ گرفتہ آمد۔ آں قصر را آتش زدہ۔ و تمام عمارتہا را سوختہ بکوہ ترہگام نشست و زنان و عورات خود کہ بطرف دراؤ فرستاد و چون پادشاہ ایں خبر شنید۔ جماعتے کثیر از سپاہان فرستاد و تمام خانہائے او را در ترہگام سوختہ و پانڈو چک بطرف دراؤ گریختہ و سلطان زین العابدین بار دیگر آں قصر را عمارت نمود و ایں پانڈو چک بعد از چندگاہ فرصت طلبیدہ و جماعتے از دراؤ ہمراہ آوردہ بار دیگر آں عمارتہا را سوخت و باز بطرف دراؤ گریخت۔ بعد از سلطان زین العابدین مردم دراؤ او را استمالت نمودہ و انعام و احسان بسیار وعدہ کردہ مطیع و منقاد امر خود ساخت تا پانڈو چک گرفتہ با تمام اہل و عیال و اولادِ صغار و کبار آوردہ بسلطان مذکور دادند و سلطان مذکور پانڈو چک را بر سنہا کشید۔ و کشت و فرزند و اقربائے او کہ لایق جنگ محاربہ بودند۔ تمام ایشان را بقتل رسانید و زنان کودکان ایشان را بقریہ کوارل کہ نہایت طرف دیگر کشمیر بود بفرستاد تا در آنجا زنان و عورتان ایشان کودکان صغار خود گرفتہ سکونت نمائید و بعد از چندگاہ کہ اطفال شیر خوار ہائے ایشان بحد بلوغ و تمیز رسیدن و با طفال و اہالی آں قریہ آشنا شدند و مردم رعایا حوالی و جوانب آں حدود با ایشان آشنائیہا و شفقتہا می ورزیدند تا کہ طائفہ نایکان کہ سران و سروران مردم آں حدود بودند و دختران چکان را بعقد نکاح فرزند خود گرفتند و دختران خود را بفرزندان چکان بتزویج نکاح دادند و اکثر بزرگان و کلان تران آں نواحی با ایشان مواصلت کردند و جملہ فرزندان ایشان یک پسر پانڈو چک حسین چک نام داشت۔ حضرت ایزد تعالیٰ دربارۂ وے لطفی ارزانی فرمود کہ قریب نہ یادہ پسر از وے متولد شد و قوم و قبیلۂ چکان ترہگام اکثر از ہمیں حسین چک منشعب و متفرع

---

[1] بہت سے معاد۔

شدند و اغلب طائفہ از پسران وے انتشار یافتند۔ چنانچہ در محل خود تفصیل ایشان اہتمام می کردہ شود۔

زین العابدین اور تعمیرات

و ایں سلطان زین العابدین در عہد سلطنت خود ہر جا کہ موضعی خوش و ہوائے دلکش یافت در آنجا عمارتی خوب و چبوترۂ مرغوب عمارت می کرد و در کولا بہائے کہ آب ہائے صاف و با صفا و وسیع و با ہوا می داشت مانند کول ڈل کہ در شہر است و کول ُبر وکول اولر و در میان آں کولہا بسنگ و خاک جزیرہا بر آوردہ و دران جزیرہا عمارتہائے لطیف بنا فرمودہ و در میان کول اولر جزیرۂ بزرگ بر آوردہ در آنجا قصرے و مسجدے و عمارتے چند بنا نمودہ آں لنگ نام نہادہ و می گویند کہ آں کول در زمان قدیم خالی از آب بود۔ در آنجا شہرے بزرگ با جمعیت تمام معمور بود و دران شہر سودر شون نام پادشاہے بود و اہالی و رعایائے آں شہر بمناہی[1] و ملاہی[2] مشغول بودند و در میان مردم انواع فسق و فجور شایع و ظاہر۔ پادشاہ و امراء بظلم و جور مائل و کلالے در آن شہر بود فی الجملہ ورع و تقویٰ داشت و از فسق و فجور مردم ناخوش کارہ بود و آں کلال شبے در خواب دید کہ قائلے می گفت کہ بمردم ایں بگو کہ از افعال قبیحہ و کردار شنیعہ خود باز آئید و ترک اعمال ناپسندیدہ کنید۔ و الّا ایں زمین شما خسف[3] خواہد شد و تمام در تحت آب غرق خواہد گشت چوں آں کلال ایں اخبار باہل آں دیار رسانید مردم اورا دیوانہ و مجنون پنداشتند و سخن او را ہرزہ و ہذیان انگاشتند و ہیچ التفاق بوے نکردند۔ و قول او را ہیچ اعتبار و تصدیق نہ نمودند تا آنکہ کلال شبے دیگر ملہم شد کہ امروز باید کہ رخت و اسباب خود از یں شہر بدر بری کہ امشب ایں شہر خسف خواہد شد و تمام در زیر آب غرق و نابود خواہند گشت۔ آں کلال تا تیمروز بمردم منادیہائے کرد۔ و او را قبول نکردند و آں کلال بعد از نماز پیشین اسباب و اشیاء خود را گرفتہ بجانب کراج گریخت و صباح دیگر از بلندی کوہی بجانب آں شہر نظر کرد۔ دید کہ تمام شہر تحت آب غرق گشتہ و عمارتہائے

---

[1] مناہی جمع ہے منہی کی۔ غیر مشروع اور ناجائز۔ [2] ملاہی جمع ہو لہو کی بمعنی کھیل کود اور بازی
[3] خسف بمعنی زمین میں دھنس جانا۔

آں ہمہ ناپیدا شدہ۔ در آں شہر بتخانۂ بزرگ و دیرے سنگین بود۔ آں بت خانہ ہم در آب
غرق شد و در محل کہ سلطان زین العابدین خواست کہ در میانِ او جزیرہ برائے عمارت لنگ بر
آرد۔ ملاحان و غواصان را فرمود کہ در تمام اولر جائے طلبند کہ از ہمہ جا ہا بلند تر باشد کہ در آں
جا جزیرہ بسہولت توانیم برآورد جملہ ملاحان و غواصان ہمان عمارتِ سنگین نمودند کہ دریں جا عمارتِ
آنست کہ سنگیں کہ در ایامِ زمستان و ہنگامِ کمی آب بعد امعانِ نظر در زیرِ آب سنگہار آں عمارت
می نمائید و سلطان زین العابدین خود بکشتی در آں جا ایستادہ غواصان را فرمود کہ اندرونِ این
بت خانہ تفحّص نمایند کہ چیزے باشد۔ غواصان باحتیاطِ تمام در آں بتخانہ در آمدند و دو بتِ
روئین ازاں بت خانہ کشیدند و بالا برآوردند بعد ازاں سلطانِ مذکور ہمانجا برآوردن جزیرہ
اختیار نمود و ایں سلطان مذکور پیش ازاں وقت در کول اولر کشتی ساختہ بود و طرح کشتیہائے
گجراتی درو[1] دگرے کہ استادِ آں فن بود از گجرات آمدہ بود و آں کشتی را تمام ساختہ و سلطان
مذکور در وقت سیر و ہنگام گشت در آں کشتی را بر روئے آب برابر ہمان عمارت سنگین بدارند
و از سنگہا پر ساختہ در آب غرق کردند بعد ازاں در جوانب و اطراف و آں سنگہا ریختند و
کشتہائے بر خاک آوردہ ہمراہ سنگہا ریختند تا جزیرہ را بروئے آب رسانیدند۔ واز
آب آں مقدار بلند و مرتفع ساختند کہ در ایامِ طغیانِ آب و ہنگامِ سیلاب آب بالائے
آں نتواں رسید تا عمارتہائے آں خراب و ویران نہ شوند۔ و بہ حسب وضع آں جزیرہ
از مشرق بہ مغرب طولانی واقع شدند۔ بشکل مربع مستطیل و ضلع شمالی از مشرق۔ گز ست
و ضلع جنوبی و ضلع شرقی از جنوب شمال۔ گز ست و ضلع غربی از شمال بجنوب۔ گز ست و
سلطان مذکور در آں جزیرہ دو عمارت فرمودہ یک قصرے کہ طبقہ اسفلش بتمام سنگین است
و دو طبقہ دیگر از خشت پختہ و چوبِ بہارت و دیگر مسجد سنگین با ستحکام تمام در میان جزیرہ بنا نمود
و یکے از شعرا آں وقت تاریخ بنائے لنگ لفظ "خوام[2] آباد" یافتہ و در سلک نظم کشیدہ بر پیشانی
در مسجد نوشتہ اند۔ قطعہ آنچنیں است ؎

---

۱ بخار، بڑھئی۔

۲ ۸۴۵ھ ہجری۔

تا زین عباد اندران جشن کند
پیوستہ چو تاریخ خودش "خرم آباد"

وسلطان مذکور بآں جزیرہ درختہائے شہہ توت و اشجار میوہ دار بسیار نہال کرد و گلہائے رنگارنگ کاشتہ والحق درمیان کولے بزرگ موضعی باصفا و دلکش و منزلے پُرہوا و خوش معمور گشت کہ در تمام کشمیر ہیچ گشتگاہ مانند و نظیر ندارد و پادشاہان دیگر کہ صاحب سلطنت و حکومت میشوند بعضے از عمارات قدیم برداشت۔ بنام خود عمارتہا می کنند و قصر و مسجد سلطان مذکور را تغیر و تبدیل نمی توانند کرد و سلطان مذکور بعد از بنائے لنگ و عمارت آں باحیاء زمین زینہ گیر و کندن جوئے پُہرو مشغول گشت چنانچہ از تاریخ ہر دو عمارت معلوم می شود زیراکہ تاریخ عمارت لنگ "خرم آباد" گفتہ اند و تاریخ کندن جوئے پُہرو "جوئے خرم"[1] گفتہ اند۔

علماء اور شعراء کا ورود

در عہد سلطنت آں پادشاہ جماعتے بسیار از درویشانِ صاحب حال معروف و مشہور بودند چوں شیخ بہاء الدین کشمیری و شیخ سلطان کری و شیخ نور الدین و مولانا عثمان مجذوب و شیخ زین الدین ریشی و میر ویس مجذوب و مولانا نور الدین و میر سید محمد مدنی و سید حسن بلا دروم وغیرہم کہ بعضے از ایشان از عہد سلطان سکندر بت شکن تا بعہدِ زین العابدین در حیات بودند و بعضے از ایشان سلطنت وے پیدا و ظاہر شدند و ہمچنیں علماء و فضلاء در سلطنتِ وے بسیار بودند مانند ملا محمد رومی و ملا احمد رومی کہ مذکور شدند و مثل قاضی سید علی شیرازی و قاضی جمال و مولانا کبیر و سید محمد لورستانی و سید محمد سیستانی وغیر ہمچنین تمام ندماء و فضلاء عہد وے ہمہ خوش طبع و شاعرے و در فن نکتہ دانی و سخن گستری ماہر بودند. مانندِ مولانا احمد کشمیری و مولانا رومی و مولانا ضیائی و مولانا فاتحی وغیرہ ہم کہ فضل ایشان از اشعار بلاغت آثار ایشان معلوم می شود. و ایں سلطان زین العابدین خود ہم پایۂ شاعری و قوت سخن پروری داشت و در اشعارِ خود قطب تخلص می کرد و از اشعار وے دیوانے مشہور است و ایں مطلع از وست ؎

اے بگرد شمع روئیت عالمے پروانۂ
وز لب شیرینِ تو شوریست در ہر خانۂ

---

[1] ۸۵۹ھ ہجری۔

قطبِ مسکین گر گناہی می کند عیبش مکن
عیب نبود گر گناہی می کند دیوانۂ

مسجد جامع کی تعمیرِ نو

وفی الجملہ پادشاہے بود کہ در رعایت و رفاہیت برایا ساعی جمیلہ بجامی آورد و در معماری مملکت و آبادانی ولایت اہتمام تام می نمود و بدولت رعیت پروری و مرحمت گستری وے بسیار ہنرمندان و حرفہ داران ہنرہائے خود زیادہ کردند۔ و در عہد پادشاہی سلطان زین العابدین مسجد جامع شہر سوختہ بود و آں پادشاہ طرف قبلہ آں را معمور و آباد ساخت تا مردم صلوٰت جمعات برپا دارند و در جمعات و عبادات نماز گذارند و سہ طرف مسجد ہمچنان سوختہ ماند و سقف و بام آں طرف ہمہ سوخت و بغیر از دیوارہا چیزے دیگر باو نماندہ بود تا بوقت حکومت و وزارت ملک موسی رینہ و ابراہیم ماگرے ہمچنان ویران بود۔ و ملک ابراہیم ماگرے در ایام وزارت ملک موسی رینہ سہ طرفِ مسجدِ جامع عمارت نمود و چوبہا و ستونہا و جملہ اسباب از کجہ ہامہ و کمراج آوردہ و معمورہ و مرتب ساخت پس ایں کار بزرگست از کارہائی ابراہم ماگرے۔

غیر شرعی رسومات و بدعات کا فروغ

عیب کل و قصور تمام وے ایں بود کہ کفرہ کافری و بت پرستی و بت گری کہ بدولت سکندر بت شکن مغفور معدوم شدہ بود و در ممالک کشمیر ہیچ اثرے از آں باقی نماندہ بود۔ زین العابدین باز قواعدِ کفر و بت پرستیہا را برپا ساخت و مراسم مشرکان و ملحدان را رونق نو و رواجِ جدید پیدا کرد و در ہر دہے و قریہ در ایام مخصوص جشنہا و دیوہا مقرر ساخت کہ صد ہزار فسق و فجور دران جشنہا بظہور میرسید و در شریعت نبوی و اسلامِ مصطفوی ؐ بسبب آں از ہزار قصور و فتور واقع می شد۔ و طوائف کفرہ و اقوام فجرہ بہ سبب ایں رونقہا اورا پادشاہِ کلان نام کردند و در مملکت او را بایں اسم میخواندند و رفتہ رفتہ مراسم ہنود و کفار و لوازم فساق و فجار چنان رونق و رواج یافتہ کہ علماء و فضلاء و سادات و قضات ایں دیار ہم آں رسوم بجامی آوردند و ازاں ہیچ کراہیت نمی دانستند چہ جا آنکہ کسے ایشان را منع و اجتناب می کرد و ہمچنیں ضعف اسلام و زبونی شرائع و احکام و قوتِ کفر عبیدۂ اصنام و رونق فجور اثام شایع و غالب بود تا تشریف قدوم حضرت امیر شمس الدین عراقی قدس اللہ سرہٗ و بہ برکت مساعی جمیلہ و اہتمام جزیلہ آں حضرت آں کفرہا برطرف شدہ و رونقِ دینِ اسلام و رواج شریعتِ حضرت سید انام بیمنِ اہتمام آں مرشد ایام بظہور رسید چنانچہ شمۂ ازاں

احوال بوضع خود بیان خواہد یافت۔

وفات

و این سلطان زین العابدین سلطنت و حکومت در ولایت کشمیر پادشاہی کرد و احکام سلطنت در ممالک این دیار نافذ و جاری ساخت و از سر پنجہ اجل جان شیرین خود را ہیچ محافظت نتوانست نمود و بعد از پنجاہ و دو سال از جلوس بسریر سلطنت بحکم اِذا جاءَ اَجَلُهُم فلا یستاخِرونَ ساعۃً ولا یستقدمُونَ لشکر اجل بر شہرستان بدن سلطان زین العابدین دست تغلب پیش آورد و متاع نفیس روح و روانش بغارت و یغما برد در تاریخ ہشتصد و ہفتاد و ہشت سنہ ہجری کہ بحساب اہل کشمیر چہل و ششم زی وت یازدہم بود جان عزیز بقابض ارواح سپرد و نزد پدر خود سلطان سکندر مغفور مرحوم مدفون گشت ۵

جمالش برفت از رخ دل فروز — خورش زرد شد آخر آمد چو روز

بگویند فرزانگان دست فوت — کہ در طب ندیدند داروی موت

ہمہ تخت ملکی پذیرد زوال

بجز ملک فرمان دہ لایزال

چوتھا باب

خانہ جنگیاں، بغاوتیں اور سازشیں

حیدر شاہ

پس چوں سلطان زین العابدین ازیں منزل رحلت گزین شد۔ پسر وے سلطان حیدر شاہ در تاریخ مذکور بر سریر سلطنت بجاے پدر بنشست ودم فرصتِ بقا دریں عالم فنا چندان نہ یافت ومدتِ سلطنت وے بیش از دو سال زیادہ نبود ودر تاریخ سنہ ہشصد و ہشتاد صرصر اجل از باغستانِ حیاتش گرد فنا برانگیخت ونوبادۂ وجودش بر خاکِ ہلاکت ریخت۔

حسن شاہ

ودر تاریخ مذکور کہ بحساب اہل کشمیر چہل و ہشتم وی وت ہنجم بود کہ پسر وے سلطان حسن شاہ بر سریر سلطنت جانشین گشت ودر تمامی ایامِ سلطنت خود بعیش وطرب اشتغال می شود و ہزار و دو بیست قوالِ ہندوستان از زنان ومردان در خدمت وملازمت او می بودند۔ وعلیٰ ہذا القیاس سازندہا ومطربان ودف زنان کشمیر وغیر آں در خانۂ وے ملازم می بودند ودر تمامی عہد خود بہ لشکر بیرون نیامد۔ امّا امراء وسرداران خود را بہ لشکرہا می فرستاد وسپہ سالار لشکر وے ملک احمد یتو بود واز نسل چندان سنجر رینہ واز ماگریان احمد ماگرے از امرائے وے بودند۔ وتا عہدِ

سلطنت وے اہالی بہلول پور و اطراف و نواحی آن حدود بجانب کشمیر باج و خراج می دادند
و گردن اطاعت و انقیاد بفرمان کشمیر می نہاد - و یکے از امرائے او کہ تازی بٹ بود در بہلول
پور جہت اخذ خراج و جمیع اموال لشکری ہمراہ گرفتہ رفتہ بود - در آن وقت حاکم لاہور و پنجاب
تاتارخان بود - و وے بجائی بہ لشکر رفتہ بود و جمعیت سپاہان کہ در سیالکوٹ و نواحی آن بود
ہمراہ تاتارخان بہ لشکر رفتہ بودند و در ولایت سیالکوٹ بغیر از دہاقین و اہل حرفہ و مردم بازاری
کسے نہ بود - تازی بٹ با جمعیت لشکر داشت بہ شہر سیالکوٹ تاخت و بتاراج و غارت مردم
آن ولایت پرداخت و اکثر آن ولایت خراب و ویران ساخت و چون تاتارخان باز
بہ لاہور مراجعت نمود و بمنزل خود رسید خبر ویرانی و تاراج ولایت خود شنید با لشکر و حشمی کہ
داشت بجانب ولایت کشمیر متوجہ گشت - اما اگرچہ در آن وقت گرفتن کشمیر بسہولت میسر
می شد - بواسطہ آنکہ سلاطین و ملوک و سائر الامراء و مردم سپاہی ہمہ ناز پرورشدہ بودند
و بخوردن و انواع انواع مکیفات مبتلا بودند - فامّا چون نام و ناموس پادشاہان قدیم و ہیبت
سلاطین سابق در مملکت ہند بسیار بود - از کوہ کاچداری و سرحد گکھران آن طرف بود - از
تصرف سلاطین کشمیر کشیدند و در تحت تصرف ہند آوردہ و با وجود ایں حال ہر سال اموال
ولایت و نواحی کشمیر از کاچداری ایں طرف بود - و از دہ کرور و ہزار اسپ پیادہ شاہ می آوردند -
و بعد از ان صنادید دیار کشمیر طریقہ مخالفات و معاندات با یکدیگر پیشہ خود ساختند و امراء و
حکام ہمیشہ بمقاتلہ و مجادلہ یکدیگر پرداختند - بنابران ہمت بہ ضبط و اطراف نواحی کشمیر نتوانستند
برگماشت و قدم بتسخیر مملکت و محافظت ولایت نتوانستند برداشت - لاجرم اطراف و نواحی
ولایت از تصرف والیان کشمیر بدر رفت و بغیر از نفس کشمیر در تحت تصرف حکام کشمیر چیزے نماند
چون دوستان با یکدیگر طریقہ مخالفت و منازعت آغاز دشمنان بکام دل بعیش و طرب پردازند -

میر شمس الدین عراقی

و در عہد سلطنت حسن شاہ حضرت قدوۃ المحققین امیر شمس الحق و
الدین بتشریف قدوم شریف خویش حدود ایں ممالک را نوبت
اول مشرف ساختہ و از سلطان حسین مرزا مفاوضۂ مشفقانہ برائے سلطان شاہ آوردہ بودند - کہ
سلطان حسن شاہ دران مکاتبہ فرزندار جمند نوشتہ سرافراز ساختند و بران تحفہ حسن شاہ یک پوستین
کیشی کہ از البسۂ خاصہ سلطان مذکور بود فرستادہ بودند و فرزند خواندن و تحفہ فرستادن پادشاہ

خراسان بموجب سرافرازی پادشاہان ایں ممالک گشتہ۔

وبعد از وفاتِ حسن شاہ بواسطۂ خطرات و مخالفاتِ امرار وحکام حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی را قریب ہشت سال دریں ممالک مکث و درنگ افتاد و در عہد سلطان فتح شاہ آنحضرت را با تحفہ و ہدایا مراجعت دادند و نوبت دوم بعد از دوازدہ سال در عہد سلطان محمد شاہ بودند و دیگر در عہد سلطنت ہمیں سلطان حسن شاہ شیخ شہاب الدین ہندی بدیں ممالک آمدہ بودند و دخترے ہمراہِ خود آوردہ بود۔ کہ مرادر مدینہ طیبہ بر سر روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم در عالم رویا حکم نمودند کہ ایں دختر زوجۂ سلطان حسن شاہ کشمیری خواہد بود و از مدینۂ مبارک برخاستہ آمدم۔ تا ایں دختر را بعقدِ سلطان حسن شاہ بدہم۔ و ایں شیخ شہاب الدین علوم بسیار داشت۔ وبدیں ممالک اورا واسطۂ پایۂ رسیدہ بود و سلطان حسن شاہ چند ماہ جہت دفع کوفت راہ ایشان تزویج توقف نمود۔ و در اوائل بہار می خواست کہ عقدِ نکاح و تزویج کند۔ فاما قضائی ربانی و تقدیر سبحانی پیش از عقد تزویج پیغام رحلت از منزل فانی بگوش ہوشِ او فرستاد و عقد نکاح کردہ قدر منزل ممات نہاد و مدت سلطنتِ سلطان حسن شاہ دوازدہ سال و پنج روز بود۔ عاقبت الامر در تاریخ سنہ ہشتصد و نود و سہ کہ بحساب کشمیری ششتم ذی وت دہم بود عجوزۂ دنیا زہر ہلاہل ممات در جام حیات او انداخت و در جوار آبا و اجدادِ خود منزل وماویٰ ساخت۔

سلطان محمد شاہ در تاریخ مذکور پسرے سلطان محمد شاہ در سن ہفت سالگی علَم دولت ولوائے سلطنت افراخت ؎

چنیں است رسم سرائے نشیب ... پدر رفت و پائے پسر در رکیب
چو دیرینہ روزی برآورد عہد ... جوان دولتے سر برآورد عہد
منہ بر جہاں دل کہ بیگانہ است ... چو مطرب کہ ہر روز در خانہ است
نہ لائق بود عیش با دلبرے ... کہ ہر شب دگر باشدش شوہرے

نکوئی کن امسال چوں دہ تراست
کہ سال دگر دیگرے دہ خداست

سازشیں در آں وقت زمام حکومت و اختیار ایالت بدست سادات بیہقی بود۔ سردفتر طائفۂ شریفۂ شان میرک سید حسن ولد میر سید ناصر بود۔ و ایشان امور مہمات

سلطنت برامرایانِ دیگر بہ عدالت و کامرانی می کرد۔ سران و سرداران کشمیر خدم و غلام خود پنداشتہ می گفت کہ تجاوز در جہات از حد شریعہ نخواہم کرد۔ مداہنہ و محابا از من واقع نخواہد شد و بطریق ظلم یکدام برائے تصرف نہ کنم۔ و بموافقت کتاب اللہ یکدم ہمیشہ جہات این ممالک امضا و جریان کنم کہ عدل شہنہ ایست۔ ملک آرای و لمعہ ایست نور افزون و ظلمت زد۔ بدین صفت کہ میرک سید حسن حکایت می گفت و دادِ مظلوماں می داد۔ و مرہم راحت جگر مجروحان می نہاد ؎

داد مظلومان بدہ مقصود محرمان بر آر

دین و دنیا را بدین داد و دہش معمور دار

ضابطۂ شرعیہ بدان و بدفعلان را بد آمدہ از وے ہراسان و ترسان شدند۔ چون امرایان کشمیر از صفت سیاستِ شرعیہ بے خبر بودند۔ تاب حکومت میر سید حسن نیاوردند و مخفیہ و مادہ شیوۂ عذر پیش آوردہ مصلحت برائے کشتن او می کردند و حیلہ و مکر در ہلاکت ایشان اندیشیدند کہ سی صد تیم جرار نیزہ گذارِ خونخوار شب و در قصر سلطان سلاح جنگ پوشیدہ پنہان باشند چون میرک سید حسن از ادائے فریضۂ صبح فارغ می شدہ بدار العدالت بنشیند۔ آں جماعہ بیک اتفاق از موضع اختفا برآمدہ او را بقتل رسانید و ازیں مصلحت ہیچ کس واقف نبودہ بقلم کشمیر مشہور است کہ در آن شب میر حسن بعادت معہودۂ خود در منام بود۔ پدر او میر سید ناصر در خواب او آمدہ۔ ازیں حالتش اطلاع داد کہ چون دشمنان جہت قتل تو باہم مصلحت و اتفاق نمودند صلاح آنست کہ فردا از خانہ بیرون نیائی و در رکاب مرکب پا نہی چون از خواب بیدار شدہ اغماز از تعبیر این واقعہ نمودہ متوجہ دار العدالت گشت ہر چند دوستانِ خالص و محبان مخلص عنان عزیمت ایشان واپس می داشتند میرک سید حسن خواب رحمانی وسوسہ شیطانی دانستہ در منزل خود آرام و قرار نگرفت ؎

بسے بکامِ دلِ دشمنان بود آں کس

کہ نہ شنود سخن دوستانِ نیک اندیش

قضا چون نازل شد دیدۂ عقل و دور اندیش خیرہ و چشم خوردبین تیرہ گردد و بہ ہیچ مصلحت مقتضائے قدر منافع نہ گردد و زدران محل عقل را بصیرت ماند و نہ عارف را بصر نفع رساند۔ این ہمہ از بہر آنکہ تا لفت[1] امر الٰہی در ضمن آں حاصل آید ؎

---

[1] باہم الفت کرنا، محبت، دوستی۔

گر کار نیک است بتدبیر تو نیست
وز نیز بد است هم بتقصیر تو نیست
تسلیم و رضا پیشه کن و شاد بزی
کیں نیک و بدِ جہاں بتدبیر تو نیست

چوں میرک سید حسن بے خرم و ہا با بدار العدالت بنشست آں جماعۂ خونخوار برگشتۂ روزگار از جائے اخفا برآمدہ بر سر میرک سید حسن و برادر زادہ ہائے او حملہ آوردند۔ در آں وقت میرک سید حسن تیر گزی و کمان بود علی الفور سوفارِ تیر گز بروے حملہ نہادہ چناں بر سینۂ یکی از اعادی زد کہ از صدر سینۂ او برآمدہ بجان دیگرے نیز کفایت کردے

چو شاہین بر کبوتر حملہ آرد — بجز افتادگی کاری ندارد

بواسطۂ قربت یکدیگر تیر و نیزہ را مجال اعمال نبود بضرب سیوف و خناجر دان احد چوب و خناجر میرک سید حسن و برادر زادہ ہای او با جماعۂ مخالفان او نبی شد و مقتلۂ عظیم کردہ با چہاردہ برادر و برادر زادہ بدرجۂ شہادت رسیدند و تاریخ وفات او بدیں وجہ یافتہ اند

میرک حسن کہ خُلق حسن داشت چوں حسین
ناگہ ز دست زخم زمانہ شہید شد
خورشید عدل بود بر آفاق سربسر
زاں زود در زمینِ عدم ناپدید شد
سیلابِ خون ز چشم عزیزان شدہ رواں
آں درد دل گداز کہ در جان پدید شد
تاریخ فوت او ز خرد جُست مرشدی
دانائے عقل گفت کہ "میرک شہید شد" [۱]

القصہ از آں قتل گاہ یکے از خدمتگارانِ ایشان مجروح و خون آلود خلاصی یافتہ از ناودانِ قلعۂ نوشہر بروں برآمدہ۔ ازیں واقعۂ ہائلہ بفرزندِ او میر محمد خبر داد و میر محمد باوجود آنکہ بسالِ

---

[۱] ۸۹۳ھ ہجری۔

هفدہم پا نہادہ بود از یں واقعۂ صعب ذرّہ نیندیشیدہ با برادر حقیقی خود میر سید ہاشم گفت کہ اگر ہمیں ساعت بحرب دشمنان مشغول نہ گردیم فردا رگ جانِ دوستان از دست ایشان بریدہ خواہد شد ؎

رقیب را کہ بر افساد می نہد بنیاد
بدفع کوش کہ تا مار اژدہا نہ شود

تا کہ معاملۂ محاربہ بتحلیل نہ انجامد و سرہائی دلیران و شجاعان از جانبین بہ تیغ بیدریغ بران نشود و جو یہائے خون در میانِ نفر سلطان و صحرا و ہامون روان نہ گردد ایں ہم ما با امرایا کشمیر صورت نہ گیرد ؎

ہر کہ بے تدبیر کاری کرد ملک از دست داد
ملک خواہی تو بنائے ملک بر تدبیر نہ

بہر تسخیر ممالک لشکر و خیل و حشم حیلہ در کار است ولیکن از ہمہ تدبیر بہ چون ایں مصلحت را جمیع پیشوایانِ ایشان پسندیدند با سہ ہزار سوار جوشن پوش تیرہ گذار تکیہ بر عنایت پروردگار کردہ سوار شدہ بر سر قلعہ نوشہر دویدند۔ امرایانِ کشمیر از استماع استعداد ایشان دروازہ ہائے قلعہ مسدود کردہ تیر اندازان و فلاخن اندازان بر در قلعہ نشاندند و خود مکمل و مسلح شدہ بر سر دروازہ ہا استادند ؎

بہ بستند دروازہ ہائے حصار — کشادند بر خود در کارزار
رسیدہ شتابندہ چوں سیل تیز — بر اطراف آں قلعہ شد موج ریز
نہ کردند اندیشہ از تیر و سنگ — گرفتند آں قلعہ را بید رنگ
اجل چوں در آید ز دیوار و بام — بدروازہ بستن چہ سود اہتمام

فرود آمد از آسمان چو گزند
چہ حاصل کہ دیوار باشد بلند

مردم ایں از صغار و کبار بجہت تماشا محاربہ پیادہ و سوار بر شفق سقف و بام بر آمدند و میر محمد با مبارزان مقابلِ دروازہ کہ نوبت پادشاہی در آنجا می نواختند بجنگ ایشان ایستاد۔ امیر سید ہاشم با دلاوران و شجاعان بطرف دروازہ آں محارب ایشان استوار گشت ایں ہر دو

برادر بانگ شجاعت بر مبارزان خود میزدند که شرم در آید۔ از مردم نظارگیان کہ چشم بر مردانگی و دلاوری دوختہ ایستادند۔ مبارزان از گفتن ایشان تہور نمودہ۔ چناں بر مخالفان حملہ آوردند کہ شیر شرزہ گرسنہ بر شکار و بتائید عنایت الٰہی بیکدست بر دومار آں مردم ناپیدار بر آوردند۔ جمعی از مبارزان کشمیر کشتہ گشتند و باقی دانستند کہ طاقت مقاومت جنگ ندارم از دروازۂ طرف پرگنۂ پھاگ بر آمدہ پلہائے نہر شہر بریدہ بمیدان زآلڈگر قیام داشتہ مردم نواحی بامدد و کومک خود طلبیدند چوں میر محمد علم نصرت بر آسمان رفعت افراشتہ بمقتل گاہ پدر خود قدم نہاد دید کہ آں مولائے سپاہ چوں شہیدان کربلا با خویش و اقربا با زخمہائے گران درمیان خاک و خون غلطان افتادہ اند ے

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید
ز جام دہر می کلّ من علیہا فان

چوں شوکت و غلبۂ ایں گروہ باشکوہ ساعتی از قبضۂ اختیار او بیرون بود ناچار چنیں قصور و فتور باحوال ایشان راہ یافت در حال پدر بزرگوار ازاں گرد و غبار برداشتہ در مزار آبا و اجداد خود منزل و مادیٰ ساختہ از جام تاسف شراب تلہف[1] کشیدہ۔ زبان حال بمضمون ایں مقال مترنم ساختند کہ ے

بے روئے تو زندہ می توان بود ولے
ایں زندگی از ہزار مردن تبراست

متعاقب ایں کوس حرب و نار ضرب در پیٔ کشمیریان کشیدہ جوق جوق سواران مکمل و مسلح از ہیں طرف شہر بر کنار دریا بصلابت تمام ایستادند۔ چوں عبور آب بغیر از کشتی و دواب سواران مسلح را مشکل دید۔ با حشم و خدم در میدان عیدگاہ نزول فرمودہ تمام خزانۂ معمور حاکمان کشمیر از قلعۂ و شہر بیرون آوردہ دست عاملان خود سپردن زر و نقرہ سیاہ نہ کردہ با شارت تیرک زدان و سرا سر مردم سپاہی انعام دادہ ترغیب و تحریص محاربہ با مخالفان خود میکرد ے

ہمہ گنج شاہان بتاراج داد بہ لشکر ہمہ بدرہ و تاج داد

---

[1] افسوس،

و بہ سبب قتل میرک سید حسن درمیان امرایان و سرداران کشمیر تفرقۂ عظیم و فترات جسیم واقع شد
و ہرج و مرج باہالی و موالی این دیار روداد کسانے کہ عقل و تمیز نزدیک بودند۔ مصلحت فرمودند
کہ چوں رفع فتنہ و فساد بغیر سلاح و بیداد ممکن اصلاح نیست لہذا گروہے از علماء و فضلا و اکابر و
نقرار برسم رسالت نزدیک میر محمدؒ روانہ سازند۔ تا بہر نوعی کہ دانند و توانند تسکین این فتنہ دہند
و سخنان مرغوب کہ موجب استمالت قلوب ایشان باشد از زبان امرایان فرقہ تقریر کنند کلمات
رفق آمیز و نصائح صلح انگیز بگویند کہ خطا از فرزندان آدم دور نیست و ایشان از جملہ بشراند ؎

فرستادہ باید کہ دانا بود بگفتن دلیر و توانا بود
از و ہرچہ پرسند گوید جواب بنوعی کہ باشد طریق صواب
بسا کس کہ از یک حدیث درشت بہم زد جہانے و خلقے بکشت
یکے دیگر از گفت و شد دلپسند
میان دو صد طرح یاری فگند

چوں مصلحت برین نوع قرار یافتہ آں جماعہ نزد میر محمدؒ فرستادند و بملازمت فیض آثار او مشرف
گشتہ مراسم تعزیت بجا آوردہ تحف دعا و ثنا بتقدیم رسانیدہ گفتند کہ امرایان فرقہ از تقصیری
کہ از ایشان بوقوع آمدہ سر حسرت بزانو نہادہ، انگشت ملامت بدندان ندامت می گردند ؎

می کشند از حسرت آہ سرد کانچہ ما کردیم در عالم نہ کرد

ہموارہ متحیراند کہ چرا درین کار شتاب زدگی نمودیم و بپیوستہ متاسف کہ چرا بہ تأنّی و تأمّل کاری
نہ پرداختیم ؎

عنان نفس بدست ہوا رہا کردیم
خلاف عقل و خرد گفتیم و خطا کردیم
کنون کہ دانم دانستیم ندارد
چہ سود گفتن بسیار کین چرا کردیم

الغرض تا حکومت این دیار بر یک بزرگوار قرار نخواہد یافت۔ اکثر خلائق طعمۂ احسام انتقام
خواہد شد۔ و مانند میر ویس کہ بزرگ صاحب حال و درویش خداوند مقال بود بے گناہ درین
فترات بقتل رسیدہ و ہرجا کہ عمارت بلند و محلہ ارجمند ملوک و امراء بود تباہ و ویران شد ؎

زویرانہ درویش تا قصرِ شاہ　　شدہ جملہ تاراج و مردم تباہ

چیزے کہ تو دوست میداشتی آں ظفر است چیزے خدائے تعالیٰ دوست می دارد آں عفو است آں را تو بجا آر ؎

دوست دارد عفو را پروردگار
آنچہ ایزد دوست دارد دوست دار

شفقت بر عامۂ رعایا مرحمت در حق کافۂ برایا بر ملوک عظیم الشان و سلاطین رفیع المکان واجب ولازم است ؎

خستگان را چو طلب باشد و قوت نبود　　گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود
ما جفا از تو نہ بینیم تو خود نہ پسندی　　آنچہ در مذہب ارباب مروت نبود

القصہ اکابر برفق تمام ورنت لاکلام نہال محبت بآب ملائمت در باغ صلح پرورش دادہ تا دو روز مجلس آرام گرفتہ در باب صلح شروط چند مسمیٰ گردانیدہ میر محمد را در وادی صلح درآوردند و از صلح این حال امرایان کشمیر ممنون گشتند و میر محمد با حشم و خدم از راہ ہیرہ پور بطرف ہند عنان عزیمت معطوف گردانید ؎

مہمی کہ بسیار مشکل بود　　برفق و مدارا تواں ساختن
تواں ساخت کاری بہ نرمی چناں　　کہ نتواں بہ تیغ و سناں ساختن

سلطان فتح شاہ

بعد از قرار صلح و صلاح اختیار حکومت و زمام وزارت محمد شاہ بدست اقتدار جہانگیر احمد ماگرے قرار یافت و میر سید محمد در نوشہرہ بسلطان فتح شاہ ابن ادہم خان بن سلطان زین العابدین ملحق گشت و پیش ازان ملک سیف ڈار در بہان کوہستان گریختہ بود بعد از سہ سال فتح شاہ و میر سید محمد بیہقی ملک سیف ڈار ہمراہ گرفتہ بجانب کشمیر توجہ نمودند و لایت کشمیر را حاکم و والی شدند۔ چوں میر سید محمد بیہقی با سلطان محمد شاہ نسبت قرابت و خویشی داشت بعد از چندگاہ بہ محمد شاہ ملحق شدہ جماعہ ہمراہ گرفتہ باز مملکت کشمیر را متصرف شدند و سلطان فتح شاہ باز بجانب ہند گریخت و در سال شصت و چہارم کشمیری جہانگیر ماگرے فوت شد۔ باز ملک سیف ڈار و فتح شاہ بولایت کشمیر استیلا یافتند و درین نوبت از نسل چنداں ملک موسیٰ رینہ و سرہنگ رینہ ہمراہ ملک سیف ڈار و فتح شاہ بودند و از قبیلۂ چکان ملک شمس چک

از جملہ امرایان وقت بود این شمس چک پسر ہلمت چک است ۔ و جماعت ایشان از جانب گلگت آمدہ بودند و در قریہ کوپوارہ سکونت گرفتند و قرابت تا چکان ترہگام چندان بعید شدہ بود کہ در میان طائفین مخالفان و منازعات واقع بود۔

شمس چک کی بغاوت

این شمس چک اول ملازم میر سید محمدؒ مذکور بود ۔ چون با ایشان صحبت راست نیامد بعد ازان پیش ملک نوروز تیو ابن احمد تیو ملازم شد۔ و بواسطۂ شجاعت و جلادت خود شہرتی و اعتباری تمام یافت۔ چون شجاعت ذاتی در جبلت او بود۔ در بسیار جنگہا مبارزتہا و دلاوریہا نمود۔ بعد ازان پیش ملک سیف ڈار اقتدار یافت و حسین چک پسر پانڈو چک در قریۂ کوآرل ساکن بود دختر خود بہ شمس چک بعقد نکاح در آورد و قرابت قدیم ایشان تجدید یافت ۔ جماعتے از فرزندان حسین چک در سپاہگری با شمس چک ہمراہ شدند۔ چون قوت شجاعت و دلاوری و شکوہ مبارزت و سپاہگری در ذات طائفہ چکان اصلی جبلی بود۔ ملک شمس چک بتقویت و تمشیت جماعت چکان اقتدار و اعتبار تمام یافت بعد از چندگاہ داعیۂ سلطان فتح شاہ چنان متدعی شد کہ عنان حکومت و زمام وزارت از دست ملک سیف ڈار بدر کشد۔ جہت اہتمام این مرام جماعتی از سران و سرداران مملکت مانند شمس چک، ملک موسیٰ رینہ و سرسنگ رینہ با خود متفق ساخت و پلہای نہر شہر را بریدہ بطریق منازعت و معاندت ملک سیف ڈار استادند بعد از چند روز فتح شاہ با جمعیت خود از پایان شہر آب گذشتند در موضع زالمنہ ہر دو لشکر جنگ در پیوستند۔ بعد از کوشش بسیار و کشش بیشمار ملک سیف ڈار دران محاربہ در سال ہفتاد و دوم کشمیری کشتہ شدہ و از لشکر فتح شاہ سرسنگ رینہ دران معرکہ بقتل رسید و فتح شاہ بعد از فتح و ظفر منصب وزارت و حکومت بہ شمس چک مقرر فرمود و جہت کینہ پروری سابقہ صحبت میر سید محمد با شمس چک محاربہ و مقاتلہ نمود۔ چنانچہ در حکایت مذکور است ے

زاحوال پیشینیان گوش دار — چنین گفت راوی این کارزار
ملک شمس چک رستم نامدار — وزارت نشین بود صاحب مدار
چگوئیم بر دوش آن پہلوان — کہ از رستم زال دادی نشان

چگویم کسے مدح آں شیر گیر | کہ در جنگ او سام بودی اسیر
ز سیّد محمدؐ بدل کینہ داشت | کمین خواہ ایشان نظر برگماشت
بزور جوانی چو مغرور شد | دلش از مدارائے او دور شد
ملک چون بذ بیگو نہ تندی نمود | در فتنہ بر روئے گیتی کشود
بدیں مژدہ آں سیّد سرفراز | بہ جنگش بصد خشم آراست ساز
جہان از دو سو فتنہ آغاز کرد | در دشمنی یکدگر باز کرد
چوں تندی شد از ہر دو سو آشکار | برادند بر حرب میدان زار
در آمد بہنگام ہنگامہ گیر | جہانی بنظارہ برنا و پیر
ز سیّد محمدؐ چگویم کہ او | دلیر جہاں بود بس نام جو
گہی رزم بودہ چو شیر ژیان | گہی بزم ہر دو کفش زر فشاں
زجائے خود آمد بروں با سپاہ | رواں کرد موکب سوئے رزمگاہ
شد آراستہ ہر دو صف پر مصاف | ہمہ نیزہ داران خارا شگاف
ملک خود بروں شد بمیدان مرد | کہ تا ہم نبرد اندر آرد بگرد
دلیران سیّد محمد بجنگ | کشیدہ ہمہ تیغ الماس رنگ
ازاں ہا بروں آمدہ یک سوار | کہ بد نام او ہاشم نامدار
بدست یکے گرز بد ہفت جوش | کز و مغز بینندہ می شد ز ہوش
ازاں سو ملک جلوہ گر شد بجنگ | در آمد بمیدان او بے درنگ
شدند رو برو ہر دو آں نامور | دو رویہ سپہ بود نظارہ گر
بزد گرز آں ہاشم جنگ جو | بفرق سر رخش آں تند خو
چو اسپش شد از زخم سر بیقرار | عنان شجاعت نہ شد استوار
سہ گرز دگر زد بر آں شیر جنگ | کہ دستش شد از کار و از روئے ننگ
بصد حیلہ بیرون شد از حرب گاہ | سوئے ملک کراج بگرفت راہ
ملک کاج جنگ کرد جنگے پسند | کز و گشت ناموس چکان بلند
بسے حرب بنمود در رزمگاہ | ولے عاقبت راند مرکب براہ

چو بر جسر گردان رسانید رخش | جهانید آں رخش چوں برق بخش
بساحل رسید آں یل تیز ہوش | برآمد ز مردان کار ایں خروش
شکست آمده لشکر شمس چک | شده رائت سیدان بر فلک
سر راستی نقل کردن رواست | بنا راستی یک سخن صد خطاست
چنیں نقل آرند از راویان | که اکثر بیان ہائے آں پہلوان
که از زخم آں ہاشم نیک بخت | ز سر تا بپا قامتم شد کرخت
بسے جہد کردم دران ترک و تاز | نه شد دست زور آورمن دراز
ز ہر زخم آں شکش بر ہفت جوش | ہمیں آمد آواز مرگم بگوش

خدایا چنیں پور پائینده دار
بحق شہنشاه دلدل سوار

چوں شمس چک دران معرکه مجال محاربه دید- واز پل نہر که از پایان لنگر بابا بلبل بود بجانب ذال ڈگر رفت و در آنجا ایستاده شد- ملک کاجی چک از عقب ایشان بر سر پل رسیده دید که کشتی آں پل که برائے جریان کشتی ہائے پر بار عبور و سفینه ہائے بزرگ و غراہائے کبار بر جلئے انہار می سازند- کشاده بودند و از تخت ہائے آں مقدار مسافت بعید و دور شده بود که اسپ جہانیدن و بر سر آں کشتی رسیدن در مظنهٔ خیال محال می نمود- اما ملک کاجی چک از کمال شجاعت و دلاوری و غایت قوت شہسواری تازیانهٔ سخت در بغل و کفل اسپ خود کوفته اسپ راچناں جہانید که بیک جست بر سر تختهٔ آں کشتی گردان رسید و باعادی متعاقب خودنگاہی کرد و بروئے ایشان خنده نموده به لشکر شمس چک پیوست واز عقب ملک مذکور سوار چند از متعلقان ملک شمس چک بر سر پل رسیدند و بتقلید ملک کاجی چک ایشان ہم اسپان خود را جہانیدند- و حملهٔ ایشان بساحل مقصود نارسیده در آب افتادند و غرق گشتند و بواسطهٔ برہم زدگی لشکر ناچار شمس چک عنان عزیمت بجانب کمراج شتافت-

سلطان محمد شاه بار دوم

د سریر سلطنت و کامگاری و پایهٔ بادشاہی و بختیاری به محمد شاه قرار یافت د مسند حکومت و زینهٔ عدالت بسیادت پناه میر سید محمد

بیهقی بار دوم مقرر گشت۔ پس محمد شاه و میر سید محمد بیهقی و موسیٰ رینه و ابراهیم ماگرے و سرداران دیگر همراه گرفته بقصد انتقام و استیصالِ ملک شمس چک بولایت کمراج توجه نمودند۔ چون بقریهٔ ترهگام نزول فرمودند ملک شمس چک بجانب دارو گیر تخت و محمد شاه و میر سید محمد تمام ولایت ویران و خراب ساخته منازل و مقامات او را سوخته با سائر امرایان و لشکر خود بجانبِ قصبهٔ سوپور مراجعت بنمودند و در آنجا با خیل و حشم برلبِ آب بجانبِ کمراج نشستند۔ چون ملک شمس چک خبرِ مراجعت بنمودند شنید او هم از دارو د بجانب ترهگام با سرداران لشکرِ خود چون ملک بهرام ڈار و ملک عثمان و دتی ملک و سائر جماعتِ ڈانگران مشورت نمود و بعد از مشورتِ مردان کار آزموده گفتند که اکثر جمعیت امرا و سرداران داریم۔ امّا پیادگان و سپاهی لشکر ما کمتر است و در روز روشن مقابله و مقاومت محاربه ایشان شدن مناسب نیست و مصلحت آنست که بر سر ایشان شبخون آریم۔ چون خبرِ شبخون آوردنِ شمس چک در لشکر محمد شاه نه رسیده بود۔ ملک موسیٰ رینه با فرزندان و متقاربانِ خود به جمعیت قلیل هم بجا سکونت و اقامت نمود و در وقت سحری ملک شمس چک به قصبهٔ سوپور رسید و ملک موسیٰ رینه خبر آمدن شمس چک شنیده و جما[عت] خود با آن جانبِ بجنگِ او ایستاد و اکثر مردم شمس چک با تجه و غارت اسباب ایشان مشغول شدن و ملک شمس چک با جماعت از مبارزان و دلاورانِ خود همراه گرفته و لشکر موسیٰ رینه [ریخت] و میان هر دو لشکر جنگی عظیم و حربی سخت واقع شد و مردم بسیار از جانبین بقتل رسیدند و ملک کاجی چک در آن محاربه مبارزتے نمود که اگر رستم دستان و سام نریمان آن شجاعت و [ن] مبارزت می دیدند بر هفتاد پشت او تحسین و آفرین میکردند و بر سر و روئے و تمام وجود او چندا[ن] جراحتها و زخمها رسید که جمله آشنا و بیگانه از حیات وے مایوس و ناامید گشتند و بعضے اقربا او را از معرکه برداشته به مرهم و علاج وے اشتغال نمودند۔ چون حق تعالیٰ حکومت این ممالک و سعادت هاے دینی و دنیوی با و مقرر کرده بود بلطف عمیم خود او را باز حیات بخشیده بصحت و سلامت رسید و ملک شمس چک بعد از مقاتله بسیار باز بجانب ترهگام مراجعت نمود و بعد ازان بنوشهر هند رفته با فتح شاه ملحق شد و میر سید محمد بیهقی با فتح و ظفر بشهر در آمدند و باتفاق ملک موسیٰ رینه ولایت کشمیر را تصرف می کردند۔

دران وقت حضرت امیر شمس الدین عراقی بنوبت دوم به ممالک کشمیر آمده بود۔ ملک موسیٰ رینه

معتقد و مرید آنحضرت شده بود و صحبت با میر سید محمد بیہقی خوب نیامد۔ یکبار میان ایشان
مناقشہ و مناظرتی واقعہ شد و آنحضرت بدان سبب بجانب تبت مسافرت نمود۔ لاجرم ملک
موسیٰ رینہ از مصاحبت و ملازمت میر سید محمد بیہقی دلگیر و متنفر گشت و با ابراہیم ماگرے و حاجی
پڈر عہد و پیمان مستحکم ساختہ۔ ارباب غرض بکیدم آں فتنہ کنندگان را بہمہ عمر تدارک نتوان
کرد۔ با فتح شاہ و شمس چک کہ در نوشہر ہند بودند طرح مراسلات و مکاتبات انداخت و
آشنائی کہنہ و محبت قدیم را نو ساخت۔ ایشان بر عہود و کتابت اعتماد نمودہ از کوہستان
ہند بجانب کشمیر متوجہ شدند۔ چوں بہ ہیرہ پور رسیدند ملک موسی رینہ و ابراہیم ماگرے
و حاجی پڈر و غیرہما با جمعیت بسیار با ایشان رفتہ ملحق شدند۔

محمد شاہ اور فتح شاہ کی لڑائی

سلطان محمد شاہ و میر سید محمد بیہقی با لشکر و حشم کہ داشتند بقصد محاربہ و مقاتلہ ایشان رفتند و
در میان زینہ کوچی ہر دو لشکر مقابلہ شدند۔ اگرچہ لشکر محمد شاہ نسبت بہ لشکر فتح شاہ اندک
بود و لیکن میر محمد بیہقی از روے جرأت چناں مبارزی بود کہ اگر شیر شرزہ پیش آمدی
جگر وے را بسر پنجۂ مردی دریدی و اگر بسر پنجۂ مردی با پلنگ جنگ بایستی کردی اورا بے
درنگ بچنگ آوردی و ایں میر محمد مبارزی مردانہ و دلاوری فرزانہ بود و در بزمہا اقداح
راح ظفر نوشیدہ بود و در مجالس حرب از طعنِ ضرب شربتِ نصرت چشیدہ بود و فرزندان
مبارزان و خاص خیلان خود در جنگ ایشان حریص کردہ چناں جنگے با مبارزان فتح شاہ
در ہمان روز بپیوست کہ فلک دوّار حیران شد و مریخ خنجر گذار انگشت حیرت در دندان
ماندے

گر این جنگ رستم بدیدی بخواب
شدے از نہیبے دلش زہرہ آب

چوں قبل ازیں آوازِ جنگ شجاعت و دبدبۂ اہبت او بسمع مردم ایں دیار رسیدہ
بود ہمہ سر در پیش افگندہ از محاربۂ او ترسیدند۔ دراں محل فتح شاہ شمس چک را گفت
کہ اے شہسوار مغازِ محاربت و اے نامدار میدانِ مبارزت نگاہ دار و پیش صف برانگیز
و بقوت مبارزت سرانِ مردانِ معرکۂ محاربہ در عرصۂ میدان بفگند از کینہ خویشان ایں

بد اندیشان باز خواه۔ ملک مذکور عنان شجاعت بدان صوب معطوف نہ گردانیده گفت اگر در تاختت اعادی تعجیل ورزیم۔

اگرچہ در لشکر ما پیاده سوار بسیار است امّا شیر را از ہجوم روباه اندیشہ در خاطر نیاید و شہباز را از بسیاری کبک ترسے در دل رُونہ نماید۔ الحال اگر با دوسہ ہزار سوارِ جرار خونخوار نیزه گذار کہ در میدان مردانگی با ہم عنانند بہ یکبار در صف مصافِ ما در آیند و لشکر مارا بقوت وصولت از پیش بربایند۔ ہر آئینہ بہ یک چشم زدن دمار از سرانِ سوارانِ قلب گاه ما برمی آورند۔ شمس چک را این مصلحت صواب و دلپذیر نیامد۔ ابا و امتناع پیش آورد۔ چون وقت ہم بلہ شده بود از محاربہ پہلو تہی ساخت۔ طبل بازگشت کوفتہ جیشین بمقام قیام قرار و آرام گرفتند ؎

شہِ روز تیغ از میان برکشید
شبِ تیره گشت از جہاں ناپدید

چوں آفتاب عالمتاب از کوهِ شرق علم مبارزت بہ میدانِ محاربت برافراخت — شمس چک و موسیٰ رینہ و حاجی پڈر و غیرہم لشکرے مانند مور و ملخ جمع ساختہ بمقابلہ و محاربہ مجادلۂ مخالفان ایستادند ؎

خروش آمد از نالۂ کرنائے
کہ ہم کوه را دل برآمد زجائے

و میر محمد نیز بہ شجاعتِ تمام مبارزان و دلیران را وعدۂ منصب و خلعت در روز بہ بیّت داده دست توکل در حبل المتین حسبی اللہ المتین استوار کرده دل از دنیا و مافیہا برداشتہ عنان اختیار بہ ید ارادۂ پروردگار باز گذاشتہ رو بہ قلب گاه لشکر سلطان فتح شاه نہادند ؎

یکی حملہ کردند بر سان شیر	سواران و گردان شیرانِ دلیر
شغا شاف تیر و چکا چاک تیغ	زده آتش سہم در جان میغ
سران حملہ کردند ہمچوں پلنگ	اجل باز کرده دہان چوں نہنگ
ز سہم دلیرانِ فولاد چنگ	شکستہ دلِ شیر و پشتِ پلنگ
پُر از کاسۂ سر ہمہ صحن خاک	طبق ہائی گردون پُر از جان پاک

و در میان مبارزت در آمدند و خروش و ولولۂ بزرگ در میان لشکر فتح شاہ افتاد و در میان جیشین جنگے عظیم و حربی جہیم قائم گردید - چنانچہ از وقتِ ظہورِ آفتاب بر دائرۂ افق تا زمانِ وصول او بخط نصف النہار بساط محاربہ و شماطِ[1] مقاتلہ گسترده صولات مردافگن و حملات صف شکن می نمودند بعد ازان چون قلب گاہ لشکر فتح شاہ را مجال محاربہ با مخالفان نماند فی الحال فوج میمنہ و میسرہ را باہم اتصال نمودہ باز بمقابلۂ لشکر میر سید محمدؒ ایستادند - چون فتح مبارزان میر سید محمد بہ یک حملۂ دیگر موقوف بود از تیغ انتقام شعلۂ قہر آشکارا ساختہ بگفت ؎

بکوشیم دریں حرب مردانہ وار

چہ اندیشیم از لشکر بے شمار

و مرکب برانگیخت و بر قلب سپاہ دشمن ریخت - قضاءً دران میدان کہنہ چاہے کہ پراز خس و خاشاک پوشیدہ بود و دران او چون شکم بے نوایان خالی ماندہ بود - در اثنائے جولان پائے مرکب تاران میر سید محمدؒ دران چاہ افتاد و بہ جہت برآوردن او اکثر مبارزان پیادہ دوان بر سر چاہ آمدند ؎

چو شیران بمیدان دلیر آمدند	دلیران ز اسپان بزیر آمدند
ستادن در آموخت زایشان درخت	دلیران ستادند پا کردہ سخت

چون گروہ باشکوہِ مخالفان را آں حال معاینہ افتاد فرصت وقت غنیمت شمردہ جوق جوق سپاہ مکمل و مسلح دست محاربہ کشودہ برسرایشان دویدند ؎

بکف تیغ بران بر افراختند	باہنگ خون ریختند تاختند
بجستند برسان آتش زجائے	ہیونان[2] کف افگن و بادپائے

و جمعی از اشرارِ دائرۂ گرداگرد وے در آمدہ بزخمہائے متوالی و حربہاتے متعاقب اعضا و اجزائے مجتمع ایشانِ متفرق ساختند - چون سلطان محمد شاہ دید کہ دشمنان احاطہ کردند و دوستان را در دفع ایشان قدرت نماند اما چون شیران مرغزار در صف کارزار پا استوار نمودہ خود از درجۂ حیات بعرصۂ ممات می رسانند ؎

---

[1] بمعنی صف [2] جمع ہیون بمعنی گھوڑا، اونٹ -

بجائے کہ کار اندر آمد بہ تنگ　　جگر بایدُ آنجا و لختے درنگ
ولاوراہان بہ کر در کارِ جنگ　　در آئد بمیدان کس بے درنگ

محمد شاہ آمرزش آں جماعہ از درگاہ واہب العطیہ مسئلت نمودہ عنانِ ہزیمت بجانب نوشہرِ ہند معطوف گردانید و تاریخ وفات او بریں صورت یافتہ اند۔

آں خردمند محمدؐ سید و حیدر خوئے　　کہ ایزدش از کرم و لطف سراپائے سرشت
عیش فردوس بریں در دل او غالب شد　　زاں سبب عکدہ دار دنی زود بہشت
کس نیارد کہ بتد بیر کند حرفی محو　　زآں چہ در روز ازل خامۂ تقدیر نوشت

کرد تاریخ وفاتش چوں خردمند سوال
گفت پیر خرد من کہ "سزاوار بہشت"[1]

ایں واقعہ در اقلیم کشمیر مشہور است و در سال ہشتاد یکم آشوشت نہم واقع شدہ و زان محاربہ و مقاتلہ ہمراہ میر سید محمدؐ یک ہزار و ہفصد و نوزدہ نفر از خویش و ابنار و ملازم بقتل رسید۔ از آں جملہ یکہزار و دویست نفر در پا موزہ زعفرانی داشتند و دراں زمان رسم چناں بود کہ بغیر از مرد شجاع موزہ زعفرانی بدیگری پوشیدن روانمی داشتند بعد ازان نعش میر سید محمدؐ و اقربار ایشان قلب گاہ برداشتہ در محلہ مزارات آبار و اجداد او سپردند۔ تاحال خاک مزار متبرک ایشان ارباب حاجات را کعبۂ حصول مقاصد و مراد است۔

فتح شاہ بار دوم

و سلطنت ملک کشمیر بسلطان فتح شاہ مسلم گشت و منصب حکومت و مسندِ وزارت ملک شمس چک نوبت دویم قرار یافت و از نسل میر سید محمدؐ سہ فرزند جہت صغر سن بوضع سوی تگ در خانۂ بہرام ڈار باقی ماندہ بود۔ یکی میر سید مرتضیٰ دویم میر سید ابراہیم خان وسیم میر سید یعقوب۔ از آں جملہ میر سید مرتضیٰ را در راہ تبت از بالائے کوہ انداختہ بقتل رسانیدند۔ و سید ابراہیم خان مدتِ دو سال و شش ماہ در قید حاکم تبت بود۔ و بعد از فراتِ لشکر کاشغر بہ عنایت کردگار رہنت مخلوق از قید حبس خلاص گشتہ با محمدؐ شاہ در نوشہرِ ہند ملحق شدہ

---

[1] "سزاوار بہشت" مادۂ تاریخ ہے۔ اس کے اعداد ۹۸۲ ہوتے ہیں۔ جبکہ سید محمد کا انتقال ۹۰۷ھ میں ہوا۔　　(اکبر حیدری)

باقی دیگر حالاتِ ایشان در موضع خود مذکور خواهد شد۔ و میر سید یعقوب در نفسِ شہر بواسطۂ صغر سنی سلامت ماند و سلطان فتح شاہ خانہای میر سید محمد کہ بعد از چند سال اہتمام یافتہ بود و طاقہا و رواقہا بنقوش اسامی و خطاطی مجلا و محلا بود و صفات صفائی پر صفائیش بوفور تکلفات عزیبہ و کثرتِ اختراعاتِ عجیبہ از سائر عمارات بدیعہ امتیاز داشت و سقف و گنبد ہای بلندش مانندِ صفحۂ دل نکوکاران صفت صفائی و روشنی گرفتہ ؎

چو آفتاب درآمد بہ گنبدش گوئی — کہ در میان فانوس شد نگس طیار

و از خصائص عمارت کہ رشک نگارستان نقش ارژنگ و پری خانۂ تصاویر چین است آں بود کہ کنیزانِ گل اندامِ سیمبر بادستان مقضار بلوریں نمائے از اقطاس ابلق نیلگوں بادستہائی زریں مرصع ساختہ دراں قصر جاروب می کردند و سلطان فتح شاہ آں عمارات از روئے حسد چناں تباہ و ویران ساخت کہ کشاورزان آں دیار بدان زمینِ طیبہ کلبہ می راندند و پنبہ می کاشتند۔ در شاہدِ انقلابِ احداثِ فلکی مطربانِ آں دیار دف زنان و پای کوبان ایں مضمون بزبان کشمیری اشعار بستہ بلحن داؤدی عندلیب وار مترنم می بودند۔ چنانچہ از استماع آں مردم اہل حال و صاحب کمال یاد حالت و جاہ و دولت صاحب قصر کردہ رقتِ قلب پیدا ساختہ می گریستند و وجد و سماع می کردند و آں اشعار این است ؎

شنو ایں قصہ اندر ملک کشمیر	نہ از من از زبان کودک و پیر
کہ قصرے بود ہمچوں قصرِ قیصر	ز صورت خانۂ چیں کلک و تصویر
دراں قصرے دل افروزی خوش آئین	بہ بزم و رزم ہمچوں شاہ کشمیر
سپہدار جہان سید محمد	کہ بودے در شکارش شیر نخچیر
نشستہ با ہزاران حور و غلماں	بخوبی ہر یکے ماہ جہانگیر
ز اقطاس دو رنگی ابر جاروب	نہ کردندی کنیزاں ہیچ تقصیر
بدیدم من بچشم خویش کانجا	کہ بودی .... (کرم خوردہ)
کشاورزان ہم از بہر زراعت	بہم آمیختہ چوں شکر و شیر
بدیدم من تو ہم روئیں خردمند	کہ چوں شد......... (کرم خوردہ)

و بعد از وقوع ایں واقعہ یکے از مریدانِ میر شمس الدین خبر کشتن میر محمد در ملازمت ایشان

اظہار نمودند کہ دشمن شما کہ از ملک کشمیر آنحضرت را اخراج ساختہ بہ تبت فرستادہ بود۔ آں را مریدانِ آنحضرت روزِ سیاہ در پیش آوردہ بقتل رسانیدند۔ پیداست کہ از تسامع ایں اخبار فرحناک خواہد شد۔ چوں میر شمس الدین مردِ موحّد و مجیب الدعوات بود رسانندۂ ایں خبر را تہ شلاق داد و خود از روئے تاسف وحسرت متالم وار افسوس میخورد و میگفت ؎

آں کیست کہ نگذرد ازیں راہ اونیز گذشت ازیں گذرگاہ

کہ حیف آں چشمۂ حیات کہ منبع رشحات جود و جلال بود بہ خاشاک چاہ مکدر و اہلاک مُبتر شد۔ آب در دیدہ کنان فاتحہ جہت رستگاری ایشان خواند و دعائے خیر فرزندان ایشان و آبادانی محلۂ مرحوم میر محمدؒ از درگاہ واہب آلائے طلب نمود و بواسطہ دم کرم میر شمس الدین درعرض چند سال آبادانی و معموری دراں مکان بسیار شد۔

القصہ در اول بہار ہمیں دوازدہم دے شست زلزلۂ عظیم واقع شد و ملک شمس چک بعد ازیں واقعہ چار ماہ حکومتِ ولایت مجرا ساخت و از گشت ملک موسی رینہ و ابراہیم ماگرے باتفاق فتح شاہ ملک شمس چک را گرفتند و در زندان خانہ بہ عقائب بند و زنجیر بقتل رسانیدند۔ چوں در کشتن ملک سیف ڈار و ویران ساختن دولت ڈانگران باعث و صاحب حکومت ملک شمس چک بود لاجرم ملک موسی رینہ کشتن شمس چک بہرام ڈار و دتی ملک امر نمود و ایشان جماعت ہمراہ گرفتہ بعد از نمازِ خفتن بزندان خانہ جہت کشتن ملک شمس چک رفتند و در یک پائے او زنجیر بود۔ چوں یقین نمود کہ بکشتن من آمدہ اند از سلاح بغیر از کارد خورد چیزے نداشت ہماں کارد بدست گرفتہ بر سر قاصدان خود حملہ می آورد تا بدر دروازۂ زندان خانہ سی کس را مقتول می ساخت و بسیاری را مجروح و زخمی می کرد۔ و چند مرتبہ بہ ہمیں طریق بر سر ایشان حملہ می کرد و تہور می نمود و آخر تمام آں جماعت عاجز آمدند۔ از آنکہ کسے شمشیر کشیدہ نزدیک او نمی رفت بہماں کارد خورد بہ خشت و سنگ با آں جماعت جنگ می کرد و ہیچ کس از مردم تیغ و تبردار مجال پیش قدم نہادن نہ داشت۔ آخر از دور بروے تیر باران کردند و بر سر تیرہا او را و پسر او را بتاریخ ہشتاد و یکم کشمیری مارکا شوب بقتل رسانیدند ؎

بچوب و بسنگ و بخشت و بہشت ملک شمس چک شصت کس را بکشت

ملک موسیٰ رینہ اور اشاعتِ اسلام۔ بعد از کشتن شمس چک و پسرش منصب وزارت

حکومت کشمیر در سنہ نہصد و ہفتم ہجری بملک موسی رینہ مفوض گشت و باتفاق و اشتراک ملک ابراہیم ماگرے مملکت کشمیر را تصرف می کرد و حکومت می نمود و جماعت ڈانگران را در بعضے امور مخالف خود یافت و دانست کہ قصد ایقادِ نائرہ فتنہ دارند ۔ ایشان را ہم بجانب کوہستان ہند کشید ند و قریب نہ سال زمام حکومت و عنان امور مملکت بدست ملک موسی رینہ بود و در ین نہ سال ببرکت و ارشاد و ہدائیت و یمن آثار ولائیت حضرت قدوۃ المحققین ہادی المرشدین امیر شمس الحق والدین شیخ محمدؐ عراقی قدس اللہ سرہ قواعد دین اسلام و شرائط شرائع و احکام کمال ارتفاع یافت و ترویج شریعت مطہرہ محمدی و رونق ملت باہرہ احمدی بدرجات کمال و مقتطرات استکمال رسید و ملک موسی رینہ سعادت یار ہمگی ہمت و تمامی نہمت و تقویت و تمشیت حضرت ارشاد پناہی و تائیدِ تنفید ہدایت دستگاہی مصروف می داشت و بت خانہائے کہ بادشاہِ شریعت شعار و معدلت شار سلطان سکندر مغفور نور اللہ مرقدہ ویران و خراب ساختہ بود و سلطان زین العابدین باز آں بت خانہا را معمور و برپا ساختہ و جماعت کفار و مشرکان را رخصت احیای کفر و بت پرستی ہا دادہ و مشرکان و رہبانان بترویج کفر و دین باطل روئے آوردہ بتقویت بادشاہان دیگر روز بروز رونقِ کافران زیادہ گشتہ و حضرت امیر شمس الدین محمدؒ قدس سرہ بدولت و حمائتِ ملک موسی سعادت یار بویران ساختنِ تمام آں بت خانہا توجہ نمود و دستِ ہمت بدولت بہ قلع و قمع بنیان کفر و ضلالت کشود و بجائی ہر بت خانہ کہ ویران می کرد مسجدے برائے اقامتِ نماز جماعت می فرمود و ہرجا کہ پیش از زمان آنحضرت طریق بت پرستی و قاعدۂ فسق و فجور قائم و برپا می بود در ایّام دولت ارشاد و ہدایت آنحضرت شعائر اسلام و احکام شریعت حضرت سید انام علیہ الصّلوٰۃ والسلام کمال ظہور می نمود و تمام مردم کفرہ و زنادقہ کشمیر را بشرف اسلام مشرف ساخت و ایشان را بانواع انعام و اکرام می نواخت ۔ چنانچہ معروف و مشہور است کہ در ایّام حیات آنحضرت بمساعیِ جمیلہ و اہتمام جزیلۂ ملک سعادتمند ملک موسیٰ رینہ بست و چہار ہزار خانوادہ از کفرہ صرف و مشرکان محض بشرف اسلام مشرف گشتند و آنچہ از اہل فسق و فجور و ارباب نفاق و تزندق ہمیں ہدائت آنحضرت براہِ ہدیٰ و طریق مستقیم یافتند در قید حیات و تحت تعداد در نمی آید ۔

بآتش پرستان درآورد دست ... ہم آتش بجنت وہم آتش پرست

بنا کرد مسجد بجائے کنشت ... برابو انش انّا فتحنا نوشت

زد آتش چلیپا و زنّار را

برانداخت آئین کفار را

و فی الواقع نصرت این ہمہ سعادت امداد و این ہمہ دولت ہا حضرت واہب العطایا نصیب روزگار ملک سعادت یار ملک موسیٰ رینہ دیندار گردانید۔ زہی سعادت آں بختیار کہ منظور انظار سعادت آثار و مقبول خاطر پر انوار آنچناں بزرگوار بود و بعد از سلطان سکندر مغفور و طاب ثراہ ہیچ کس را از حکام اہل اسلام این ولائت در ترویج دین اسلام و رونق ملّت مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسّلام بمقدار وے حاصل و واصل نہ شد و سعی و اہتمام نتوانست نمود و اقفال ابواب تصرّف شریعت محمدی و امداد ملت احمدی بکلید جدّ و جہد برابر وے نتوانست کشود۔ و مدّت ایام دولت و اہل شوکت حشمت شدند و طائفہ چکان بعد از کشتن ملک شمس چک در غائت پریشانی و نہائت پراگندگی افتادہ و در تنزل و زبونی بدان مرتبہ رسیدند کہ ملک کاجی چک و میر چک و سر سنگ چک بخدمت و ملازمت ملک علی رینہ پسر ملک موسیٰ رینہ در آمدہ بودند و چندگاہ بطریق پیادگی ملازمت می نمودند ؎

چنیں است رسمی سرائے درشت ... گہی پشت برزین و گہ زین بہ پشت

ملک کاجی چک

وبا وجود چنین پریشانی یکبار ملک موسیٰ خواست کہ پسر خود ملک علی را بہ لشکر تبت بفرستند و مردم سپاہی باستعداد اسباب لشکر مشغول شدند و این طائفہ چکان ہیچ وجہی نداشتند کہ سامان و تہیا لشکر سازند پیش حضرت میر شمس الدین محمد عراقی جہت التماس خرچ راہی آمدند و سر سنگ چک را ہمراہ آوردند کہ این پسر ملک شمس چک است باشد کہ حضرت میر شمس الدین بطفیل او خرچی عنائت کند و چون آنحضرت آمدہ عرض احوال خود کردند۔ با وجود آنکہ از پنج شش کس زیادہ نبود و امید واری ایشان ہم پیش ازان نبود کہ مقدار یک اشرفی عنائت بشود۔ تا لشکر تبت بفراغت ادا می شد و آنحضرت جماعت ایشان را

صد ترک برنج و پنجاه ترک آرد و مبلغ دو لک پُل نقد عطا نمود و از جماعت ایشان ملک
کاجی چک را بنظر شفقت مخصوص فرمود و گفت که این ملک زاده گوش بریده را پیش بیارید
و ملک کاجی چک را در جنگ سوپور بہنگام شبخون شمس چک گوش بریده شده بود و آنحضرت
او را پیش خود آورده فرمود که حضرت قادر با قدرت حکومت این ولایت و تصرف این مملکت
بتو مسلّم خواہد ساخت می باید که طریق معدلت و رعیت پروری و قاعدۂ نصفت و مرحمت
گستری شعار خود سازی ۔ و ہمگی ہمت تمامی و نہمت خود بترویج دین اسلام و رونق ملت
سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام مصروف داری ۔ ملک کاجی چک از این سخن ترسید که کسے بگوش
ملک موسیٰ رینہ این سخن نہ رساند ترسان و ہراسان پیش آنحضرت سجدۂ تعظیم بجا آورد و گفت
کہ کلام اللہ میں سوگند می خوریم کہ ہرچہ حضرت میر مرا فرمائید ۔ بجان و دل قبول کردم اگر حق تعالیٰ
مرا دولتے رساند از فرمان حضرت ایشان تخلّف و تجاوز نورزم و قدم از دائرۂ حکم بیرون
نہ نہم ۔ چوں این سخن ادا کرد حضرت میر شمس الدین قدس سرہٗ دستار بزرگی کہ بر سر داشتند
آں را بر سر ملک کاجی چک نہاد کہ این تاجِ دولت دانس حکومت تو دادم بروید کہ عنقریب
بدولت خواہید رسید ۔

ملک موسیٰ رینہ کے خلاف سازشیں

بعد از چندگاہ فرزندان ملک ابراہیم ماگرے کہ بدولت و مکنت خود قوی یافتند و قوت و
شوکتِ خود غالب ایشان را وعدۂ حکم رانی وازدیاد دولت وکامرانی پیدا گشت ۔ بعضی از
سران عہد با خود ملحق ساختند و با فتح شاہ اتفاق نمودہ بویران کردن ملک موسیٰ پرداختند و
و در تاریخ سنہ ہشصد و شانزدہم کہ بحساب کشمیری ہشتادنہم بود پلہار ہیر شہر را بریدند و
بطرف دارالامارۃ سلاطین (سکندر پورہ) بجنگ و محاربہ ایستادند ۔ ملک موسیٰ رینہ در
میدان زالڈگر نشست ۔ آخر چوں دید کہ یاران و دوستان طریق عہود و مواثق را برہم دادند
و راہ مخالفت و بیوفائی سلوک دارند لاجرم بعد از چند روز قرار برفرار داد و ملک عثمانؔ و دتی
ملک جماعت ڈانگران کہ در کوہستان باقی ماندہ بود باعتماد خطوط و عہود ماگریان متوجہ کشمیر شدند ۔
و نزدیک بہیرہ پور رسیدہ بودند ۔ ملک موسیٰ رینہ بنا بر آں گریختن از راہ ہیرہ پور مناسب ندیدہ
می خواست کہ از راہ چیرہ ہار یا از راہ شانز ۔ بجانب ہند رود ۔ بقضائے سبحانی و تقدیر ربانی

دراثنای راه از اسپ درافتاد قدم از منزل دنیا بدار البقیٰ نهاد و عجوزۂ دنیا که هر روز شوهر دیگر خواهد و هر شب بکنار دیگری درآید آخر بخون وے دست رانگار بسته در دامن شوهری ابراهیم ماگرے زد و بعشوۂ عروسی ماگریان درآمده و بیش از چهل روز بر مسند وزارت و صدر صدارت حکم رانی کرد و بعد ازان جماعت ڈانگران که برائے امداد و نصرت خود آورده بودند بر ماگریان استیلا یافتند و در ارتفاع قدر و منزلت خود شتافتند. اکثر سرداران عهد را با خود ملحق ساختند به منازعت و مخالفت ملک ابراهیم ماگرے پرداختند. آخر او را مغلوب و منهزم ساخته علم دولت خود افراختند و منصب حکومت و مسند وزارت بملک عثمان قرار یافت۔ ایشان جهت انعقاد حکومت و ازدیاد جاگیر و دولت در گرفتن بعضی از سرداران عهد دست کشادند۔ بعد از دو ماه ملک کاجی چک، جهانگیر پڈر و گدائی ملک با فتح شاه اتفاق نموده و در دیوان خانۂ دارالاماره دنی ملک و غازی خان که برادر خواه پرسی نشسته بود به خنجر و کارد بقتل رسانیدند و ملک عثمان پیش فتح شاه به حجرۂ خاص بود۔ او را ازآنجا گرفته در بند انداخته و ملک جهانگیر پڈر لوائے حکومت و علم ایالت افراخته و بعد یک ماه ملک ابراهیم ماگرے به جمعیتی مستعد با سلاح معدوده عنان عزیمت بجانب کشمیر معطوف ساخت و بعضی از سرداران عهد به وے ملحق شدند۔ و ملک جهانگیر پڈر و فتح شاه رو بهزیمت نهادند۔ چون به هیره پور رسیدند۔ ابراهیم ماگرے کس فرستاده فتح شاه را باز آورد۔ ملک جهانگیر پڈر و جماعت چکان بجانب هند رفتند و ابراهیم ماگرے فتح شاه را بر سریر سلطنت نشاند و ملک کاجی چک و عثمان هم از بند خلاص یافته با ماگریان پیوست و منصب وزارت نوبت دوم بملک ابراهیم ماگرے رسید۔

در آں زمان از نوشهر بند نزد سلطان فتح شاه خبر رسید که محمد شاه حشم گذشته بهشت همراه گرفته جهت کدخدائی در کوهستان ملہ پال رفت و نزد متعلقان و فرزندان ایشان بغیر از ابراهیم خان که در اوراق گذشته ذکر مذکور شد کس دیگر نیست و در استماع این خیال نقار[1] و غبارے که ازان خانواده که در دل سلطان فتح شاه داشت مستدعی آں شد که

---

[1] نقار۔ کینه، عناد

لشکر انبوہ باشوکت وشکوہ ترتیب فرمودہ بدان جانب شتابد۔ فی الفور شتافت۔ چون خبر آمدنِ لشکرِ متعلقان وفرزندانِ سلطان محمد شاہ شنیدند از حیرتِ جامۂ جان دریدند و راہِ فرار نمودند خود نہ دیدند۔ سید ابراہیم خان تیغ انتقام کشیدہ رو بہ مبارزت سلطان فتح شاہ نہاد۔ بموضع غاری کوٹ مقاتلہ ومحاربہ آنجامید و مبارزان و دلیرانِ سلطان فتح شاہ چہرۂ دلکشائی فتح در آئینہ این تدبیر نہ دیدند دست از محاربہ پرداختہ از فتح پہلوتہی ساختہ عنانِ عزیمت و پایۂ سریرِ خلافت بازگردانیدند و مبارزان سید ابراہیم خان بیہقی عقبِ ایشان تاراج روشدند بہ ہرکس رسیدہ اندسرش بزخم حسام انتقام بریدہ باز بہ عسکر خویش در نوشہر ہند مراجعت نمودند ؎

ہنوزش تیغ نصرت در نیام است ہنوزش نافۂ امیّد خام است
ہنوزش می رسد ہر گل صباہا ہنوزش چرخ می دوزد قباہا

ہنوزش فتنہ ہائے غیب پیش است
ہنوزش مژدہ ہا زاندازہ بیش است

دیگر از ان روز دولت و مکنت خود را قوی یافت و بقوت وشوکت خود روز بروز برامرایانِ دیگر غالب آمد۔ چنانچہ تفسیر آن بموضع خود مذکور می شود۔ وحقیقتِ این حال قاصد فرخندہ فال بگوش ہوش سلطان محمد شاہ رسانید کہ سید ابراہیم خان محاربہ کردہ بحال آمدند در محالِ نوشہر لشکرِ فتح شاہ را نہ داد بلکہ اکثر گلہ مبارزانِ لشکرِ غنیم را بباد فنا در داد و سلطان محمد شاہ در نوشہر ہند رسیدہ اختلاط نیکو کردہ باہمہ سران مملکت و سرداران ولائت کشمیر خاصہ گردانیدہ و شفقت ہائے پدرانہ می ورزید و بعد ازین واقعہ مدت یک سال ملک عثمان و ملک شنکر رینہ بیکدیگر اتفاق نمودہ با ملک ابراہیم ماگرے ابواب مخالفت و منازعت کشودند و باتفاق فتح شاہ دبہ معاندت او پرداختند و دو پسر ابراہیم ماگرے ملک ابدال و ملک فیروز را بند ساختند و ملک ابراہیم بار اقامت بولائیت پونچ کشیدہ ملک عثمان نوبت دوم برمنصب وزارت نشست و ملک شنکر رینہ با جماعت خود باد متفق بود۔ بعد از پنج ماہ ابراہیم ماگرے از پونچ با جماعت چکان و ڈاران کہ در ہند بودند اتفاق نمودہ محمد شاہ بباد شاہی برداشتہ از راہ بارہ مولہ متوجہ کشمیر شدند و از قصبۂ

سوی پور نشستند و ملک عثمان و شنکر رینہ فتح شاہ را ہمراہ گرفتہ بہ جمعیتی تمام بمقابلۂ ایشان رفتند و نزدیک لب آب چندان کہ تیر کاری بدانجانمی رسید نشستند۔ دران وقت در کشمیر تفنگ و آتش کاری بنود و میر احدی کہ داماد حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی بود از پیش ملک عثمان گریختہ بہ لشکر ماگریان پیوست و ملک عثمان بحضرت امیر شمس الدین تخویف ہا و تحدید ہا فرستاد کہ انشاء اللہ فتح کردہ بشہر برسیم۔ اول میر شمس را در آتش بسوزیم بعد ازان در شہر درآئیم۔ آنحضرت بسیار ازدے متنفر گشت۔ بعد از چندگاہ عثمان دانست کہ بواسطہ مانع آب از این جانب ہیچ کاری نمی کشاید فتح شاہ و ملک شنکر رینہ وغیرہ با جمعیتی تمام بمقابلۂ ایشان گذاشتہ و خود بغرور شجاعت و مردانگی از راہ کھوہامہ بر سر ایشان رفت و لوہر ماگرے و ریگی چک جماعت کثیر ہمراہ گرفتہ از سر عقب بونگری راہ برو گرفتند۔ چون عثمان نزدیک ایشان رسید بقوت مردانگی بدایشان تاخت بزور مردی جماعت ایشان را ویران و منہزم ساختہ و آن جماعت شکست یافتہ در لشکر خود رسیدند۔ ملک عثمان شب بر سر ہمان بونگری نشست و چون خبر گرفتن بونگری و شکستن لشکر ماگریان بشہر رسید۔ ملا محمد گنائی کہ معلم و استاد فتح شاہ بود پیش حضرت امیر شمس الدین آمدہ۔ آنحضرت پرسید کہ خبر فتح شاہ تو چیست۔ گفت کہ عقبہ بونگری گرفت و لشکر مخالفان را شکست و بالائے بونگری برآمد۔ آنحضرت فرمود کہ اگر بالائے فلک برآید حق تعالیٰ او را بر زمین خواہد رسانید و توفیق آزار فقیران نخواہد یافت۔
دران وقت با جماعت ملک کاجی چک ملک علی سرخیل اہل فطن و عاقل ہر فن بود۔ دانست کہ فردا ملک عثمان بجنگ و مقابلہ بر ما غالب خواہد آمد۔ نماز شام بر لب آب آمدہ و مردم این جانب را آواز کرد کہ من ملک علی پسر ملا حسین شہنگم و یک دو معتمدے از مقربان و خواصان فتح شاہ آمدتا این جا بیاید کہ بہ ایشان سخنی دارم چون این سخن بفتح شاہ رسید دو سہ مردے کہ از مقربان و معتمدان بادشاہ بودند بر لب آب فرستاد و ملک علی با ایشان آہستہ گفت کہ پروردۂ نعمت پادشاہم و از خاک برداشتۂ آن جنابم من دولت خواہی او می کنم کہ ملک عثمان را کشتند و تمام لشکر او را خراب و ویران ساختند و فردا پگاہ ازین آب خواہند گذشت و شمارا گرفتہ بدست محمد شاہ خواہند داد زنہار کہ فتح شاہ شبا شب بجانب پرونچ برود۔ از راہ ہوئیل بگریزد و الا گرفتار خواہد شد۔ چون از خانوادۂ آنجناب پروردہ شدہ ام این دولت خواہی می کنم چون خواصان فتح شاہ این سخن گفتند

فتح شاه بعضی اسباب خود گرفته و بعضی را گذاشته شبا شب از راه حویل بجانب هند گریخت و ملک علی بر این مکر و روباه بازی لشکر ایشان را شکست و بمجرد تدبیر عقل جمعیت ایشان را برهم زد چنانچه بزرگان فرموده اند ؎

بصد شمشیر تا ده می توان کشت
بتدبیرے جهانی می دهد پشت

لاجرم روز دیگر ملک عثمان چون شنید که فتح شاه و شنکر رینه و سائر لشکر ایشان بروباه بازی ملک علی برهم خورده - وے از بوسنگری رو بهزیمت نهاده جانب شهر عزیمت نمود شبانگاه بر سر آب لار رسید و از آب گذشته شب همانجا گذرانید و صباح برخواسته تا بقریهٔ نیلا گریخت - و ملک ابراهیم ماگرے بدنبال او بود و او را ازین سو آورد و بزندان خانه در حبس انداختند و همانجا بقتل و کشتن او پرداختند و شعلهٔ آتش قهر درویشان ظاهر و هویدا ساختند و لفظ "ترکش"[1] تاریخ او یافتند -

محمد شاه بار سوم

و سریر سلطنت محمد شاه رسید و منصب حکومت بملک ابراهیم ماگرے نوبت سیوم رسید تا مدت نه ماه سلطنت محمد شاه و حکومت ملک ابراهیم ماگرے بود - بعد ازان فتح شاه از هند بجانب نواحی کشمیر توجه نمود و پیش از در آمدن بکشمیر پسر خود حبیب خان را در منکسار فرستاد و ملک جهانگیر پدر از پسر گریخته بایشان ملحق شد و چون فتح شاه بکشمیر در آمد اکثر مردمان با در رجوع نمودند - ملک کاجی چک هم جماعت خود را گرفته بایشان پیوست و محمد شاه و ابراهیم خان و میر محمد خان بیهقی و ابراهیم ماگرے بجانب هند گریخت -

---

[1] سنه ۹۲۰ هجری

پانچواں باب

چکوں کا اقتدار

فتح شاہ بار سوم

سلطنت کشمیر بفتح شاہ قرار یافت و حکومت ایں دیار بملک جہانگیر پڈر نوبت دوم شتافت۔ کشمیر را درائے خالصۂ بادشاہ سہ حصہ کردند۔ یک حصہ بہ جہانگیر پڈر و یک حصہ بملک شنکر رینہ و یک حصہ بملک کاجی چک و ریاح ربیع انفاس متبرکہ درویشان وزید و شجرۂ مثمرۂ دولت چکان بالا کشید و بعد یک سال ملک ابراہیم ماگرے محمد شاہ را ہمراہ گرفتہ بکشمیر در آمد و در بانگل میانِ ایشان جنگی سخت واقع شد و ابراہیم ماگرے با دو پسر بقتل رسید و محمد شاہ بجانب پنوچ گریخت۔ بعد دو سال محمد شاہ پیش سلطان سکندر شاہ بہ جہت استمداد رفت۔ سلطان مذکور وے را تعظیم و تکریم کہ پادشاہان بہ پادشاہان کنند نمودہ سپاہی بے شمار بامداد و کمک او ارزانی فرمود۔ چوں لشکر ہند گرفتہ براج دیر رسیدند و بمیدان دانورہ نزول نمودند۔ ملک جہانگیر پڈر و ملک شنکر رینہ متعاقب قاصدان فرستادند و عہود و اطاعت و مواثیق انقیاد و امتثال درمیان دادند و نامہائے متعدد و متواتر مرسل داشتند کہ با خلاص و اعتقاد و قاعدۂ اطاعت و انقیادِ حکم آنجناب بجا آریم و طریق امتثال و فرمان برداری آنحضرت را سلوک داریم۔ پس ملک کاجی چک و شنکر رینہ و نصرت رینہ از فتح شاہ جدا شدہ در قلعہ سرشن متحصن و حرب شدند و

ملک جہانگیر پڈر با فتح شاہ متفق شدہ بجنگ وحرب ایشان بر آمدند آخر منہزم شدہ بکوہستان گریختند۔
وچون این خبر بہ محمد شاہ رسید خلوص عقیدت و انقیاد ایشان پسندید و تدبیر ورائے او بران قرار
یافت کہ این قدر لشکر بیگانہ دران ولایت در آوردن موجب ویرانی مملکت وخرابی ولایت خواہد
گشت قریب سی ہزار سوار ہمراہ او بود بعضی را از دانورہ رخصت مراجعت کرد وبعضی را از راج
ویر و دانورہ گذاشت و دو ہزار سوار ہمراہ گرفتہ بکشمیر توجہ نمود۔

ملک کاجی چک

ملک کاجی چک وملک نصرت رینہ تا بدانکہ بہ استقبال
محمد شاہ رفتند وچون بہ کشمیر رسید مناسب چنان دیدند کہ
ملک کاجی را بحکومت این ولایت سرفراز سازد و خاطر از غیرتی بپردازد و پس منصب حکومت و
مسند وزارت را بملک کاجی چک تفویض وتسلیم نمودند وملک شنکر رینہ را بند ساخت ولشکر
ہند وغیرہ مراجعت نمودند سلطان محمد شاہ برائے محافظت خاطر سلطان سکندر با ز بنوشہرہ
با ایشان ہمراہی نمود۔ در نوشہر ایشان را رخصت مراجعت داد وچون آخر سرما و وقت تا رسیدن
ایشان بنوشہر از عقب برف بارید و راہ آمدن کوہہا را بند کرد۔ لاجرم محمد شاہ زمستان در نو
شہرہ ماند و درآنجا ملک لوہر ماگرے وملک نصرت رینہ جمعیتی بہم رسانیدہ در فصل شتاد شدت
برودت وسرما فرصت یافتند و در قلعہ ناگام بہ منازعت ومجادلہ ملک کاجی چک ایستادند
وملک جہانگیر پڈر از کوہستان برآمدہ بملک کاجی چک ملحق شد۔ پس ملک لوہر ماگرے و
ملک نصرت رینہ مصلحت چنان دیدند۔ کہ روز روشن جنگ با ایشان نمی توانم کرد۔ بہتر آنست
کہ بشب خون بر ایشان زدیم کہ مگر در حالت نوم وغفلت بر ایشان دست یابیم وچون از قلعہ
ناگام بر سر شبخون زدند و پیش از ان ملک کاجی چک واقف شدہ مستعد ومسلح گشتہ منتظر
رسیدن ایشان بود وچون غوغائی آہ وفغان پیدا شد از خانہا ومنزلہا خود برآمدہ استادند
در میدان زالدگر میان ایشان جنگی عظیم سخت مقاتلہ بزرگ واقع شد۔ وجماعتی کثیر از جانبین
بزخم سنانہائے بے جان بجان گشتند وبسیار مبارزان دلیر بضرب گرز وطعنۂ شمشیر مقتول ومجروح
شدند وملک نصرت رینہ دران معرکہ بقتل رسید وملک کاجی چک دران جنگ زخمی ومجروح گشت
انگشت سبابۂ او درہمان محاربہ بریدہ شد۔ آخر ملک لوہر ماگرے چون دید کہ اکثر یاران ہم
عنان او مقتول ومجروح گشتند ناچار پائے عزیمت در راہ ہزیمت نہادہ وعنایت الٰہی الطاف

رب العالمین گلہائے فتح وظفر از گلشن مراد توم قبیلۂ چکان بشگا فید و نفحاتِ انفاسِ منبرکہ حضرت امیر شمس الدین دماغ وجان ومشام چناں طائفہ ایشان رامعطر گردایند۔

ملک کاجی چک اور اشاعت اسلام

وچون موسم شتا وشدت سرما بسر آمد وسلطان مہر بر سریر صفر حمل بر آمد۔ محمد شاہ وسید ابراہیم خان باخیل وسپاہ در مملکت کشمیر در آمدند۔ و ملک کاجی چک بمین نفس مبارک حضرت امیر شمس الدین صاحب بمنصب وحکومت ووالی مسند وزارت گشت ودر تمام دولت خود منتظر فرمان ومترقب احکام وممتثل او امر آنحضرت می بود ودر اثنائے آں دولت حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی ملک مذکور را بہ تجدید بنائے خانقاہ امیر فرمود۔ دران وقت دریں مملکت فتح شاہ بر سریر سلطنت بود ودر روز ابتدائی بنا کہ جہت عمارت آں رنگ می ریختند وبنای آں را طرح می دادند میاں شمس الدین محمد عراقی وفتح شاہ گفت وگوئے ومباحثہ واقع شد۔ بنابراں مناقشہ بعد از چند روز فتح شاہ از سلطنت معزول ساختہ از ملک خراج نمودند ومحمد شاہ اورا باز آوردہ بر سریر سلطنت نشاندند وفتح شاہ را بار دیگر بکشمیر در آمدن میسر نشد ودراں وقت ملک شنکر رینہ ہم ورہمان کوہستان ہند بود ودر تاریخ سنہ نہ صد وبست وپنج از ہجرت ہم فتح شاہ وہم شنکر رینہ درہمان کوہستان ہند از دار دنیا گذشتند۔

وحضرت امیر شمس الدین محمد در ایام سلطنت محمد شاہ ودر دولت ملک کاجی چک خانقاہ حضرت ہمدانیہ بتاریخ سنہ ...... عمارت نمودند ...... کارہائے بزرگ واوامر عظام کہ ملک کاجی چک بحکم فرمان حضرت شمس الدین محمد عراقی بجا آورد قتل بکار دکشتن مشرکان ایں دیار است وآں چناں بود کہ درعہد حکومت ملک موسیٰ رینہ جملہ کفرہ وفجرہ ایں دار طریق ارتداد پیش گرفتند وبرسوم کفر وشرک رجوع نمودند ومرتد شدہ باز بہ بت پرستیہا در آمدند بعضی دیہ کفرہ نقل می کردند کہ در وقت عبادت اصنام وبت پرستیہا قرآن مجید وفرقان حمید را کرسی ساختہ زیر سرین گرفتند وبر سر کلام ربانی تنزیل سبحانی نشستہ عبادت اصنام بجا آوردہ اند۔ وچوں اخبار واوضاع ایں احوال بسمع مبارک حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی رسید آنحضرت ملک کاجی چک راپیش خود طلبیدہ وہمراہ وے ملک علی وخواجہ احمد کہ ہر دو مدیر و

مشیرانِ ملک مذکور بودند بحضور فائز السرور حاضر آمدند - آنحضرت بایشان فرمود که این جماعت کفره که بعد از اسلام و انقیاد از سر انکار و عناد طریق ارتدادی نمائند - اگر ایشان را حدِ شرعی و تعذیرِ حکمی بجا نمی توانید آورد ما را واجب و لازم است که این دیار جلائے وطن نمائیم و در وقت نهفت مانع و مزاحم نشوید - چون ملک مذکور پیش از یافتن دولت و حکومت بیا بم از حکم و فرمان حضرت امیر شمس الدین تخلف و تجاوز نورزم - جهت امتثال فرمان آنحضرت با مدیران و مشیران خود مشورت و تدبیر نموده و قرار بر قتل کفار دادند و دران وقت عاشور را نزدیک بود و ایام همان عاشورا موعدِ کشتن ایشان ساختند و در تاریخ سنه نهصد و بیست و چهار که بحساب کشمیری نود و چهارم بود در عاشورا قریب هفصد هشتصد کافر مرتد را کشتند و دران وقت از جمله کفره این دیار آنجماعت بزرگ و صاحب دولت و ارباب حکومت بودند و هر یکے از ایشان صاحب اختیار و اهل تصرف عمده خانواده دیگر از کفر و مشرکان بودند و کافران و مشرکانِ تمام کشمیر را بضرب شمشیر مطیع و منقاد اسلام ساختند و این یک کار محو مست. از کارهائی ملک کاجی چک -

در تاریخ سنه نهصد و بیست و ششم ملک کاجی چک پسر خود مسعود چک را به جمعیت بسیار بگرفتن ملک جهانگیر ٹڈر فرستاد و ملک جهانگیر پیش از رسیدن ملک مسعود واقف و خبر دار گشته از خانهٔ خود گریخته بجانب کمراج رفت و از آنجا گدائی ملک و مردم گریز همراه گرفتند -

و در تاریخ سنه نهصد و بست و هفت ملک ابدال و لوهر ماگرے و ملک عیدی رینه با اسکندر خان بن فتح شاه جمعیتی بهم رسانیده آمدند - و در قلعهٔ ناگام جهت منازعتِ ملک کاجی چک نشستند و جهانگیر ٹڈر و گدا ملک هم از کمراج و دارد و آمدند تا با اسکندر خان ملحق شوند - چون پرگنهٔ لار رسیدند ملک کاجی چک پسر مسعود چک را بجنگ ایشان فرستاد و خود بمقابله اسکندر خان استاد و نزدیک شهاب الدین پور میانِ مسعود چک بود و از وے اندک پیشتری رفت داد و را با گدائی ملک مقابله افتاد و گدائی ملک بدست ملک دولت بقتل رسید و مسعود چک را با جهانگیر ٹڈر مقابله واقع شد و تیرِ قضا بچشم مسعود چک رسید و پیش وے از اسپ در افتاد و کشته شد و ملک دولت بعد از قتل گدائی ملک با فتح و ظفر بطرف لار روانه شد و هر دو طائفه بحکم "کل حزبٍ بما لدیهم فرحون" شادمان و خوشحال شده هر طرف روانه شدند

ایشان را از کشته شدن این ها خبرے نه و نه اینها را از هزیمت ایشان وقوفی. چون جماعت
ملک دولت بشهاب الدین پور رسیدند از کشته شدن ملک مسعود خبر یافتند و لشکر جهانگیر پڈر به
کرهمو رسیدند از قتل گدائی ملک مطلع شدند. و ملک دولت از آب شهاب الدین پور گذشته
بهمراه سید ابراهیم خاں و ملک تازی چک که هر دو بمدد ملک مسعود آمده بودند ملحق شدند. و
همراه ایشان ملک حسین رینه در دست پسر سرهنگ رینه در بند بود او را کشتند و بجانب شهر
متوجه شدند. جهانگیر پڈر هم از راه لار بشهر رفت بعزم آنکه از آب گذشته بلشکر اسکندر خاں ملحق
کرد و از هر جا که عزم گذشتن از آب می کرد. ابراهیم خاں و ملک تازی چک و ملک دولت
از طرف دیگر مقابله او شده مانع می آمدند و بعد از چند روز اسکندر خاں و کسانے که بادے بودند
با ملک کاجی چک طرح مصالحه پیش انداختند و قرار برقرار بجانب هند دادند و ملک جهانگیر پڈر هم
بطرف هند گریخت و ملک کاجی چک علم دولت براوج رفعت افراخت و ملک دولت را بانواع
الطاف و عنایات بنواخت و منصب و جاگیر ملک مسعود چک و ازدواج توابع و لواحق او بدو
مسلم و مفوض ساخت.

بابر کی شکست کاجی چک کے ہاتھ

و در تاریخ سنه نهصد و سی ملک علی و ملک ابدال
و ملک لوهر ماگرے و ملک ریگی چک ایتاده ند و محمد شاه
و نوروز چک به موافقت ماگریان از شهر برخاسته بجانب لار گریختند چون ملک کاجی چک دید
که اکثر مردم رشتهٔ عهد و پیمان بریدند و طریقهٔ مخالفت گزیدند. با جمعیت احباب و یراق اسباب
روئے بکوهستان هند آورد و در نوشهره هند منزل و سکونت گرفت. دراں وقت از لشکر بابر
پادشاه تو چاک بیگ و شیخ علی بیگ با جمعیتی از ترکان و سپاهی گراں بعزم کشمیر متوجه نوشهر
برخاسته و مردم کوهی و جوانب اطراف جمع کرده بر سر کوه کاجداری نشسته راه بر ایشان گرفت.
تازی چک و غازی خاں جماعتی همراه گرفته اندکی از ملک کاجی چک پیشتر رفته بودند و ایشان را
لشکر مغل مقابله افتاد و میان ایشان جنگ و محاربه واقع شد. ملک تازی چک چند مبارزی
در لشکر مغل رسانید و غازی خان هم یکے از مبارزان ایشان نیزه زد و از اسپ در افتاد و در وقت
افتادن به مغل دیگر که از ونشیب تر بود که او رسید و هر دو از اسپ در افتادند و هر دو را هما
نجا کشتند و دراں وقت غازی خاں از هفده و هژده سالگی بیش نبود و شهرت تمام یافت که

بیک نیزه دو مغل را بقتل رسانید و آخر لشکر ترک و مغل ہزیمت یافت و مردم کوہی تا پایان کوه
بسیاری از ایشان کشتند۔

ملک کاجی چک بعد چند ماه اسکندر خان را که باعث آوردن لشکر مغل بود دربند کرد
و محمد شاه بسبب گرفتن او بملک کاجی چک محبت و اتحاد قدیم را بنائی تجدید نهاد و بساطِ
عداوت و کینه را درنوشت و او را خطهائے عهد و پیمان فرستاده بجانب کشمیر استدعا نمود و
ملک کاجی چک اسکندر خان را گرفته بجانب کشمیر متوجه گشت۔ اسکندر خان را به محمد شاه سپرد
محمد شاه سکندر خان را چشمهائی کند و جماعتِ ماگریان و ملک علی در قریه کچه ہامه بالشکر و حشم
به مخالفت و منازعت ایستادند و ابوابِ مخاصمت و معاندت کشاد و محمد شاه و ملک کاجی چک
و سید ابراہیم خان بیہقی به محاربه ایشان شتافتند و بالآخر ماگریان شکست یافتند و ملک علی
بدست ملک کاجی چک دربند افتاد و لشکرِ ماگریان رو به ہزیمت نهاد۔ بعد از چند ماه ملک
علی که در خانهٔ ملک تازی چک محبوس بود بدرقهٔ توفیق وے را راهِ خلاصی و مناص نمود و بجانب
ہند راه گریز پیمود۔

سلطان ابراہیم شاه

وبعد از چندگاه ملک کاجی محمد شاه را از سلطنت معزول ساخته
وے را با چند سردارِ دیگر در موضع لدکه که کوہستانی است سخت در
بند انداخت و پسر وے ابراہیم شاه را بتاج و تخت افراخت و تربیت خدمت وے پرداخت
و دران وقت ملک علی و ملک ریگی چک با جماعهٔ ماگریان باز در نوشہر جمع شدند۔ بعد از مشورت
و اتفاق ملک ابدال ماگرے جہتِ استمداد پیش بابر شاه رفت و به مجرد رسیدن او را بابر بادشاه
بانواع التفات بنواخت و بعنایت بے غائتِ خسروانه و التفات بے نہائتِ بادشاہانه او را
مشرف ساخت۔ شیخ علی بیگ و محمد خان را با مداد و کمک او حکم فرمود و ایشان درحال بجانب
کشمیر عنان عزیمت کشودند۔

بابر کا حملہ اور ملک کاجی چک کی بہادری

در تاریخ نہصد و سی و پنجم ہجری جماعت ماگریان و ملک علی ریگی چک کمک بابر
بادشاه گرفته از راه جونیل بکشمیر در آمدند۔ چون ملک کاجی چک از آمدن ایشان خبر یافت
با جمله سپاه و حشم خود به محاربهٔ ایشان شتافت و در موضع نانگل از پرگنهٔ بانگل مقابله یک دیگر

شدند - و ملک نازی چک که پشت پناه لشکر بود پیشتر رفته محاربهٔ ایشان مبادرت نمود. بتقدیر
الٰہی شکست و انہزام یافت و دست اجل پنجهٔ اقبالِ او را برتافت پس جماعتِ ترکان بملک
کاجی چک ملاقات واقع شد و در لشکر مغل جوانی بود از جملهٔ دلاورانِ زمان و مبارزانِ دوران
که بارہا در مجلس معارک اقداح و طعنائے راح و کاساتِ ضروبِ سیوف نوشیده در محافلِ حرب
معاملات خلعتهای فتح والبسهٔ ظفر پوشیده از حین نهضت مملکت آگره تا رسیدن بولائت کشمیر همیشه بر زبان
و نخواهان بود که دریں محاربه ملک کاجی چک را بمن بنمائید و از صورت و شمائل او بمن نشان دهید
که تا با او جنگی مردانه کنیم و محاربهٔ مبارزان بنمائیم تا به بینیم که در هنر مبارزت و شجاعت چه مقدار
مایه و پیشهٔ دلاوری و شهامت چه قدر قوت داشته و این سخن پیش از وقوعِ جنگ و محاربه
بگوش ملک کاجی چک رسیده بود در وقتِ هزیمتِ لشکر ملک کاجی چک مبارزِ دلاورِ لشکر
مغل پیشتر رفته نزدیک به فوج ملک کاجی چک آمده نعره های زد و فریاد ها می کرد که کاجی
کیست و کجاست که به او جنگی خواهیم کرد. باید که از فوج خود بیرون بر آید و بیک دیگر ساعتی
بگردیم و یکدیگر را بیازمائیم ؎

بیا آں نبرد با دلیراں کنیم — دریں رزمگه جنگ شیران کنیم
به بینیم تا خود بلندی کراست — دریں جنگ فیروزمندی کراست

چوں ملک کاجی چک آواز او شنید جماعتی که در هزیمت همراه بودند از حوالی
خود دور ساخته متوجه او شد و آهسته بجانب او روان گشت و آں مبارز هم بجانب ملک
اسپ را تاخت و از گرمی راه تیغی چوں برق درخشاں بر سر ملک انداخت و ملک مذکور
سپرِ خود را پیشِ سر و روئے خود بر آورده برد و آں زخم پرداخت و ضربِ طعنِ شمشیر از
سر خود مندفع ساخت و بجواب او ایستاده چناں نیزه بر سینهٔ او زد که با وجود جیبهٔ سلاح
مقدار یک وجب از پشت او بر آمد و بهماں زخم از پشت زین پیش در ربوده بر روئے زمین
افگند و بزبانِ کشمیریش گفت که همیں است کاجی چک که از آگره تا به کشمیر برائے جان
خود می طلبیدی ایں بگفت و بجانب شهر روان شد و چوں لشکرِ مغل نزد آں مبارز رسیدند -
اندک رمقی از و مانده بود و باں لشکر گفت که هر که در عقب آں مرد تازد جان ،
خود را در ورطهٔ مهلک اندازد و سر خود را در میدانِ مرگ بازد و چوں ترکان آں مبارز را دیده
و آں زخمِ نیزه ملاحظه نمودند عنان از دویدن و تاختن باز کشیدند و آهسته آهسته در عقبِ

ادمی رفتند۔

دولت چک کی شجاعت

ودرین جنگ ملک دولت چک اول بشمشیر جنگ
و محاربه می کرد تا که شمشیر شکست بعد ازاں گرز گران از جلاو
خود کشید مقاتله می نمود تا که یک جوانی از در ترک ایستاده ملک دولت دستِ خود را دراز کرده
گرز بر سر او زد۔ چناں که آں از اسپ در افتاد و از دست ملک دولت گرز در افتاد و یک
مغلے چون دید که این مرد بے سلاح ماند شمشیر بالائے او انداخت۔ ملک دولت دست دراز
کرده شمشیر را از هوا گرفت و بهر دو دست زور کرده شمشیر از دست او در ربود چون دست
راست او مجروح شده بود شمشیر بدست چپ گرفته زخمی بران مغل زد و ے زخم کاری باو رسید
وچون ملک دولت دران جنگ زخمها بسیار خورده بود بضرورت در خانه یکے از سپاهیان در
آمد و از آنجا ملک در بنه کرد و دران جنگ چند کس که از لشکر ملک کاجی چک که مردان کاری
و شهسواران میدان نامداری بودند۔ چون ملک تازی چک و ملک سرهنگ چک و ملک تهه
چک با توابع و لواحق که همعنان و همگنان ایشان بودند بقتل رسیدند و رخت هستی از سرائے
دنیا بدار عقبیٰ کشیدند۔ دران جنگ جماعتِ سادات بیهقی که سردار ایشان امیران سید ابراهیم
خاں چون شیر شکاری و پلنگ کوهساری از لشکر گاه ملک کاجی بعد از هزیمت بار دوم برگشته
از روئے شجاعت و دلیری خاک میدان را باوج کیوان می رسانیده آتش شمشیر آبدار غرور از
سر دشمنان بیرون می برد و با با چک توت از طعن نیزه از مرکب فرود آورده

بکوشید در حرب مردانه وار ——— چه اندیشم از دشمن بے شمار

دل دوست و باز و بگا دریم و سپاه مخالفان از تفنگ آمده تیر باران کردند۔ اسپ از زخم
تیر ترکان نات بر خاک مبارزت نهاد و سید ابراهیم خاں در قید ایشان افتاد۔ چون ملک دولت و
غازی خاں که مردان کاری و شهسواران میدان نامداری بودند در بند ترکان افتادند
ملک کاجی چک با جماعت اندک ازاں معرکه خلاصی یافت و بجانب کوهستان که آں را گگهری
گویند عنان تافت۔ ابراهیم خاں و ملک دولت چک بجانب شهر فرستاده بودند۔ و جماعتی جهت
محافظت و نگاهبانی همراه کرده در اثنائے راه ملک با وجود زخمهائے بسیار بعد از نماز شام از کشتی برکنار
برجسته دیگر بجست و در آب یک کولابے که نزدیک بود رفته و نگاهبانان از جوانب و اطراف آں

کول جہل وپنجاہ کشتیہا جمع کردہ تا نیم شب درآں کول طلب نمودند ونصف شب جستن جو کردند۔ ملک دولت چک خودرا درمیان آب پنہان کردہ بود ویک برگ نیلوفر بر سرخود نہادہ خودرا دراں مخفی می ساخت ودہن از آب بیرون داشتہ نفس می کشید۔چون کشتیہا بعد از نیم شب نایافتہ بجائی خود رفتند۔ ملک دولت از آب برآمدہ گریخت وابراہیم خان در قید ایشان ماند وجماعت علم فتح وظفر براوج رفعت برافراختہ بشہر درآمدند ومملکت کشمیر را چہار حصہ ساختند وبایکدیگر قسمت نمودند

محمدؐشاہ بار پنجم

محمدشاہ را از کوہستان آوردہ بر سریر سلطنت نشاندند ومنصب حکومت و وزارت بملک ابدال مقرر ساختند وشیخ علی بیگ را با جملہ ترکان در اوائل پائیز بجانب ہندوستان رخصت دادند وملک علی تا نوشہر ہند بایشان بدرقی وہمراہی نمود۔ بلشکر مغل را وداع نمودہ مراجعت فرمود وملک ابدال وملک توہر ماگرے وملک ریگی چک آوارہ ملک علی چہار کس ملک کشمیر را چہار بخش نمودہ دو سال می خوردند۔

مرزا کامران کا حملہ

ودر تاریخ سنہ نہصد وسی وہشت از ہجرت کہ بحساب کشمیری ہفدہم بود۔ مرزا کامران بجانب کشمیر توجہ نمود وخود در شہر نوشہر ہند توقف نمود ومحرم بیگ وشیخ علی بیگ را قریب سی ہزار سوار جرار نامدار زجوشن پوش دنیزہ گذار ہمراہ دادہ بکشمیر فرستاد وامرائے کشمیر فرصت نیافتند کہ در کوہستان ہند ایشان را مانع می آمدند ودر راہ ہائے اٹک بایشان مقابلہ وجنگ می نمودند۔ لشکر ترک بے ممانعت ومناقشہ بسواد کشمیر درآمدند ورخت اقامت در شہر کشیدند وامرائے کشمیر قلعۂ چیرہ اوڈر جمع شدند وملک کاجی چک ہم از کوہستان گکھر وبرآمدہ وفرزندان وجماعت خود ہمراہ گرفتہ باامرائے کشمیر ملحق شد ودراں وقت محرم بیگ ایں تاریخ گفتہ باکامران مرزا در نوشہر ہندوستان فرستاد ؎

بحکم پادشاہی کز حریمش — بفہم آسان شود تفہیم فردوس
سفر کردم بسوئے ملک کشمیر — کہ از خوبی دہد تعلیم فردوس
چو کردم فتح نیم او بتاریخ — خرد گفتا کہ "فتح نیم فردوس"[1]

---

[1] سنہ ۹۳۸ ہجری

وچون این فتح نامہ پیش کامران مرزا رسید خاطر جمع ساخته بجانب لاهور عنان مراجعت تاخت
و امرائے کشمیر تمام جهت بهم رسانیده بموضع "اتوجه" (اتهواجن) آمدند و بر سر کوه آنجا مقام
ساختند - و محرم بیگ به جمعیتی که داشت از آب گذشته بجنگ ایشان متوجه گشت و در موضع "اتوجه" با یکدیگر جنگی
سخت نمودند و از هر دو جانب کشاکشی بسیار و قتل بے شمار واقع شد و آخر بحکم تقدیر الهی لشکر مغل زبون شدند و باز
از نهر شهر گذشته بجانب مغرب شهر که آنجا مقیم بودند رجوع نمودند و لشکر کشمیریاں بر کوه سلیمان
برآمدند و از آنجا فرو آمده بجانب مشرق شهر اقامت نمودند و چند گاه با لشکر مغل مقاتلات و
محاربات نمودند ۔ آخر محرم بیگ تنگ آمده با امرائے کشمیر طرح صلح پیش انداخت و عهد و پیمان
به آشتی مستحکم ساخت ۔ در وقت ملاقات در خانقاه حضرت امیر سید علی همدانی تمام امرا جمع
شده ملک کاجی چک بیک کشتی طناب کرده فرود آمد و از طرف ترکان محرم بیگ هم بیک کشتی
طنابها بسته در میان نهر شهر ملاقات کردند و چوں هر دو کشتی باهم رسیدند ملک کاجی چک از کشتی
خود برخاسته در کشتی محرم بیگ در آمد و همانجا بنشست و محرم بیگ ازاں کار ملک کاجی چک بسیار
محظوظ و منت دار شده - یک ساعتی مکالمات و محاوراں نمودند و بعد از ساعتے با یکدیگر وداع نموده
بطرف خود رفتند - چوں ملک چک پیش امرائے کشمیر رسیدند اُو را می پرسیدند که چرا از کشتی خود برآمده
بکشتی محرم بیگ ؟ گفت دیدم و تحقیق کردم که بر من عذر و قصد نمی تواند کرد و از من زبردستی و حیلت و
چالاک نخواهند بود ۔ لاجرم بے باک و مردانه در کشتی او نشستم و بعد از چند روز برائے کامران مرزا تحفہ و
هدایا مرتب و مهیا کرده لشکر ترکان را رخصت کردند و از راه باره موله ملک دولت چک و جهانگیر ماگرے
همراه ایشان رفت تا به پکهلی رسانیدند و تمام کشمیر را برائے محمد شاه جاگیر ها خالصه گزاشته و درمیان
خالصه محمد شاه میرزا سید ابراهیم خاں را جاگیر و تنخواه داده پنج بخش کردند یک بخش بملک کاجی چک
مخصوص ساختند جائے اقامتش بزینه پور تعین کردند و یک بخش مع منصب وزارت بملک
ابدال ماگرے تعین نموده جائے توطن او بانگل قرار یافت و یک بخش بملک ریگی چک مخصوص
کرده در کمراج مقیم گشت و یک بخش بملک علی تعین یافته - گاهے به پرگنه ادلر گاهی بموضع ترش
ابه یا مومی گذرانید بهمین اتفاق و قرار مدتی یکساں گذار دند و بے مخالفت یا یکدیگر ۔

چھٹا باب

مرزا حیدر کاشغری کا حملہ اور کشمیریوں کا قتلِ عام

در تاریخ سنہ نہصد و سی و نہ سلطان سید خان از کاشغر بہ تبت رسیدہ بود و در تاختن
و یغما کردن مواضع آں مدتے برکشیدہ و راہ رفتن بکاشغر بند شدہ۔ لاجرم او را در تبت زمستان
گذاردن ضرورت شدہ و چوں تبت گنجائش تمام لشکر او نداشت پسر خود اسکندر خان را چند
امرا از لشکر خود ہمراہ کردہ مرزا حیدر را سردار لشکر ساختہ بجانب کشمیر فرستاد و ایشان از راہ لار بہ
سواد کشمیر اقامت نمودہ چون محکم قلعۂ ہا نجاب ملاحظہ نمودند بجانب کمراج عزیمت کردند تمام
شہر را سوختہ و آتش زدہ بولائت مراج دیدہ و جا بجا میرفتند و امراء کشمیر ہم جمعیت خویش گرفتہ
بدنبال می رفتند و جائے کہ لشکر ترکان منزل می کردند۔ امراء کشمیر ہم گرد و نواحی ایشان نزول می
نمودند و اہل شہر و مردم مملکت ہمہ جلائے اوطان کردہ شواہق جبال و جزائر بحار ملجا و ماوا گرفتند
و لشکر مغل بہر جا کہ می رسیدند مردم را قتل می کردند و کشاکشی و خوں ریزی بے نہایت می نمودند۔
اسباب و اشیاء و املاک مردم را غارت می کردند و عورات و اطفال را اسیری و غلامی می بردند و از
بے باکی و نہایت بے دینی شہر اسلام را دار الحرب مے پنداشتند و خون مسلمانان در شیر مادر خود می
دانستند۔ جملہ قضاۃ و علماء و فقہاء و فضلاء جلائے وطن نمودہ بجزیرہ لنگ پناہ گرفتہ بودند و امراء

و حکام و ملوک اہل اسلام از علماء و قضاۃ بفقہا و سادات استفتا و استفسار نمودہ پرسیدند
کہ ہر مومنے و مسلمانے کہ از جانب اہل کشمیر کشتہ می شود بحکم شریعت غرّا ئے نبویؐ و ملت بیضائے
مصطفویؐ حال او چہ نوع خواہد بود و ہر کہ از جانب مغل کشتہ می شود حکم او چہ باشد۔ جملہ علماء و فضلا
و اکابر و فقہاء اتفاق نمودہ فتوی‌ہا نوشتہ اند کہ بقول علماء دین و فتوائے آئمہ مجتہدین مقتول این
دیار از صغار و کبار بحکم مَن قتل دون مالہ و عیالہ فھو شھیدٌ عند اللّٰہ و عند الناس
شھیدٌ و مظلوم باشد و ہر کہ از اہل شوکت و ارباب حشمت بر بلاد اہل اسلام تغلب و استیلاء نمایند
و اموال و اولاد مسلمان را نہب و غارت کنند علماء انام و مجتہدان اسلام ایشان را بہ نصوص منقلبہ
گفتند و در شریعت محمدیؐ قتل ایشان را مباح بلکہ از واجبات دانستہ اند و خونِ ایشان حلال بلکہ
کشتن ایشان صواب گفتہ اند و امراء کشمیر ہمیں فتوی‌ہا بدست گرفتہ مردانہ و دلیرانہ دنبال ایشان بودند
و منزل بہ منزل در پائی ایشان می رفتند و بہمیں طریق فصل زمستان گذاردند و در اوائل بہار نزدیک
صحرائی بابل سپاہ کشمیر و لشکر مغل با یکدیگر مقابلہ شدند و دست بہ تیر کمان کشادند و قدم در رکاب
مقاتلہ و محاربہ و کمانداران شہامت آثار گلہائے سرخ و لالہائے نعمانی از باغستان وجود پیر و
برنا دمیدہ دوم شعبان ریاحِ دلاوران نیزہ گذار جانہائے صغار و کبار در کشیدہ ؎

دو دریائے آتش علم بر کشید	زمانہ بہ صحت قلم در کشید
بے شیر جنگال پولا دوست	بسینہ کشادند بازو و دوست
کمانِ کیانی در آمد بزہ	ز قبضہ میان دو ابرو گرہ

دو لشکر ہمہ اژدہا و نہنگ
بہم بر کشادند بازو بہ جنگ

و از امرائے کشمیر کسانے کہ بہ سپاہِ ترکان مقابلہ شد جماعت ملک علی بود و از لشکر مغل با سرق
مرزا قریب پانصد سوار ہمہ جوشن پوش شمشیر گذار بر یکدیگر حملہ کردند و محاربہ و مجادلہ آوردند۔
ملک چوں دانست کہ دریں جنگ، خون بسیار مردم ریختہ شود۔ آں فتویٰ کہ از علماء و فضلاء
و قضاۃ برائے حکم شہادت گرفتہ بودند آں را بمردم نمود و گفت کہ گواہ باشید کہ من بریں فتویٰ با لشکر
مغل محاربہ میکنم۔ ایں بگفت و آں فتویٰ را در بغل خود گرفتہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم گفتہ بجنگ
در آمد۔ و متوجہ بفوج مغل گشت و از جماعت ملک علی ملک حسین پسر ملک موسیٰ رینہ و ملک شیخ

علی بٹ و جمعی کثیر از دلاوران شجاعت شعار دست بمقاتلۂ ترکان کشادند و از داد شجاعت
و مردانگی دادند و بسیارے از لشکرِ مغل مجروح ساختند و بعضی را سر بر زمین انداختند و یکے از
دلاوران زمان بضربِ سنان اسپ سرق مرزا را چنان مجروح ساخت کہ بیک دم زدن بجہنم
عقبیٰ تاخت. پس بر اسپ دیگر سوار شدہ روبہزیمت نہاد و چون لشکر مغل فوج بر آن تول را منہزم
دیدند از جناح دمین ایشان دایم علی بیگ قریب ہزار سوار گرفتہ و از جانب یسار مرزا احید بمقابلہ
ہم قریب ہزار سوار گرفتہ با دو ہزار بمقاتلہ و محاربہ درآمدند و ملک علی و ملک حسین رینہ بن موسیٰ رینہ و
ملک شیخ علی بٹ دست بہ محاربہ ایشان ہم کشادند و سعی و اہتمام و کوشش و جد تمام مبارزت
و شجاعت می نمودند و ہرچند کہ مبارزانِ جماعت ملک علی و شجاعانِ لشکر کشمیر مبارزت و دلاوری
ہا می نمودند۔ اما چون تائید عنایت ربانی و توفیق الطاف سبحانی مساعدت و موافقت نہ نمود
از سعی و کوشش مبارزان چیزے نکشود و جد و جہد ایشان را ہیچ فائدہ نبود و اگرچہ ملک علی و
ملک حسین رینہ و ملک شیخ علی بٹ و سائر مبارزان و دلاوران دادِ شجاعت و مردانگی دادند
اما آخر از دست برد۔ قضا از پا درافتادند و چون ایشان کہ سرداران سپاہ و لشکر را پشت و پناہ
بودند، شربت شہادت چشیدند۔ باقی لشکر از آن معرکہ عنان عزیمت بجانب ہزیمت کشیدند
و در وادی لیدر کہ رود خانہ "کھادر پارہ" بود قریب ہزار و پانصد مرد بقتل رسیدند۔ و باقی
امرا و لشکریان راہ گریز گزیدند و ملک کاجی چک با جمعی از فرزندان و سپاہیان ہمراہ گرفتہ
بر بلندی کہ نزدیک صحرای بابل بود برآمدند ابراہیم خان دلیر مانند شیر غرین و حملہ ہائے مردانہ
بہ تن تنہا می نمودہ۔ ناچار جماعۂ مخالف وے را دائرہ کردہ از احاطہ نمودہ مانند مرکز در میان
گرفتند۔ چون حال بر این سوال معائنہ نمودہ بزور شمشیر مردانگی سد صف مخالفان خراب کردہ
بہ ملک کاجی چک پیوستند۔ ملک کاجی چک بالائے کوہ چاہِ بابل مع فرزندان برآمد و دید
ابراہیم خان را لشکر ترکان ...... راہ فرار مسدود ساختہ جوانان .... آبدار و شمشیر
شعشعہ شعار بدست ...... جمعاہ فرزا ایران حملہ نمودند کہ بزخم شمشیر از فرارش نیام حسام سازند
..... بہ تیغ بلی صف ترکان دریدہ چند مبارزان .... بامر محاربہ با مخالف می کوشید
و حملہائے نمود۔ حربہ جرار آتشین کردار بدست داشتہ تگا در ہر طرف می انگیخت و حرب دلیرانہ
نمودہ بشمشیر قضا و قدر قوت را بر فرق غنیم می ریخت ے

دمادم بداں حربۂ مردکش　　بمردم کشی دست می کرد خوش

چوں طرف لشکر مخالف آں آتش جہاں سوز دیدند که آں جماعه در عین ہزیمت است واین تنہا مبارزت می نماید۔ فی الفور رائت شرارت قتال برافراخته شجاعت شعاری ابراہیم خاں را درمیان گرفتند۔ چوں واقف گشت که جمیع مردم کشمیر ہزیمت خورده بصحرائے بابل درآمده اند بشمشیر صف قوم آں مخالف بدراینده بلشکر ملک کاجی چک پیوست) و باقی منہزمان ہم درہماں بلندی جمع شدند و چند روز درہمانجا اقامت استقامت نمودند تا از جوانب و اطراف مردم دم کرده ہزیمت خورده جمع شدند و باز در پی مجادله و انتقام مغل ایستادند و در راه مجاربه و مخاصمت پائے مصابرت نہادند و دراں وقت میرزا حیدر بسلطان سعید خاں که در تربت بود فتح نامۂ خود نوشته فرستاد که چہارم ماه شعبان نزدیک صحرائے بابل با لشکر کشمیریاں محاربۂ سخت دست داد و از جانبین جنگی عظیم افتاد و حضرت ایزد تعالیٰ ابواب فتح و درہائے نصرت بر روئے عساکر منصور کشاد و درے ارادۂ سلطان سعید خاں قاضی بود و ہماں روز چہارم از ماه شعبان تاریخ یافته در اشعار خود درج ساخته نوشته فرستاد بدیں وجه

الحمد لله کان شاه عادل	سلطان سکندر خاقان دوران
کز مقدم او سرسبز و خرم	صحرائے بابل و تخت سلیمان
بر کسر اعدا در روز ہیجا	قادر شد آں دم از لطف یزدان
از لطف ایزد فتح و ظفر یافت	بر شہر کشمیر از ملک ایران
تاریخ فتحش الحق ہمیں است	روز چہارم از ماه شعبان

و میرزا حیدر تا سفہا می خورد که ایں تاریخ من نوشته فرستادم و بجاب آں مشغول نشدم

مرزا حیدر کی شکست اور کشمیر سے واپسی

و ملک کاجی چک و سائر امرائے کشمیر باوجود آں شکست و ہزیمت که برایشاں واقع شد باز در پی انتقام ترکان و پیکار مغل می بودند و ہر جا که لشکر مغل بار اقامت می کشودند امرائے کشمیر ہم با جمعیت خود نزدیک ایشاں نزول می نمودند و در کمین ایشاں می بودند۔ آخر مغل بے اختیار گشته و میان مرزا حیدر و دائم علی بیگ مخالفت و مناقشه واقع شده و دائم علی بیگ با امرائے کشمیر سخن مصالحه و طرح مجادله پیش انداخت و میرزا حیدر به جبر و اکراه موافقت نمودند و دختر برادر

محمد شاہ را در عقد نکاح و تزویج اسکندر خان گرفتہ و تحفہ و ہدایا برائے سلطان سعید حسان مرتب و مہیا ساختند و از راہ لار کہ آمدہ بودند مراجعت و معاودت پرداختند۔

قحط عظیم

وچون ملک کشمیر در آخر بہار کہ آفتاب بثور رسیدہ بود از مراجعت و تاراج مغل تخلیص یافت. دہاقین و مزارعان باوجود بیگاہی وقت بطریق ضرورت بکار حراثت و زراعت اشتغال نمودند وچون فصل تیرہ ما رسید مزروعات و محروثات نارسیدہ ماند تمام غلات و مطعومات تلف و فاسد گشت لاجرم در سال چہل ویکم کہ بحساب کشمیری دہم بود چناں قحط عظیم واقع شد کہ ہیچکس از اہل این دیار آنچناں قحط و غلا نشان ندارند و از شامت قدوم مغل آنچہ از ضرب شمشیر سفاک و دماغ ایشان از مردم و اہالی این دیار باقی ماندہ بودند بہ سبب آں قحط غلہ بہ معرض ہلاکت رسیدند و یک ترک غلہ بیک ہزار و یک خروار بدہ ہزار یافتہ نمی شد۔ لاجرم اکثر مردم این دیار و اہالی این مملکت از صغار و کبار معدوم و مفقود گشتند۔

مخفی و پوشیدہ نماند کہ بعد از رفتن لشکر مغل امرائے کشمیریاں بایکدیگر اتحاد و موافقت نمودند و طریق مخالفت و معاندت کہ پیش از آن می ورزیدند برطرف کردند۔ و پائے استقامت بر جادۂ محبت و یگانگی ثابت داشتند و منزل و موطن ملک کاجی چک در زینہ پور مقرر کردند و ملک ابدال ماگرے گاہے بشہر و گاہی در پرگنہا می گشت و چند سال بہمیں طریق گذاردند۔

سلطان شمس

در تاریخ سنہ نہصد و چہل و چہار محمد شاہ از عالم رحلت نمود و مدت سلطنتش قریب پنجاہ و یک سال بود در تاریخ مذکور پسرش سلطان شمس شاہ بر مسند حکومت بنشست و بیش از یک سال برجا نماند۔

اسماعیل شاہ

و در سنہ نہصد و چہل و پنج برادرش اسماعیل شاہ بر تخت حکومت نشست و در تاریخ ہفدہم سنہ نہصد و چہل و چہار بود ملک کاجی چک بعضی از امرائے خود متفق ساختہ بمنازعت و مخالفت ماگریان در شہر نزول فرمود و ماگریاں و ملک رنگی چک در بارہ مولہ جمع شدند و ملک کاجی چک ہم از نہضت نمودہ در بارہ مولہ بمقابلۂ ایشان نشست و بعد از چند روز ملک دولت و ملک زیتو چک کہ پیش ملک ابدال ماگرے آمدہ بودند باز بجانب ماگریان رجوع نمودند و ملک کاجی چک چوں مخالفت ایشان دید و بے اتفاقی ایشان ملاحظہ نمود از شہر نہضت نمودہ با جمعیت راہ کوہستان ہندگذید و زمستان در آنجا گذارد و در اول بہار از سلطان گکھر کمک طلبیدہ در ہماں

بہار ملک ریگی چک جہت تزویج و نکاح دختر رائے جموں از راہ بانہال بجموں رفت و ملک کاجی
چک جمعیتی از گکھر کمک گرفتہ بکشمیر درآمد و ماگریان جمعیتِ خود و جمعیتِ ملک ریگی چک و امرائے چاڈورہ
و امرائے دونہ ہمراہ گرفتہ در قصبۂ سوپور متحصن شدند و ملک کاجی چک ہم بہ مقابلۂ ایشان رفتہ در
موضع گیسو نزول فرمود و بعد یک ماہ ملک ریگی چک از جموں مراجعت نمودہ بکشمیر رسید و در شہر
نزول نمودہ بہ مخالفت ملک کاجی ایستاد و چون ملک کاجی چک دید کہ از یک طرف لشکر عظیم ماگریان
و امرائے کشمیر بہ محاربہ و مقاتلہ مستعد و طیار ایستادہ اند و از طرف دیگر ملک ریگی چک بہ جنگ و نزاع
ایستادہ با ابراہیم خان و ملک دولت و سائر امراء و فرزندان خود مشورت نمودہ بعد اللتیا و التّی
رائے ایشان بران قرار یافت کہ ملک کاجی چک بر سر ریگی چک رود۔ ابراہیم خان و ملک دولت
چک جماعتی از امرا ہمراہ گرفتہ بمقابلۂ ماگریان باشند و ملک کاجی چک از ابراہیم خان این مصلحت پرسید
کہ اگر با لشکر گران ماگریان مقابلہ واقع می شود چہ خواہی کرد۔ ابراہیم خان در جواب گفت چون اعتبار
من داری گرد میدان را باوج کیوان رسانیدہ بشمشیر کینہ مغز سر دشمنان بیرون برآریم یا سر خود
در میدان مبارزت گذاریم۔ بیت ؎

در بحر محیط غوطہ خواہم خوردن — یا غرق شدن یا گہری آوردن
این کار مخاطر است خواہم کردن — یا روے بدین سرخ کنم یا گردن

کاجی چک اور ماگریوں کی جنگ

ملک کاجی چک از مقدمات سید ابراہیم خان دلیر و
دل خوش شدہ بعد از نماز شام بحکم اذا عزمت
فَتَوَکَّلْ عَلَی اللہِ قدم ہمت در رکاب توکل مستحکم کردہ بر سر ملک ریگی چک تاخت و ملک
ریگی چک در شب خبر یافت کہ ملک کاجی چک تمام لشکر خود گرفتہ بر سر تو آمد۔ صباح بگاہ از عید
برخاستہ در محلۂ علاء الدین پور متحصن شدہ ایستاد و آفتاب بیک دو نیزہ بلند شدہ بود کہ ملک
کاجی چک از راہ نوشہرہ بشہر درآمد و چون نزدیک علاء الدین پور رسید جماعت از امرایان خود
مانند درویش ہتسکر و ملک کاجی رینہ و خواجہ ابراہیم با جمع کثیر از مبارزان و دلاوران بر گذر گنگن
ملک ریگی چک گماشت و خود جمعی ہمراہ گرفتہ براہ قلاشپورہ رفت و خود بہ خانقاہ نشستہ و مردم
را ہمراہ پسر خود محمد چک پیشتر بجنگ فرستاد و ملک ریگی چک سر قلاش پورہ را بریدہ بود و راہ گذشتن
را خراب ساختہ و حمزہ نایک و بجی نایک را ملک کاجی چک از راہ مونیہ دار فرستادہ بود و سخت ملک

رنگی چک بطرف ایشان رفت واز آنجا مردم شهر بتصور خود گفتند که ازین طرف سید ابراهیم خان
و ملک دولت چک وزیتو چک آمدند و ملک رنگی چک رفتن بر سر ایشان مصلحت نه دید. ناچار
ازان طرف برگشت تا مدت رفتن و برگشتن مردم ملک رنگی چک و مردم جموں که بر گذر کنگن ایستاده
بودند زبون شدند و پیادها ملک کاجی چک بر سر ایشان زور آورده وایشان را شکسته ویران
ساختند واز عقب پیادگان و سواران هم گذشتند نزدیک بخانقاه سید علی همدانی رسیدند چون
ملک رنگی چک نام سید ابراهیم خان و ملک دولت چک وزیتو چک شنیده مراجعت نمود. چون دیگ
خانقاه درویش تهکر ودو چار شده او را بقتل رسایند واز آنجا پیشتر آمده نزدیک دروازهٔ خانقاه
خواجه ابراهیم را هم کشت و باقی مردم بجوانب و اطراف در کوچها و حریمها مخفی و پنهان شدند تا نزدیک
بگذر کنگن رسید ودر آنجا پرسید و تحقیق کرد که ملک کاجی چک از راه قلاشپوره آمد واز راه کنگن برگشت
براه قلاش پوره متوجه شد و چون بدان موضع رسید که سد را بریده بودند در آنجا محمد چک پسر ملک کاجی
چک را ایستاده دید او را تهدید نموده برگردانید تا کسے او را نه کشد ملک کاجی چک چوں شنید که
از همیں راه می آید ملک هم سوار شده تا مسجد قلاشپوره پیشتر رفت و در حریم مسجد نوئی گنائی
منتظر و مترقب ایستاده و ملک رنگی چک از موضع سد بریده شنید که از راه مونیه دار سید ابراهیم
خان و حمزه نایک و نجی نایک آمدند و آمدن ملک دولت دروغ گفتند. گفت که از طرف ایشان
رفتن بهتر است واز آنجا برگشته بهمان راه متوجه شد و چون بایشان رسید ملک حمزه نایک در حریم
خانهٔ گهبخت و ملک نجی نایک را گرفته پیش وے آوردند واو را سرزنش بسیار و توبیخ بے شماره نموده
رها کرد و خود را از راه بهاگ بطرف لار گریخت و ملک کاجی چک از آنجا برگشته واو را منهزم ساخته
بجانب گیوروان شد و شب انگاه در میدان برتهنه منزل کرد و در سوی پور چون ماگریان خبر
رفتن ملک کاجی چک شنیده نه صباح پلهائے شهر که بر راه بریده بودند از پائیان سوپور راست کردند
و بقصد جنگ سید ابراهیم خان و ملک دولت چک و غازی خان از آب گذشتند و جماعت سادات
بیهقی و جماعت چکان نسبت بجماعت ماگریان اندک بود و بعضی از امراء لشکر گفتند که ازیں جا بر
خیزیم و پلهائے نهر هانجی دیره بریده آب آنجا در میان گرفته بنشینیم ابراهیم خان و دولت چک از
کمالِ شجاعت گذاشتن ایں رائے رکیک را نه پسندیدند و فرمودند ازینجا برخاستن ما سبب انهزام
و موجب شکستن لشکر ما می شود. کمالِ همت و تمام شجاعتِ خود را کار فرمودند و قدم مصابرت در

میدان مبارزت ثابت و مستحکم نہاد و دستِ شجاعت و شہادت بہ محاربہ و مقاتلۂ مخالفان کشاد۔

ماگریوں کی شکست

جماعت ملک کاجی چک چوں شیر ژیان بجرب و قتال لشکر ماگریان شتافتند و بمقتضای فحوای کریمہ کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ فتح و ظفر یافتند و دران جنگ ملک مسعود چک برادر ملک ریگی چک بود بدست سید یعقوب بیہقی ولد میر سید محمد بقتل رسید و باقی جمعیت ماگریان ہزیمت خوردہ بجانب ہندوستان گریختند و دوران محاربہ این طائفہ سادات بیہقی چناں دست برد بہ جماعت ماگریان کشودند کہ اگر سام نریمان می دیدی زبان ثنائے بر مبارزت ایشان می کشودی این جنگ در سال نہصد و چہل و پنجم ہجری بود و سنہ کہ بحساب کشمیری چہار دہم باشد۔

وبعد ازیں فتح ممالک کشمیر را سہ حصہ کردند۔ از آں جملہ اسماعیل شاہ و ملک کاجی چک دو حصہ قسمت یافتند و میران سید ابراہیم خاں یک حصہ متصرف شد و قریب دو نیم سال ملک کاجی چک حاکم این ولایت و والی این مملکت باستقلال و استعداد تمام بود و اعلام شرعیہ و اسلام و رعایت دین انام بر اوج عزت و ذروۂ کرامت می افراخت و بالتحقیقہ باحکام سلطنت و پادشاہی این ولایت می پرداخت و اسماعیل شاہ را چون نسبت دامادی بملک مذکور بود اسم بی مسمی شاہی بروے جاری می نمود۔ بغیر از سکہ و خطبہ چیزی دیگر را مالک نبود و ملک کاجی چک در ہمہ آوان و اوقات حاکم غالب می بود و بعضی سران و سرداران قبائل و طوائف کہ داعیۂ فساد و فتنہ انگیزی داشتہ علم مخالفت و معاندت می افراشتند بندمی ساخت و حبس و قید ہا می انداخت و بقتل و کشتن کسے از ایشان نمی پرداخت بعد از چند مدت از گناہان ایشان میگذشت و باز جاگیر بقدر ایشان مسلم و ارزانی می داشت و ہرچند بیقین خاطر دریا مقاطرش می شد کہ قصد جان دے دارند۔ اما وے کسے را بقتل نمی رسانید و اولاد و احفاد او کہ اکنون بر سریر سلطنت و تخت و حکومت دم استقلال و استبداد او می زنند خواہ دانند یا نہ دانند ہمہ بہ یمن و سعادت و احسان و اکرام اوست۔

ماگریوں کی ترغیب پر مرزا حیدر کاشغری کا حملہ

مخفی نباشد کہ ماگریان از گیسو منہزم شدہ بکوہستان ہند گریختہ بودند۔ بعد از چندگاہ ملک ریگی چک باہم ایشان رسید درہمان اوقات ہمایوں بادشاہ از ولایت آگرہ شکست یافتہ در لاہور

نشستہ بود۔ بر مسند حکومت ہندوستان شیر شاہ حاکم و مستولی شد و ملک ابدال ماگرے و ملک ریگی
چک فرزندان خود را بلاہور فرستادند و میرزا حیدر کہ در ہندوستان پیش ہمایوں بادشاہ ملازم بود
بوساطت خواجہ حاجی و استمداد خود آوردند و بجانب کشمیر متوجہ شدند و ملک کاجی چک و سید
ابراہیم خاں جمعیتہ و لشکر خود گرفتہ بغیر از مقاتلہ و مقاتلہ راہ ہیرہ پور را گرفتند و ماگریان در ہشت دیکم
شہر رجب المرجب از سال نہصد و چہل و ہفتم ہجری سنہ کہ بحساب کشمیری شانزدہم بود لشکر مغل گرفتہ
از راہ چیرہ ہار بکشمیر در آمدند و ملک کاجی چک و ابراہیم خاں با جمیع فرزندان از راہ ہیرہ پور باپاہ
واصحاب و املاک و اسباب بجانب ہندوستان از موضع ہیرہ پور توجہ نمودند و مرزا حیدر با مرائے
کشمیر اختلاط و آشنائی علی احسن الوجوہ ورزید و کشمیر در سہ حصہ قسمت نمودند و یک حصہ بمرزا
حیدر تعین فرمودند و یک حصہ بملک ابدال ماگرے معہ وزارت و حکومت مخصوص ساختند و یک
حصہ بملک ریگی چک مسلّم داشتند و بدین قرار زمستان گذرانیدند و در اول بہار در روز نوروز
کشمیریاں ملک ابدال ماگرے بحکم "کل نفسٍ ذائقة الموت" از دار فنا بسرائے بقا انتقال
وارتحال نمود و مرزا حیدر پسر کلان ملک ابدال ماگرے ملک حسین ماگرے را بر مسند ملک ابدال
ماگرے مع جاگیر و استقامت او نصب نمود و در جاگیر او ہیچ طمع و تنقص نہ فرمود۔

ملک کاجی چک از کوہستان ہند پیش شیر شاہ جہت طلب کمک و امداد رفت و شیر شاہ
او را بتعظیم و تکریم تمام پیش آمد و از سر تا پا آثار جراحت ہا و نشان زخمہا رسیدہ باشد یا در جنگہائے
کشمیر۔ ملک کاجی چک گفت کہ در جنگہا و متعدد حربہا کثیرہ و ایں جراحت ہا بمن رسید و او را حرمت
بسیار و نوازش بے شمار نمود و لقب خاں خانانی با و عطا فرمود و او را مختار ساخت کہ ہر چند
خاطر شما خواہد کمک و مدد ببرید و ملک کاجی چک باعتقاد خطوط و عہود امرائے پنجاب حسین خاں
شروانی و لال خان با جمعیت اندک ہمراہ آورد و در وقت کشادن راہ بکشمیر از راہ میر پور در آمد
و مرزا حیدر خواجہ حاجی را ہمراہ سید ابراہیم خاں پیش ملک ریگی چک فرستاد و استمالت عہود بسیار
نمودہ آورد و اہل و عیال و زنان و عورتان را در اندر کوٹ داشت و ہر دو لشکر در موضع و تہنار
مقابلہ یکدیگر شدند۔ قریب یک ماہ با یکدیگر جنگہا و حربہا می کردند۔ بعد از یک ماہ بواسطۂ طغیانِ
آب و کثرت سیلاب از آنجا برخواستند و ملک کاجی چک بموضع گریو از نشست و مرزا حیدر و ملک ریگی
چک بموضع کہتر نشست ما بین وہتورہ۔ میان ہر دو لشکر جنگ سلطان واقع شد۔ ملا یوسف خطیب

تاریخ ایں جنگ (فتح مکرر) گفته بود ۹۴۸ھ و دوران جنگ ملک نوروز چک بقتل رسید - بتقدیر الٰہی برلشکر ملک کاجی چک شکست و ہزیمت واقع شد - ملک کاجی چک و میر سید ابراہیم خان و ملک دولت چک با جمعیت امراو سپاه از راه چیره ہاره بر دنج رفتند و غازی خاں جمعیت افغاناں ہمراه گرفته از راه ہیره پور بہند گریخت و ملک ریگی چک بعد از فتح از میرزا حیدر رخصت گرفته به کمراج رفته قرار گرفت -

مرزا حیدر اور خانقاہ زڈی بل کی زیارت

مادام که ملک ریگی چک بر مسند حکومت و دولت قائم بود مرزا حیدر من کل وجوه منقادِ حکم و متفق رائے تدبیر او بود از سخن او تخلف و تجاوز نمی توانست نمود و در امور و احکام چناں مطیع و منقاد او بود که چوں حضرت شاه سید احمد مجذوب قدس سره ممالک کشمیر را بشرف قدوم مشرف ساخت - ملک مذکور به مرزا حیدر گفتند که حضرت شاه احمد نوربخشی به منزل زڈی بل رسیدند منیخواہیم که بدیدن ایشان بَرویم شما چه مصلحت دارید - مرزا حیدر گفتند که بسر و چشم ما ہم ہمراه شما می آئیم - اما حالا نیم روز نزدیک است و پیش ایشان مدتی باید نشست بسبب گرما جفائے ایشان می شود شما بمنزل خود قیلوله کنید و ما ہم بمنزل خود خواب کنیم و بعد از نماز پیشین بہم برویم ملک مذکور بخانهٔ خود آمده در خواب رفت و اول پیشین بیدار شد و مرزا حیدر اول وقت نماز ادا کرده کسے پیش ملک فرستاد که ہم طیار شوند که بملاقات حضرت شاه سید احمد نوربخشی رویم - ملک ریگی چک برخواسته بنماز ظہر مشغول شد و ہنوز تمام نه کرده بود که میرزا حیدر سوار شده بخانهٔ ملک ریگی چک رسید و ملک مذکور ہم فرود آمده بمنزل زڈی بل آمدند و چوں بمقبرهٔ منور حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی قدس سرهٗ رسیدند مرزا حیدر فی الحال بتواضع تمام و نیاز و شکستگی لا کلام بروضهٔ آنحضرت درآمد و اول در قدم گاهِ آنحضرت استاده فاتحه خواند و بعد از فاتحه بقبله گاهِ روضهٔ آنحضرت نشست و حافظے را طلب نمود تا چیزے از قرآنِ مجید تلاوت نماید - و دراں وقت خواجه اسماعیل از ہند تصحیح و تجوید قرأت نموده آمده بود - او را طلبیده آوردند تا نزدیکِ مقبرهٔ آنحضرت نشسته آیته الکرسی را تلاوت فرمود و بعد از تلاوت باز فاتحه ثانیه خواند و از آنحضرت بخضوع و خشوع بیروں آمد و ہر که از آشنا و بیگانه دید تعجب نموده گفت که مریداں و مخلصان ایں جا آداب زیارت و قواعد اخلاص و ارادت ازیں کس می باید آموخت و بعد ازاں بطبقه بالائی خانقاه با حضرت شاه ملاقات نمود و

در محاکات و مکالمات آنحضرت اعتقاد و اخلاص خود بسلسلۂ شریف نوربخشیہ بسیار اظہار نمود و در
اثنائی حکایات بصوفیان زڈی بل بطریق وعظ و نصیحت سخن بنیاد کرد و ملک ریگی چک بجانب
نزدیکان خود سخن عتاب آمیز گفت کہ ما درینجا برائے ہمیں گفتگوئے شما آمدہ ایم؟ چوں مرزا حیدر
ناخوشی ملک ملاحظہ نمود سخن خود را ناتمام گذاشتہ بحکایت دیگر رفت و بسخن دیگر مشغول گشت و
بحضرت شاہ وداع نمودہ تمام صحن خانقاہ را تا رسیدن راہ نردبان بطریق رجع قہقری رفت و پشت
باآنحضرت نہ کرد و از آنجا فرود آمد۔ خانقاہ را از اندرون و بیرون تماشا کرد و فرش صحن خانقاہ و
سنگ ستونہائے آں را دید و بکار ہمت حضرت امیر شمس الدین را تحسین ہائی کرد و آفرین ہا می گفت۔

و ایں ہمہ برائے خوش آمد ملک ریگی چک و جہت محافظت خاطر او نہ اظہار نمود و الّا نہ در
باطن خباثت و عناد کہ باآں سلسلہ پنہاں داشت کہ در وقت حرمت دسترس خود ظاہر نمود چوں دید کہ نفاذ
امور و احکام در وقف خاطر او بحرانی کرد و لاجرم سال دیگر در دغدغۂ ویران کردن ملک ریگی چک افتاد و
ملک عیدی رینہ و حسین ماگرے را با خود متفق ساخت و بوثوق خواجہ حاجی بوثوق عہد و پیمان ایشان
پرداخت و بگرفتن ملک ریگی چک بجانب کمراج تاخت و ریگی چک گریختہ از راہ وکرنا بجانب ہند
رفت و در پرہ دیخ نشستہ با ملک کاجی چک رشتۂ اتحاد و موافقت مستحکم ساخت و مرزا حیدر در پرگنہ کامراج
منزلہا و مساکین ریگی چک را غارت و تاراج نمودہ باز بشہر اندرکوٹ مراجعت فرمود۔

میر دانیال اور مرزا حیدر کی ملاقات

و دراں وقت کہ مرزا حیدر در کمراج بود و حضرت شیخ دانیال خبر قدوم
حضرت شاہ سید احمد نوربخشی استماع نمودہ از تبت بجانب کشمیر متوجہ شدہ
بود و در وقت رسیدن بموضع کمراج خبر ویران ساختن ریگی چک شنید
بالضرورت در درنگ کھویہامہ نزول نمود و اسباب و یراق خود را در درنگ گذاشتہ بہ لشکر مرزا حیدر
متوجہ شد۔ و دراں روئے ملک عیدی رینہ وسیلہ گرفتہ بمرزا حیدر ملاقات نمود و مرزا حیدر بخاطر ملک
عیدی رینہ بتعظیم و تکریم تمام بحضرت شیخ صحبت پیش برد و دراں وقت ملک عیدی رینہ در حمایت
و امداد و اعجاز حضرت شیخ تقصیر نہ نمود۔ فاما در آخر کار ازاں برگشت و مرزا حیدر سستی حمایت ملک
عیدی رینہ ملاحظہ نمودہ بارتکاب شہادت حضرت شیخ جرأت و جسارت نمود۔

و چون ملک ریگی چک شکست یافتہ در پرہ دیخ نشست۔ سال دیگر با ملک کاجی چک
اتفاق نمودہ از راہ حویل (چوپل) بکشمیر در آمدند و در کوہ گوری مرگ (گلمرگ) نشستند و مرزا حیدر

جمعیت مغل و کشمیریاں ہمراہ گرفتہ ایشان را محاصرہ نمود و بعد از چند گاہ جماعت ترکان بطریق
شبخون بر ایشان ریختند و ملک کاجی چک و میر سید ابراہیم خاں از آنجا شکست یافتہ بازبکوہستان
ہند گریختند۔

سلطان نازک شاہ — و مرزا حیدر بعد از فتح گوری مرگ با ملک عیدی رینہ و حسین ماگرے
اتفاق کلی و اتحاد کما ینبغی نمود. باوجودِ تغلبِ حکومت و تسلطِ دولت مرزا حیدر در مدتِ ایالت
او نام شاہی و اسم سلطانی بنازک شاہ مشہور و مجرا بود و چند گاہ روئے دراہم و دینار نیز بنام سکہ
او مضروب می داشتند و مرزا حیدر نتوانست کہ دراہم و دینار بنام خود مضروب سازد۔

و در تاریخ سنہ نہصد و پنجاہ یکم ہجری روز جمعہ بیست و سیوم جمادی الآخر ملک کاجی چک
در ہند نزدیک دانہ کلہ بمرض تب لرزہ وفات یافت و لفظ "فوت سردار" تاریخ وفات او یافتند

مرزا حیدر کا قتل عام اور میر دانیال کی شہادت

و سبب فوت این سردار سرکش کہ بحقیقت بادشاہ طائفہ
چکان بود در قوم و قبیلۂ ایشان تفرقہ و پریشانی واقع
شد و مرزا حیدر دست تغلب از آستین تعدی ابرہ کشیدہ
جماعتِ محبانِ اہل بیتِ رسول اللہ و زمرۂ موالیان علیؑ ولی اللہ اظہارِ عداوتِ بنیاد و فاصفِ
بغض و نہایت تعصب کار بدان مرتبہ رسانید کہ تخریب و تہدیم خانقاہ متبرکہ حضرت امیر شمس الدین
امر نمود و دست طغیان بر قتل اہل اسلام و ایمان و سفک دماء ارباب ایقان کشود و در تاریخ
سنہ نہصد و پنجاہ و پنجم ہجری حضرت ریشی را شہید ساختند در ہشتم ذی الحجہ سنہ مذکور کہ روز ترویہ باشد۔

و در نہصد و پنجاہ و ششم ہجری بہ تبت رفتہ حضرت شیخ دانیال را گرفتہ آوردہ آنحضرت
را قریب یک سال در قید و زنجیر محبوس داشتہ بانواع تعذیب و ایذا. قریب ہزار و پانصد اشرفی
طلا از او گرفتہ۔ آخر از جہتِ دفع مطاعن و رفع ملاعن عبد الرشید خاں در قصدِ کشتن و صدد
قتل آنحضرت افتاد. و شیخ فتح اللہ بیشی خود آوردہ گواہانِ دروغ و شہود کاذبہ از وے طلب
نمود و آں مردِ ناخدا ترس جست و جو نمودہ و رشوتہا دادہ جماعتی فساق و ملاحدہ آورد کہ نہ
در احکام شریعت گواہی ایشان مقبول و نہ قواعدِ مروتِ اقوالِ ایشان مسموع می بود. ایشان
را حاضر ساختہ بعضے از ایشان بر سببِ بغض آنحضرت گواہ شدند و بعض بر تزکیہ و تنقیۂ گواہان
شاہد شدند و آنحضرت را در بیست و چہارم ماہ صفر سنہ نہصد و پنجاہ و ہفتم ہجری بحکم قضاۃ

وقت قاضی حبیب و قاضی ابراہیم و قاضی عبدالغفور شہید ساختند و بعضے از مخلصان "دشت کربلا" تاریخ شہادت آنحضرت یافتند و شبانگاہ مخلص آنحضرت سرِ مبارکِ آں شہید مظلوم را برداشتہ پنہاں کرد و روزِ دوم مخلصِ دیگر بہ کشتی آمدہ جسدِ آنحضرت را برداشتہ جائے مدفون ساخت بعد از کشتنِ مرزا حیدر ہم بدنِ مطہر و سرِ مبارک آنحضرت جمع ساختہ در قبلہ گاہِ روضۂ حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی آنحضرت را دفن نمودند و عجب آنکہ مرزا حیدر مصلحتِ ملکِ خود را در کشتنِ آنحضرت دیدہ بود و در ایام گفتگوئے قتلِ آنحضرت ملا عبداللہ بطریق تدبیر مانع کشتن شدہ بود۔ مرزا حیدر در جواب او گفتند کہ ما مصلحتِ مملکت و بقاء دولت و سلطنتِ خویش در کشتن او می بینیم و دفع تہمت و رفع بدنامی ماکہ سبب طعنِ عبدالرشید خان گشتہ در قتل و کشتن او یابیم۔ فی الواقع خون ناحق و قتل بے گناہ آنحضرت سبب زوالِ دولت و موجب ویرانی مملکت و سلطنت مرزا حیدر گشت۔

کشمیریوں کی بغاوت اور قرابہادر کی شکست

و باندک مدت و غدغہ لشکر کشیدن و باعثِ فرستادن جماعتِ مغل بجانب محمد کوٹ در باطن او پیدا گشتہ و قرابہادر کہ مرزا را سردار لشکر ساختہ قریب ہزار سوار مغل و مجموع کشمیریاں ہمراہ دادہ۔ آخر رمضان سال مذکور از راہِ بارہمولہ بجانب محمد کوٹ رواں ساخت۔ ملک عیدی رینہ با نازک شاہ و خواجہ حاجی اتفاق نمودہ و برادران و جماعت حسین ماگرے را با خود موافقت ساختہ برائے ویران ساختن مغل و کشتن لشکر ایشان کمین گاہ می طلبیدند و جہت خراب کردن جماعت ترکان موضع تنگ سخت می جست۔ چوں محمد کوٹ رسیدند تنگی ہائی آں موضع و سختیِ آں راہ ہا برائے ویران ساختن لشکرِ مغل غنیمت دانستند و در ہمانجا سیزدہم شوال سال مذکور تمام امرائُ خواص و عوام کشمیر بر سر کوہ ہا و مواضع بلند گریختند و بعضے از ملک زادہا از مردم کوہی ہمراہ دادہ بر سر راہ ہائی کشمیر فرستادند تا راہ ہا آمدنِ کشمیر گرفتہ باشند۔ علی الصباح جماعت ہائی مردم کاری و مردان کارزاری از بلندیہا فرود آمدہ با لشکر مغل طریقِ جدال و راہ قتال پیش گرفتند و از ہر دو طرف دستِ محاربہ و بازوئے مقاتلہ کشادہ در جنگ تیر و تفنگ دادِ مردانگی دادند لشکر مغل تا نیمروز بہمان مردانگی بطریقِ قتال و جدال استادند و چون کمالِ دلاوری و شجاعت و نہایت مردانگی و مبارزتِ مردم کشمیری ملاحظہ نمودند۔ ناچار وقتِ اول پیشین راہی ہزیمت پیش گرفتہ بجانب برپل گریختند و وقت زوالِ آفتاب دولتِ مغل

زوال نموده و مردم کشمیری تا یک فرسخ راه دنبال ایشان می رفتند و در راه هزیمت جمعیتی کثیر از مغل مقتول و مجروح شدند و از یک فرسخ راه امرائے کشمیر برگشتند و کیچم خان جملہ کوہیان همراه گرفته تا برپل دنبالِ ایشان می رفت تا جمعیتِ ایشان را پریشان سازد و اسپ و یراق ایشان را بسیار و جماعتِ مغل چوں برپل رسیدند جهتِ استحکامِ جمعیت قلعه را پناه گرفته متحصن شدند و کیچم خان با جملہ کوہیان گردِ آں قلعه نتوانست گشت. لاجرم ملک عیدی رینه و امرایان کشمیر اعلام نمودند که قریب چهار پانصد سوار جرار همه اہل شمشیر و نیزه گذار برپل رسیدند و جمعیت خود را بسلامت بآں سرمنزل رسایندند. و اگر شما بجانب پرونچ میروید آں جماعتِ مغل ناچار راهِ کشمیر پیش گرفته بخدمت مرزا حیدر خواهند رسید و ملک عیدی رینه از محمد کوٹ بجانب پرونچ متوجه شده بود که این خبر بادرسید و تمام لشکر کشمیری مضطرب و بے قرار گشتند که اگر آں جماعت پیش میرزا حیدر بر سر برسد کارو بارِ ما مشکل خواهد شد. ناچار تدبیر و اتفاق نموده شمس الدین ملک نجی ملک جماعتِ خود همراه گرفته محمد خان و حسین ماگرے و جماعتِ ماگریان با خود گرفته و پسران خواجه حاجی با جماعتِ خود برپل رواں شدند و ملک عیدی رینه و امرا یانِ کشمیر با سائر لشکر بطرف پرونچ متوجه شدند و آنجماعت که بجانب برپل رفته بود. چوں برپل رسیدند جماعت مغل متحصن بودند. محاصرهٔ قرابهادر مرزا و قطب علی کوکه و محمد نظر بیدل گشتند و تدبیر نمودند که با کشمیریاں طریق مصالحه پیش گیریم و بعضی از ایشان مانند سید مرزا و مرزا علی کوکه و دولت علی کوکه و قطب علی دیوانه و غیرهم مصالحه قبول نه کردند و گفتند که کشمیریاں چندیں سال تدبیر کشتنِ ما کرده بیکدیگر اتفاق نمودند و قصدِ خونِ ما در زیدند و بسبب تملق و از ادائے ما بر ما مشفق نه خواهند شد هر که از جماعتِ مغل شجاعت و مبارزت داشته باشد همراه ما بیاید که فردا بجانب ولائت گکهر رواں شویم و هر که بے دل و نامرد باشد همراهِ قرابهادر مرزا برود. و صباح روزِ دیگر قرابهادر جماعتی از مغل همراه گرفته بطریق مصالحه و تملق بجانب کشمیریاں رواں شدند. چوں نزدیک لشکرِ کشمیر رسیدند تمام مردم کوہی و پیادہائے کشمیر بر سر ایشان ریختند و با سباب و یراق ایشان آویختند و دست بر قتل و کشتن ایشان کشادند و روئے بغارت و تاراج ایشان نهادند و سید مرزا جماعتی همراه خود گرفته در هنگامِ غارت مغل از قلعه برآمد و شمشیرها علم کرده بجانب ولائت گکهران رواں شدند و تاراج کردند. مغل یک میلی راه گریختند و از عقبِ ایشان کشمیریان نتوانستند رفت

وجمعی از مردم کوهی بدنبالِ ایشان فرستادند و بگرد ایشان هم نرسیدند. و آنجماعت بصحت و سلامت خود را در پیش آدم سلطان رسانیدند. و از آنجا بجوانب و اطراف رفتند و لشکر کشمیریان جماعتِ قراهیادر را بعضی را کشتند و بعضی اسیر گرفته متوجه پرونچ شدند چون در اردوئے ملک عیدی رینه رسیدند با مردم امرا اتفاق نموده سرکس را از آن جماعت نگاه داشتند. قراهیادر و قطلب علی کوکه و محمد نظر و باقی مغل قریب شصت کس را دستها بریدند و بعضی از ایشان در همانجا مردند و بعضی بجوانب و اطراف متفرق شدند و ملک عیدی رینه از راهِ هیره پور عازم کشمیر شد و میر سید ابراهیم خان و غازی خان را باخود ملحق ساخته و رسولان و ایلچیان بملک دولت چاک فرستاده تا او هم از ولائت نوشهره بتعجیل تمام بیاید و خود را از راهِ هیره پور بکشمیر در آمد. و بعد از یک روز ملک دولت چاک نیز رسید و جمعی کثیر از مردم کشمیر جمع شده. میر سید تباکی و تدبیر متوجه شهر شدند و دراں وقت مرزا حیدر با مداد مدبران و مشیرانِ خود مشورت نمود و جماعتی از مغل در اندرکوٹ جهتِ محافظتِ عوراتِ خود گذاشته قریب هزار سوار باخود جمع ساخته و جمعی کشمیریان هم همراه گرفته متوجه لشکر کشمیر شد.

کشمیریوں کا اتحادِ عمل اور مرزا حیدر کا قتل

و مخفی نخواهد بود که چون به مقتضائے قضائے ربانی و تقدیر سبحانی دولت و اقبال مرزا حیدر دراں وقت روئے تافته بود و لشکرے هر جا گرد و نواحی کشمیر بود شکست و انهزام یافت و از آں جمله ملا قاسم و ملا باقی که از امرائے عظام او بودند و ضبط ولایتِ تبت می نمودند و در هنگام صولت سر با مردم تبت اتفاق نموده. ملا قاسم را با جمیع کثیر بقتل رسانیدند و ملا باقی گریخته پیش مرزا حیدر وقتی رسید که مرزا از اندرکوٹ بر آمده بود و این خبر هم داغی بر داغی فزود و مولانا عبدالله سمرقندی که او هم از امرائے معتمد الیه مرزا حیدر بود بضبط ولایت پکهلی رفته بود. او هم از آنجا شکست خورده باستماع خبر محمد کوٹ بیدل گشت و بجانب کشمیر هزیمت نمود و چون نزدیک قصبهٔ بارهموله رسید کار او هم بدست ناخدا ترسی چند افتاد و آں هم بقتل انجامید و مرزا حیدر در شهر رسیده خبر کشتن او شنید و آں هم علاوه داغهائے گردید ~

فریاد ز جور دستهٔ چرخ کبود — هرگز گره بسته راکس نه کشود
هر جا که دل یافت که داغی دارد — صد داغ دگر بر سر آں داغ فزود

مرزا حیدر باوجودِ طلاطم این چنین احزان و تراکم این نوع غمام آہستہ آہستہ بجنگ کشمیریان نزدیک می شد تا کہ در قریۂ وتھورہ نشت و لشکر کشمیریان ہم نزدیک آمدہ قریب قصبۂ کھامپور قلعۂ ماتر مقام کردند و مرزا حیدر با امرایان کاردیدہ کہ بعقل داری پسندیدہ بودند در باب محاربہ و مقاتلۂ کشمیریان مشورت نمود و کنگاش و تدبیر ایشان چناں قرار یافت کہ بر سر کشمیریان شبخون باید تاخت کہ مگر در حالت غفلت کاری بر ایشان توان ساخت۔ آخر در ہماں شب کہ لشکر کشمیریان در قلعۂ مذکور منزل کردہ بود مرزا حیدر قریب ہفتصد ہشتصد سوار مکمل ہمراہ گرفتہ بر سر ایشان تاخت و چون پایان قلعہ رسیدند تمام مردم مغل در ہمانجا استادند و ہمراہ مرزا زیادہ از سی سوار بالا بر نیامدند و آں جماعت ہم در اثنای راہ ماندند و مرزا حیدر ہفت ہشت کس ہمراہ گرفتہ بمعرکۂ مقاتلہ و محاربہ درآمد بقضائے الٰہی در ہماں شب کہ شب ہفتم ذی القعدہ بود سنہ نہصد و پنجاہ و ہفتم ہجری مرزا حیدر بزخم نیزۂ کمال دونی بقتل رسید و باقی تمام لشکر ایشان گریختہ باندر کوٹ رسیدند و مدّت حکومت مرزا حیدر در کشمیر دہ سال کامل بود۔

دولت چک کے ہاتھوں افغانوں کی شکست

و بعد از مرزا حیدر ملک عیدی رینہ در سال مذکور حاکم کشمیر شد و برسم پادشاہی سلطان نازک شاہ را در قصر سلاطین نشاند۔ امّا حکومت مملکت عیدی رینہ می کرد و در مدت حکومت وے ہیبت خان نیازی با برادرانِ شجاعت شعار از کوہستان جموں بعزم گرفتن کشمیر متوجہ شد و ملک دولت چک در حین استماع این خبر بہ تعجیل تمام جماعت امرایان خود و خواجہ حاجی ہمراہ گرفتہ عازم جنگ ایشان شد و بکوہستان بانہال درآمد و ملک عیدی رینہ و حسین ماگری تعلل نمودہ آہستہ میرفتند و ملک دولت بسرعت تمام تر پیش رفتہ عقبہ ہا کرسکو نشست و سرِ راہِ ایشان گرفت و ہیبت خان از راہ ترّبل گذشتہ بر عقبہ کہ مقابلہ ہا کرتنکو (کذا) خود منزل کرد۔ چناں چہ علاوہا آتش یکدیگر میدیدند و ملک دولت چک لشکر خود را از دوراہ بجنگ ایشان فرستادند تا در روز دیگر از صبح تا نماز پیشین جنگی سخت و محاربہ عظیم نمودند و دادِ مردانگی دادند و ہر چند در وادیِ شجاعت و مبارزت و پیشۂ محاربت و شہامت در تمام ملک ہند مانند و نظیر نداشتند اما از دست بردِ قضا و قدر دست از حیات خود برداشتند باوجود آنکہ معدودے چند بیش نبودند با قریب دہ ہزار از مردم کشمیری و کوہی محاربہ و مقاتلہ نمودند و از صبح تا پیشین بکمال

شجاعت و شہامت بمقابلۂ آں جماعت استادند و آخر از کثرت زخمہائی تیر و تفنگ بشدت منازعت و جنگ از پا در افتادند۔ تمام جماعت ایشان در ہماں معرکہ بقتل رسیدند و بغیر از دو کس از ایشان زندہ بیروں نیامدند و امرائے کشمیر سرہائے ہیبت خان و سعید خاں و شہباز خان گرفتہ پیش ملک دولت چک رسیدند و ملک دولت چک آں سرہا را پیش سلیم شاہ در ہند فرستاد و در وقت ارسال و حین کتابت قاصد را عرضداشتِ خود بنام نازک شاہ شمس ملک و نجی ملک کہ از قبل ملک عیدی رینہ ہمراہ ملک دولت چک بودند۔ ہیچ اتفاق نہ کردند و ملک ایشان را در وادی مشورت آں دخل ہم ندادند و نائیرہ حسد و کینہ ایشان کہ بسبب مخالفت و منازعت سابقہ افروختہ بود و ایں بے اتفاقی علاوہ اشتعال فساد و عناد نمود۔

ساتواں باب

سلاطین چک

و طائفہ چکان بسبب ایں فتح و ظفر سرِ تکبّر و گردنِ تجبّر افروختہ متوجہ کشمیر شدند و چوں به کشمیر درآمدند در پرگنۂ ویرناگ با ملک عیدی رینہ ملاقات کردند و حسین ماگرے بداں جا ہم نہ رسیدہ بود۔ ملک عیدی رینہ از آنجا فرود آمدہ در فکر و تدبیرِ ویران ساختن چکان افتاد تا آنکہ جمیع طوائف کشمیر از مردم کوپارہ و ماگریان و سیدان بیہقی وغیرہم کہ اہل دولت و صاحب مکنت بودند با خود ملحق ساخت و در ماہ رمضان سنہ نہصد و پنجاہ و ہشتم ہجری نبوی ویران کردن چکان پرداخت تا یک شبی شمس ملک و نجی ملک و خواجہ حاجی با بہرام چک و یوسف چک اتفاق نمودہ جماعتی از فرزندان چکان ہمراہ خود گرفتہ پلہائے شہر را بریدن و ملک دولت چک و غازی خان مبارزت نمودہ میر سید ابراہیم خان و حسین ماگرے گرفتند و باقی جماعت ایشان ہمہ بجانب ملک عیدی رینہ گریختند و ملک دولت چک و غازی خان به آں جمعیت اندک در مقابلہ جماعت کثیر ایشان ثبات قدمی نمودند۔ و میر سید ابراہیم خان و حسین ماگرے را محبوس ساختہ باستمالت و استمداد بعضی از مردم عیدی رینہ پرداختند و بعد از روزِ چند فتح ملک و لسی ملک و لوہر ملک و یوسف چک را با خود متفق ساختہ بجانب

ملک دولت چک آمدند و ملک دولت روز دیگر از آب گذشتہ بر سر ایشان رفتند و ملک عیدی رینہ منہزم شدہ رو بگریز نہاد و بہ جنگل شمہ ناگ درآمدہ ہمان جا بیمار گشتہ بعد از چند روز او را بشہر آوردند و در شہر رسیدہ بعد از چند روز فوت کرد۔

زہے بے وفائی دنیائے غدار کہ مرزا حیدر ناخدا ترس خون حضرت شیخ دانیال راد عہدہ احوال او را مصلحت ملک گویا بگردن خود گرفت و گواہان دروغ را رشوتہا دادہ بفریب ملا فتح اللہ را اغوا و گمراہ ساختہ آنحضرت را بدرجۂ شہادت رسانیدند و خون آنچنان بزرگے دیدہ و دانستہ بگردن خود گرفت بطمع آنکہ دولت دنیا باو باقی و پایندہ باشد و بعد از شہادت آنحضرت بحکم الدم لاینام زیادہ از نہ ماہ نتوانست زیست و ملک عیدی رینہ ہمچنین در خون و سفک دما و مغل کوشید بامید آنکہ چندگاہ سلطنت ممالک کشمیر حکومت و ولایت باو مسلم باشد و بعد از قتل مرزا تمام یکسال نتوانست بود؎

کنج بقا نیست دریں خاکدان مغز وفا نیست دریں استخوان
ہرچہ دریں مائدۂ خرگہیست کاسۂ آلودہ دوستی تہیست

ہرکہ ازو خورد دہانش بسوخت
وآنکہ ازو گفت زبانش بسوخت

دولت چک

القصہ بعد از ملک عیدی رینہ در تاریخ سنہ نہصد و پنجاہ و ہشتم ہجری ملک دولت چک حاکم ایں ولایت و والی مملکت گشت و میر سید ابراہیم خان را استمالت نمودہ بہت تقویت و تمشیت سلطنت خود نسبت خویشی با فرزند ایشان درست ساختہ آں جماعت را از خود ساخت و حسین ماگرے را نیز از قید و حبس خلاص ساخت۔

و در عہد حکومت وے از دست اہتمام و مساعی جمیلۂ آں ملک نیک نفس کارے چند ساخت و دو سہ بقعۂ متبرکہ شریفہ پرداختہ شد کہ در دنیا موجب نیکنامی و در آخرت متلزم سعادت و مغفرت او خواہد بود۔

میر دانیال شہید کا تابوت زڈی بل میں

یکے از آں جملہ آنست کہ باوجود شرکت ملک عیدی رینہ در مملکت کشمیر تابوت

منوّرِ حضرت شیخ دانیالِ شہید را بشہر آوردن رخصت داد و چون تابوتِ آنحضرت نزدیک شہر رسید۔ خبر آں پیشتر فرستادند تا مخلصان و محبان باستقبالِ تابوتِ منور بیائید۔ چون خبر آں رسیدن در آں وقت ملک دولت سعادت یار با ملک عیدی رینہ و غازی خان در عیدگاہ بودند و چون خبر تابوت رسانیدند ملک عیدی رینہ برخواستہ شکایت کنان بخانۂ خود رفت و غازی خان از ترس عداوت و بیم مخالفت ملک عیدی رینہ بملک دولت چک مخالفت نمودہ بہ منزل خود رفت و ملک دولت چک سعادت یار بعزّت تمام از عیدگاہ برخواستہ متوجّہ تابوتِ آنحضرت شد و از نہر شہر بہ کشتیہا سوار شدہ باستقبال تابوت آنحضرت شدہ تابوت منوّر آنحضرت بشہر در آوردہ در مرقد منوّر پدر بزرگوارش دفن کردند و زیارت گاہِ محبّان و مخلصان ساختند۔

خانقاہِ زڈی بل کی تعمیرِ نو

و دیگر از آں جملہ آنست کہ مرزا حیدر گورگان بسببِ تعصب خانقاہِ متبرکہ بلکہ تمام بقعۂ شریفۂ حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی را منہدم و ویران ساختہ بود و ملک دولت عالی ہمت آں خانقاہ متبرکہ را بمساعی جمیلہ عمارت نمود و بہ مرمت و آبادی ساختن آں اہتمام فرمود و در تاریخ سنہ نہصد و پنجاہ و نہم ہجری کہ بقعۂ متبرکہ را باتمام رسانید و برائے مددِ معاشِ فرزندان و اولاد و احفادِ حضرت شمس الدین محمد عراقی چند دہی از وقفیاتِ قدیمہ مخلّص ساخت و مجاوران و عاکفانِ آستانِ ملائک آشیاں را بوظائف و اورادات بنواخت تا آں خانقاہِ متبرکہ باز بطریقۂ قدیمہ بجلوسِ اہلِ اربعین و احیارِ احکام اسلام و قواعد دین و آداب و ارکان عبادات ارباب تعیین معمور گشت و بہ مواظبتِ اوراد و اوقاتِ جمعہ و جماعت در خمس صلوٰت و سائر وظائف و اذکار و طاعاتِ لیل و نہار بدست اہتمام آں ملک سعادت یار آباداں شد۔

سلسلۂ ہمدانیہ کا احیارِ نو اور مذہبی رواداری

و دیگر ازاں جملہ است کہ ہماں مرزا حیدر از غایت انکارِ طریقِ مستقیمۂ نوربخشیہ بلکہ سلسلۂ قومیۂ ہمدانیہ را ازیں ممالک بکلیہ محو و معدوم ساختہ بود چنانچہ در تمام ایں ممالک ازاں سلسلۂ شریفہ ہیچ اثری باقی نماندہ بود و قریب ہشت سال ہیچ کس از اہالی و موالی ایں ممالک دم ازاں سلسلۂ علیہ نتوانستند زد بلکہ از کمال تعصّبِ خود مذہبِ شافعی کہ

کہ تمام اہل عالم از شرق تا بغرب انکار آں مذہب نتوانند کرد۔ مردم ایں ممالک را منع می کرد کہ ہیچ کس شافعی المذہب ہرگز نباشند و ماسوٰی مذہبِ حنفیہ تمام مذاہب را محو و منسوخ ساختہ و ملک دولت سعادت تمند بہمتِ بلندِ خود باز سلسلہ علیہ ہمدانیہ را برپا ساختہ و تقویت و تشیت حضرت بابا حسن پرداختہ تا کہ آنحضرت خانقاہی و چلّہ خانۂ عمارت نمودہ در تربیت و ترویج سلسلہ ہمدانیہ اہتمام تمام و مساعی لاکلام فرمود و جمیع از درویشان و صوفیان عالیشان آں سلسلہ علیہ کہ دریں مملکت زندہ بودند ہمہ راجع کردہ باربعین نشاندند و رسوم و قواعد سلسلہ ہمدانیہ و شرائط آداب طریقۂ سنیّہ نوربخشیہ باز زندہ و احیاء ساخت۔ و آں ملک سعادتمند در تمام ممالک خود حکم فرمود کہ ہر کس از اہالی و موالی بہر مذہب کہ خواہد باشند و ہیچ کس بر دیگری تحکم و تکلیف نہ کنند و مزاحم بایکدیگر نشوند۔

خانقاہ حسن آباد کی تعمیر

و دیگر ازاں جملہ آنست کہ حضرت بابا حسن خوبی مواضع و نیکوئی بسیار منازل لاحظ نمودہ منزل حسن آباد را برائی مرقد و مزار حضرت بابا اختیار فرمودند۔ و ملک سعادت مند اموال خود خرج کردہ زمین ہا و باغات آں مواضع از دست صاحبان و مالکان آں اراضی بزرہا خریدہ و تابوت حضرت بابا آوردہ و در ہما نجا تدفین نمودند و مرمت و تربیت آں مواضع پرداختہ و تقصیرات و تحدیات جاہا را ہموار و مصفّا ساختہ آں منزل را زیارت گاہِ محبّان و مطافِ زائران ساختند و بعمارات مشغول شدہ۔ خانقاہی باآں وسعت و بلندی از افتند و ہر یک از فرزندان ارجمند حضرت بابا بہ عمارت منازل و بیوتات پرداختند و ہر کدام از اولاد و احفاد و نبایر و نواسی آں حضرت در ہمان منزل رخت استقامت و لنگر اقامت انداختند۔

مسجد جامع میں دوازدہ معصومینؑ کے نام خطبہ

و دیگر ازآں جملہ آنست کہ از ترس تہدیدات و تخویفات مرزا حیدر ہیچ کس از مردم ایں ممالک نام ائمہ معصومین بر زبان نمی توانستند گرفت و از اغوا و اضلال ملایان اینجا ذکر دوازدہ امام نمیکردند و اطلاق امام بر ایشان گناہ و نامشروع میدانستند و اہالی و موالی ایں ممالک از نام و نشان ائمہ معصومین و اسماء شریفہ ائمہ اہل بیت رسول رب العالمینؑ چناں اجنبی و بیگانہ بودند کہ یک روز در مجلس حسین شاہ از قاضی حبیب اسمائے شریفہ معصومین پرسیدند و آنچناں بیگانہ بود کہ بعد از اسامی شریفہ حضرت امیرالمومنین

امام حسنؑ و امام حسینؑ بغیر از نام حضرت امام جعفر صادق نام کسے نمیدانست و ہیچ یکے از آئمہ باقی بنام نگرفتہ چہ جائے آنکہ ترتیب نسب و تعظیم منصب ایشان می دانست و تمام اہل مجلس از نادانی و بیگانگی او حیران ماندند و ایں ملک دولت چک سعاد تمند در عہد حکومت خود در مسجد جامع فرمود تا خطبہ دوازدہ امام بخوانند و ازاں باز بطریقی کہ در زمان حیات حضرت امیر شمس الدین محمدؒ عراقی می خواندند ہم در مسجد جامع و ہم جاہائے دیگر خطبہ دوازدہ امام میخواندند و ذکر ائمہ معصومین میکنند و نمے ترسند و امید صادق است کہ شوارع[1] ایں اعمال و نتائج ایں افعال یوم لا ینفع مال و لا بنون سبب نجات و وسیلہ درجات آں حمیدہ صفات خواہد بود۔

دیگر بباید دانست کہ تا عہد حکومت ملک دولت دریں ولایت برسم شاہی رسم سلطانی سلطان نازک شاہ قائم و برپا بود و در عہد ملک مشار الیہ اورا از سلطنت عزل نمودہ بجانب کوہستان ہند فرستادند و سلطان اسماعیل شاہ را بجائے وے بپادشاہی نشاندند۔

و مدت حکومت ملک دولت چک زیادہ از چار سال نبود و دریں چہار سال چند نوبت میان وے و میان غازی خان کار بہ مخالفات و منازعات کشید و آخر آں مخالفات را بمصالحہ و مداہنہ انجامید و بعد از چہار سال بعضی ازیں اعمام و اقارب و جماعتی از اغیار و اجانب اتفاق نمودہ میان ملک دولت چک و غازی خان آتش فتنہ و نائرۂ عناد افروختند و غازی خان و برادرش حسین ملک را انواع عذر و حیلہا آموختند کہ در غرۂ ذی الحجہ سنہ نہصد و شصت و دوم ہجری ملک دولت را قصد کردند تا در کوہ بھاگ بگیرند و ملک دولت چک بشکار مشغول بود کہ بر عذر و قصد ایشان مطلع شد و از کشتی برآمدہ بجوہ بھاگ بالا رفت و غازی خان لشکر خود را در تمام بھاگ بجست و جوئی وے فرستاد و ملک مذکور را از کوہ گرفتہ آوردند و آنجماعت کہ موقد ایں نائرہ و باعث ایں فتنہ بودند دو روز دریں حسین چک افتادند تا غازی خان ملک دولت را زندہ و سالم نگاہ نہ دارد۔ بعد از دو روز غازی خان را غول و غوی[2] ساختہ۔ ملک دولت چک را چشمہا کندند و آنچناں سعادت

---

[1] گمراہ۔

مندے را در ہاویۂ ہلاکت دائمی انگندند و آں چنان میر سید ابراہیم خان از حشم و خدم معزول کردہ پسر وے میر سید مبارک خان را بجائی وے نشاندند۔

غازی شاہ

و در تاریخ مذکور غازی خان حاکم ایں ولایت و والی ایں مملکت شد و در اوائل بہار باز ہمان جماعت اقارب و اجانب کہ کار ایشان جز فتنہ انگیزی و شیوۂ ایشان بغیر از خونریزی نہ بود۔ با یکدیگر اتفاق نمودہ می خواستند کہ غازی خان و ملک حسین را بکشند و والی ایں دیار شوند۔ اما تدبیر ایشان موافق تقدیر نیفتاد و غازی خان بر غدر و قصد ایشان واقف گشتہ مردم بہ طلب ایشان فرستاد و نصرت چک و یوسف چک پسر ریگی چک و شنکر ملک را بپیش خود طلبید و سخن ایں فتنہ بر ایشان اظہار نمود و بہ سخن ہائی ملائم ایشان را دلاسامی داد تا برادران و جماعت ایشان رسیدہ نشوند و ایشان را بپیش خود موقوف داشت و رخصت نہ کرد کہ بجا بہاء خود مراجعت کنند و صباح برادران نصرت چک و جماعت وے بہاء شہر بریدہ بیک طرف شہر منازعت و مخالفت استادند و صباح غازی خان بر سر ایشان رفت و از آب شہر بکشتی ہا گذشتہ ایشان را منہزم و مقہور ساخت و برادران نصرت چک و بعضی از جماعت ایشان بقتل رسانید و نصرت چک را محبوس ساخت و بعد از چندگاہ یوسف چک پسر ریگی چک راہم گرفتہ در حبس و زنجیر انداخت۔

و بعد از مدتی جماعتی اتفاق نمودہ مثل شنکر چک و بہرام چک و غیرہ ہم جمع شدہ در قصبۂ سوی پور بجنگ محاربہ استادند و غازی خان بر سر ایشان رفتہ آں جماعت را منہزم و مقہور ساختہ و بہرام چک را از کوہپایہ گرفتہ آوردہ و بقتل رسانید و یوسف چک را چشمانش میل کرد۔ اما بقدرت ایزد متعال چشمہار یوسف چک درست و سالم ماندند و بعد از چند روز از بند گریختہ بہندلفت و برادرش ابراہیم چک راہم مقتول ساخت و مملکت کشمیر را با برادران خود ملک حسین چک و علی چک یک قلعہ ساخت۔

مغل افواج کی شکست

و در عہد خود از کمال جرأت و مردی لشکر ہائے مغل را کہ با جمعیت جماعت کشمیریان متفق شدہ بر سر وے آمدہ بودند۔ چناں منہزم و ویران کرد کہ صیت شجاعت و نام دلاوری وے در لکہ ہند افتاد۔ یکے از آں جملہ آنست کہ

میران سید شاہ ابو المعالی کہ خیال گرفتن ہند در سر داشت و با جلال الدّین اکبر و بیرم خان
مخالفت و منازعت می ورزید جماعتی کثیر از امرائے کشمیر اتفاق نمودہ او را ہمراہ آوردند و از راہ بارہمولہ
در آمدہ متوجہ شہر شدند با وجود آنکہ جمیع طوائف کشمیر از صغیر و کبیر دران لشکر متفق و جمع بودند و ہمراہ
غازی خان بغیر از دو برادرانش و فرزندان و جمعیت وے کسے دیگر نبود و نصرت چک را در بند
زنجیر ہمراہ گرفتہ و میر سید ابراہیم خان را بملائمت و دلاسا در آمدہ۔ بنت خود را بہ برادرزادۂ ایشان
نامزد فرمود و عہود استمالت نمودہ باستقبال جنگ ایشان رفت و در قریۂ ہانجی ویرہ ہر دو لشکر بہم
رسیدند و از کمال شجاعت جنگے بزرگ نمودہ ایشان را مغلوب و منہزم ساخت و دران جنگ
لسی چک و ہسی چک پسران زینی چک و جمعی کثیر از اہل کشمیر بقتل رسیدند و جماعتی بزرگ از مغل
بقتل رسانید کہ سالہا ترس و ہراس آن جنگ در دلہائے مغل ماندہ بود۔ و شمس رینہ پسر عیدی رینہ
را از جنگل گرفتہ آوردند و او را ہم مقتول ساخت و بحکومت کشمیر باستقلال و استبداد پرداخت
و جمیع سپاہان خود را بانعامات بنواخت۔

قرابہادر اور مغلوں کی شکست فاش

و دیگر از آں ست کہ بعد از چند سال خواجہ حاجی
و نجی ملک و یوسف چک اتفاق نمودہ قرابہادر
را با جماعتی از مغل ہمراہ گرفتہ از راہ نوشہر بقصد کشمیر در آمدند و ایں غازی خان برادران و میر سید
ابراہیم خان و جمعیت خود ہمراہ گرفتہ از راہ ہیرہ پور متوجہ جنگ ایشان شد و از بہرام گلہ تا سوبل
ہمہ سر کوہ ہا را احاطہ نمود و دران وقت فتح و لوہر چک در کوہستان پرونچ بودند و ایشان با مشیران
خود تدبیر نمودہ با غازی خان ملحق شدند و بہ لشکر مغل نرفتند و نصرت چک ہم دران محل در ہند بود۔
وے ہم بہ غازی خان پیام و پیغام فرستاد کہ من پیش غازی خان بیایم و بغل و بہ مغل ہمراہ
نشویم بایں دو سبب لشکر مغل بیدل گشتہ در راجویری در ماندند و مجال پیش آمدن نیافتند و
غازی خان بر سر ایشان فرود آمدہ جنگ بزرگ انداخت و در لشکر مغل ہم جوانان خوب
و مبارزان دلاور مانند کوچک بہادر وغیرہ بسیار بودند۔ از چاشت تا نماز پیشین جنگ عظیم کردند
و از ہر دو طرف مردم بسیار بقتل رسیدند و آخر بعد از نماز پیشین ہزیمت در لشکر مغل افتاد و مردم بسیار
از ایشان کشتہ شدند و سرداران ایشان بصد حیلہ ازان معرکہ خود را بہند رسانیدند و غازی خان
با لشکر برادران بفتح و فیروزی بکشمیر در آمدند و ایں ہر دو جنگ با لشکر مغل از کارہائی حسابیِ غازی خان

واقع شدند و باقی در ظلم و تعدی رعایا و دمار و خون ریزیها و بنیاد رسوم چشم کندی و قطع اعضاء مردم
و کشتن اجانب و اقارب، ہیچ احدی در عہدی معلوم و یاد ندارد که مثل او دیگری بوده باشد۔
و دیگر معلوم باشد که در عہد غازی خان تا با دام که سلطان اسماعیل شاه

حبیب شاه

در حیات بود برسم و اسم و بادشاہی در قصر سلاطین ماضی نشسته بود۔
چون او وفات یافت حبیب شاه پسر شمس شاه به سبب خواہرزادگی غازی خان او را بجائے
اسماعیل شاه نشاندند و آخر چون دانست که وے لیاقت مجرد اسم شاہی ہم ندارد و دغدغه اطلاق
این رسم بر خود پیدا کرد و خواست که بر سریر سلطنت و تخت حکومت باستقلال بنشیند بنابر آن
و مشیران خود مشورت نموده بتاریخ سنه ہنصد و شصت بر سریر سلطنت و حکومت نشستند
از طائفه چکان او بود که رسم سلطانی و اسم بادشاہی بقول و قبیله خود رسانید و از اولاد و احفاد
سلطان شمس الدین بعد از دویست ہشت سال سلطنت کشمیر بطائفه اولاد لنگر چک انتقال نمود
و مدت تمام حکومت و بادشاہی غازی شاه نه سال بود و بعد از نه سال علت جذام بر وے غالب
گشت و بسبب غلبهٔ آن مرض بینائی چشمش خلل پذیرفت و تخت سلطنت و امر حکومت را به برادر
مادری خود حسین شاه تفویض نمود۔ بعضے از امرایان و مقربان او را از آن کار پشیمان ساختند۔
خواست که تصرف حکومت از وے باز ستاند تا کارہائے ایشان بمنازعت کشید۔

نوشیروانِ عادل سلطان حسین شاه

حسین شاه بعضی از امرایانِ او باخود ملحق
ساخته بتاریخ سنه ہنصد ہفتاد و یک[1] امر
حکومت و تخت سلطنت از وے بزور کشید۔ و او را معزول ساخته بخانهٔ خود نشاند و این حسین شاه
در اوائل سلطنت خود طریقهٔ رعیت پروری و قواعد معدلت گستری چنان مرعی داشته که اہالی و موالی
این مملکت بسبب ظلم و بیدادیہای غازی شاه او را "نوشیروانِ عادل" پنداشتند
بعضی از شعراء عدل و احسان او را دیده۔ تاریخ جلوس بر سریر سلطنت "خسرو عادل"[1] گفته
اند۔ بعد از چندگاه بعضے از آن جماعت که میانِ غازی شاه و ملک دولت نائرهٔ فتنه و عداوت
افروخته بودند و از دستِ غازی شاه زنده و سلامت مانده بودند۔ و با یکدیگر متفق شده

۱؎ سنه ۹۷۱ ہجری۔

در تدبیرِ فکرِ ویران ساختنِ حسین شاہ افتادند و حسین شاہ بر مافی الضمیر ایشان اطلاع یافتہ۔ بعضے از
ایشاں را مواخذہ نمود۔ و احمد خان پسر غازی شاہ و محمد خان پسر ابدال ماگرے را کندن چشمہا
حکم فرمود و بعد از چندگاہ بعضے از سخن چینان کہ شیوۂ ایشان فتنہ انگیزی بود فتح خواجہ کہ پروردۂ
نعمت و سرفرازِ دولت حسین شاہ بودند و مخاطب بخطاب خانِ زماں گشتہ او را بانواعِ سخن
بے عینی ترسان و ہراسان ساختند تا آنکہ از ضرورت ترس جان خود بعضے از امرایان کشمیر مانند
فتح ملک پسر زینی چک و شمس دونی، وحیدر خان ولد ابراہیم خان وغیرہم با خود متفق ساختہ۔
روزے فرصت طلبیدہ قصدِ کشتنِ بعض از معاندان و مخالفانِ خود کرد۔ روزی کہ حسین شاہ
بشکار رفتہ بود و مخالفان و خانِ زمان در دار لامارہ بودند۔ و خان زمان فرصت یافتہ بر سر
ایشان ریختند و ایشان در حویلی بادشاہ متحصن شدند و فتح چک و بہادر خان از بعضے گذرہا
کشادہ در حویلی حسین شاہ در آمدن وایزد تبارک و تعالیٰ ایشان را توفیق ظفر نہ دادہ و ہر دو
مبارزان درہمان جا بقتل رسیدند و خانِ زمان و شمس دونی منہزم شدہ رو بگریز نہادند و جماعتی
کہ از دنبال ایشان تاختہ بودند۔ خان زمان وحیدر خان را از اثناء راہ گرفتہ آوردند و حسین شاہ
بقطع اعضاء او حکم نمود و مبارز خان را بہ منصب و مسند او نشاند۔ او بعد از چندگاہ بسبب
تعصب مذہب در صددِ غدر و قصد حسین شاہ افتاد و چون حسین شاہ بر کیفیت غدر و عزم او
اطلاع یافت او را گرفتہ دست و پائش را قطع کردن فرمود و ہمراہ وے لوہر ملک را ہم دست
و پا بریدہ و نصرت چک کہ پیش از وے در بند و حبس بود ہمان روز فرمود تا چشمہایش کندند
و آں جماعت کہ غازی خان را فریب دادہ در گرفتن و چشم کندنِ ملک دولت چک اہتمام
نمودہ بودند حضرت ایزد متعال جملہ ایشان را بانواع بلا مبتلا گردانید و سر کلام من حفر بئراً لاخیہ
فقد وقع فیہ اعلم بظہور رسانید۔

یوسف میر کا المناک قتل

و بعد از چندگاہ کہ لوی ملک را از مسند وزارت و مرتبہ حکومت عزل نمودہ۔ منصب حکومت را بہ علی کوکہ تفویض
نمودند وے بسبب تعصب ملت و حمیتِ دین بطائفہ محبان و زمرۂ موالیان نیک نہ بود و در
عہد حکومت او یکے از محبان کہ معروف و مشہور یوسف ایندر بود و در اثنار راہ بہ قاضی حبیب کہ
در تعصب اہل بیت مشہور بود دوچار شد و قاضی حبیب از سر تعصب دشنامی برافضیان کشید

تیغے بر جانب او انداخت و یوسف میر ایندر ہم از سرِ سادگی بقاضی دشنامی چند داد و قاضی از سر غضب تازیانہ بر سر او زد۔ یوسف میر چوں سپاہیِ برغیرت بود۔ از سرِ غیرتِ خود شمشیر کشیدہ یک دو زخمی بر قاضی زد۔ چنانچہ قاضی مجروح و زخمی گشتہ از اسپ در افتاد۔ یوسف میر ایندر رو بگریز نہاد و ایں علی کوکہ بنا بر تعصبِ مردم بسیار در طلب او گماشت تا کہ او را از جائے گرفتہ آوردند۔ علی کوکہ و دتی کوکہ باہم اتفاق کردہ از حسین شاہ در حالِ مستی و چنین کیفیت و بیخودی رخصت گرفتند کہ ہر چہ قضات و مفتیان حکم کنند بامضاء رسانید۔ علی کوکہ و دتی کوکہ اہتمام نمودہ۔ قاضی موسیٰ و ملّا فیروز گنائی و ملّا یوسف الماس را حاضر ساختہ۔ از ایشان بکشتنِ او فتویٰ گرفتند و بقتل آں فقیر حکم کردند۔ مردم شہر آں فقیرِ بے گناہ را چناں بہ تعصب کشتند کہ پارہ پارہ ہائے گوشتِ او را مردم بہ خانہائے خود تحفۂ زنانِ و ہدیۂ عورتانِ خود بردہ اند و بسیار کسان خون آں فقیر را بجائے شربت نوشیدند۔ و قتل و کشتنِ آں فقیر موجب فتنۂ کثیر شدہ۔ ایں علی کوکہ و دتی کوکہ باتفاق جمع قضات و فقہا فتنۂ در خواب شدہ را بیدار ساختند۔ و جمعی کثیر را از مسلمانان در ورطۂ سفکِ دماء انداختند و جانہائے بسیار مردم را از جانبین در معرض تلف در باختند و حسین شاہ از جملہ ایں کارہا بے خبر و بے وقوف بودہ و بعد از قتلِ آں فقیر جماعتی از ملایانِ اہلِ سنت و جماعت برخواستند و خدمتِ قاضی زین و ملا رضی ولد ملّا سلیمان مفتی را پیش انداختند کہ ما با ایں جماعت ملّایان مباحثہ و مناظرہ کنیم کہ ایشاں بجہت شرعی یوسف میر ایندر را بکشتن دادہ اند و بہ ہیچ مذہب کشتنِ او جائز نہ بود۔ و ایں قضات و مفتیان بہ تعصب و عناد فتویٰ بکشتنِ او دادہ اند۔ او را بے موجب و بے جہت بقتل رسانیدند۔

شافعی و حنفی علماء کا احتجاج

ایں قاضی زین و ملّا رضی بجملہ امراء و خواص و مقربان حسین شاہ را خانہ بخانہ رفتہ ایں مقولات را خاطر نشان ساختند تا جملہ مقربان و ندماء و خواص و امراء ایں معنی را بسمع حسین شاہ رسانیدند۔ در حین ایں گفتگو میرزا مقیم از جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بطریق ایلچی گری دریں ممالک رسید و در ہمین ایام فرزند ارجمند حسین شاہ کہ مسمّٰی باسم ابراہیم خان بود و در حسن و جمال بے مانند و بے مثال بود و در ہنر تیر اندازی و سواری و سپاہگری شبیہ و نظیر نہ داشت بمرض آبلۂ جو چگی مریض شد و ہر چند کہ حکماء و اطباء بہ معالجات و مداوات او اہتمام نمودہ اند ہیچ علاجی او را مفید و

سود مند نیفتاد - تا بقضائی الٰہی از تنگنائی دار الفنا رحلت نمود و فوت او ہم علاوہ ہمین گفتگوہا
شدہ بہ حسین شاہ خاطر نشان کردند کہ سبب ریختنِ خونِ بے گناہ یوسف میر فرزند عزیز شما
ضائع شدہ و حسین شاہ ہم از کشتنِ یوسف میر پشیمان گشتہ و این مباحثہ ملایان را بانصاف میرزا
مقیم سپردہ کہ ایشان ایلچی و رسول حضرت جلال الدین اکبر بادشاہ عالم پناہ اند - ایشان منصف
مباحثہ این ملایان باشند - تا مباحثہ ایشان بکجا خواہد انجامید -

چون ملایان اہل سنّت و جماعت بحضور میرزا مقیم مباحثہ کردہ اند از آں جماعت کہ بکشتن
یوسف میر فتویٰ دادہ بودند و بقتل وحکم نمودہ دو کس حاضر بود - یکے ملا بچہ گنائی و دوم ملا یوسف الماس
و باقی قضات مقضیات گریختہ پنہاں شدند - و چون قاضی زین و ملا رضی بحضور مرزا مقیم و جماعتی
کثیر از علماء و فضلاء و اعیان مملکت و امراء و ارباب شہر و از فقہا ملا بچہ گنائی و ملا یوسف الماس پرسیدند
کہ شما حکم بکشتن یوسف میر و امر بقتل آں فقیر از کدام کتاب و بکدام مذہب کردید - بتقدیر آنکہ دو سے
دو سہ زخم شمشیر بقاضی حبیب زدہ باشد - باوجود آنکہ قاضی حبیب بسبب آں زخم و جراحت نہ
مردہ نہ خواہد مرد - شما حکم بقتل آں فقیر بمذہب حنفی کردید - اینک کتب حنفیہ حاضر اند - اگر بمذہب
شافعی حکم کردید اینک کتبِ شافعی ہم حاضر اند - بیائید کہ بکدام مذہب حکم بکشتن او کردید - و بقول
کدام مجتہد فتویٰ بقتل آں بیگناہ نوشتید با آنکہ در ملّت مصطفوی و شریعت نبوی باتفاق ارباب
اجتہاد و باجماع مجتہدانِ امصار و علماء بلاد و لائیت ہر جراحتِ معین و قصاص ہر زخم مقرر و در کتب
ہر مدرسے مسطور و در تصانیف ہر مجتہدے محرر است و شما بکدام مذہب آں فقیر را بے تقریب بکشتن
دادید - ایشان ہر دو در جواب عاجز شدہ رجوع بحکم حسین شاہ کردند کہ منہی[1] علی کوکہ دوتی کوکہ بما آمدہ
اعلام کردند کہ حسین شاہ او را بجہت سیاست می کشند و شما ہم حکم بکشتن او بنویسید ما او را نکشتیم
بلکہ بادشاہ او را بجہت سیاست کشتہ -

حسین شاہ سوگندہا خوردہ کہ قصد کشتن او من نداشتم و قضیہ او را بقضات و علماء برائے
آں حوالہ کردہ بودم کہ تا او را کسے نتواند کشت - چون این نوع جواب حسین شاہ در آں محضر رسید
آں ہر دو ملا لاجواب گشتند و علماء اہل سنت و جماعت کہ در آں مجلس حاضر بودند اتفاق نمودہ

---

[1] یعنی خبر دینے والا -

فتویٰ بمذہب امام شافعی نوشتند کہ بادشاہ ایں مملکت و قاضی عہد و مقتول ہمہ مذہب امام
شافعی داشتند و بنا بر قصاصِ مذکور نسبت ہمہ ملّایان اہل سنت و جماعت توقیعہا کشیدند و ایں
فتویٰ را ہمہ صحیح الجواب نوشتند کہ ایں ہر دو ملّا بسبب حکم باطل و امر بقتل ناحق و بسبب ایشان
کشتن مردِ بے گناہ متوجب قصاص و مستحقِ قَوَد[1] شدند و قاضی عبدالغفور حنفی المذہب و قاضی
زین الدین شافعی المذہب ہر دو باتفاق بوقت ایں فتویٰ بقصاصِ ایشان حکم کردند و حسین شاہ
آں ہر دو ملّا را بحکم قضات و فقہا، باولیائے خون یوسف میر سپردند۔ و الیان خون و طالبان قصاص
آں ہر دو ملّا را بقصاص رسانیدند و باقی ملّایانِ بعضے بطرف لاہور و ہند رفتند و بعضے ازاں باستشفاع
شفیعان و حمایتِ ملوک و امرا، باز بہ مناصب خود نشستند۔

شہنشاہ اکبر کا ارتکاب جرم

و ایں علی کوکہ و دتی کوکہ ازیں قدر سنگ دِنماءِ سیر نہ
شدند و از ریختن ایں نوع خونہا تشنگی ایشان برطرف
نہ گشتہ و بعلّتِ چندیں خونہا صفائی ایشان نہ شکستہ و منتظر فرصت و مترقب ہنگام استادند
تا از کدام جا نائرۂ فتنہ و آتش آشوب توانند افراخت تا بعد از چندگاہ حسین شاہ تحفہ و
تحیات و ہدایا و سوغات برائے پیش کش حضرت جلال الدین اکبر بادشاہ مرتب ساختہ۔
مرزا مقیم را رخصت و معاودت و مراجعت نمودند۔ و یعقوب میر را بطریق ایلچی گری
از جانب خود ہمراہ ایشان کردند و علی کوکہ و دتی کوکہ ایں فرصت را غنیمت پنداشتہ
از حسین شاہ رخصت گرفتند و خواجہ حاجی گانی از جملہ اربابِ شہر و معتمد علیہ علی کوکہ
دتی کوکہ بود ہمراہ ایشان ساختند بہ بہانہ آنکہ خرجیات و بعضے از ما یحتاج و سوغات
از لاہو با ایشان بدہد و از عقب ایشان جماعتی از اراذل ایں دیار فرستاد برائے گواہیہائے
دروغ و شہادت ہائے زور برائے عبداللہ و شیخ عبدالنبی و قضات و ملّایان دیگر کہ در تعصب
مذہب اہتمام داشتند کتابہا و تحفہا فرستادند تا در کشتن مرزا مقیم و یعقوب میر اہمال و تقصیر نہ
کنند و ملّا عبداللہ جماعتی از ملّایان ہمراہ گرفتہ جہت ہمیں مہم باگرہ رفت و از جلال الدین اکبر
بادشاہ رخصت گرفت و گواہان دروغ را تعلیم گواہی دادہ ہم مرزا مقیم و ہم یعقوب میر را

---

[1] قاتل کو قتل کرنا۔ مقتول کے عوض میں قصاص۔

بقتل رسانیدند چنان ایقادِ نائرۂ فتنہ کردہ اند و آتش شور و فساد انگیختہ اند کہ میر سید حسینی کہ از سادات صحیح النسب حسینی بود در ہمان فتنہ و غوغا بشہادت رسانیدند۔

آخر جلال الدین اکبر بادشاہ چون بسرحد کمال تعقل و فطانت رسید و بر کیفیت فتنہ انگیزی ہائے ملا عبد اللہ و بر حقیقت شور و فساد ملایان وقوف و اطلاع یافت۔ تمام ملایان را از لکہ[1] ہند اخراج کرد و بعضی را قتل و کشتن فرمود و ملا عبد اللہ را ہمہ بجانب گجرات فرستاد و جملہ اہل فتنہ و فساد را از قلم رَو خود بدر کشید و تمام ممالک ہند و گجرات از شر آن مفتیان و مفسدان پاک و بغش ساختہ بانواع عدالت و آثار رفاہیت معمور و آبادان ساختہ کہ تمام فرقہ و اقوام و طوائف و اصناف انام از ارباب ملل و ادیان و عبدۂ اصنام و ارباب مذاہبِ اہل اسلام و اصحاب شرائع و احکام خواص و عوام بیکدیگر ملاقات و معاقدات می کنند و باکید بیگر تمدن و تعاون می نمایند و بیچکس معترض کسے نمی تواند شد و کسے مجال نہ دارد کہ باکسے سخن مذہب و ملت یا اعتراضِ دین و شریعت کند۔

علی کوکہ کی متعصبانہ سازشیں

و این علی کوکہ و وقتی کوکہ ازین فتنہ و شرانگیزی تسکین و قرار نیافتہ بعد از چندگاہ کہ بر حسین شاہ مرضِ ایلج آغاز کرد۔ او را بانواع مکر و حیلہ بران رسانید کہ علی شاہ کہ برادر عزیز او بود و یوسف شاہ فرزند ارجمند آں سعادت مند بود و سید مبارک خان کہ یکی از مبارزان بجان پیوند او بود بگیریم و در بند و زنجیر اندازیم و یک فرزندے از فرزندان حسین شاہ بمسند سلطنت بنشانیم و مملکت کشمیر را ہا مردو باتفاق یکی ملک متصرف و حاکم شویم۔ بعضی از ندیمانِ حسین شاہ این معنی بسمع علی شاہ رسانیدند و علی شاہ از ترس و ہراسِ مکر ایشان گاہے بطرف مراج و گاہے بطرف کمراج بہانۂ سیر و شکار می رفت بعد از روزے چند بہ مصلحت و تدبیر میران سید مبارک خان بہانۂ شکار از شہر برآمدہ در قصبۂ سوپور نشست و میران سید مبارک خان در شہر از روئے تدبیر و مصلحت ملکی بہ علی خان و ابیہ شاہ: لولی ملک لوند عہد و پیمان استوار کردہ محمد بٹ را جہت برآوردن آنہا گماشتہ خود از حسین شاہ مرخص شدہ عنان عزیمت بطرف سوپور معروف نمود و علی کوکہ ازین معانی شوری یافتہ دوسر

---

[1] بمعنی حصّہ

معتمد خود بطلب علی خان فرستاد تا او را بدرین خانه آورده بند کند۔ علی خان از خانهٔ خود برآمده بمردانگی تمام متوجه سوپور شد۔ کسانیکه بطلب او آمده بودند وایں خبر به علی کوکه رسانید وعلی کوکه مردم بسیار بدنبال ایشان فرستاد که تا در اثنار راه بایشان رسیدند و برادر علی خان دولت چک چند کس همراه خود گرفته بجنگ ایشان روئے نهادند۔ بمردانگی خود مردم متعقب را از خود دفع می کردند تا که ایں دولت چک مردم بسیار از جانبین مجروح و زخمی شدند و علی خان با جمعیت خود به سوپور رسید۔ و ایبه شاه هم درهمان روز از سیروشکار گریخته پیش علی شاه رسید و بعد از روزے چند ابدال خان که در کوهستان پردیخ بود وایں خبر شنیده به تعجیل آمده به علی شاه ملحق شد و لولی ملک هم از شهر گریخته با جمعیت و پسران از راه شهاب الدین پور پیش علی شاه رسید۔ چون لشکر بسیار پیش علی شاه جمع شد از قصبهٔ سوپور برخواسته متوجه بجانب شهر شد و دران روز در موضع فتح یاری علی شاه نزول فرمود و لنگاش و تدبیر علی کوکه و دتی کوکه باتفاق بجی ملک بران قرار یافت که برسر علی شاه شبخون باید شتافت مگر درحالت غفلت قوم کارے برایشان توان ساخت۔ دتی کوکه مذکور خبر ایں تدبیر فی الحال بموضع فتح یاری نزدیک علی شاه فرستاد و داؤد بٹ بلوکه یکے از ملازمانِ میران سید مبارک خان بود طلب نموده ازیں حال اطلاع فرمودے

مبادا که رسم شبخون بود — خردمند داند که چوں بود
یزکدار[۱] مگذار امشب چناں — که یکدم نخسپد چو تیارگاں
اگر چشم برهم زنی بهر نوم — دراں نوم برهم خورد جمله قوم
همیں پند در گوش داری و بس — رهی خویشتن گیر واز کس ترس

داؤد بٹ با مبارزانِ لشکر خود در موضع هانجی دیره رفته منتظر آمدنِ لشکرِ مخالفان نشست۔ چون دران شب لشکر مخالفان شبخون تاخت برسر لشکر علی شاه آوردند وخبر آں حال نزدیک علی شاه فرستاد وخود بمحاربه و مقاتلهٔ مخالفان درآمد وجانبین مردم مجروح و زخمی شدند و مبارزان حسین شاه را مجال قدم پیش آمدن نماند۔ آخر تیرباران کرده۔ چند مبارز میران سید مبارک خان بقتل رسانیده طبل بازگشت کوفته به عسکر خویش رفتندے

۱؎ فوج کا سردار۔

کنون نیست این جائی جائی درنگ چناں گشت بر مرد بیدار تنگ

چنیں است کردار گردند دہر گہی نوش پیش آورد گاہ زہر

وعلی شاہ علی الصباح پیش رو لشکر خود سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان ساختہ بطرف شہر رواں شد وبموضع زین کوٹ نزول فرمود۔ یجی ملک وعلی کوکہ وبعضی اشراف این دیار ہر آئینہ حساب محاربۂ را ملاحظہ گفتند کہ ہرکہ این تمام جماعت مغلان بیگ داؤد بٹ میران سید مبارک خان رابمبارزت خود کار پیش بُردند۔ فرد انکدام جرأت مبارزت با امرایان وسرداران علی شاہ می کند مصلحت این معنی اداکردہ گفتند کہ قبائے زیبائی خلافت بر قد قدر ہیچ مردے جز علی شاہ چست ودرست نمی آید۔ از روئے تامل وتدبیر کار پرداختہ چتر وتاج شاہی وقطاس شاہنشاہی بدست مطلع الانوار ومنبع الاسرار باباخلیل اللہ نزد علی شاہ فرستادند از خدشۂ خاطر وہراس برہم زدگیِ لشکر فرزندان ویجی ملک ودولت خان وبعضی مبارزان این دیار بجانب خانہ سید مبارک خان عنان عزیمت معطوف گردانیدند۔

علی شاہ

بتاریخ سنہ نہصد وہفتاد وہشتم ہجری حسین شاہ از سلطنت معزول شد وعلی شاہ ظفر قرین بتاریخ مذکور بسریر سلطنت نشست ودر زمان غازی شاہ علی شاہ سید مبارک خان را برخود متفق ساختہ برائے تقویت وتمشیت سلطنت خود عہد وپیمانے مستحکم ساختہ بود ودر حین جلوس بر سریر سلطنت جہت وفائے عہود خود تمام مدار حکومت بر ذات سید مشارٌ الیہ قائم داشتہ دختر خود بعقد نکاح فرزند او شاہ ابو المعالی داد ودر خلال این حال علی شاہ بر مواثیقِ عہدِ استوار خویش ثابت قدمی ورزیدہ۔ یجی ملک وغیرہ کہ با شوکت وشکوہ بخانۂ میران سید مبارک خان پناہ آوردہ بودند ودر واقع علی شاہ بغض وعداوت ایشان باقصی الغایتہ داشت وجہت محبتِ این دعوی علی شاہ وثبوت این مدعی قلم خجستہ رقم بتحریر حکایت چند موید آن اقدام نمائد۔ این حکایت بران جملہ است کہ در اول جلوس سلطنت علی شاہ تمام خویش واقارب حسین شاہ ومشیران ومدبران بہ یک اتفاق شدہ درچشم کندن واسیر نمودن۔ حسین شاہ مصلحت فرموند۔ چون سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان ازیں مشورت اطلاع یافت بر سبیل ادرحم کردہ علی شاہ را گفت کہ ازیں مصلحت درگذرید کہ تصرف ولایت کشمیر وبلند مکانی سلطنت او رو بویرانی کشیدہ حالا تجدید تعمیرش بسعی واجتہاد مبارزان ایشان زیب وزینت

نہ پذیرد ؎

هر کہ آمد عمارت نو ساخت — رفت منزل بدیگرے پرداخت
واں دگر پخت ہمچناں ہوسے — این عمارت بسر نبرد کسے
یار ناپائدار دوست مدار — دوستی را نشاید ایں غدار

علی شاہ ایں سخنِ سنجیدہ و مصلحت پسندیدہ بہ طبیعتِ مبارزت او خوش آمد و از مصلحت چشم کندن و اسیر کردن او برگشت۔ فی الحال بصورت دلجوئی کہ عین حیات حسین شاہ بود در آمد و خزانہ و حشم را کہ از آں جملہ نزدیک او ماندہ بود ہمراہ او دادہ بمنزل مقصود او کہ موضع زینہ پور بود بدان طرف رخصت فرمود ؎

سخن بمدحِ تو آراستن غرض آنست۔
کہ نزد اہل خرد رونقی بود ما را
دگر نہ منفعتِ آفتاب معلوم است
چہ حاجت است بمشاطہ روئے زیبا را

بعد از یک سال و چند روز در موضع مذکور حسین شاہ عالی جاہ داعی حق را لبیکِ اجابت فرمود ؎

گیتی کہ نشیمنِ زوال است — کہ نزد اہل در محال است
ماتم کدہ ایست تیرہ و تنگ — در روئے نہ وفا بود و نہ رنگ

اندرونی سازشیں

و ایں فلک ستیزہ کار ارباب وفا را آسودہ حال نمی گذارد۔ دریں خراب آبادِ بے بنیاد تعریف وسعت ہمت علی شاہ و حسن تدبیر مبارزت سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان تا قیام قیامت دریں دیار باقی ماند و ایں حکایت نیز برین جملہ است کہ بعد ازیں فتنہ دو سال دیگر علی خان ولد نوروز چک با امرایان طایفہ جہت مخالفت علی شاہ عہد و پیمان استوار می کرد کہ درین مملکت حاکم و والی شویم ارباب احتیاج مملکت شعور بر قصد ایشان یافتہ دریں کار علی شاہ را مطلع گردانیدند کہ درین کار ہزار ہزار چشم مردم مخالفت باتفاق علی خان شب و روز درین قصد بیدار اند۔ چوں شکوۂ مخالفت او بگوش علی شاہ رسانیدند

ومبالغہ کردہ ایں معنی اورا کردند۔ اشارت بکشتن او فرمودند۔ چوں سید مشارٌ الیہ ازیں حال اطلاع یافت خیالِ کشتنِ او بہ مبالغہ والحاح[1] از ضمیر علی شاہ دیندار بازگردانیدہ اورا از سلطنت و حکومت وزارت کہ بہ از امارت بود معزول گردانیدہ بوطن مالوف او بکہراج فرستادند و علی خان درآن جا خود را بصبر نتوانست نگہداشت و احسان علی شاہ و شفاعت سید مشارٌ الیہ در سر خود انداختہ۔ از موضع مذکور فراہم نمودہ جہت طلبِ کومک و مدد در لاہور پیش حسن قلی خان رفت و در سلطنت علی شاہ مردم فتنہ جو روزے خدمت بطرف او نہادہ و تہمت ایں تفضیہ در صحبت علی شاہ مردم مخالف سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان مذکور کردند۔ دریں حال از بلدۂ لاہور خبر بہ کشمیر رسید کہ علی خان از ملازمت حسن قلی خان واسطہ تکبر صحبت او خوب نہ برآمد از آنجا فرار نمودہ بکوہستان محمد کوٹ در آمد و فی الحال لشکر علی شاہ بموضع مذکور رفتہ اورا محاصرہ کردہ گرفتند و نزدیک علی شاہ آوردند ؎

از کبر مدار ہیچ در سر ہوسے | از بجاے نہ رسیدہ ست کسے
چون زلفِ بتان شکستگی عادت کن | تا صید کنی ہزار دل بہر نفسے

اورا چندگاہ در خانۂ زمین دار جبّر در حبس نگاہداشتند۔ بعد از یکسال و چند ماہ ہمازی او سید شاہ مشارٌ الیہ نزدیک علی شاہ کردہ واز کینہ وری او گذشتہ از قید زنجیر خلاص گردانیدند و برسم انعام صد دینار زر سرخ برہانیدند ؎

ہر طرح کہ انگنی چوں مردان | جہدے بکن و تمام گردان
یعنی مسلّم کہ برفرازی | باید کہ دیگر نگوں نسازی

و در سلطنت علی شاہ سید مشارٌ الیہ بر سریر عمارت و مسند حکومت حاجت محتاجان بدیں نوع زیب و زینت داد۔ ایں حکایت بریں جملہ است کہ ابیہ شاہ ولد غازی شاہ کہ اکثر از خیال ایالت و حکومت ایں ولایت در سر داشت۔ زبان عیب و غیبت در شان یوسف شاہ کشود۔ چوں ازیں حال یوسف شاہ اطلاع یافت در وثاقِ او رفتہ باحسین جیو[2] اورا گرفتہ بضرب سیوف بقتل رسانیدہ بطرف سوپور رُو کرد۔ اکثر امرا زادہائے ایں دیار عقب ایشان مراجعت نمودند و خرابی در سلطنت علی شاہ پدید آمد و ابدال خان دریں باب بسیار مبالغہ کرد کہ باکس من عہد با خدائی

---

[1] منّت کرنا [2] مصاحب

بستہ بودم کہ من ہم او نزد علی شاہ بسازم و نقد جانِ او در خزانۂ حیاتِ او محافظت نمایم۔ او دریں باب تصدیق نمودہ تا ایں زمان بہمہ اتفاق راضی بود۔ حالا ہم او بقتل و کشتن بکفائت رسید ؎

وفادار آئینِ شاہنشہی است
عُمِ عہد خوردن زکار آگہی است

چوں ابدال خان مبالغہ دریں قضیہ بسیار نمود علی شاہ لشکر باشوکت وشکوہ ہمراہ ابدال خان جہت قمع و قلع تعین فرمودہ۔ گفت کہ نقصان عہد و خلاف عہد مکن کہ شامت آں زود برتو میرسد ؎

نیست بریں مردم صاحب نظر　　خدمت از عہد پسندیدہ تر

سیّد مشارٌ الیہ سید مبارک خان ازاں سخن رو برتافتہ با ابدال خان گفت کہ بعہد خود وفاگری واز دمِ عیسوی خود اورا زندہ نخواہید کرد و ہرچہ بروئے نیکوئی خواہی بر فرزندان او بکن و درمیان ایں قضیہ سید مشارٌ الیہ بطرف یوسف شاہ امرِ نصیحتی نوشت اوامر نصائح ایشان دریافتہ دست از محاربہ قاصدان خود باز داشتہ۔ طبلِ بازگشت خود بطرف شہر کوفت۔ وایں نوع غبار فتنہ بغیر از تیغ آبدار مبارزان ایں دیار فرو نمی نشست۔ آخر بیک رشحۂ قلم آبدار خجستہ نگار غبار فتنہ و فساد فرو نشانید۔ وعلی شاہ را منّت دار و ممنون گردانید۔ خدشۂ ایں معاملہ از یوسف خان بخاطرِ ابدال خان ماند و آں را شرحاً پیشتر مذکور حواشی کردہ ؎

صحبت آنکس کہ بصدق وصفاست　　دامن او گیر کہ اہل وفاست

وایں حکایت نیز بریں جملہ است در صفت کرم علی شاہ و شفاعت سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان چنین آوردہ اند۔ روایانِ اخبار و ناقلانِ آثار شمس دونی و محمد مراج کہ امرایانِ طائفین ایں دیار بودند باتفاق سران و سرداران کشمیر داعیہ فتنہ انگیزی در سلطنت علی شاہ می کردند۔ ایں اخبارِ ارباب احتیاط ممالک متواتر باستادگان پایہ سریر سلطنت او رسانیدند۔ در استماع آں حال علی شاہ بلا توقف مبارزان ستودہ در گرفتن ایشان فرستادند۔ چون ازیں حال جماعت فتنہ انگیزان اطلاع یافتند۔ علی الفور سوار شدہ پناہ بخانۂ سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان آوردند۔ چوں ایں حال بوقت عرض علی شاہ دیں پناہ رسید و عفو کردن آں گناہ از برائے خاطر سید مشارٌ الیہ تقویت و حمایت میران سید مشارٌ الیہ بدین منوالِ یوسف شاہ منظور نہ داشت۔ چناں دست

فتنہ دریں دیار دراز شد کہ تدارکِ آن تا امروز اصلاح پذیر نیست و شرح آں واقعہ ان شاء اللہ تعالیٰ بیشتر مذکور خواہد شد و سید مشارٌ الیہ مرید میر لائی رضوی بود و ایشان را مقامات عالیہ و کرامات ظاہرہ بسیار داشت و تاریخ وفات او روز جمعہ اوّل وقتِ نماز۔ بسبب صحبت و تعلیم آداب او سید مشارٌ الیہ را ہمیشہ پائے رفتن در مساجد و مزارات اولیاء اللہ و درویشان فناً للہ داشت و باقی صحبت ایشان بیشتر سمت تحریر خواہد پیوست ؎

در مسند نازکی نشیند بمراد آنکس کہ در نیاز بر دل بکشاد

علی شاہ کی انصاف پروری

رسوم چشم کندن و مردم کشی و اعضا بریدن کہ در سلاطین ماضی و حکام سابقہ معیار شدہ بود۔ ایں علی شاہ در سلطنت خود برطرف نمود و قواعد عدالت گستری و مراسم رعیت پروری کما ینبغی مرعی می داشت و در ہیچ دقیقہ از دقائق معدلت و نصفت و حقائق احسان و شفقت بر رعایا و برایا نمی گذاشت و تمام طوائف و قبائل امرا و حکام افتادہ را برپا ساخت و مدّت حکومت او در تمام نہ سال بود و ہمیشہ در ایام حکومت خود پرستشِ حق سبحانہ و تعالیٰ و بہ ادائے فرائض و واجبات و ترک قبائح و محرمات و انقیاد امر و نہی و اتباع سنّت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم می کرد ؎

چوں بندگان حق ہمہ فرمان تو برند تو نیز بندگی کن و فرمان حق ببر

ہر بادشاہ کہ خدمت سلطان کمر ببست بندند خلق ہم ز پئے خدمتش کمر

انتقال

دیگر در سلطنت حکومت یوسف شاہ بر قلوب ظاہرہٴ احباب و صدور صافیہ استحقاق روشن تواند بود۔ کہ علی شاہ در ایام حکومت و سلطنت خود چنان مقرر نمودہ بود کہ ہر روز صباح و مساء در میدان عیدگاہ بسیر و چوگان بازی حاضر می شد۔ بابا خلیل اللہ از اسرار عالم غیب واقف شدہ نزد علی شاہ بمبالغہ و الحاح گفتہ فرستاد کہ ازین بیشتر در چوگان بازی با خطر و ضرر دارد۔ چوں روز دوم فراموش آن حال کردہ بچوگان بازی درآمد۔ ناگاہ بتقدیر الٰہی سنہ نہصد و ہشتاد و ششم ہجری با ہمہ امرا و سپاہ حاضر شد۔ و در استاد چوگان بازی قاصد اِذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃً ولا یستقدمون از درگاہ حضرت بہ وے رسید۔ پیش

از بردنِ گوئے از میدانِ عیدگاہ صُولجانِ قضا گوئی جانش از میدانِ زندگانی بجوارِ سبحانی برد۔ شاہ عدالت شعار خواست کہ بضرب چوگان گوئی از میدان ببُرد از زخم گردن پشت شکمش بر پشک زین خورد و دردہ اش پارہ شد و جگرش برہم خورد و عنانِ اسپ بگرداند۔ بمنزل مراجعت نمود۔ اول چاشت بود کہ بخانۂ خود رسید۔ بمجر رسیدن جان بجہانِ آفرین تسلیم کرد ۔

اگر صد سال مانی یا یکی روز
بباید رفت ازیں کاخ دل افروز

ابدال خان کی بغاوت

چوں ابدال خان از وفات علی شاہ مغفرت پناہ اطلاع یافت بخیال سلطنت و حکومت ایں دیار با جمیع مبارزانِ خود فوج را ترتیب داد بصلابتِ تمام بخیال جنگ و محاربۂ یوسف خان بوضع نوٹ (نوہٹہ) افتاد۔ چوں ازیں قضیہ یوسف خان مطلع شد۔ جہت دفع آں حضرت از مبارزان و مشیرانِ بدرِ خود مصلحت طلب نمود۔ علاج آں فتنہ کسے نمی توانست کرد۔ بازیٔ آں ہر دو حریف در بساطِ جنگ چون بازیٔ شطرنج قائم ماند۔ چوں شرح ایں حال سید مشارٌالیہ سید مبارک خان شنید و جمعی مبارزان با فرزندانِ خود تربیت دادہ بطرف نصر علی شاہ شتافت۔ درخلل ایں حال با یوسف خان مقدماتِ صلاح انگیز و براہین حجت آمیز در باب ابدال خان مرتب نمودہ با شرائط چند مرتب ساختہ بدست مشائخ کشمیر بابا خلیل اللہ نزد او گفتہ فرستاد۔ چوں قضیہ ہائلہ قتل ابیہ خان با وجود وساطت خود از دست یوسف خان معائنہ و مشاہدہ نمودہ بود بر قول و فعل ایشان اعتماد نہ نمودہ۔ مواعظ و نصائح آنہا چون باد در مشت و آب در غربال انگاشتہ مطلقاً التفاتی بطرف ایشان نہ نمودہ۔ نہال در زمین سینہ آبِ مخالفت پرورش داد۔ آخر آں شجرۂ بغض و عداوت بار آورد و سخن از حد اعتدال بخصومت و جدال کشید۔ از نصائح بابا خلیل اللہ دفع رفع آں فتنہ و فساد نشد و باز بمصلحت یوسف خان بابا خلیل و محمد بٹ ہمراہ گرفتہ سید مشارٌالیہ بجانب ایشان نہضت نمودہ۔ نصیحتی کہ لائق آں حال بود تمام گفت۔ کہ قبائے دیبائے زیبای بر قد قدر ہیچ مردی جز یوسف شاہ چست و درست نمی آید۔ زیرا کہ خلاصہ اولادِ علی شاہ او دست و نظر رحمت و عاطفت علی شاہ کہ در بارۂ او داشت ملاحظہ نمودہ۔ وزارت او بہ از امارت ایشان دانستہ در کار شتاب زدگی مکن و نصائح دوستان عینِ صلاح و سواد حال خود دانستہ در

در دائرۂ محبت و اتحاد نقطہ دار با استوار نمودہ - ہیچ وجہ تجاوز تخالف بر خود جائز ندارد و طوعۂ و رغبتہ بگوشش ہوش اصغا نمایند و الا ہر آئینہ غبار مضرت و جفا بر دامن ہمت و وفا لاحق و طاری خواہد گشت ؎

کاری مکن کہ وحشت زشکم فزوں شود | صیدی چو من زدام وفائت برون شود

کاری مکن کہ دل بگریزد ز بند تو | رفتی بعنکر آنچہ دگر صید چون شود

و ابدال خان در مصلحت پیران سید مشار الیہ در نیامد و قضا کار خود کرد کہ آں ہمائی اوج سعادت کہ در دام او افتادہ بود بکار او از روی تامل رائے پرداخت و باز آں دولت مند بطرف یوسف شاہ دلہ ساخت و بعضی اشراف این دیار سستی رائے تدبیر نا صائب او دیدہ زبان عیب و غیب در شان او کشودہ سید مشار الیہ را محاربۂ او آوردند و تعجیل دران کار نمودند - چوں شیوۂ خرد مندان دوربین و شیمہ روشن دلان بنور یقین چنیں است کہ اول مقدمۂ صلح را بموجب "الصلح خیر" تمہید می نمایند و تا امکان مصالح باشد در جنگ و جدل و مُبارزت و پیشدستی نمی نمایند - مثنوی ؎

چو کاری بر آید بلطف و خوشی | چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی

طریق خصومت بسے ناخوش است | چہ ناخوش سراسر ہمہ آتش است

بسی رفت سر در سر دشمنی | نباید کشادن در دشمنی

اگر پیل زوری وگر شیر جنگ
بہ نزدیک من صلح بہتر ز جنگ

چوں سید مشار الیہ پیغام خیر انجام صلاح باز بہ ابدال خان رسانید بگوش رضا نہ شنید بلکہ موجب ازدیاد مواد عنادش گردید ؎

جوانان شائستہ بخت ور | زگفتار پیران نہ پیچند سر

لہ توجہ سے سننا۔

آٹھواں باب

سلطان یوسف شاہ

از معاینۂ ایں حال آتش غضب سید مشارٌ الیہ اشتعال پذیر رفت فی الحال قبای
دیبای خلافت بر قد قدر یوسف شاہ چست و درست گردانیدہ۔ تاج شاہنشہی بر فرق ہمایون
آثار یوسف شاہ نہادہ برسم شاہان ذوی الاقتدار قطاس بر سر مبارک ایشان راندہ۔ سایۂ چتر
سلطنتِ بادشاہی بر سر آں سرور کشیدہ۔ داعیۂ محاربۂ او مصمم گردہ۔ جمعی از مبارزانِ ایں دیار
ہمراہِ محمد خان ولد حبی چک ہراول لشکرِ یوسف شاہ گردانیدہ۔ خود بسعادت واقبال با فرزندان
و مبارزانِ خود علم مبارزت بر قلب لشکرگاہ برافراختہ طبل محاربہ و مجادلہ کوفتہ بطرف ابدال خان
مراجعت فرمود ؎

یقصد مش کرم سعی سستی کند
مبادا کہ او پیش دستی کند

و لشکری ہمراہ یوسف شاہ ترتیب دادہ جہت تقویت و تائیدِ افواجِ نصرت شعارِ خویش دراثر
لشکر خود متعین ساختہ بداں جانب نہضت نمود۔ اتفاقاً پیش از وصولِ لشکرِ سید مشارٌ الیہ را محاربہ
و مقاتلہ با محمد خان انجامید بشرح آنکہ شمس چک ولد دولت چک و میر محمد ولد عیدی رینہ و میر حسن

ولد بخی ملک وغیرہ بہ حملۂ مبارزانہ بر فوج او آوردہ او را زبون ساختہ و از محاربۂ او پہلو تہی کردہ بمقابلۂ فوج سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان جنگ پیوستند۔ اول کسے کہ بر سر آں جماعتِ مبارزان مرکبِ شجاعت تاخت میراں سید جلال خان ولد سید شاہ ابو المعالی ولدان سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان بودند و حربی مردانہ و جنگی مبارزانہ در پیوستہ اند و نصرت چک ولد شمس چک بدستِ جلال خان بمیدان مبارزت بقتل رسید؎

دریں باغ سروے نیامد بلند
کہ باد اجل بیخش از بن بکند

دوران محل شاہ ابو المعالی بقوتِ مبارزت تعجیل نمودہ ہمراہ شمس چک آتشِ محاربتِ او را تیغ آبدار نتوانست فرونشاند۔ از ضربِ دستِ او مجروح گشتہ بعسکرِ خویش بپیوست و ملا محمد امین مبارزت شاہ ابو المعالی بدین وجہ فرمود "اولاً شاہ بر سرِ صف زد" چوں ابدال خان برہم زدگی مبارزان خود دید۔ حملاتِ مرد افگن کردہ محاربہ و مقاتلہ با سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان انجامید۔ آخر بزخم تیر شاہ ابو المعالی مجروح شدہ بمقابلۂ سید حسین خان آمد و سید حسین خان تعجیل نمودہ تیغ بر تگید بجگر کشید۔ بمحاربہ و مقاتلہ باہم آمیختند۔ آخر بضربِ شمشیر سید حسین خان بقتل رسید؎

نہالی بصد سال گردد درخت
ز بیخش بر آرد یکی باد سخت

حبیب خان بعد از قتل پدر از میدان مبارزت بدر رفت و متعاقبِ او سید جلال خان مرکبِ شجاعتِ تیز راند کہ تا بروی حربی و ضربی نمائد و حبیب خان در عینِ فرار تیر بر پہلوی جلال خان زد کہ جوشن او بریدہ سر پیکان بر سرِ جگرِ او نشست و بر مرکبِ مبارزت قابضِ ارواح را لبیکِ اجابت فرمود و ایں طائفہ ساداتِ بیہقی دران محاربہ چناں مبارزت نمودند کہ تمام مبارزان ایں دیار نزدیک خویش و تبار ہفتاد پشت ایشان تحسین و آفریں می نمودند؎

مرگ در چشم ہر کہ خوار بود	در شجاعت بزرگوار بود
ہر کہ جان را عزیز می دارد	با جہاندار یش چہ کار بود

ہنوز یوسف شاہ در حرب گاہ نہ رسیدہ بود کہ سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان بر گروہ باشکوہ

اعدا مظفر و منصور گشتہ بحسرت تمام خوشحالی لاکلام طبل مراجعت کوفتہ در خلال راد با یوسف شاہ ملحق شدہ ۔ زبانِ تہنیت و مبارکبادی بر دوستانِ یک جہت و اتحادی کشودہ انواع لشکر باری و اصناف سپاس داری مذکور ساختند ؎

ہر کہ را بخت مساعد بود و دولت یار
ابد الدہر مظفر بود اندر ہمہ کار

قاضی موسیٰ کی سازش

لاجرم عنانِ عزیمت بوثاقِ خویش گردانید و یوسف شاہ در میدانِ حرب گاہ رسیدہ لاشۂ خون آلودہ ابدال خان دیدہ ہیچ احدی را بتجہیز و تکفین او مرخص نساخت بہ منزلِ خود مراجعت نمود۔ قاضی موسیٰ کہ دران زمان زمام مسائل شرعیہ برائے صائب او مفوض بود خالصاً لوجہ اللہ مقید باجازت و رخصت یوسف شاہ نگشتہ و جرأت و دلیری تمام نمودہ دران رزمگاہ رفتہ۔ لاشۂ او از خاک و خون برداشتہ در گورستان آباؤ اجداد او سپرد۔ چوں آں روز از صبح تا شام دتگاپوی محاربہ و مجادلہ فرصت وقت مقتضی آں نشد کہ بہ سپردن کشتگان پرداختہ شود۔ لاجرم فردائے او صباح بگاہ سید مشارٌ الیہ فرزندی کہ آنروز کہ دران معرکہ مقتول شدہ بود در مزارستان آباؤ اجداد خویش تدفین و تکفین کردہ باز بہ صحبت یوسف شاہ پیوست و یوسف شاہ پدر بزرگوار خوش علی شاہ را بر داشتہ بمکانِ آباؤ اجداد او رسانیدہ ۔ بتاریخ ہشصد و ہشتاد و ششم ہجری بر سریر سلطنت و مسند حکومت نشست ؎

چنیں است آغاز فرجام جنگ
یکی تاج باید یکے گور تنگ

و مسند وکالت بہ محمد بٹ سپرد و بعد از چند روز ایں واقعہ سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان دم از فروتنی و نیستی زدہ فرزندانِ خود را دست گرفتہ بحضور کلان تران ایں دیار بہ یوسف شاہ پیر کرد کہ ایں ہر سہ فرزند شرائطِ اخلاص و اعتقاد در ملازمتِ شما بجا خواہند آوردہ ما بقیۃ العمر فارغ البال بودہ در گوشۂ عزلت بطاعت و عبادت حق تعالیٰ اشتغال خواہم کرد و ایں حال بر ہمگنان بلکہ بر عالم و عالمیان روشن و مبرہن است کہ مدتِ مدید و عہد بعید است کہ ایں ہوس در سر عزیمت و ایں اندیشہ در خاطر ہمت من رسوخ داشت اما چون خاطر فیض مآثر مغفرت پناہ علی شاہ ہر وقت مارا عزیز و گرامی بود۔ ایں التماسِ من بر منصۂ ظہور از خاطر ایشان عزّ صدور نمی یافت ۔ باستماع

ایں سخن یوسف شاہ سر رضا جنبانید و میران سید مبارک خان اظہار بہجت و سرور نمودہ متوجہ منزل شد و بالکلیہ ملاقات یوسف شاہ ترک نہ کردہ گاہ گاہ در صحبت و مصاحبتِ او آمد و شد می کرد۔

تا مدتِ دو ماہ و چند روز ایں حکومت محمد بٹ کہ در زمان جلوس یوسف شاہ قرار یافتہ بود۔ چوں ابدال بٹ نیز ذوقِ منصبِ وزارت در خاطرِ خود راسخ داشتہ و او را ایں پایہ و مرتبہ میسر نہ شدہ لاجرم تخمِ کینۂ یوسف شاہ در زمینِ سینہ کاشتہ۔ مقدماتِ شور و شر انگیز با مردم آں دیار ممہد[1] ساختہ بعضی مردم را بغریب در ریب متفقِ خود ساخت علی الخصوص چوں التفات و رجوعِ سید مشار الیہ سید مبارک خان بمصاحبتِ یوسف شاہ کمتر دید ایں معاملہ را رخنۂ عظیم در سد سلطنت او یافتہ۔ اکثر مردم مانند علی خان ولد نوروز چک و لوہر خان ولد شنکر چک و علی ملک ولد فتح چک و شمسی چک ولد نجی چک را با وجودِ قرابت و خویشی نزدیک با یوسف شاہ داشت۔ سخنانِ باطل و تباہ تر سانیدہ وہراسانیدہ بدائرۂ اتفاقِ خود در آوردہ۔ بوقتِ فرصت در نیم شب برمرکبانِ فتنہ و فساد سوار شدہ و پلہای ہر شہر بریدہ بتاریخ شانزدہم ربیع الثانی سنہ نہصد و ہشتاد و ششم ہجری پناہ بخانہ میران سید مبارک خان آوردند و سر عجز بقدم العالی ہم نہادہ و زبانِ نیاز و زاری کشودہ۔ مذکور کردند کہ اہل کرم اربابِ احتیاج را محروم نگرداند و دستِ رد بر جبینِ ایشان نہ زنند و ما امروز از حوادث زمانہ پناہ بدرگاہ صاحب کرم و مروت آوردہ ایم ؎

گر بہ شمشیر سیاست می نوازی حاکمی
ور بہ تشریف غلامی می پذیری بندہ ایم

یوسف شاہ اور سید مبارک کی جنگ

از مشاہدۂ ایں حال سید مشار الیہ سید مبارک خان مضطرب گشتہ در بحر حیرت فرو رفتہ بدستورِ سابق چنانچہ شرح آں در اوراقِ گذشتہ در داستانِ ذکر علی شاہ مذکور شد۔ قصدِ کشتن و بستن و خون ریختنِ آں جماعہ نہ کرد و فی الحال جہتِ شفاعت آں جماعت سوار شدہ متوجۂ ملازمتِ

---

[1] تمہید کرنے والا۔

یوسف شاه شد۔ در اثناء راه شنید که این جماعت از ترس و هراسِ مبارزانِ یوسف شاه
پلهای نهر شهر بریده۔ ابوابِ فتنه و آشوب بر روئے یوسف شاه کشودند۔ و راه عبور بسببِ
بریدنِ پلهای نهر شهر مسدود شد۔ لاجرم عنانِ عزیمت معطوف گردانیده در مسجدِ عیدگاه
نشسته جهتِ شفاعتِ این جماعت بابا خلیل الله بحضور خود طلبید و پیشِ یوسف شاه
گفته فرستاد که از اخلاقِ حمیدهٔ ایشان متوقع آنست که بوفق دستور آبا و اجدادِ خود کنند
بدرخواست و شفاعتِ این جانب از جرائم مهتران و کهتران این دیار درگذشته عفو و
عنایت بحالِ ایشان مبذول می فرمودند۔ از سرِ تقصیراتِ این جماعه اغماض نموده و در
سایهٔ حمایتِ خود در آورده۔ امن و امان شاملِ حالِ ایشان گردانند۔ هرچند سرحلقهٔ واصلان
درگاهِ بابا خلیل الله بمبالغه و الحاح سخنانِ مطبوع و مرغوب بجهتِ تسکین این آشوب
گفته۔ مدبران و مشیران التفات بسخنان ایشان نه نموده۔ بران اتفاق نمودند که این
جماعهٔ ناهموار برگشته روزگار را مجرمانه دارگرفته و دست و پا بسته پیشِ یوسف شاه حاضر
باید ساخت و هر که حمایت و جانب داری ایشان خواهد نمود هر آئینه در معرضِ تلف و
هلاکت خواهد بود۔ این قسم سخنان به بابا خلیل الله گفته از موجبِ التماسِ میران سید
مبارک خان او را مایوس کرده واپس گردانیده۔ متعاقب او شجاعتِ نشان محمد خان
ولد حبی چک که از جملهٔ شجاعانِ عساکر نصرت مآثر ایشان بوده بمقابله و محاربهٔ سید مشارٌ الیه
سید مبارک خان فرستاد۔ آن عساکر پلِ نهر شهر که پائین لنگر بابا بلبل واقع است تجدید
کرده با حشم و خدم عبور نموده در میدانِ عیدگاه با سید مشارٌ الیه سید مبارک خان جنگ
در پیوستند۔ چون سید مشارٌ الیه دید که طریقهٔ صلاح و صواب برهم زده راه مخالفت و
بیوفائی سلوک داشته اند فی الحال سلاحِ جنگ بر خود آراسته کرده بر مرکبِ مبارزت سوار
شده با جماعهٔ اندک بآن لشکرِ بسیار ایستاد و خود را در مقامِ صبر نگاهداشته۔ باز شفاعتِ
آن جماعت بدستور سابق درخواست نمود۔ مبارزانِ یوسف شاه التفات بسخنانِ او نه نموده۔
او را با آن جماعهٔ اندک مفت خود دانسته بنیاد تیر و تفنگ و آتش بازی بقوّتِ تمشیت و
تقویتِ یوسف شاه نمودند۔ سید مشارٌ الیه بغرور شجاعت و مردانگی که در ذاتِ ایشان
جبلّی و اصلی بود بے محابا با جماعهٔ کثیر جنگی عظیم در پیوست۔ چنانچه تاریخ نویسان در عبارت

نثر و نظم مذکور داشته اند ـ

نگارندهٔ شرح این داستان / چنین نقل کرد است از داستان

که میران مبارک شهی نامدار / بسے صبری کرد در کارزار

مگر در میان صلح آید پدید / که شمشیرشان بر نباید کشید

مرادی که در صلح گردد بتمام / چه باید سوئی جنگ کردن بکام

بسے کرد اندیشه در کارِ جنگ / مبادا که برهم خورد نام و ننگ

سوئی آشتی کس نشد رهنمون / نمودند رایش بشمشیر و خون

چون یوسف شه از صلح او بازگشت / بناچار با رزم دمساز گشت

زهر دو طرف لشکر آراستند / یلان سُوبسُو مردمی خواستند

عنان یک رکابی برانگیختند / دو دستی به تیغ اندر آویختند

چنان گرم شد آتش کارزار / که از نعلِ اسپان برآمد شرار

بسے گرد برگرد هم تاختند / بسے زخم چون آتش انداختند

پسر با پدر کین برآراسته / محابا شده مهر برخاسته

نمودند بسیار مردانگی / هم از زیرکی هم ز دیوانگی

بکوشش جهان بے دریغ آمدند / که بس خلق در زیرِ تیغ آمدند

ستیزه دو لشکر چو از حد گذشت / زمانه یکے را ورق در نوشت

جهان بین که با مهربانانِ خویش
زنامهربانی چه آورد پیش

چون بواسطهٔ عنایتِ تقارب عساکر طرفین مجال اعمال تیر و نیزه نبود لاجرم با خذ چوب و خناجر[1] و ضربِ سیوف و خناجر باهم در آویختند و محمد خان که دران زمان مبارزِ یگانهٔ این دیار بود اگرچه از مرکب شجاعت برزمین مبارزت افتاد امّا بر پاۓ خود استوار ساخته با مخالفانِ خود محاربهٔ مردانه نمود و به قتل رسید ـ

---

[1] جمع خنجر

مرد باید کہ ز شمشیر نہ گرداند رو
ورنہ از خانہ ہماں بہ کہ بہ میداں نرود

وعلی ملک کہ باتفاق ابدال بٹ باعثِ فتنہ وتباہیِ سلطنتِ یوسف شاہ بود۔ بضرب تیغ میر محمد ولد نجی ملک مذکور پرۂ بینی[1] او برید واز اسپ بر زمین افتاد ے

ہر کہ را راہبرش گلاغ بود
آخرش منزلش خراب بود

پاشارۂ لوہر چک ولد شنکر چک بالائے آں زخم دیگرش رسانیدند۔ آخر ہمیں الم بعد از چند روز فوت شد۔ وابراہیم گنائی کہ نامدار مبارز مفرری درمیانِ مبارزانِ کشمیر بود او بضرب تیغ سید حسین خان مقتول گردید واکثر مبارزانِ آں عساکر از دست مبارزت فرزندانِ سید مشارٌ الیہ زخمہائے گران وجراحت ہائے فراوان برداشتہ از پل نوکدل گذشتہ در میدانِ زالڈگر با یوسف شاہ ملحق شدند وبعضی مبارزان با لشکر میران سید مبارک خان ومخالفان یوسف شاہ پیوستند بایں سبب فتور وقصور عظیم در سلطنت یوسف شاہ راہ یافت ے

چو لشکر پراگندہ شد در نبرد | دگر مشکلش می توان جمع کرد
شگوفہ کہ ریزد ز بادِ بہار | نہ گردد دگر جمع بر شاخسار

ویوسف شاہ از وقوع ایں معاملہ زبانِ طعن وملامت بر مدبران ومشیرانِ خود کشودہ می گفت کہ ایں ہمہ از کوتہ اندیشی وقصورِ عقل ونارسائی شما بمارُو نمود۔ اگر بار اوّل شفاعتِ میران سید مبارک خان ودرخواست ایشان بہ روشِ قدیم قبول نمودید۔ ہر آئینہ ایں قسم ہزیمت ومحنت بحالِ مالاحق وطاری نمی شد ے

سر انگشتِ حسرت بدنداں گرفت
بدندانِ عزت گریباں گرفت

دراں حال مخالفانِ یوسف شاہ چوں شکستگی وسراسیمگی او را معائنہ نمودند۔ فرصتِ غنیمت دانستہ شتابان بہ نزدیک میران سید مبارک خان آمدہ۔ چناں مصلحت نمودند کہ اکنون عنانِ

---

[1] ناک کا نتھنا

۶. بیت بطرف یوسف شاہ معطوف گردانید کہ مبادا ازیں معرکہ بسلامت بدر رفتہ باز قواعد فتنہ و فساد قائم سازد ؎

فرصت غنیمت است در ہمہ بر کشاد　　چوں وقت فوت شد نتوان اندر رسید

فرصت چو در گذشت میسر نہ شد مراد　　تا چند پشت دست بدندان توان گزید

اگرچہ ایں مصلحت در شرائطِ بشاتیت مملکت بسیار خوب بود۔ امّا از شیوۂ خدا ترسی کہ در نہادِ ایشان راسخ بود ازیں سخن امتناع نمودہ در جواب ایشان فرمود ؎

با دوستان نزاع تو نیز زد برائے مال
جنگ از برائے جیفۂ[1] دنیا سگان کنند

از سرکوبیِ تعاقب درگذرید کہ یادگارِ اولاد و احفاد علی شاہ است۔ چون ازیں حال یوسف شاہ آگاہی یافت از روئے لاعلاجی برائے اخلاصی خویش در مقامِ رفق و ملائمت درآمدہ۔ ملّا حسن اسود کہ آخوندِ مغفرت پناہ علی شاہ بود عذر قضیۂ گذشتہ خود گفتہ بملازمت سید مشارٌالیہ فرستاد و آنچہ درباب معذرت تقصیرات خویش گفتہ بود۔ یک بیک ملّا حسن مذکور پیش سید مشارٌالیہ اظہار نمود۔ سید مشارٌالیہ ہمہ را بگوشِ ہوشِ اصغاء نمودہ زبان حال مضمون ایں ابیات مترنم ساخت ؎

اگر حق بگوئی برنجاندت　　اگر دوست خواہی عدو داندت

نصیحت شنو گر ترا دین توی است　　دمِ مردِ حق گو دمِ عیسوی است

چون اوّلاً التماسِ بارا بدستور سابق کسے قبول نہ کرد۔ ایں فتنۂ عظیم و فتراتِ بزرگ درمیان واقع شد و اگر ایں تہتک[2] و اضطراب جانبین واقع نمی شد۔ ہر آئینہ ہمیں ساعت شاہ مشارٌالیہ را طلب کردہ حجاب واقعات را مرفوع ساختہ باز بر تخت سلطنت می نشانیدم۔ اکنون کہ ایں فتنہ و فساد قوتِ ارتفاع گرفت حالا مصلحت آنست کہ شاہ مشارٌالیہ چند روز نواحیِ کشمیر در کوہستانی کہ آب و ہوائی او موافقِ مزاج شریف ایشان باشد با جمیع اسباب و خزائن و دفائنِ خود آنجا سکونت ورزند۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد از چندگاہ شاہ مذکور را طلب نمودہ

---

[1] حیوان مردہ جس میں بدبو پیدا ہو گئی ہو۔ [2] پردہ دری کرنا۔ رسوائی

باز بر سر تخت ایالتِ این دیار متمکن گردانیده خواهد شد۔

درخلال این احوال جهت خلل انتظام ہم یوسف شاہ حیدر چک کہ بعد از فتح محاربۂ مذکورہ از موضع کراج در ملازمت میران سید مبارک خان رسیدہ بود سخنان ناہموار ملا حسن در میان آورد۔ ملائے مذکور نیز بموجب میرانِ اشارۂ سید مبارک خان باو در مقام خطاب درآمدہ حرف ہائے دل خراشیدہ گفت کہ چون در خدمت آن عالی تبار ہمچون شمار صد ہزار پیشکار است۔ حرفِ اہانت ایشان بر زبان راندن مناسب رتبہ و حالتِ شما نیست ؎

سپاہی کہ عاصی شود از امیر   درا تا توانی بخدمت مگیر
ندانست سالار خود را سپاس   ترا ہم ندارد ز روی قیاس

میرانِ سید مبارک خان از صحبت ایشان اعماض نمودہ بابا خلیل اللہ و میران سید برخوردار و ملا حسین نزد یوسف شاہ فرستادہ رخصت انصراف داد۔ یوسف شاہ آنچہ اسباب بادشاہی داشتہ تمامی بخانۂ علی خان ولد نوروز چک بدستِ شجاعت شعاری و صلاحیتِ اطواری نجی ملک فرستادہ۔ خود بطرف کوہستانِ نائیگان کہ خاطرخواہ او بود متوجہ شد۔ در رختِ اقامت انداخت۔ مخالفانِ یوسف شاہ را این مصلحت مقبول و مطبوع بیفتاد و بہ پاداشِ این امن و امان بغض و کینۂ میران سید مبارک خان در سینۂ ایشان ماندہ ہر کدام بشوکت تمام باتفاق علی خان و ابدال بٹ از موضع عیدگاہ بمنزل و مقامِ خود مراجعت نمود۔ و میران سید مبارک خان شرائط کرم و مروت دربارۂ ایشان ورزیدہ نیز بمقام خویش نہضت فرمود۔ القصہ چون گرد التفاتِ مملکتِ این جہان بر دامن ہمتِ میران سید مبارک خان نہ نشستہ بود و آئینۂ دل باصفای ایشان زنگ رغبت مرغوبات زمان نپذیرفتہ بنابران مسند ایالت چند روز بے مسند نشین عاطل ماندہ بود و چون علی خان کہ سرآمد برادران خود بودہ دید کہ میرانِ سید مبارک خان ذوق و التفات حطام[1] این اسباب این جہان ندارد۔ خیالِ مملکت ستانی این دیار بخاطر خویش مصمم نمودہ باجماعہ برادران و مبارزان این دیار و قوت غرور اسباب شاہی کہ در منزل او ودیعت از یوسف شاہ

---

[1] مالِ قلیل۔

بود مغرور گشتہ سہ روز متصل در خانۂ خود نشست و در ملازمت میران سید مبارک خان نیامد۔
مدبران و مشیران و فرزندان میران سید مبارک خان چوں بر حقیقت حال علی خان اطلاع
یافتند در ملازمت میران سید مشار الیہ آمدہ ماہیت معاملۂ او یک بیک نمودہ چنیں ادا نمودند۔

مصرعہ

"سلطنت گر ہمہ یک لحظہ بود مغتنم است"

وقبائے زیبائی سلطنت جز قامت قابلیت شما بر قد قدر دیگری چست و درست نمی آید ؎

بگیر دامن خلقی و کارسازی کن　　　از انکہ ہیچ میسر نشد تنہائی

زیرا کہ خلاصۂ طائفۂ شریفۂ سادات و افضل و مقدم بزرگان خاندان ایشان دریں زمانہ شما اید۔
سید مشار الیہ از مقولہ ایشان ابا و اعراض نمودہ چنیں فرمود کہ من میل ایں کار ندارم بگذارید تا من
نزدیکی از یاران ایشان باشم و ہر کرا خواہند تفویض ایں امر خطیر نمایند ؎

تلک غم دنیائے دنی اے دل دانا
حیف است بخوری کہ بود عاشق زشتی

چوں مبالغہ و الحاح مدبران و مشیران از حد گذشت ۔ سید مشار الیہ در جواب ایشان فرمود کہ بغیر
از رضائے من حکومت ایں ولایت و تصرف ایں مملکت بادُسلم نخواہد شد ۔ ایں بگفت و فی الحال
بطریق سیر بطرف عیدگاہ با انبوہ سپاہ توجہ سواری فرمود ۔ چوں ایں سخن بگوش علی خان رسانیدند
دانست کہ بقصد حرب و مقابلۂ من بیروں خواہند آمد ۔ درحال وکیل خود را بملازمت ایشان
فرستاد کہ از روئے دانش بہ بہترین کلام و نرم ترین سخنے می گفت کہ لائق منصب ریاست بغیر
از ذات آں عالی درجات دیگر نیست و ہر کہ ایں دعوی بے معنی می کند ۔ محض باد پیما باشد۔
میران سید مبارک خان سخنان وکیل علی خان اصغا نمودہ گفتہ فرستاد ۔ فرد ؎

کارے مکن کہ نعرۂ آتش طبیعتم
در بزم عیش حسرت صدا ارغنون شود

یوسف شاہ کی نا عاقبت اندیشی اور سید مبارک کا بادشاہ ہونا

چوں تاج ایالت و حکومت ایں دیار بر فرق ہمایوں آثار میران سید مبارک خان قرار یافت۔
تمامی امرایان و سرداران آں ممالک بخانقاہ بابا خلیل اللہ کہ جائے اجلۂ اہل صفا و زینت اعزہ ربا بجے

بوده و مشائخِ کشمیر تمامی او را مسخر بودند و در دہ سالہ کہ تمامی علومِ دینی و معارفِ یقینی تحصیل نموده در ورع و بذلِ ہمتا نظیر نہ داشت۔ جمع شده و در ہما کارہائے راستی و درستی و رزیده اسبابِ سلطنتِ شاہی میران سید مبارک خان را سپرده۔ شرائطِ تہنیت و مبارک بادیِ سلطنتِ این دیار بمعرضِ عرض میران سید مبارک خان رسانیدند ؎

آخر مرادِ شاه روا کرد روزگار اقبال را بوعده وفا کرد روزگار
ہر شادیٔ کہ فتنۂ زمان نوت کرده بود آں را بیک لطیفہ صفا کرد روزگار

میرانِ سید مبارک شاه بادبدبۂ حشمتِ خسروی از آنجا با امرایان و سرداران کشمیر بمنزلِ خود نزول فرمود و آں مردم را بجہت تمام بخانہ ہائی خویش رخصتِ انصراف داده۔ میرانِ سید مبارک شاه بخلوت خانۂ خویش رفتہ تاج چترِ شاہنشاہی پیش خود نہاده مخاطب ساخت و گفت کہ " اے نفس چوں جاه و حشمت دنیا را اعتبارے نیست۔ حصولِ این مرتبہ موجبِ عجب و تکبرِ خود نہ سازید کہ این در حقیقت از آں تو نیست بلکہ از دیگران است" ؎

جہان و کارِ جہاں جملہ ہیچ در ہیچ ست
ہزار بار من این نکتہ کرده ام تحقیق

این بگفت و از خلوتِ خانہ بیرون برآمده در مجلس سلطنت و ایالت نشست و آں تاج و چتر کہ بتکلف تمام بگوہرہائے گراں مایہ و مکلل و مرصع ساختہ بودند بہ سپاه و اہل اللہ قسمت نموده میداد۔ و داغ بر جگرِ دنیا پرستانِ این دیار می نہاد ؎

بکوش امروز تا گندم بہ پاشی کہ فردا بر جوی قادر نباشی
تو خود بفرست برگی رفتن از پیش کہ خویشان نباشد جز غمِ خویش

بتاریخ نہصد و ہشتاد و ہشتم ہجری زمامِ ہمامِ این دیار در قبضۂ اقتدارِ آں سید عالی تبار در آمد۔ خیالِ زیب و زینت بر خویش مضمحل ساختہ ارقام جور و اعتساب[۱] از صفحات و جنات[۲] اہلِ این دیار محو گردانیده۔ ابوابِ عدل و انصاف بر روئے طوائفِ انسان برکشاد۔ استسقائے دہر را از شربتِ عدالت شفائی عاجل بخشید ؎

---

[۱] چمکتا ہوا [۲] ظلم کرنا [۳] جمع جانی کی بمعنی گنہگار۔

شاہِ عادل سایۂ لطف حق است | ہر کہ دارد عدل لطف مطلق است
خلق را در سایۂ خود جائے دہ | وز شرف بر فرق گردون پائے نہ

بعد ازیں قضیہ امرایان و سرداران ولایتِ کشمیر کہ از حمایتِ دران یوسف شاہ بودند وبغض و کینۂ میران سید مبارک شاہ در سینہ نگاہداشتہ بودند۔ بتاریخ دوم شہر شعبان المعظم سنۂ مذکور باہم اتفاق نمودہ یوسف شاہ را از ان کوہستان برقتل آوردند و مردم سپاہی د داقین و سواران و پیادگانِ کوہی آمدہ۔ بہ یوسف شاہ ملحق شدند۔ ازین طرف نیز بعد از چند روز میرانِ مبارک شاہ باحشم و جاہ تہیۂ اسباب جنگ نمودہ بمقابلۂ ایشان در موضع سپت (سند) نزول فرمود چوں اسبابِ حشمتِ ایں مملکت نزدِ ہمت میرانِ سید مبارک شاہ برابر برگ کاہی قدر نداشت۔ داؤد میر را بطریق رسالت نزد یوسف شاہ گفتہ فرستاد

شہا فقر و فنا از ما و ملک و عزّ و جاہ از تو
کہ دنیا را بقائی نیست خواہ از ما و خواہ از تو

و چون برعمر اعتمادی نیست اگر ملاقات ہم دیگر نمودہ شود ہر آئینہ ایں معنی متضمن صلاحِ دارینِ طرفین است طریقہ یک جہتی درزیدہ از جمیع خدشات فارغ البال شدہ۔ بصحبت مصاحبت گردانید۔

چون داؤد میر ایں پیغام بہجت انجام بہ یوسف شاہ رسانید۔ اعتماد تمام بر کلامِ میرانِ سید مبارک شاہ نمودہ۔ دو فرزند ارجمند خود میرزا یعقوب و میرزا ابراہیم برفاقتِ داؤد میر و ملا حسن اسود در ملازمت ایشان روانہ گردانید و خود نیز متعاقب استعداد ملاقاتِ ایشان می نمود۔ درین اثنا ابدال بٹ ازیں معنی آگاہی یافتہ بہ یوسف شاہ و مبارزان و مشیران ایشان گفتہ فرستاد کہ زنہار سخنانِ سید مبارک شاہ فریب نخورید و بملاقاتِ ایشان توجہ نہ نمائید۔ کہ ہر آئینہ ماہمہ اکنون خود تدارک تقصیراتِ سابقۂ خویش نمودہ۔ آنچہ مدعا و مطلوب خواہد بود دران بجان کوشیدہ بتقدیم خواہیم رسانید۔ بالآخرت ہمہ مردم و امرایان و سرداران ممالک کشمیر را بچاپلوسی گربزی[1] متفق خود ساختہ و در ضمن آں علو مرتبہ و بلندی پایۂ خود نمود۔ اتفاق و

---

[1] مکاری، حیلہ گیری۔

شفاق میران سید مبارک شاہ اندیشید ندے

امید دوستی تو ز دشمنان کہن
چنانچہ بود کہ طلب کردن گل از گلخن

و از تقویتِ سخنانِ ابدال بٹ مصلحت یوسف شاہ برہم زدہ - مشیران و مدبّرانِ یوسف شاہ بر داؤد میر اعراض نمود بسخنانِ دل خراشیدہ - گفتہ زبان حال بمضمون ایں مقال مترنم گردانیدند

که خان راندانم ازیں گفتگو | چہ باشد غرض از چہ شد صلح جو
بما از ضرورت صفا می کند | نہ از مہر یاری وفا می کند
بگفتند باہم بہ بانگ بلند | تحمل ز چندے ستمگار چند
بہ بیند اگر صف مارا بخواب | شود زہرہ شان آب از اضطراب
گدا بیگ غوغاسے کرد تیز | بگفتا کہ ای فتنۂ خفتہ خیز
گرفتند دستار جم از سرش | بہ بستند بر گردن قیصرش
چو بشنید ایں حرفہای درشت | فرستادہ راغم دوتا کرد پشت

خجل باز گردید ازاں سلسلہ
دہاں پر شکائت زبان پر گلہ

رسول مذکور اشتلمی[۱] و درشتی سخنان ایشان بسمعِ مبارکِ میرانِ سید مبارک شاہ رسانید و عزم ایشان بمعرضِ عرض نمود کہ غیر حرب و جنگ ایشان اندیشہ دیگر ندارند - ہمان روز میران سید مشارٌالیہ غیرت و جرأت کہ لازمہ اربابِ معرکۂ شہامت است بخاطر آوردہ باکوکبہ خسروی سوار شدہ کوہ و ہامون مانند دشت و صحرا، جنگل و راغ چون گلستان و باغ انگاشتہ با ایشان محاربہ در پیوستہ مانند گدا بیگ ترکمان و تمر خانِ افغان و غیرہما کہ ہر کدام از ایشان سر آمد معرکہ مردان بودہ بقتل آوردندے

بد و نیک را خون ہمی ریختند
بسے خاک و خون را در آمیختند

---

[۱] بمعنی جور و ظلم -

شنگی میر چاڈورہ وغیرہ اسیر گرفتہ دست و پا بستہ پیشِ خود آوردند و تمام خانہائے نجی رینہ کہ موضع برقفل داشت آتش زدہ سوختند و یوسف شاہ ہمت بر حیات اختیار کردہ در عقبہ[1] کوہ برتل با معدودے چند ایستاد ؎

زِ زر در سیاہی امیدی نماند
بہ تدبیر عقل اعتمادی نماند

از مشاہدۂ این حال در دلِ میرانِ سید مبارک شاہ رقّتِ بے نہایت پیدا شدہ۔ طریق رافت سلوک داشتہ ظلِّ عنایت بر مفارقِ ملازمانِ ایشان گسترانیدہ۔ مبارزان و شجاعان کہ در صددِ انتقام یوسف شاہ در آمدہ خواستند کہ با او دستبردے نمایند مانع آمدہ با جمیع حشم و خدمِ خویش بنصرت و فیروزی در تاریخ مذکور داخل شہر کشمیر شدند و علی خان ولد نوروز چک چند روز بہ بہانۂ شکار دران نواحی توقف نمودہ بیوسف شاہ ملحق نگشتہ مراسمِ عذر خواہی معروض داشتہ۔ بشہر مذکور مراجعت نمود ؎

نوشست عہد محبّت بہ دوستان پیوست
دلے چہ سود کہ آن عہد را وفائی نیست

ابدال بٹ کی سازشیں

و سررشتۂ سخنانِ محبت و دوستی کہ با یوسف شاہ از روے معلومات یافتہ بود۔ تمامی با ابدال بٹ شرح نمود۔ ابدال بٹ را اگرچہ سخنِ محبّت مکردہ و ناخوش آمد۔ اما در دل مخفی داشتہ باظہار نکرد۔ قضارا درین حال میرانِ سیّد مبارک شاہ را اندک عارضۂ عروض یافتہ۔ ابدال بٹ آن اندک عارضہ را عارضۂ عظیم در سدِ صلاح خود دانستہ در ملازمت سیّد مذکور شتافتہ۔ ایشان را بران تحریک نمود کہ چون علی خان بدستورِ سابق در مقامِ فتنہ انگیزیست و شما بسعادت ضعف بدنی متولی دارید انسب و الیق آنست کہ او را چند روز محبوس داشتہ شورِ تا بنیادِ فتنہ و فساد موسس نگردد۔ بعد از صحت و تندرستی او را از حبس خلاص بائد فرمود۔ این مصلحت با مشیرانِ میرانِ سیّد مذکور فرستادہ خود بخانۂ خویش رفت۔ بہ اُمیدِ آنکہ شائد ضعفِ بدنِ میران سید مذکور دیدہ۔

---

[1] دشوار گذار راہیں۔

درضمن آں یک معاملہ رُد نمایدُ۔ چوں مومی الیہ از مرکب سواری فرد آمدہ متوجہ ملازمت میران سید مذکور شدہ۔ داؤد میر بلوکہ از مبادزان میرانِ سید مذکور بود۔ دست اورا گرفتہ بہ حبس خانہ نگاہداشت واکثر مبارزان وسرداران لشکراو مانند شمسی دونی و دولت خان مضطرب وسراسیمہ شدہ پناہ بخانہ میرانِ سید حسین خان آوردند۔ شمس چک وعلم شیر خان وغیرہما التجا بخانۂ میرانِ سید شاہ ابوالمعالی بردہ عنانِ نوکری خویش بقبضۂ اختیار ایشان سپردند۔ ابدال بٹ ازانجاکہ شیوہ فراست وصفت خباثت ہردو در نہادِ خود متمکن داشتہ بہ لوہر چک وسردارانِ طائفہ چکان اظہار نمود کہ ایں معاملۂ میرانِ سید مذکور باستقلال بہ استبداد رائے شریفِ خویش نمودہ اند وما اصلاً درین مصلحت ہم مشورتِ ایشان نبودیم ونزدیک کہ شمارا نیز مثل مومی الیہ از ایشان تعرض وتشویش عائد وارد گردد۔ لہذا مدبران مشیران ہراس تمام درعب لاکلام پیدا نمودہ۔ ہرکدام بحفظ خویش پرداخت وبہ یوسف شاہ مکتوبات کہ بظاہر مشتمل برانواع خصوصیت واتحاد ودر حقیقت ہمہ شقاق ونفاق بود۔ نوشتہ فرستادند کہ آنچہ مطلوب ومدعاء ملازمان خواہد بود۔ بجان کوشیدہ بہ تقدیم رسانیدہ خواہد شد وچون مقتضائی وقت باشد۔ حقیقت حال اعلام کنیم۔ آں زمان بے تحاشا وتامل نہضت وتوجہ بایں جانب ازانی خواہند فرمود وبعد ازاں بتاریخ پانزدہم شعبان سنہ مذکور ابدال بٹ آوازۂ دروغ آمدنِ یوسف شاہ در شہر درافواہ اہالی وموالی وسپاہ انداختہ یکی از مبارزان آں دیار را ملبوس بلباس شاہانہ ومزین بزینت خسروانہ گردانیدہ وپردہ سرائے عالی برپا نمودہ درمیان آں فرود آورد۔

چون صیتِ آمدنِ یوسف شاہ اہالی وسپاہ استماع نمودند وضعفِ بدن میران سید مشارٌ الیہ معائنہ کردند۔ اکثر طوائف باتفاق یکدیگر رفتہ با بدال بٹ ملحق شدند۔ میران سید مشارٌ الیہ ازمشاہدۂ ایں حال علی الصّباح باوجودِ ضعفِ بدن وحشم وخدم کہ در ملازمت ایشان ماندہ بود ہمراہ گرفتہ بہ قصدِ جنگ ومحاربۂ ایشان بمیدانِ عیدگاہ نزول فرمودہ۔ محمد بڈر کہ مرد شیرین زبان ودیانک سخن بود برسم رسالت نزد ابدال بٹ ایں مقدمات گفتہ فرستاد کہ آبروئے مردانِ از مبارزان آنست کہ در معارکۂ حرب وقتال لوائے مباہات برافراختہ۔ ہرہنر کہ درباب مبارزت دارند بنمایند۔ اینک من در میدانِ عیدگاہ برمرکب تیز گام بے آرام سوار شدہ ایستادہ ام۔

لائقِ حال مبارزان وشجاعان آنست کہ برعہد وقول این جانب اعتماد نمودہ۔ از آبِ نہرِ شہر عبور نمودہ در معرکۂ مبارزت مرکبان خود را در میدان عیدگاہ بجولان درآوردہ مردی خود را آشکارا کنید و بہ امرا آں جماعہ قول وعہد نمودہ از گذرِ آب گذشتن فرصت دہند تا آنزدی آب آمدہ در میدان زالڈگر نبردے کنم کہ لوائے لاف وگزاف کہ در ساحتِ میدان برافراختہ آند بصرصر قہرِ مبارزت درہم شکنم بلکہ عاقبت ہرکرا خدائے تعالیٰ در مبارزت فتح وفیروزی دہد او برمسند حکومت این ولائت بنشیند۔ از استماعِ این حکایت تمامی سردارانِ کشمیر در عبرت شدہ رد بہ محاربہ بہ تجربہ بود وبارہا مبارزت سیدمشارٌالیہ بچشم خود دیدہ وبگوش ہوش شنیدہ بود۔ دریں باب مصلحت با مبارزان چناں نمود کہ زنہار در محل خود ساکن باشید واز این جا قدم بیرون منہید۔ چراکہ با ایشان اگر مقابلہ خواہید کرد اغلب آنست کہ از دست مبارک آں طائفۂ شریفہ یکے از گروہ باشکوہِ مبارزان شما سالم بیرون نخواہد رفت مگر آنکہ از میدان محاربہ فرار خواہد نمود ؎

حذر کن ز پیکار کمتر کسے
کہ از قطرہ سیلاب دیدم بسے

مناسب مصلحت آنست کہ برکثرت لشکر خود اعتماد مکنید وبزور شجاعتِ خود فریفتہ مشوید۔ مردی کہ چنیں معاملہ در پیش دارد بی تاملّ در مقامِ انتقام اورد کردن گویا در گذرگاہِ سیلاب خواب کردن است۔ این ہم بغیر از حیلہ وفریب صورت پذیر نیست ؎

چوں بقوت حریف خصم تو نہ	حیلہ ومکر راز دست مدہ
کہ بحیلہ کمان نوت را	میتوانی کہ بگسلانی زہ

درصورت این حال ابدال بٹ حیلۂ در ضمیرِ خود اندیشید کہ ارقامِ صدق برصفحۂ آں مقالات ہویدا نہ بود۔ فی الحال بے اہمال سرِ حلقۂ درگاہِ باباخلیل اللہ را طلب نمودہ بحضور فائض السرور ایشان قاصدے بمصحوب مکتوبے بطلب یوسف شاہ روان گردانید۔ بمضمون آنکہ چون امرایان وسردارانِ ممالک کشمیر عہد وپیمان با ایمان مستحکم ساختہ ہمگیِ ہمت بانہمت خود را موافقِ مصلحت دوستان کردہ قرار بردن دادند کہ مسند ایالت وحکومتِ ولایت بملازمان تسلیم نمائند صورت آنست کہ بے کشمکش و درنگ تشریف شریف بایں حدود ارزانی فرمائند ومقدماتِ چند موافق خواہش وخیالِ علی خان کہ در قید موکلان میران سید مبارک شاہ بود نیز گفتہ فرستاد ؎

گر امروز گفتارِ ما نہ شنوی

مبادا کہ فردا پشیمان شوی

این مقدمات بہ ابدال بٹ بانجام رسانیدہ، بابا خلیل اللہ و سیادت مآب میران سید برخوردار در حضور حاضر گردانیدہ اصنافِ افسانہ ترتیب دادہ و انواع حیلہا برانگیختہ و بسمعِ ایشان رسانیدہ ہمراہ وکیل میران سید مبارک شاہ در موضع عیدگاہ گفتہ فرستادے

کارہا راست کند عاقل کامل بسخن

کہ بصد لشکرِ جرار میسر نہ شود

کہ حادثۂ امروز را میرانِ سید مبارک شاہ حادثہ تصور نہ کند۔ لیکن چون علی خان مشیران ایشان بے تامّل در قید و حبس نگاہداشتہ اند این جماعہ جہتِ آن ترس پلِ نہر شہر بریدہ خود را در کنفِ اہتمام محفوظ داشتہ اند۔ بلکہ این جماعہ زنہار خواہندۂ ایشانند و قصدِ محاربۂ ملازمان نہ دارندے

این شاخ پائدار پروردہ دست تست

مشکن بدست خویش کہ آنہم شکست تست

کاری کہ احتمال خطر داشت نہ شد وہمی کہ اورا امکان فتنہ بود در رو نمود۔ مرد بدبخت آنست کہ فتنۂ خفتہ را بیدار سازد وہمی کہ بصلاحِ تدارک پذیرد بجنگ و خشونت پیش نہ برد مصلحت بران قرار یافتہ کہ یوسف شاہ را طلبید با ملازمان در خانقاہِ بابا خلیل اللہ یکجا نمودہ شرائطِ عہود و لوازم مواثیق درمیان بایمان مؤکد ساختہ۔ یوسف شاہ را بر مسندِ حکومت نشانیدہ شود۔ ملازمان ہرکدام امرا و سردار بدستور سابق حصہ و بخشش خود متصرف گردد تا فتنہ و فساد مرتفع شدہ صلاح و سداد رو نماید و باتفاق و رفاقت علی خان در خانقاہِ بابا خلیل اللہ تشریف شریف ارزانی دارند کہ مواثیق مؤکدہ و عہود مستحکم درمیان مقرر کردہ شود۔ میران سید مشار الیہ بوَفقِ مصلحت ایشان کار فرمودہ زنجیر از پائی علی خان وا کردہ ہمراہِ خود گرفتہ بواسطۂ کمالِ ضعفِ بدنی بکارزار آن جماعہ نہ پرداختہ و خانقاہ بابا خلیل اللہ توجہ نمودند۔ مصلحت علی خان در بابِ این قضیہ از فرزند خود یوسف خان مصلحت پرسید۔ فرزندِ ندکور در جواب این مصلحت گفت کہ صورت این ہم بغیر صحت و توانائی میران سید مشار الیہ ممکن نیست۔ مجرد کہ در حالتِ ناتوانی ایشان در جماعۂ دشمنان رویم اسیر و گرفتار خواہم گردید۔ صواب و صلاح آنست کہ چون فرزندان و

مدبران میران سید مشارالیه بواسطهٔ ضعف و ناتوانی ایشان مضطرب و حیران اند۔ و در میان ما و ایشان
قضیهٔ هائله و حجاب فاصله تا حال واقع نه شده بلکه ایشان ازین تقصیر انفعال تمام دارند۔ با ایشان
به یک اتفاق شده پیش ایشان نه رویم۔ تا محکوم و مغلوب نه گردیم ؎

رشته تا یکتاست آن را زود زالی بگسلد
چون دوتا شد از گسستن عاجز آید زال زد

علی خان باعتماد و استمالت ابدال بٹ و ملاحظهٔ طایفه چکان سخن صواب اندیش فرزند خویش
خوش نه کرده و قول صاحب عرض نیکو تامل نه فرموده۔ مکان کارزار و راه فرار فروگذاشته چهرهٔ نصرت
خود را به غبار میدان از نظر امیدواران پنهان گردانیده۔ مسافت راه عیدگاه طے کرده در
خانقاه بابا خلیل الله در آمدند۔ سید مشارالیه از مرکب سواری فرود آمده از غایت ضعف بدنی
تکیه بر دیوار خانقاه کرده نشست۔ اکثر فرزندان و مبارزان از ازدحام و هجوم عوام دیده متفرق
شده در جایهای محفوظ جا گرفتند و بغیر میران سید شاه ابو المعالی و ابراهیم خان از جمله فرزندان
در ملازمت ایشان دیگری نماند۔ و اکثر اقربا و خویشان مضطرب و حیران شده از موضع
پٹن چک به یوسف شاه ملحق شدند۔ چون این تیر تدبیر ابدال بٹ بهدف مراد رسید ؎

چه فتح خجسته باو دست داد
نه دارد جهان تا جهانست یاد

فی الحال حیدر چک را با جماعهٔ مبارزان در آنجا فرستاد۔ دید که آن شیر مردان معرکه مردی بواسطهٔ
ضعف عارضی از قوت و شوکت فرو مانده به تسبیح و تهلیل قادر جلیل اشتغال دارد و علی خان را
رخصت انصراف منزل خویش نمود و میران سید مبارک شاه را شرائط تعظیم و لوازم تکریم
بجا آورده در کشتی سوار نموده بمنزل خود آورد و بحکم اذا جاء القضاء عمی البصر گرهٔ تقدیر بسر انگشت تدبیر
مبارزت نمی توان کشاد و فحوای و لا معقب لحکمه و مقتضای قضا را بچاره گری تغیر و تبدیل
نمی توان داد ؎

قضا بتلخی و شیرینی بسر رفته است | اگر ترش بنشینی قضا چه غم دارد
چو رومی نه گردد خدنگ قضا | سپر نیست مر بنده را جز رضا

همان ساعت علی خان را مع فرزند خویش از خانهٔ خود بر آورده بخانهٔ لوهر چک برده بزنجیر زندان

گرفتار ساخت فرزند او یوسف خان بمشاہدہ این حال زبان مقال بمضمون این ابیات گویا گردانید ؎

گفتم اے دل مرو آنجا کہ گرفتار شوی
عاقبت رفتی و ہم گفت منت پیش آمد

بعد ازیں معاملہ ابدال بٹ از قول و عہد نادرست خویش نادم و پشیمان شدہ فرزند خود را شتابان بہ نزد یوسف شاہ روانہ گردانید کہ چون معاملہ آنجا بہ نہجی قرار یافتہ است کہ آمدن ملازمان باعث نقصان و خسران است ؎

روز ازل ہرچہ قلم در نوشت	باش بران راضی و گردن مپیچ
گر بخلاف آن تو کنی اختیار	جہد خطا باشد و سعیت ہیچ

لوہر شاہ

لاجرم بمجرد رسیدن پیغام عنان مراجعت بہمان مقام مصروف دارند۔ یوسف شاہ از استماع این سخنان ساعتی سر فکرت بجیب حیرت فرو کشیدہ باز بہمان محل قدیم مراجعت نمودہ۔ چند روز بہ آنجا متوقف گشتہ جہت امداد و اعانت خود بطلب کومک بادشاہی با برادرزادہ ہائے میران سید مبارک شاہ رفتہ موافقت تافتہ متوجہ دار الخلافت آگرہ در خدمت اکبر بادشاہ گردید بتاریخ سنہ مذکورہ ابدال بٹ باتفاق سرداران این دیار اسم بی مسمّی شاہی بر لوہر چک ولد شنکر چک اطلاق نمودہ۔ چون مشتر کجادہ دار زمام اختیار بدست خود گرفتہ بہر طرفی کہ خاطرش خواستہ می گردانید و او بغیر از خطبہ و سکہ چیزی دیگر را مالک نہ بود و بعضی مردم این دیار کہ از شوق و ذوق صحبت سلطنت یوسف چاہ مانند حبیب خان ولد ابدال خان وغیرہ از میران سید مبارک شاہ متفرق گشتہ با بدال بٹ ملحق شدہ مضطرب الحال و متفرق البال بودند۔ ابدال بٹ بر ایشان بتجرد بحکم نمودہ۔ گاہی حبس و گاہی تہدید کردہ بقتل یکی از آنہا نہ پرداخت بلکہ بہ رفق و ملائمت نگاہ می داشت و بہ ہمین منوال مدت یک سال بر مردم این دیار حکومت و کامرانی می راند۔

شہنشاہ اکبر کی یوسف شاہ سے ناراضگی

در اثنار آن حال اکثر مردم این دیار از پیادہ و سوار فرصت وقت یافتہ مانند شمس چک و علم شیر خان راہ فرار اختیار نمودہ بہ یوسف شاہ پیوستند۔ بعد از مدت یک سال

پادشاہ ہمایوں آثار اکبر شاہ عنایت خسروانہ بہ یوسف شاہ مبذول داشتند۔ دو حرم محترم عطا کردہ میرزا یوسف خان و راجہ مان سنگھ با ایشان جہت تسخیر ممالک کشمیر تعین فرمود۔ چوں عساکر نصرت ماثر آں ہر دو سردار بدار الخلافت لاہور رسیدہ و یوسف شاہ با سپاہ خود جہت تفحص احوال سرداران آں دیار و ملاقات فرزندان پیشتر در موضع بہلول پور شتافت از استماع آں حال ابدال بٹ و سرداران آں دیار بتواتر قاصدان پنہانی با مکتوبات مشتمل برفق تمام و ملائمت لاکلام بہ نزد یوسف شاہ فرستادند کہ منصوبۂ عجب از کتم عدم بر منصۂ وجود بظہور آمدہ کہ از نزول و وقوع آں ایمن نباید بود۔ چرا کہ عساکر شاہنشاہی وجنود ظل الٰہی بعد از فتح ایں ممالک کار ملازمان ایشان تا بچہ نوع و بچہ آئین مقرر گردانند۔

عاقل آنست کہ در تجربۂ نفع و ضرر   از حریفان دگر بہرۂ خود بستانند

ہر چہ دانست کز و نفع رسد بردارد   وانچہ در روئے ضررے فہم کند نستانند

رائے من اقتضائی آں می کند کہ بر قول و عہود ایں جانب اعتماد نمودہ الزام تقصیرات سابقہ بر بندۂ خود حمل نہ فرمودہ عساکر شاہنشاہی گذاشتہ و ملتفت برائے تدبیر ایں جانب شدہ۔ بے ترس و ہراس دریں دیار درآیند۔

کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

یوسف شاہ اعتماد بر عہود کاذبہ و مواثیق باطلۂ اود آں جماعہ نمود از موضع بہلول پور فرار نمودہ بکوہستان راجوری درآمد و عیال و اطفال خود را در قلعۂ پردت ساکن ساختہ خود بموضع والی نک در دامنۂ کوہستان کشمیر نزول نمود۔ چوں سخن فرار یوسف شاہ بسمع ہمایوں اکبر شاہ رسید کراہیت تمام بخاطر اقدس خود رسانیدہ اعراض و اعتراض بر یوسف خان و راجہ مان سنگھ نمودند۔ چوں یوسف شاہ در موضع والی نک متمکن شد۔ ابدال بٹ بدست خویش بر روئے خود ابواب فتنہ برکشادہ جہت محافظت و حراست راہ ہیرہ پور یوسف خان ولد حسین شاہ جماعۂ ہمراہ کردہ مانند حسین خان ولد ابہ شاہ وغیرہ فرستادہ آنجماعہ فرصت وقت غنیمت شمردہ فرار نمودہ بہ یوسف شاہ در موضع مذکور ملحق شدند و میر حسن چاڑورہ و شمس دونی نیز باتفاق جماعۂ مبارزان از ایشان فرار نمودہ بہ یوسف شاہ در پیوست و روز بروز پیادہ و سوار ایں دیار فرصت وقت یافتہ فرار اختیار نمودہ بلشکر یوسف شاہ می پیوستند

ابدال بٹ تہیۂ اسباب حرب و آلاتِ جنگ کردہ التفات بعہود و مواثیقِ خود نہ نمودہ۔ قصد محاربۂ یوسف شاہ مصمّم گردانیدہ راہ ہائے درآمدن عساکرِ او مسدود ساخت ؎

کینہ بہر سینہ کہ بنہاد رخت
دل بودش از پئے آزار سخت

یوسف شاہ از فحوئی ادائے حرکات آں چنان فہم نمود کہ ابدال بٹ باز بچاپلوسی و خُداع خویش میرانِ سید مبارک شاہ را متفق ساختہ در فتنہ بروئے من خواہد کشود۔ لہٰذا یوسف شاہ قاصدے پنہانی مصحوب مکتوبی در ملازمت میران سید مبارک شاہ فرستاد مشتمل بر آنکہ

"ابدال بٹ جہت تمشیت و تقویت خویش تکلیف موافقت و رفاقت آنصاحب ہمت خواہد نمود۔ رجا کہ بدستورِ سابق منت بر اینجانب نہادہ مشارٌالیہ را در سایۂ علم حمایت و لوائے تقویتِ خود جا نہ دہند کہ کارہائے خود را بہمین کردگارِ بدعائے آں بزرگوار حوالہ نمودہ ایم و یقین است کہ ہر کارے کہ مشارٌالیہ بغیر از تدبیر مبارزت ملازمان خواہد نمود، عاقبت ناتمام و بے رونقِ نظام خواہد بود" ؎

ہر آنکس کہ با دست خود را سپرد
ز دشمن نہ بیند دگر دست برد

چون قاصد پیغام خوش انجامِ یوسف شاہ بسمع شریف میرانِ سید مبارک شاہ رسانید و ایشان بخاطر نیز ہمین مصلحت موافق تدبیرِ ضمیر یوسف شاہ تصور می فرمودند بموجب آنکہ گفتہ اند ؎

دل را بہ دل رہیست دریں گنبدِ سپہر
از سوئے کینہ کینہ و از سوئے مہر مہر

آں را بگوشِ ہوشِ اصغاء فرمودہ قاصدِ مذکور را جواب موافق سوال بایما رقدوم یوسف شاہ دادہ رخصت انصراف فرمود۔ یوسف شاہ از رسیدن جواب شادان و شگفتہ بر مرکب تائید سوار شدہ از موضع مذکور یلغار کردہ از راہ چیرہ ہارہ راہداران ابدال بٹ را بقوت صولت منہزم و پریشان ساختہ در بلدۂ کشمیر درآمد۔ و مردم لوہر شاہ کہ در قصبۂ سوپور جہت محافظت آں موضع تعین نمودہ بودند بتائید و تقویت عونِ الٰہی نیز شکست دادہ موضع سوپور و نواحی

آن در قبضۂ تسخیر خویش در آوردہ ہمانجا نشستہ مصحوب قاصدے بطرف ابدال بٹ گفتہ فرستاد کہ اعتماد بر عہود و مواثیق و مکتوبات ایشان نمودہ۔ عساکر پادشاہی پس سر گذاشتہ در قصبۂ سوپور نزولِ اجلال فرمودیم۔ اگر عہود و شرائط خود استوار دارید برمرکب اخلاص سوار شدہ بملازمت ایں جانب خود را رسانید تا باتفاق ہم دیگر قدم نہضت در قصر سلطنت نہادہ شود ؎

دستِ وفا در کمرِ عہد کن
تا نہ سوے عہد شکن جہد کن

ابدال بٹ از استماع ایں سخنان قاصد را دلاسائے دروغ آمیز کردہ رخصتِ انصراف بطرف یوسف شاہ نمودہ۔ جہت تقویت و تمشیتِ سلطنتِ لوہر شاہ میرانِ سید مبارک شاہ و علی خان را از قیدِ حبس برآوردہ انواع حیلہ ہائے برائے استمالت و دلاسائے ایشان برانگیخت۔ اگرچہ ایں معاملہ متضمن نصوبہ ازدیادِ شوکتِ میران سید مبارک شاہ بود اما سخنِ مصلحتِ ابدال بٹ ہرزہ و ہذیان دانستہ زبان در کامِ خاموشی کشیدہ بعبادت خانہ نمود ؎

سرمایہ سعادت دینی عبادتست
پیرایۂ کرامت عقبیٰ عبادتست

و تا زمان انقراضِ رشتۂ حیات بطاعت و عبادات ربّ السمٰوات اشتغال می نمود چنانچہ عنقریب سمت تحریر خواہد یافت اِنْشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ الْعَزِیْز۔

لوہر شاہ کی بغاوت

علی خان باتفاق لوہر شاہ و ابدال بٹ جہت مقصودِ خود علمِ مخالفتِ یوسف شاہ برافراختہ بدائرۂ مصلحت ایشان درآمدہ ھتّا امکن[1] در تردد دفع و رفع یوسف شاہ کمر جد و جہد برمیان جان بست ؎

من طریق سعی می آرم بجا
لیس للانسان الا ما سعیٰ
دامنِ مقصود گر آمد بکف
از غم و اندوہ مانم برطرف

---

[1] جہاں تک ممکن ہوسکے۔

ورنہ شد از جہد من کاری بکام
من دران معذور باشم والسلام

وفرزند ارشد یوسف شاہ راکہ میرزا یعقوب باشد نیز فریفتہ درمحاربۂ پدرخود حریص وراغب ساخت۔ ابدال بٹ چون درمخالفتِ یوسف شاہ علی خان ومیرزا یعقوب وغیرہم راکیدل ویکرنگ دید۔ از عہود وشروط خود پشیمان شدہ ازشہرکوچ نمودہ بمقابلۂ یوسف شاہ باین طرف سوپور ایستاد وچند روزمحاربۂ تیروتفنگ باہم درپیوستند۔ چون مانع تلاقی طرفین آبِ سوپور بود۔ ابدال بٹ بہ اتفاق علی خان مصلحت نمودہ دوہزارسوار تکمّل ومسلّح براہ کنہامر ہمراہ حیدر چک بقصد محاربہ یوسف شاہ فرستادہ درہمان روزجہت عبور آبِ سوپور برادرخود علی بٹ تعین نمودہ درمقام روباہ بازی چون دمنہ باشیر درآمدہ مصحوب بابا خلیل اللہ نصیحت چند گفتہ نزد یوسف شاہ فرستاد۔ بشرح آنکہ چون این بندہ پروردۂ نعمت علی شاہ واز خاک برداشتۂ آن درگاہ است۔ لازم وواجب است کہ آنچہ فتنہ وفساد درصلاح ومصلحت ملازمان بیند مخفی نہ داشتہ درمعرضِ عرض اظہار نماید۔ کہ سرداران وامرایانِ لشکر ملازمان باسراچنان قرار دادہ اندکہ دران تقابلِ صفوف مرکب فرازلشکر آن نامدار برانگیختہ درحلقۂ مردانِ کارزارِ لشکر لوہرشاہ درآیند وفرداصباحِ پگاہ لوہرشاہ باحشم وسپاہ ازین آب عبور نمودہ دمحاربۂ ملازمان بیائند۔ وحیدرچک بادوہزار سوار تیرانداز نیزہ گذار بموضع پوسنگری رسیدہ ازعقب لشکر ایشان بجار بہ خواہد پیوست زنہارہزار زنہار شیابِ عنانِ انصراف بجانب موضع پونچ مصروف دارند والاّ نہ گرفتارخواہند شد۔

بیت

چنین گفت مردِ سخن آفرین، — زاخبار یوسف شہی دوربین
چو تہدید ابدال بٹ شہ شنود — زبانی بیان درجوابش کشود
دران پس سخن درچنین درکشاد — کہ اے بٹ بن بٹ نیلو نژاد
بیا پای در راہ انصاف نہ — کہ نہ بود طریقی زانصاف بہ
تو ازمکرِ خود سیّد و بادشاہ — درانداختی ہمچو رستم بچاہ
توامدادِ اوسر برافراختی — بمیدانِ مردان فرس تاختی

نیابی تو امروز امداد او | چگونه شوی جنگ من روبرو
تو بودی کشادرز آبائے من | کشادرزرا کے سزد جائے من
بشمشیر ترکش ترا نیست کار | کشادرزرا با دلیری چه کار
خداوند ملکم به پیوند خویش | مشو عاصی اندر خداوند خویش
نژاده منم دیگران زیردست | به پور علی شاه که آرد شکست
بخون ریز من لشکر ساختی | شبیخون کنان سوئے من تاختی
بدان تا بهم برزنی جائے من | ستانی زمن ملک آبائے من
تو گر هوشیاری، نه من بیخودم | همان هوشیارم همان بخردم[1]
تو در من چو نرم آستین دیده | که فولاد خود را پسندیده
تو از برگ ساکن کنی باد را | هراسان از بید پولاد را
در اندازهٔ من غلط بودهٔ | که بازوئے جنگم نه پیمودهٔ
کسی کو زند بر من ابرو گره | کفن به که پوشد بجائے زره
سنانم زپهلو در آرم بنات | دروغے نمی گویم اینک مصاف
من اینک عنان باز پیچم زراه | که یا سر دهم یا ستانم کلاه

ترا آنچه بایست گفتم تمام
تو دانی دگر بعد ازین والسلام

ابدال بٹ مضمون این حکایت شنید۔ اما چون از کثرتِ لشکرِ خود مغرور دیکے لشکر یوسف شاه به ترازوئے فکر سنجیده بود۔ زبانی درکام خاموشی کشیده۔ جوابی نزد ایشان نه فرستاد وبا خلیل الله را بطرفِ شهر رخصت داده استعداد محاربه و مقابلهٔ یوسف شاه نمود ـــــ

نزاع آنچنان آتشی بر فروزد
که از تاب او آنچه باشد به سوزد

د یوسف شاه درهمان شب وقت طلوع صبحِ صادق راهِ گذر پائین سوپور مصفا ساخته برمرکب

---

[1] بمعنی دانا، هوشیار، عقل مند۔

دوندۂ جہندہ تازی نژاد سوار شدہ آں طرف آب گذشتہ مبارزان لشکر خود را ترتیب داد۔ جماعۂ پیادہ بطرف میمنہ و برخے آتش بار بطرف میسرہ مرتب کردہ بجانب مخالفانِ خود روانہ شد۔ از استماع آنحال لوہرشاہ ابدال بٹ را ہرادلِ لشکر انبوہ باشکوہِ خود ساختہ رو برو ئے مخالفانِ خویش نہضت نمود۔ چوں عساکر طرفین صفوف محاربہ باہم راست کردہ رو برو ئے ہم دیگر شدند اوّل ابدال بٹ قدم مبارزت بہ محاربۂ یوسف شاہ پیش نہاد۔ یوسف شاہ بیک ضرب نیزہ اژدر فام کار ابدال بٹ بہ سر انجام رسانید ؎

گراں شد رکاب و سبک شد عنان
فرس خورد ہمین دو دشمن سناں

و تاریخ قتل او بریں وجہ یافتہ اند کہ ؎

"ناگہاں شیر دریدہ یک دَمنہ"[1]

بعد ازاں یوسف شاہ باتفاق مبارزان عسکر خویش مانند یوسف خان ولد حسین شاہ و حسین خان ولد ابیہ شاہ و شمسی چک ولد دولت چک و میر حسن ولد نجی ملک و علم شیر خان و شمسی دونی و سید سیف خان بیہقی با برادران و غیرہم کہ ہر کدام از ایشان سردار معرکہ مُردی بود بیکبار حملہائے شیر کردار در لشکر بے شمار لوہرشاہ درآوردند چوں وے را قوتِ مقاومت نماند چتر شاہی در میدان مبارزت انداختہ فرار نمود ؎

مرد میدان شجاعت را نیابیم سر ہر کہ از سر نہ گزرد کے مرد ایں میداں بود

حبیب خان ولد ابدال خان کہ از قبل یوسف شاہ ابدال بٹ در قید حبس محبوس داشتہ بود۔ در میدان رزمگاہ باز نجیر جانکاہ یافتند زنجیر از پائے او وا کردہ بقوت شجاعت و روز شہامت لوائے نام و ناموس خود بلند ساختہ با فتح و فیروزی متوجۂ شہر گشت از استماع ایں قضیہ فوج حیدر چک از و متفرق و پریشان شد و خود حیدر چک با معدودے چند براہ چیرہ ہارہ پیادہ پا برہنہ فرار نمود۔

---

[1] دَمنہ ۔ نام ایک گیدڑ کا جو بڑا مکار تھا۔ اور قصہ اس کا کلیلہ دَمنہ میں مذکور ہے ۔ مجازاً ہر مکار اور حیلہ گر کو کہتے ہیں ۔ مصرع سے ۹۸۹ھ ہجری کی تاریخ نکلتی ہے۔

یوسف شاہ بار دوم بتاریخ نہصد و ہشتاد و ہشتم ہجری یوسف شاہ بار دویم بر سریر سلطنت و کامگاری و پایۂ پادشاہی و بخت یاری نشست و منصب حکومت و رتبۂ وزارت این دیار بہ قبضۂ اقتدار محمد بٹ سپرد۔ او مرد خردمند، روشن رائے و چابک سخن و شیرین زبان بود و لطائف و مطائبات و بذلہ گوئی بسیار می نمود و در حق رعیت و فقیر و بے چارہ بسیار نیکو بود ؎

برائے روشن و فکرِ صواب بردندی — ز روئے آئینہ روزگار زنگ خلل

بعقل کامل و تدبیر راست کردندی — ہزاران مشکل دوران بہ نیم ساعت حل

چون پنج ہزار سوار کہ از سوپور فرار نمودہ آمدہ در شہر کشمیر مختفی گشتند و بخدمت حضور یوسف شاہ نہ پیوستند۔ بنابران محمد بٹ بطریق کنایہ و روشن مطائبہ[1] بہ یوسف شاہ اظہار نمودہ کہ غالباً این پنج ہزار سوار فراری باز بدستور سابق بہ تمہید بساطِ ضیافت محاربت و تربیت جہانی مبارزت استعداد دارند کہ بنابران ہیچ کدام از ینہا بالفعل در حضور فائض النور در حاضر نہ شدہ است۔ یوسف شاہ گفت کہ من رحمتی ام از خدائے تعالیٰ بر نیکان و مصلحان و خشم و خدائم بر بدان و مفسدان نیش قہرم با لطف در آمیختہ است و زہر زخشم با شکر رحمت مختلط شدہ ؎

تریاق و زہر ہر دو مرا در خزانہ ہست

آں را بدوستاں دہم این را بدشمنان

حکما گفتہ اند کہ مدار عالم بر سیاست است و او را بشکستگی جہان کون و فساد نام زدکردہ اند اگر ضبطِ سیاست بناشد تہمات جہان بر نسق نماند و اگر قانون تادیب و تعذیب نبود کارہا رو بہ تباہی نہد ؎

از سیاست نظام گیرد ملک — بے سیاست خلل پذیرد ملک

نسق کارہائے عالم را — از سیاست ناگزیر بود

اگرچہ عروسِ "لاملک الا بالعدل" دلپسند تراست اما او را از پیرایۂ "لاملک الا بالسیاسۃ" چارہ نیست۔ پس لازم مناسبِ مصلحتِ مملکت آنست کہ برین مردم فساد انگیز کسان تعین فرمود

---

[1] کسی کے ساتھ خوش طبعی اور مزاح کرنا۔

شود تا در ہر کجا و در ہر خانہ کہ مختفی شدہ باشد پیدا نمودہ۔ بوقف سیاست درآوردند۔ گماشتگان جا بجا رسیدہ۔ لوہر شاہ را در منزل قاضی موسی از خانہ کہ در زیر زمین تعبیہ[1] نمودہ بود برآوردہ و محمد خان را از خانۂ میران سید برخوردار یافتہ۔ در عرضہ گاہِ حضورِ یوسف شاہ حاضر کردند۔ وحبی چک کہ ہمیشہ لاف وگزافِ شجاعت و مردانگی در میدان رفعت و بلندی می زد۔ مردم ایں دیار سخنانِ گزاف اورا درست و راست می پنداشتند۔ در وقت کار ہیبت آں شجاعت شعار نوعی اورا زیر و زبون ساخت کہ راہ فرار بطرف ولائت ہند و تبت باوجود کمال فرصت و فراغت برخود مسدود ساختہ مرکب جہندہ دوندہ خود گذاشتہ رو بانبار خانہ ارزن جمشی یا سو آوردہ دراں پنہاں گردید۔ چوں اورا ازاں مقام حسی بٹ برادر محمد بٹ بیرون برآوردہ در حضور یوسف شاہ حاضر کرد۔ چوں یوسف شاہ برائے صواب پرسش و خطاب او متوجہ گردید وے از غائت اضطراب بجواب صواب نتوانست پرداخت۔ لاجرم یوسف شاہ زبان مقال بمضمون ایں ابیات مترنم گردانیدہ گفت ؎

مرد تمام آنکہ نگفت و بکرد ۔۔۔ وانکہ بگوید بکند نیم مرد

وانکہ نگوید و نہ کند زن بود ۔۔۔ نیم زنست آں کہ بگفت و نکرد

و بیچہ گنی کہ سر حلقۂ فتنہ و فسادِ مردم این دیار بود پناہ بخانۂ یوسف خان ولد حسین شاہ آوردہ بود اورا نیز از آں جا برآوردہ در حضور یوسف شاہ حاضر ساختند۔ چوں یوسف شاہ زبانِ سوال برکشود آں مردِ بے خرد بہمان روشِ قدیم جہل جبلی خود ظاہر ساختہ حرفہائے ناہموار تکبر و افتخار برزبان راند۔ یوسف شاہ بہ بزرگی خود بموجب وَالکاظِمِینَ الغَیظَ والعافین عن النّاس عمل نمودہ۔ آں زمان بہ سیاست و عتابِ او نہ پرداخت و باقی سپاہ و مردم دہاتین کہ داخل زمرہ اہل فرار بودند۔ ہمہ را یگان یگان از موضع و مقامِ اختفا پیدا ساختہ حاضر کردند۔ چوں تمامی آں مردم حاضر شدند۔ یوسف شاہ زبان حجت برایشان دراز نمودہ ذنب و جرائم و تقصیرات نمود :-

اوّل ۔ آنکہ بہ موجبِ نزاع و عنا در راہِ صلاح و سَداد فروگذاشتہ۔ شیوۂ بے وفائی

---

[1] پوشیدہ رکھنا۔

شعارِ خود از اجدائی اختیار نمودہ بہ میران سید مبارک شاہ ملحق شدہ علم فتنہ و فساد برپا نمودہ۔ ایشان را با نواع پریشانی مبتلا گردانید۔

دوم ـ آنکہ آں سید بزرگوار دربارۂ شما انواع لطف و احسان مبذول داشت۔ شمارا بپاداش آں نفاق و شقاق[1] در کار او ورزیدہ۔ مارا از موضع برنقل طلبیدہ۔ دست رد بر سینہ مثل ما حاکمی زدہ و منفعل ساختہ۔ عقد موافقت بلوہر شاہ بستہ دستِ بیعت بر دستِ او نہادہ۔ وے را بر مسندِ ایالت نشانید۔

سوم ـ آنکہ چوں ایں جانب بہ رفاقتِ عساکرِ پادشاہی متوجہ تسخیر ممالک کشمیر شدیم۔ مکتوبات مشتمل بر انواعِ چاپلوسی نوشتہ فرستادید۔ کہ من بعد از جادۂ صدق و یگانگی سرِ ارادت بیروں نہ خواہیم نہاد۔ چوں از اں بر عہود و مواثیق شما اعتماد نمودہ و عساکر بادشاہی پس پشت انداختہ بایں دیار رسیدیم۔ مواثیق خویش در حیّزِ تغافل و تجاہل انداختہ۔ صفوفِ محاربہ آراستہ کردہ روبروئے ایں جانب شدید۔

چہارم ـ آنکہ پدرِ بزرگوار چوں انواعِ لطف و احسان دربارۂ شما مبذول فرمودہ۔ از خاکِ مذلت برداشتہ۔ بذروۂ اعتبار و آدمیت رساند۔ و ما نیز تا حال بہمیں منوال اصناف درحق شما مرعی داشتہ۔ مزید مراتب در استقبال مصمم نمودہ بودیم۔ و شما آں ہمہ نعمتہا را بہ کفران بدل نمودہ۔ راہ طغیان و عصیاں پیش گرفتید۔ اکنوں کہ از دایرۂ شریعت محمدی و ملتِ حنفی پائے اطاعت و فرمانبرداری بروں نہادہ۔ بہ مقتضاء آیۂ کریمہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ عمل نہ نمودہ۔ داخلِ زمرۂ بغی و فساد گشتید۔ خون و مال شما حلال و مباح است۔

از استماعِ ایں سخنان جوابہائے پریشاں بہ معرضِ عرضِ ایشان بیاں نمودند۔ لاجرم یوسف شاہ

---

[1] مخالفت کرنا۔

لوہر شاہ و محمد خان و برادرِ او حسی چک را چشمان برآوردہ از قوت باصرہ معطل گردانید و بیچہ گنی و فتح خان جند و حسین کوکہ را بوقف سیاست قطعِ اعضا رسانید و از یوسف لنڈ و علی خان سری گامہ و علی بٹ برادرِ ابدال بٹ مثلِ اسیرانِ اہلِ بغی باخذ مبلغ فدیہ بطور حکم فرمود و علی خان و نوروز چک و پسرِ او یوسف خان را گوشۂ رعایت مرعی داشتہ از سرِ قتلِ آنہا در گذشتہ در قید حبس محبوس داشت و بر مفارق سائر مردمِ سپاہ و دہاقین ظلِ مرحمت و عاطفت گستردہ بدستورِ سابق بجاگیرات سرافراز فرمودہ امان بخشید۔

بعد ازیں معاملہ یوسف شاہ راہِ خانۂ میران سید مشار الیہ سید مبارک شاہ بقدومِ حرمت پیمودہ بشرفِ ملاقات ایشان مشرف شدہ۔ جہت تقویت و تثبیتِ مملکت و سلطنتِ خویش با فرزندان میران سید مشار الیہ عہود و مواثیق مجدد استوار ساختہ۔ مخدرۂ خود را با نبیرۂ ایشان اتصال دادہ بر مسندِ حکومت فارغ البال نشست۔ و با میرانِ سید مشار الیہ سید مبارک شاہ رابطۂ تازہ و علاقۂ محبت بے اندازہ تجدید نمودہ۔ گاہے خود بمنزلِ میرانِ سید مشار الیہ آمدہ۔ انواعِ اتحاد و یگانگی بر منصۂ ظہور جلوہ گری کرد۔ گاہے میرانِ سید مشار الیہ را تکلیفِ منزلِ خود می نمود۔

یوسف شاہ اور فنون لطیفہ

یوسف شاہ بحلیۂ حسنِ بشرہ و صورت و بزیورِ جمال و سیرت آراستہ و پیراستہ بود۔ و از علمِ موسیقی و اشعارِ ہندی و کشمیری و فارسی باقصی الغایت واقف و آگاہ بود۔ چنانچہ در رمزۂ اہلِ شوق مخترعاتِ طبعِ لطیفش و اشعارِ ہندی در ہندوستان و اشعارِ کشمیری و اشعارِ فارسی او بر زبان فضلا و شعرا اشتہارِ تمام دارد و از جملۂ اشعارِ فارسیۂ او یک بیت دریں نسخہ ایراد نمودہ شد ؎

دل پُر دردِ من جاناں بسانِ غنچہ پُر خون است
چہ بے رحمی نہ پرسیدی کہ احوالِ دلت چون است

و اکثر اوقات بشرابِ کامرانی سرخوش گشتہ بہ نشاط و طرب و لہو و لعب مائل و راغب بودہ نغمۂ چنگ و چغانہ استماع نمودہ میگفت ؎

بعیش کوش کہ تا چشم می زنی برہم | خزاں ہمی رسد و نو بہاری گذرد

امرائے کشمیر کی سازشیں

چوں بعضے اعیانِ ایں دیار مانند شمسی چک و علم شیر خان و سید سیف خان و محمد ملک لنگ فرطِ غفلت یوسف شاہ

از امور مملکت معائنہ نمودند۔ خیال فتنہ و فساد از سر نو بخاطر خود مصمم کردند یوسف شاہ چون ازین حال آگاہ شد ہر چہار کس مذکور را در قید و حبس نگاہداشتہ زبان چابک بیان باین بیت متحرک گردانید ؎

من درین اندیشہ کہ چون سایہ کنم بر سر او
او دران عزم کہ چنان می کند از بنیادم

بعد از چندگاہ یوسف شاہ سیف خان و محمد ملک لنگ را از حبس خلاص ساخت و شمسی چک و علم شیر خان را بہمان و تیرہ در حبس خانہ ماند۔ از مشاہدۂ این قضیہ حبیب خان ترسان و ہراسان شدہ۔ عہد و پیمان گستہ فرار نمودہ بکوہستان ادر بیر (بقول حسن لاہور) درآمدہ بنیاد فتنہ و فساد نہاد۔ از دو سہ ماہ دیگر حیدر چک از ہند آمدہ باو ملحق شد و شمس چک ابن غازی چک کہ نسبت خویشی با حیدر چک داشت بموافقت مصلحت او جہت فتنہ و فساد بقلعۂ بلور بسر کراج درآمدہ۔ لشکر یوسف شاہ او را محاصرہ کردہ و ہجوم آوردہ گرفتہ پیش یوسف شاہ آوردند مومی الیہ ہر چند نسبت قرابت کہ با فرزندان یوسف شاہ داشتہ وسیلۂ مخلص خود نمودہ۔ انواع نیاز و زاری درمیان آورد۔ چون عمدۂ اہل فتنہ و فساد او بود تضرع و تخشع او را ہیچ فائدہ نداد ؎

ز بادشاہ وفا جستن آنچنان باشد
کہ میوۂ طلبیدن ز شاخ سرو سہی

بعد ازان یوسف خان ولد علی خان ولد نوروز چک کہ شمہ ذکر ایشان سابقاً مذکور و مسطور گشت از خانۂ لوہر فرجی از قید حبس یوسف شاہ فرار نمودہ با لشکر حبیب خان ملحق شد۔ چون جماعۂ امرازادگان این دیار بیک جا جمع شدند۔ مصلحت در ویران کردن قصر مملکت یوسف شاہ نمودہ پیش حاکم تبت کلان جہت مدد و کومک رفتند۔ چون حاکم تبت مذکور مرد عظیم الشان بملدی نام باستقلال تمام و با حشم بے انجام بود۔ چہار پنج ہزار سوار جہت تقویت و کمک ایشان با اسلحہ اسباب و آلات سپاہ گری مکمل و مسلح نمودہ ہمراہ ایشان تعین نمود۔ چون یوسف شاہ از آمدن کمک و سپاہ حاکم تبت آگاہ گردید۔ مردم زمین دار این دیار با سلحہ کارزار مستعد و طیار گردانیدہ بمحاذات ایشان فرستاد۔ چون حبیب خان مستولی گشت۔ بعضی

مردم ایشان لوائے تعصب برمی افراختند۔ وبعضی سنگ تفرقہ در معرکہ اتفاق ایشان می انداختند
ازمشاہدۂ این حال لشکر تبت بغیر از جنگ ومقابلۂ طبل بازگشت زدہ بمقام خود رفتند وحیدر
چک از آنجا منہزم شدہ بطرف کشتواڑ فرار نمود وحبیب خان راہ اطراف ونواحی برخود مسدود
ساختہ در شہر درآمدہ پنہان شد وخواست کہ بنیاد فتنہ وفساد قائم سازد ؎

چوں در لشکر دشمن افتد خلاف
چرا تیغ باید کشید از غلاف

وبعد از چند روز تفحص وتجسس نمودہ اورا از موضع سونوار گرفتہ نزد یوسف شاہ آوردند
ویوسف خان ولد علی خان با برادران از پرگنۂ برنگ گرفتہ نزد یوسف شاہ آوردند ویوسف خان
ولد علی خان با برادران از پرگنۂ برنگ گرفتہ پیش یوسف شاہ حاضر ساختند۔ یوسف شاہ
جہت رفع فتنہ وفساد سیاست ایشان فرمودہ گفت ؎

سیاست آتشی بر شد کہ آن را	ز بہر سگالان بر فروزند
چوں ایشان بر فروزند آتش ظلم	ہمان بہتر کہ ایشان را بسوزند

حبیب خان را ہر دو چشم از خانۂ چشم برآوردند ویوسف خان ولد علی خان را با برادران وخویشان
بقطع اعضا حکم فرمودند۔ علی خان ولد نوروز چک مرد عابد وخدا پرست ودر کارہائے دینی ودنیوی
بیدار وہوشیار بود۔ وپیوستہ بعبادت ذوالجلال اشتغال داشت۔ چوں بتقدیر وتقدیر
ربانی چشمان اورا بعقوبت مذکور از قوت باصرہ عاطل گردانیدند۔ درہماں ساعت برخواستہ
جہت ادائے شکرانۂ دوگانہ نماز بدرگاہ بے نیاز اقامت نمودہ۔ ایں رباعی برزبان مذکور ساختہ

در کوئی تو رسم سرافرازی اینست	...... ترا ....
با ایں ہمہ درد ہیچ درمان نہ کنم	شائد کہ ترا بندہ نوازی اینست

بعد ازیں حال کہ زمام حکومت وایالت یوسف شاہ بدست محمد بٹ بود۔ او بواسطۂ عداوت
وخصومت شمسی دونی پیوستہ مکدر خاطر بود۔ وہرچند کہ یوسف شاہ را برانتقام بے ہنگام او
ترغیب وتحریک می نمود۔ یوسف شاہ بخلق جبلی نیکوئی خویش از سخنان عرض آمیز واعراض نمودہ
بازاز مشار الیہ نہ پرداخت۔ باین تقریب محمد میر رنجیدہ کینہ در سینہ نگاہداشتہ با یوسف
خان ولد حسین شاہ متفق شدہ۔ ارادہ آں نمود کہ فرصت وقت یافتہ یوسف شاہ را بیک

نوعی ہلاک سازد۔ اما بجہت آنکہ فرزندان میران سید مبارک شاہ دریں مصلحت با ایشان
ہمراز نہ شدند۔ ہم ایشان صورت پذیر نہ شد۔ چوں یوسف شاہ ازیں حال آگاہ شد۔
مشارٌ الیہ ہراسان شدہ با بعضی مبارزان شبا شب فرار نمودہ بکوہستان اوڑی رفت متعاقب
آں یوسف شاہ باتفاق فرزندان میران سید مشارٌ الیہ با عساکر نصرت مآثر عنان توجہ بطرف
کوہستان مذکور معروف داشتہ۔ در اثنائے راہ با ایشان محاربہ پیوستند۔ حسیٰ بٹ برادر مشارٌ الیہ
محمد بٹ را مجروح و زخمی ساختہ۔ نوعی بران گروہ غلبہ نمودند کہ جز عقبۂ کوہ جائے اخفار ایشان
نماند۔ عساکر نصرت مآثر یوسف شاہ ایشان را در آنجا محاصرہ نمودہ۔ محمد میر را اسیر کردند و بعضی
مبارزان مجروح شدہ۔ از آں مہلکہ برآمدہ بہ حیدر چک پیوستند۔ و بعضی پریشان حال و متفرق
البال شدہ رو باطراف واکناف نہادند و از سببِ لحوق آں مبارزان حیدر چک را قوت و
حشمت زیادہ شد۔

بعد ازیں حال میرزا یعقوب بواسطۂ صغرسن خویش و تاثیر صحبت مفسدانِ بد اندیش
از خدمتِ مصاحبتِ فیض آثار پدر بزرگوار خود دلگیر شدہ برفاقت ابیہ خان ولد ابدال خان
فرار نمودہ۔ بکوہ کشتواڑ درآمد۔ پس از چند روز یوسف شاہ ملا حسن اسود را برسم رسالت نزد فرزند
مذکور فرستاد۔ ملا حسن بحسنِ تدبیر و لطفِ تقریر دلِ او را نرم ساختہ متوجہ عتبہ بوسیِ پدر خویش
گردانیدہ گفت

بشنو نصیحتے ز من اے مردِ کاردان | گر عاقلی ز صحبتِ اہلہ نفور باش
چو باز باش کہ صیدی کنی و لقمہ دہی | طفیل خوارہ مشو چوں کلاغ بے پر و بال

دا بہ خان از مخافت و ہیبتِ معاتبۂ یوسف شاہ نزد حیدر چک ماند۔ بعد ازیں قضیۂ شمسی چک
کہ در عین جلوس یوسف شاہ بر سریر ایالت در قیدِ قباحت مقید بود۔ بنوعی از حبس خانہ خلاص
شدہ در کوہِ کشتواڑ بہ حیدر چک ملحق گردید۔ بنا بران مردمِ فتنہ انگیز رخنۂ عظیم در سدِ سلطنتِ
یوسف شاہ یافتہ علمِ فتنہ و فساد جا بجا برپا نمودند و یوسف شاہ بجہتِ محافظت و ممانعت
آمد شدِ مردم پیشِ حیدر چک شیر علی بٹ دنجی رینہ بموضع کنیل تعین فرمود۔ مشارٌ الیہما شیوۂ
غفلت شعارِ خود ساختہ از کمین گاہِ خویش غافل شدہ چند روز ہمانجا نشستند۔ حیدر چک
فرطِ غفلت و بے خبریِ ایشان مشاہدہ نمودہ۔ فرصت وقت یافتہ باتفاقِ مبارزان خویش از

موضعِ کشتواڑ برآمدہ بہ تعجیلِ تمام بر سرِ ایشان شبخون آوردے

دو منزل یکے کرد و آمد دوان
ہمی جست بر سانِ تیر از کمان

درآں اثنا شیر علی بٹ با مبارزان ایشان دادِ مبارزت دادہ از دستِ شمسی چک بقتل رسید و نجی رینہ را حیدر چک زندہ گرفتہ بموضع ڈکسم نزول نمود۔ اکثر مخالفان رم کردہ۔ یوسف شاہ ازیں حال آگاہ شدہ بہ محاربۂ حیدر چک پیوستید۔ پس یوسف شاہ با مبارزانِ خویش از شہر برآمدہ مقدمۂ لشکر او در موضعِ مذکور با حیدر چک و شمسی چک و ابیہ خاں وغیرہم جنگی عظیم در پیوست۔ اما چوں جماعۂ مخالفان بغارہائے تنگ ملجا و ماویٰ خود ساختہ با ایشان محاربہ می نمودند۔ بسیارے از مبارزانِ یوسف شاہ مجروح و زخمی شدہ ہزیمت از میدان مبارزت غنیمت شمردہ بہ یوسف شاہ کہ متعاقب می آمد ملحق شدند۔ اما فرزندانِ میرانِ سید مبارک شاہ چنانکہ میران سید ابوالمعالی و ابراہیم خاں وغیرہما پائے مبارزت در میدانِ محاربت مستحکم نمودہ میرزا یعقوب[۱] انواعِ استمالت مردانگی دادہ نہ گذاشتند کی پے ہزیمت زدہ گان فرار نمودہ پیش پدر بزرگوار خود روند۔ بلکہ ہمانجا علمِ شجاعت و شہامت برپا نمودہ۔ قریب با پانزدہ شاہزادہ سوار شجاعت شعار با آں لشکرِ بے شمار محاربہ و مقاتلہ می نمودہ۔ و آں مبارزان فراری خبرہائے پریشانُ لاطائل[۱] در باب میرزا یعقوب و فرزندانِ سید شاہ الیہ نزد یوسف شاہ نقل نمودہ بنوعی بے دل و دلگیرش ساختند کہ مدتے ہمانجا با آں حشم و خدم متوقف ماند۔ آخر میرانِ سید حسین خاں ولد میرانِ سید شاہ الیہ ایشان را تحریک و تحریضی نمودہ برآں آورد کہ قدمِ مبارزت پیش نہادہ قریب میدان محاربہ شدند۔ حیدر چک پیش از وصولِ یوسف شاہ دیدہ از مغارہا تنگ برآمدہ با فرزندان میران سید شاہ الیہ جنگی عظیم پیوست۔ چوں جماعۂ ساداتِ مذکورہ مانند کوہ باشکوہ پا مستحکم نمودہ از جائے خود نہ جنبیدندے

برفتن اگر سیل تندی کند
چو کوہ آیدش پیش بندی کند

---

[۱] بمعنی نفع، اور فائدہ کے ہے۔ لاطائل سے مراد بے فائدہ ہے۔

ناچار بنا ئیدِ کردگار حیدر چک بے دلی نموده از اسپ پرنده جهنده پیاده شده در مغارہائے کوہستانی مذکور پنہان گردیده و گروهِ سادات مذکوره طبل ظفر و فتح زده مبارزان او را تعاقب نموده ـ بسیارے از ایشان به تیغ بے دریغ بقتل در آوردند ـ چوں یوسف شاه با عساکرِ نصرت آثر در آن میدان محاربه رسیده شہامت و مردانگی سادات مذکوره معاینه نمود ـ انواع آفریں و اصنافِ تحسین بر سر میرانِ سید شاه ابو المعالی خوانده ـ اکثر مبارزان آں معرکه را به تجویز میرانِ سید مشارٌ الیه بانعاماتِ شائسته و خلعت ہائی فاخره سرافراز و ممتاز گردانیده ـ عنانِ توجه بصوب سریر سلطنت کشمیر مصروف داشتند ـ بعد از چند گاه شمس چک و ابه خان و غیرہا از صحبت حیدر چک پریشان ضمیر شده ـ عهود و مواثیق به یوسف شاه تجدید و تازه نموده پیوستند ـ

زخوش گفتن و دل ز بد تافتن
ز بیگانه خویشی توان یافتن

حیدر چک و یوسف گنڈو علی خاں سوری گامه و غیرہم از کوہستان کشتواڑ بر آمده متوجه بدار الخلافت لاہور شده ـ بملازمت راجهٔ راجہا راجه مانسنگھ ملحق گشتند ـ یوسف شاه بواسطہ تخلف و تقاعد ملازمت راجه مان سنگھ که از و جود آمده بود ـ چنانچه سابقًا مذکور گشت از ملازمان راجه مذکور متغیر المزاج بود و اکنون که معاندان تیز رفته باو ملحق شدند ـ بیم و ہراس بیشتر از پیشتر نموده خواجه قاسم ولد خواجه حیدر ابن خواجه حاجی بانڈے[1] ـ ایں سخن خود ساخته گفت که از اصحاب مکر و معاندت ایمن نشستن کار ارباب عقل و کیاست نیست ـ ع

دشمن نتواں حقیر و بیچاره شمرد

پس در بابِ ہم حیدر چک کمر خدمت و اہتمام بر میانِ جان بسته نوعی سعی باید نمود که از خدمت راجه مان سنگھ محروم و مہجور شود و خواجه قاسم از برائے رونق و مصلحت کارِ خود ایں معنی از یوسف شاه پسندیده ـ تحف و ہدایا و نفیسه از ملازمت ایشان برائے راجهٔ مذکور و ارکانِ دولت او گرفته متوجه دار الخلافت لاہور گشته باتفاق خواجه محمد غنی کابلی بملازمت راجه مذکور مشرف گشت ـ

---

[1] خواجه حاجی بانڈے وہی شخص تھے جنھوں نے کشمیر پر مرزا حیدر کاشغری سے حملہ کرایا تھا ـ (اکبر حیدری)

ومقدمات غیبت واصناف تشنیعت ومذمت حیدر چک در وقت فرصت بسمع راجہ مذکور وارکان دولت او میرسانذ۔ امّا بموجب آنکہ ؎

زصاحب غرض تا سخن نشنوی
کہ گر کار بندی پشیماں شوی

خواجہ مومی الیہ راصاحب غرض دانستہ سخن او را اصغائی فرمونذ بلکہ ہرچہ مومی الیہ درباب حیدر چک می گفت ۔ درحقیقت باعث تقویت وتائید معاملہ او می شد ۔ چوں خواجہ مذکور را یقین شد کہ سخنان من حکم نقش بر آب و آب درغربال دارد بحکم ضرورت از ملازمت راجہ مذکور رخصت گرفتہ بملازمت یوسف شاہ رسیدہ ۔ از سخنان واقعی وموافق صلاح دولت اعراض نمودہ سخنان خوش آمد وچاپلوسی بعرض ایشان می رسانیدہ ۔ آں کلمات تقویت سلطنت خود دانست او را بخطاب مرزائی در رتبۂ اعتبار ممتاز وسرفراز کردہ زمام امر حکومت ایں دیار بادسپرد خوش آمد ہرکرا گفتم خوش آمد۔

شہزادۂ یعقوب کی دور اندیشی

میرزا یعقوب ولد یوسف شاہ کہ بحلیۂ عقل وکیاست و فرط تدبیر وفراست آراستہ بود۔ دید کہ آں مرد از دائرۂ مصلحت امور سلطنت پا بیروں نہادہ ۔ خوش آمد شعار خود ساختہ ۔ سخنان دور از صواب بعرض یوسف شاہ می رساندو آنچہ موافق صلاح دولت بود آں را بر زبان نمی آورد لاجرم با و درمقام خطاب درآمدہ پارۂ سرزنش بخواجہ مذکور نمود ۔ بایں تقریب مشارٌ الیہ از ایشان متغیر المزاج شد و نقار وغبار خاطر طرفین بہم رسید ۔ درا ثنار ایں حال راجہ مذکور تیمور بیگ کہ یکے از معتمدان دربار او بود بطریق رسالت وایلچی گری بہ نزد یوسف شاہ فرستاد۔ آنچہ مقتضی رسالت از امید وبیم بود ویک بیک بایماد اشارہ ادا نمودہ ۔ مرزا قاسم آمدن تیمور بیگ وسیلہ برآوردن میرزا یعقوب را بسبب خلاصی خویش دانستہ ۔ چناں خاطر نشان یوسف شاہ نمود کہ فرستادن میرزا یعقوب بدرگاہ عالم پناہ برفاقت تیمور بیگ بغایت مرغوب ونہایت مطلوبست ۔ یوسف شاہ بسخن غرض آمیز اوعمل نمودہ ۔ بے فکر وروئیت میرزا یعقوب را ہمراہ ایلچی مذکور روانۂ دار الخلافت لاہور گردانید ۔ چوں مرزا مشارٌ الیہ در ملازمت راجہ رسید لوازم تکریم وتعظیم بجا آوردہ او را بخدمت بادشاہ مشرف ساخت ۔ چندگاہ در قرب

خدمت اقدس قیام داشتند۔

ناگاہ بقضائے قدیر آلہیہ در آن اثنا رخبر فوت میرزا حاکم کہ حاکم کابل بود رسید حضرت بادشاہ جہاں پناہ جہت تسخیر ممالک کابلستان پائے عزیمت در رکاب ظفر انتساب آوردہ و در ہر منزل و مقام کہ نزول اجلال می نمود میرزا یعقوب را مقدمہ اہتمام طلب یوسف شاہ می فرمود میرزا یعقوب ہر چند واقعات ہر منزل بوسائل رسائل بخدمت پدر بزرگوار خویش عرضہ می نمود ۔ بواسطہ خباثت و شرانگیزی خواجہ مذکور موافق تدبیر نہ دانستہ التفاتی بمکتوبات فرزند خود نمی نمود ۔ چوں میرزا یعقوب از آمدن یوسف شاہ مایوس شد و طلب بادشاہی بسیار احساس نمود از خوف و ہراس تعرض بادشاہ ملاحظہ تمام نمودہ از موضع بہلول پور بدیں موجب رخصت بکمال عجالت روانہ گردیدہ ۔ در عرصہ سہ شبانروز خود را بشرف ملازمت پدر بزرگوار خویش رسانید ۔ باز عرق عداوت خواجہ قاسم دربارہ میرزا یعقوب در حرکت آمدہ ۔

توانم آنکہ نیازارم اندرون کسے	حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست
بمیر تا برہے اے حسود کین رنجیست	کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں رست

مغلوں کا حملہ

چوں قبل از وصول میرزا یعقوب نزد یوسف شاہ حکیم علی و صالح عاقل برسم رسالت بندگان خلافت پناہی بطلب یوسف شاہ فرستادہ بودند و دران اثنا میرزا یعقوب فرار نمودہ پیش پدر بزرگوار خویش رسید ۔ بنا بر علی ہذہ جواب نامہ مشتمل بر مقدمات عذر و معذرت کہ برفاقت ایشان در پایہ سریر خلافت استکتاب نمودہ فرستادہ بود بعرض قبول مقبول نہ افتاد و تجنب و تخلف یوسف شاہ کہ از و سرزدہ بود اکنون از میرزا یعقوب نیز ہماں حرکت شنیعہ بوجود آمدہ ۔ ایں معنی موجب ازدیاد قہر و غضب بادشاہی شد ۔ لاجرم راجہ بھگوان داس بابت و دولعرا مثل شاہ رخ مرزا و شاہ قلی خان وغیرہم جہت تسخیر ممالک کشمیر تعین فرمود ۔ چوں عساکر بادشاہی از آب پنبہ در نگ عبور نمودند ۔ محمد بٹ کہ ذکر قضیہ او سابقاً سمت تحریر یافتہ او را از قید حبس خلاص یافتہ جہت محافظت شہر و فرزندان خود گذاشتہ علم شیر خان کہ در وقت جلوس بر سریر سلطنت در قید و زنجیر نگاہداشتہ بود او از حبس برآوردہ ہمراہ خود گردانید ۔

یار بدست آر کہ بس بیکس است | ہر کہ مر او را بجہان یار نیست
این ہمہ نعمت کہ درین عالم است | ہیچ بہ از یار وفا دار نیست

مغلوں کی شکست اور عہد نامہ

بعد ازاں باتفاق سرداران ونامداران از شہر آمدہ بمقابلۂ لشکر بادشاہی راہ ہای تنگ پیش گرفتہ بوضع کوارہ مست نزول نمود۔ فردای صباح پگاہ بعضی مبارزان لشکر یوسف شاہ باگروہ عساکر بادشاہ جہاں پناہ جنگی پیوستند۔ بسیار مردم از سپاہ بادشاہی مقتول ساختہ سرہای ایشان بریدہ پیش یوسف شاہ آوردند۔ بعد ازاں یوسف شاہ با میرزا قاسم کہ زمام اختیار ممالک ایشان بہ قبضۂ اقتدار او بود بموجب فرمودۂ وشاورہم فی الامر مشورت در دفع و رفع عساکر مذکور نمود۔ موحی الیہ صلاح عاقبت کار خود ملاحظہ نمودہ خفیۃً چناں مصلحت بہ یوسف شاہ نمود کہ چون مقاومت عساکر بادشاہی ممتنع است اولیٰ آنست کہ بموجب الصلح خیر در صلح کشودہ راجہ بھگوانداس را وسیلہ و مربی خود ساختہ بخدمت بادشاہ جہاں پناہ متوجہ شویم کہ ہر آئینہ بموجب فرمودہ الدنیا بالوسائل لا بالفضائل مہمات ما بدین وسیلہ برونق نظام خواہند انجامید۔ متعاقب این مصلحت باجازت یوسف شاہ میرزا قاسم در ملازمت راجہ بھگوانداس رفتہ۔ تمہید مقدمات اخلاص واعتقاد خود نمودہ۔ چناں اظہار کرد کہ اگر یوسف شاہ بملازمت شما آمدہ ملحق سازیم درحق ماچگونہ شفقت وعنایت خواہید ورزید۔ ایشان جہت سرانجامی ہم خویش عہود ومواثیق بوفق خاطر خواہ میرزا قاسم پرداختہ۔ انواع استمالت مردانگی دادہ۔ عہد نامہ نوشتہ بدست او بملازمت یوسف شاہ فرستادند۔ مرزا قاسم شتابان آمدہ عہد نامۂ مذکور پیش یوسف شاہ گذرانیدہ مقدمات دیگر مشتمل بر چاپلوسی و فریب ترتیب دادہ یوسف شاہ را بران آورد کہ بے تأنی وتأمل و بے مصلحت فرزندان و تحمل رفتہ براجہ مذکور ملحق شود ؎

مکن در امور سپاہی شتاب | ز راہ تأنی عنان بر متاب
کہ صد خون بہ یکدم توان ریختن | ولے کشتہ نتوان بر انگیختن
تو شاہی چو شاہین مشو تیز پر | باہستگی کوش چوں شیر نر

یوسف شاہ کی ناعاقبت اندیشی۔ یوسف شاہ براہ نمائی آں گمراہ بہ بہانۂ دیدن

ہراولِ سپاہِ خویش پائے عزیمت در رکاب آوردہ باہراول و مقدّمۂ لشکرِ خویش ملحق شدہ۔ برفاقتِ چار پنج سوارِ حشمت و ایالتِ خود گذاشتہ عنانِ عزیمت بہ اردوئے راجۂ مذکور مصروف داشت۔ ہر چند مدبّران و مشیران و فرزندان از رفتن او را مانع آمدند اصلاً فائدہ نہ کردہ سے

رد مپیچ از مشورت زیراکہ اربابِ خرد
مشورت را پیشوائے اہلِ دولت گفتہ اند

چوں یوسف شاہ بے مصلحت و مدبّر و مشیر و بے تامّل و تدبیر مرتکبِ ایں امرِ خطیر گردید۔ امرایان و سرداران ممالکِ کشمیر مانند شمس چک و شمس دونی و علم شیر خان علی الخصوص فرزندانِ میر سید مبارک شاہ صلاحِ خلائق آں دیار در آں دیدند۔ کہ میرزا یعقوب را بر مسندِ ایالت و حکومت بجائے پدرِ بزرگوار متمکن ساختہ بہ محافظتِ ممالکِ مذکور پرداختہ شود۔ لاجرم فردائے آں باتفاق شمس چک و علم شیر خان و شمس دونی میرزا یعقوب را بجائے یوسف شاہ بر تخت گاہ نشاندہ و خانِ خانان ولد حسین شاہ و حسین خان ولد ابرہ شاہ کہ داعیہ حکومت ایں دیار در دماغ داشتند محروم و مذموم ماندند۔ بلکہ امرایانِ کشمیر در صددِ چشم کندن آنہا شدہ بودند و لیکن بہ مصلحت و کوشش میران شاہ ابوالمعالی خلاصی یافتند و باتفاق ایشان با عساکرِ بادشاہی بہ محاربہ و مقاتلہ پیوستند و با طالب اصفہانی با بعضی مبارزان جہت محافظت راہ کھاوردہ متوجہ شدہ۔ ہماں جا چندگاہ بار اقامت انداختہ۔ نشست و در میان موضع مذکور و لشکرِ بادشاہی آب بہبہ درنگ حائل و حاجب بود بنابران بعضی مدبّران شیرین کار و استادانِ فراست شعار چناں مصلحت بہ لشکر بادشاہی نمودند کہ برین آب پل مستحکم بستہ عبور نمودہ بآں طرف بائد شد تا ممالک مذکورہ بوجہ سہولت و آسانی بدست تصرّف عساکر بادشاہی در آید۔ اوستا لولو مذکور نجار کہ یکے از نامداران و چاپلوسان آں دیار بود۔ ایں مصلحت نمودہ جسرے مستحکم و خاطر خواہ بر آں آب بست۔ اکثر مردمِ مغل از متعلقان شاہ رخ میرزا بدخشی یگان یگان از آں جسر عبور نمودہ بآں طرفِ آب می شدند۔ و اکثر مردم زمیندار از ان گروہ شجاعت آثار بغایت متوہم شدہ۔ پائے محاربہ و مقاتلہ بس کشیدہ ایستادند۔ امّا یک مردے از مردمانِ زمیندار پائے مبادرت در میدانِ مبارزت پیش نہادہ با یک نفرِ مغل از عساکرِ بادشاہی جنگے پیوستہ۔ بیک زخمِ تیر از مرکبِ حیات پیادہ ساختہ لباسِ سلب از بدن او سلب نمود۔

آں مردمِ مغل ہم میانِ زر در کمر داشت و لباس رعنا در بر۔ چون زمینداران آنحال را معائنہ نمودند برائے اخذ حطام دنیوی ہر کدام راغب و مائل گردیده در پی مردمِ پادشاہی کہ یگان یگان ازان جسر عبور نمودند در آمده۔ اکثر مردم را غارت نموده بقتل آوردند و پلِ مذکور را شکستہ راه آمد و شد مردم برطرف ساختہ۔ راه ہائے اطراف و جوانب بالکل نوعی مسدود ساختند کہ اردوئے عساکرِ بادشاہی غلّہ و سائر مصالح چندان گرانبہا شد کہ مزیدی بر ان متصوّر نیست ؎

گرسنہ شکم بر نمد بست چشم — کہ ہمسایۂ گوشت بود است پشم

بہمیں منوال شدّت و محنت گذرانده با ایشان محاربہ می نمودند۔

اکبر کی عہد شکنی اور راجہ بھگوانداس کا اقدام خودکشی

و دران اثنا بتائیدِ آسمانی برف و باران بموافقت بلائے غلّہ گرانی شده۔ نوعی عساکر بادشاہی را زیر و زبون ساخت۔ کہ لاعلاج علی اکبر شاه را برسم رسالت در ملازمت میرزا یعقوب شاه فرستادند کہ من بعد جنگ و محاربت نکنند و بہمان سیرت و شانِ خود بوده سکّہ و خطبہ بنام و القابِ بادشاه جہاں پناه مقرر سازند۔ و ہرگاه میرزا یعقوب را بادشاه جہاں پناه طلب فرمایند۔ یوسف شاه او را در خدمت حضور حاضر خواہد گردانید۔ اگرچہ میرزا قاسم از ضمانیتِ مرزا یعقوب شاه را مانع بود۔ امّا از روئے عطوفت پدری ضمانیت فرزند پذیر رفتہ خود قبول نموده۔ حسب الامر راجہ بھگوانداس نامۂ ضمانیت نوشتہ داده از موضع بولیاس برفاقت ایشان متوجہ دار الخلافت لاہور شد۔ راجہ بھگوانداس با عساکر بادشاہی طبل شادی کوفتہ یوسف شاه را ہمراه خود گرفتہ بشرفِ خدمت بادشاه خلافت پناه مشرف گردانید۔ اگرچہ یوسف شاه کمال اخلاص و نہایت اعتقاد ورزیده روئے توجہ بخدمت حضرت خلافت پناه آورد۔ امّا از آنجا کہ طالع مددگاری نہ نمود۔ اخلاصِ او و قولِ راجہ بھگوانداس یکسو نہاده یوسف شاه را مدت دو سال و شش ماه در حبس گاه نگاہداشت۔ لاجرم چوں راجہ بھگوانداس در سخن و قولِ خود خلل دید غیرت اصلی کہ در نہاد آں طائفہ جبلّی است او را بران آورد کہ دشنۂ تیز خون ریز از کمر خویش برآورده حوالۂ شکم خود نموده امعا و احشائے خویش بیرون انداخت۔ چوں قاصدِ ممات بمنزل حیات او نہ رسیده بود باز خلعت تندرستی پوشیده بر مسند عافیت متمکن شد۔

نواں باب

یعقوب شاہ

یعقوب شاہ

بعد ازیں قضیہ یعقوب شاہ بتاریخ نہصد و نود و چہار ہجری[1] بر مسند ریاست و حکومت ممالک کشمیر جلوس نمود و تاریخ جلوس او "ظل اللہ"[2] یافتہ اند و مسند وزارت به علی ڈار قرار یافت و علی ڈار مردی خوش دماغ بود۔ اما چون کیفات بسیار میخورد در معاملات خلایق میانِ راست و دروغ و صلاح و فساد تمیز نتوانست کرد۔ تا بحدیکہ پرگنہ کہ در صباح بہ بعضی سپاہ می داد۔ بنماز دیگر ہمان پرگنہ بدیگرے تفویض می کرد۔ چوں ہر دو جاگیردار مناقشہ نمودہ مرافعہ پرگنۂ مذکورہ اظہار نمودند۔ سخنان خود فراموش نمودہ جواب ایشان چناں می داد کہ پرگنۂ مذکورہ داخل پرگنہ جات خالصہ است۔ بہ جاگیر کسے مقرر و مفوضِ نہ شدہ است۔ بایں سبب در میان خلائق جدال و عناد و فتنہ و فساد روز بروز می افزود۔

سازشیں اور بغاوتیں

درآں حال یعقوب شاہ میران سید حسین خاں و شمس دونی را جہت محافظتِ شہر کشمیر تعین فرمود۔ خود با حشم و سپاہ جہت کتخدائی فرزند

---

[1] ۹۹۴ھ

خوانده خویش متوجه موضع هاله واله شده بود۔ چون نسبت مذکوره درست ساختہ عنان مراجعت مصروف فرموده بموضع اچھول رسید علی ڈار شیوهٔ تبغی شعار خود کرده با شمس چک و علم شیر خاں و میر حسن چاڈوره اتفاق نموده در ۹۸۵ھ آں شدند که بر یعقوب شاه دستبردے نمایند۔ اما بسبب قوت و شوکت سپاه کاری نتوانستند کرد۔ ناچار از آں جا یلغا نموده بطرف میرانِ سید حسین خاں و شمس دُونی عنانِ توجه مصروف داشتند که بهر نوع خواه بصلاح و خواه بجنگ ایشان را در دایرهٔ مصلحتِ خود درآوردند یعقوب شاه ازیں واقعه آگاه شد۔ محمد میر که در حین جلوس در قید حبس محبوس داشته بود اورا از حبس برآورده باتفاق او عنانِ عزیمت بطرف شهر کشمیر مصروف داشته پیش از وصول مخالفان در شهر درآمدند۔ بعد از لمحه علی ڈار با مخالفان پلهائے نهرِ شهر بریده در موضع ذالڈگر فرود آمد و یعقوب شاه بمیدان عیدگاه نزول نمود۔ چوں یعقوب شاه علی ڈار را بسیار دوست می داشت علی ڈار اعتماد برکمالِ دوستی او نموده ۔ در عیدگاه در ملازمت شتافته سخنانِ چند موافق ارادهٔ طبیعت خود بعرض یعقوب شاه رسانید۔ امّا چوں مدبّران و مشیران یعقوب شاه را دلپذیر نه افتاد ناچار از ملازمتِ ایشان خاسر و خائب شده باتفاقِ رفیقان جهتِ تقویتِ خویش متوجه سوپور شده۔ علم شیر خاں را ایں طرف سوپور در موضع مله پوره گذاشته خود با جماعتِ مبارزان در سوپور نزول نمود۔ بعد ازاں یعقوب شاه با سرداران سپاه داعیهٔ جنگ آں جماعه بخاطر خود مصمّم نموده بمقابلهٔ لشکر مخالفان بایں طرفِ شهر سوپور نزول فرموده۔ بعد از هفت شبانروز از آبِ مله پوره عبور نموده به علم شیر خاں جنگی عظیم و حربی بزرگ پیوستند۔ چنانکه نزدیک شده بود که علم شیر خاں از زخم مبارزت مبارزاں درمیان مقتول شود۔ امّا باعانت و دستیاریِ رفیقانِ او را از آن رزمگاه بسلامت برآورده در کشتی سوار نموده بطرف سوپور نزد شمس چک رسانیدند ؎

مکن تکیه بر گنج و تیغ و سپاه　　　ز فرزانگان رائے تدبیر خواه

شود رائے نیکو ترا دستگیر　　　بجائے که ضایع شود تیغ و تیر

بعد ازاں امرایان و مبارزانِ عساکرِ یعقوب شاه از موضع سوپور فتح کرده پائے مبارزت و مردانگی در بازار سوپور نهاده با مبارزانِ شمس چک دوکانِ محاربه گرم کرده نوعی بر لشکر او غلبه آوردند

سله بازر کھناسے زیاں کار سے ناامید

کہ بے اختیار فرار نمودہ۔ روئے عبور بجسر سوپور آوردند۔ چوں پہنائے جسر مذکور نہائت تنگ بود
واز دحامِ فراریان برد۔ بسیار شد ناچار بعضی مردم از صدمۂ ہمہ گیر در آب افتادہ غرق گشتند و برخی
بساحلِ سلامت پیوستند و شمس چک باتفاقِ مبارزانِ خویش فرزانگی نمودہ عنانِ عزیمت بجانب
شہر معروف داشت و یعقوب شاہ فرزند میرانِ سید مشارٌ الیہ شاہ ابوالمعالی را متعاقب آنہا
فرستادہ خود باتفاق یوسف خاں وابیہ خاں و سید حسین خاں از موضعِ سوپور الغار نمودہ پیش از
رسیدن شمس چک بشہر رسید۔ شمس چک و علم شیر خاں وغیرہما استماع ایں حال نمودہ در شہر در
آمدن مصلحت نہ دیدند و چند مردم بتعاقبِ علم شیر خاں شتاب زدہ گی نمودہ باجماعۂ خود از شمسی
چک جدا شدہ بکوہستان کچھامہ در آمد و میر حسین چاڈورہ بموضع شمہ ہال رفت و علی ڈار از ایشان جدا
شدہ پناہ بزمین دار برقل آوردہ۔ ناچار شمس چک بآستانۂ میر شمس الدین عراقی در آمدہ پنہاں گردید
و یاران و مبارزان از مصاحبت ایشان متفرق شدند ؎

ایں دغل دوستاں کہ می بینی	مگسانند گردِ شیرینی
تا طعام تو ہست می کوشند	ہمچو زنبور بر تو می جوشند
باز وقتے کہ دہ خراب شود	کیسہ چوں کلۂ رباب شود

ترک یاری کنند دیداری
دوستی خود بنود پنداری

چوں ایں خبر بسمع یعقوب شاہ رسید سوار شدہ۔ شمس چک را از آستانۂ مذکور برآوردہ حوالۂ ابیہ خاں
ولد ابدال خاں نمود۔ اگرچہ شمس چک صاحبِ تدبیرِ صائب و ذہن ثاقب بود۔ اماں چوں قضائے ربانی
و تقدیرِ رحمانی نازل شد۔ نوعی پردۂ بے فراستی بر دیدۂ بصیرت او فرو کشید کہ عقل از ادراک و حواس
از دریافت فرو ماند۔ واسپ مبارزت گذاشتہ بمنزل مجاوران تحصین و پناہ برد ؎

قضا دستے پنج انگشت دارد	چو خواہد کز یکے کامے برآرد
دو بر چشمش نہد دیگر دو بر گوش	یکے بر لب نہد گوید کہ خاموش

قاضی موسیٰ کی سازشیں

بعد از تسکین ایں فتنہ زمامِ منصب و وزارت بدست تدبیر محمد بٹ سپردند۔ بعضی مردم ساعی و نمام تہمتِ ایں فتنہ انگیزیِ
تمام شمس چک در بابِ مخالفت یعقوب شاہ بر قاضی موسیٰ بستند و قبل ازیں نیز در زمانِ آمدنِ

راجہ بھگوانداس با عساکر بادشاہی یعقوب شاہ از خواجگان کشمیر پارۂ اسباب و آلات تیغ و تیز
طلب فرمودہ بود۔ قاضی مذکور حمایت نمودہ نہ گذاشت کہ آں اسباب و آلات نزدِ ایشان فرستند
فی الواقع قاضی ازاں بابت مردِ خوش سلوک و نافذالکلم بود۔ کہ سقفِ مسجد جامع کشمیر کہ در درست
ساختن آں مردِ صاحبِ تدبیر و بزرگانِ ممالکِ کشمیر تبقاعُد و تقصیرِ خوش معترف بودند آں را باشتغالِ
مردم شہر کشمیر در مدت یک سال تعمیر نمودہ درست ساخت۔ و تہمت ہائی دیگر در بابِ مذہب و ملت
کہ ممکن الصدور از وے نبود در حق او گفتہ سعی بلیغ در خون او نمودہ او را بہ قتل رسانیدند۔ الحق اگر
طائفۂ تمام با وجود قدرت تمام شفاعت و مرحمت شعار خویش ساختہ مثل فرزندان میران سید
مبارک شاہ ازیں مہلکہ ناگاہ خلاص می ساختند۔ ہر آئینہ نقشِ نکوئی و کرم ایشان بر صفحۂ زمان تا قیام
قیامت باقی می ماند ؎

نکوئی کن و اکنون می دہد دست — بدی بگذار گرچہ قدرتت ہست
زنیکوئی نکوئی آیدت پیش — اگر بدمی کنی بد آیدت پیش

قتل موسیٰ زوال حکومت

از وقوع ایں قضیہ درمیانِ بزرگان و اعیان و اہالی ممالک کشمیر حادثہ واقعۂ حادث و ہائل شد کہ مہابت آں حادثہ موجب
نقصان بنیانِ قصرِ مملکت یعقوب شاہ گشت و در اثنا ایں حال از رائے رکیک ملا احسن اسود
وغیرہم محمد بٹ کہ بکمال فراست آراستہ بود از مسند وکالت و وزارت معزول گردانیدہ در قید
حبس نگاہداشت۔ ایں قضیہ نیز باعث زیادتی فتنہ و فساد شد و خلعت وزارت و مہام بر قامتِ
بے اندام نازک بٹ پوشانید۔ چوں نازک بٹ از حلیۂ عقل سادہ و از زیور فراست دور افتادہ بود۔
تدارک و تلافی فتنہ و فساد کہ در کشتنِ قاضی موسیٰ وقوع یافتہ نتوانست نمود و از خبرداری سپاہ و رعایائے
حال تباہ واقف و آگاہ نتوانست شد۔ لاجرم سپاہِ آں دیار از ولی نعمت ہائے کبارِ خویش منحرف
المزاج شدہ ناچار راہ بیوفائی و جدائی پیمودند ؎

زر بدہ مردِ سپاہی را تا سر بنہد — و گرش زر نہ دہی سر بنہد در عالم

شیخ یعقوب صرفی کی قیادت میں کشمیر پر اکبر کا حملہ

چوں حقیقت حال برین منوال معاینۂ اہل آں دیار گردید۔ ناچار اشراف و اعیان آں روزگار حقیقت
حال بہ پایہ سریر خلافت معروض داشتند۔ حضرت خلافت پناہ جماعۂ مبارزانِ صاحب شکوہ با لشکر

پرانبوه بخلعت ہائی شاہنشاہی و انعامات بادشاہی سرافراز و ممتاز ساختہ بہ تسخیر ممالک کشمیر ہمراہ قاسم خاں میر بحر روانہ گردید و جامع صورت و اسلوب شیخ یعقوب و حیدر چک را نیز ہمراہ قاسم خاں میر بحر مرخص و مامور فرمود تا در ہر موضع و منزل رہبر ایشان بودہ۔ بہر کدام طائفۂ اسمالت دم دانگی می دادہ باشد تا ہیچ احدی ہراس و رعب بخاطر خود راہ نہ داد۔ جلا وطنی اختیار نورزد۔ یعقوب شاہ ازیں حال آگاہ شد۔ برادر نانک بٹ را در شہر تعیین فرمودہ خود از شہر برآمد۔ دریں اثنا سید یوسف خاں بیہقی از سوپور برآمدہ۔ از برادر نازک بٹ خلعت و اسپ و اسباب گرفتہ با علم شیر خاں بہ موضع پکھامہ ملحق شدہ۔ برفاقتِ او عنانِ عزیمت جہتِ فتنت و فساد بطرفِ شہر مصروف داشت و یعقوب شاہ بہ موضع ہیرہ پور رسیدہ۔ پیش از وصولِ لشکرِ بادشاہی یوسف خان ولد حسین شاہ و ابہ خان ولد ابدال خان و ابراہیم خان ولد میران سید مبارک شاہ وغیرہم را جہت محافظت راہ کپچل دبقول حسن کو نہ بل، تعیین نمود۔

امرائے کشمیر کی ملک و قوم سے غداری

بعضے مبارزان از نفاقِ یعقوب شاہ و عدم اتفاق ہمدیگر باہم اتفاق نمودہ۔ فتح علی کہ بخطاب نو رنگ خاں ممتاز بود در قید کردہ متوجہ بطرف عساکر بادشاہی شدند از آں جملہ بہرام نیائک۔ اسماعیل نیائک و شنکی چاڈورہ مسدودی رفتہ بہ لشکر بادشاہی پیوستند جرارے کہ جہت محافظت راہ پیر پنجال فرستادہ بودند بہ لشکر بادشاہی پیوستند و مردم فراری مذکور مذبذب حال و پریشان مآل شدہ لا الیٰ ھٰؤلاءِ ولا الیٰ ھٰؤلاءِ گردیدہ درمیان ماندند و یوسف خاں ولد حسین شاہ و ابہ خاں ولد ابدال خاں و ابراہیم خاں ولد میران سید مشارٌ الیہ عنان مراجعت باز تافتہ بہ یعقوب شاہ ملحق شدند۔ چوں تفرق و انتشار یعقوب شاہ بیحد و بسیار شد و اجتماعِ مردمِ متفرق و پریشان از حیطۂ امکان متجاوز نمود لاجرم میران سید شاہ ابو المعالی چہرہ دلکشائی فتح و فیروزی یعقوب شاہ در آئینہ تدبیر بایں صورت پذیر دید کہ شمس چک و محمد بٹ کہ در قید حبس محبوس بودند۔ چنانکہ سابقاً ذکر آں سطور شد از قید زنجیر خلاص نمودہ عہود و مواثیق از سر نو تازہ ساختہ در سلک عساکر یعقوب شاہ انتظام بایدداد تا قوت و حشمت ایشان متزاید گردد۔ اگرچہ ایں مصلحت یعقوب شاہ را بسیار مستحسن و دل پذیر واقع شدہ بود و بعضی نو دولتان ایشان نیز از روئے نفاق بزبان ظاہر دریں باب سمعنا و اطعنا گفتہ ایشان را از حبس برآوردند۔ اما چوں ایں مصلحت موافق ما فی الضمیر ایشان

بنود لاجرم یعقوب شاہ را بدر رسے نمودہ بر آں آوردند کہ بے تامّل و تانیٔ وقتِ صبح عناں مراجعت بطرف حیز معروف داشتند ؎

گر بصورت ملکی در بہ لطافت حوری　　چوں بمعنی نرسی از ہمہ دلہا دوری

شیخ صرفی کی گرفتاری

بضرورت سرداران و مبارزانِ عساکر فرصت وقت یافتہ باطراف و اکناف آں دیار متفرق شدہ رفتند۔ چوں پریشانی و تفرقِ سپاہ یعقوب شاہ بسمع عساکر خلافت و نصرت پناہ رسید مجمع سیرت و سلوک شیخ یعقوب و میر حسی و شنگی چاڈورہ کشمیری با جمعی مردم ہمراہ ساختہ بطرف آں دیار مرسل گردانیدند تا انواع استمالت و دلاسائے سکنۂ آں دیار نمودہ دردسے حکومت و کلای بادشاہی بر مردم اطراف و اکناف نافذ و جاری سازند۔ چوں جماعۂ مذکور بموضع ہستی ونج رسیدند مردم ایں دیار بہجوم بسیار بر ایشان آوردہ اکثر از ایشان بقتل آوردند و میر حسی را مجروح ساختند و شیخ یعقوب را بسبب فضیلت او و شنگی چاڈورہ را بسبب خویشی و آشنائی حسین چک باوجود تعدّی و آزارِ ایشان تعرّض نہ رساندہ۔ دستگیر نمودہ اماں دادند ؎

چو در مقابلۂ جرم لطف بیند کس　　شود خجل زدہ و ایں خجالت او را بس

متعاقبِ ایں قضیہ شمس چک باتفاق سید حسین خاں بیہقی و حسین خاں ولد ابہ شاہ و علم شیر خاں و محمد بٹ و سائر مردمِ متفرقہ را جمع نمودہ بالائے کوہِ کنز بل نزول نمودہ بہ مقابلہ و محاربہ عساکر بادشاہی پرداختند ؎

از سر گذشتہ پائے بمیدان نہہ ببین　　گوئے مراد در خم چوگانِ روزگار

خواہی کہ بخت کام نیاید بکام دل　　بائد شدن بمعرکہ باخصم روبرو

دوران حال محمد چک ولد ہجی چک کہ یکے از مبارزانِ نامدارِ ممالک کشمیر بود پائے مبادرت و سبقت در میدان محاربت پیش نہادہ بایکی از مبارزان عساکر پادشاہی دست مردانگی در کمر ہمدیگر کردہ در آں میدان چوں گوئے غلطاں از پہلو بہ پہلو یکدیگر را می گردانیدند تا آنکہ مردم گکھر بہ تخصیص جلال خاں اسپ خود را بجولان در آوردہ۔ محمد چک مذکور را بعرصۂ عدم رسانید۔ از مشاہدۂ ایں حال عرق مردانگی در بدنِ فرزانگیِ ظفر خاں نائک در حرکت آمدہ حملاتِ مردانہ و صولات شجاعانہ از قبل محمد چک نمودہ۔ آخر بضرب تیر و تفنگ قنبر علی غلام میرزا حاکم در آں وقت نام او داخل طومار

توپخانۂ پادشاہی شدہ بود ۔ ودیعتِ حیات بقابضِ ارواح سپرد۔ باقی امرایان و سرداران عساکر ممالک کشمیر تقاعُد تمام وجبین لا کلام در زیدہ روئے ہزیمت باطراف وجوانب آوردہ متفرق شدہ رفتند ۔

فتح کشمیر ولشکر بادشاہی بافتح وفیروزی بعیش وشادی برکوہ ہستی ورنج نزول نمودونواب قاسم خاں بتاریخ نہصدو نود وچہارم ہجری بافتح وفیروزی عساکر بادشاہی در شہر کشمیر درآمد و حیدر چک رابگمان فتنہ انگیزی ومظنۂ شور ورزی در قید حبس نگاہداشت۔اہالی ونگنۂ ومبارزانِ دیارِ کشمیر مشاہدۂ آنحال نمودہ از حرکات شنیعہ و افعالِ ذمیمہ کہ درشانِ حکام سابق از ازایشان بظہور می رسید پشیمان ونادم شدہ درزاویہ رعب وترسِ معتکف گشتند۔چوں کیفیت گرفتن حیدر چک بسمع یعقوب شاہ رسید۔علی الفور باتفاق مبارزان از موضع کشتواڑ در اہتزاز و حرکت آمدہ در موضع چیرونی نشست ومردم مبارزانِ متفرقہ ایں دیار راجمع نمودہ بجنگ جماعۂ مغل تحریص نمود۔چوں ایں خبر وحشت اثر بسمع قاسم خاں رسید مبارک خاں گکھر را باجمعی ازمبارزانِ نامدار برسرایشان تعین نمود۔چوں جماعۂ مبارزان اہتزاز نمودہ درقرب ایشان نزول نمودند۔مصلحتِ مدبران ومشیرانِ سپاہ یعقوب شاہ برین تدبیر قرار یافت کہ پیش از وصول ایشان برسر قاسم خاں در شہر کشمیر شبخون بریم تاچہرۂ دلکشائے فتح درآئینۂ ایں تدبیر بینیم۔پس مقتضائی ایں رائے عمل نمودہ برسرلشکر قاسم خاں درشب شبخون آوردند ے

برفتند نیمی گذشتہ زشب	نہ بانگ تبیرہ[۱] نہ بوقے[۲] طلب
سپاہ اندر آمد بگرد سپاہ	یکے بانگ برخواست دررزمگاہ
سراسیمہ شد فتنہ از دار وگیر	برآمد یکے ابر بارانش تیر

یعقوب شاہ کی جدوجہد آزادی اور جذبۂ حب الوطنی

درضمن ایں محاربہ مخالفان ہلاکت یعقوب شاہ باعتقاد خود مصمم نمودہ بموضع تعینات خود درنیامدند بنابرآنکہ حکومت دریاست ومنصب سلطنت او بخاطر ہرکدام ایشان بسیار ناخوش بود۔ لاجرم یعقوب شاہ بدین اندیشہ آگاہ شدہ جزم نمود کہ دوستی

---

[۱] خوشی سے جھومنا' ہلنا۔ [۲] ڈھول' نقارہ [۳] کرنائے' سرنائے۔بڑی تر ہی جس میں سے آواز مہیب نکلتی ہے۔

اہل ایں زمانہ چنداں اعتبار ندارد و محبتِ ابناء روزگار ناپائدار ـ ناچار زبانِ گفتار در کام خاموشی کشیدہ از موضع ذالڈگر بطرف چیراوڈر عنانِ عزیمت مصروف گردانید ؎

چو بینی کہ یاران بناشند یار　　　　ہزیمت زمیدان غنیمت شمار

و میران سید شاہ ابو المعالی کہ سر دفتر مبارزانِ سادات بیہقی بود بے محابا بموضع تعین درآمدہ صولات مردانگن و حملات صف شکن نمودہ دروازۂ سرائے یوسف شاہ راکہ قاسم خاں با لشکر فراواں در آں رخت اقامت انداختہ بود آتش درکشیدہ و بعض مبارزانِ فرقہ مانند میر حسین چاڈورہ وغیرہ اعتماد بر مبارزت و دلاوری و تکیہ بر شجاعت و تہوری او کردہ باتفاق ہمدیگر صولاتِ مردانہ وحملات مبارزانہ نمودہ مخالفان را مجال راہِ محاربہ بخویش نداوند ـ دریں اثنا قاسم خاں حیدر چک را کہ در قید نگاہداشتہ بود تعجیل نمودہ بقتل رسانیدند ؎

قلم بہ نیک و بد خلق در ازل رفتست　　　　بگفت و گوئی خلایق دگر نخواہد شد

چوں تاریکی شب از شعلۂ آتش چوں روز در فروزشد در ہر کوچہ و بازار مردم عوام ہجوم عام نمودہ مبارزان عساکر پادشاہی را بزخم چوب و کلوخ و سنگ بیدرنگ مجروح ساختند و خزینۂ پادشاہی کہ بوقوف میر عبدالرزاق معوری در آنجا بود ـ مبارزانِ کشمیری باتفاق میران سید مشارالیہ بقصد تاراج و غارت او از دحام لاکلام آوردہ محاربہ سخت و جنگی درشت با میر مذکور در پیوستند ـ دریں اثنا اگرچہ قاسم خاں فرط نہفت وافراط شجاعت مبارزان ایں دیار دیدہ از اں منزل و مقام برآمدہ نزدیک ساحل سلامت دریا استادہ باعانت و امداد میر عبدالرزاق معوری نہ پرداخت اما از آنجا کہ شجاعتِ طائفۂ شریفۂ ہاشمیہ روشن و ہویداست سر سر دارانِ ساداتِ میر مشارالیہ پائے دلاوری در معرکۂ مبادرت فشردہ با مبارزان ایں دیار جنگی عظیم پیوست ـ اکثر مردم طرفین از زخمہای ہمدیگر مجروح و خستہ گردیدند ـ ناگاہ دریں حال مردم ایں دیار اطلاع یافتند کہ پائندہ قزاق کہ یکے از مبارزانِ عساکرِ پادشاہی جمعی را از مبارزان ترتیب دادہ جہتِ کمک مردم خزانہ دار عنانِ مبارزت بحرکت آوردہ است ـ چوں خبر آمدن او مبارزان کشمیر استماع نمودند دست از محاربۂ میر مذکور واپس کشیدہ از ان کوچہ بیرون آمدہ بمقابلہ او رفتند و از آنجا کہ پائندہ قزاق مردِ مبارزِ نامدار و در حرب تجربہ شعار بود پائے محاربہ در میدان مقابلہ او افشردن کاری عظیم بود ؎

بہر جا کہ نیزہ برافراختی　　　　جہانی ز مردم تہی ساختی

بشمشیرِ خون یلان ریختی	بہر سو کہ مرکب بر انگیختی

ناچار گردہ مبارزِ این دیار مراکب مبارزت، در میدان محاربت د بجولان نیاوردند۔ علی میر بلو از ان میان سبقت نمودہ و پائے مُبادرت پیش نہادہ زخم شمشیر بر وانداخت۔ آن مردِ مردانہ زخم او را در ہوا ردگردانیدہ بنوک نیزہ اش از صدرِ زین برزمین انداخت۔ عوام النّاس مشاہدۂ مردانگی و چابک دستی او نمودہ فریاد برآوردند کہ ہیچ کس متوجۂ مصارفِ او نہ شود کہ پنجۂ صولتِ او بر رستم دستانِ چیرہ و سام نریمان در مبارزت او چیرہ است و میران سید شاہ ابو المعالی شیوۂ مردی و مردانگی او معائنہ نمودہ ذرۂ نہ اندیشند۔ غیرت ورزیدہ حملہ بروئے آغاز کرد۔ مبارزان د نظارگانِ این دیار دیدگانِ بر مبارزتِ آں دو مبارز دوختہ ایستادند۔ پائندہ قزّاق پائے سبقت در میدانِ مبارزت پیش نہادہ حملہ آوردہ زخمِ نیزۂ جان شکار حوالہ میران سید مشارٌ الیہ نمود۔ میران سید مشارٌ الیہ بتائیدِ عونِ الٰہی زخمِ نیزۂ اُو در سپرِ او ردکردہ بیک زخمِ تیغِ آبدار مغز از دماغ برآوردہ او را بر خاک نگونسار گردانید۔ باقی مبارزان او آں تہور و دلاوری دیدہ از محاربہ پہلو تہی ساختہ بعسکرِ خویش مراجعت نمودند۔ لاجرم مردم پادشاہی مانندِ ملخ و مور از خانہا بیرون تاختہ بر لشکرِ این دیار ریختہ قریب ہفتاد و ہشتاد سوار میران سید شاہ ابو المعالی را دائرہ کردہ احاطہ نمودہ قصد گرفتن او کردند۔ میران سید مشارٌ الیہ تگاورِ خود را در جولان درآوردہ و دادِ مردانگی دادہ در خانۂ کمان درآمدہ ہر کدام دشمن را بضرب تیر از پہلوئے خویش دور می گردانید ؎

شاہِ کماندار کمانی بدست	گر زخم او چرخ شدہ در شکست
ہر کہ ازاں چاشنیٔ می چشید	رخصت بصحرائے عدم می کشید

آخر چوں تیغِ جوہر دار از ان کارزار سرخ رو برآمد ؎

آفریں باد بر چناں پدری	کہ چنیں پور نسل او می ماند

اگر در آن شب مانندِ آں سردارِ ساداتِ بیہقی مبارزانِ این دیار در محاربت و کارزار دست مخالفان می کشودند۔ ہر آئینہ بنصرتِ الٰہی درِ فتح و فیروزی برروئے ایشان می کشاد و لیکن بموجب فرمودہ کہ ؎

کلیدِ گنجِ اقالیم در خزانۂ اوست	کسے بقوّت بازوئے خویش نہ کشاد است

چوں تقدیرِ ربّانی بفتح و فیروزی ایشان متعلق نہ شدہ بود توفیقِ موافقتِ اسباب

نصرت بایشان دران آوان دست نہ داد۔ بعد ازیں معاملہ نواب قاسم خاںؒ مبارک خان گکھر را برسر شمس چک و سید حسین خان بیہقی و شمس دو نی در قصبۂ سوپور تعین فرمود۔ چون آن لشکر از شہر برآمدہ بموضع دان واری نزول نمودند۔ شمس چک باتفاق سید حسین خان بیہقی و شمس دونی وغیرہما در موضع مذکور برسر ایشان شبخون آوردند و درمیان ہر دو لشکر محاربہ و مقاتلہ واقع شد چون تائید عون الٰہی مساعدت و موافقت ایشان نہ نمود منہزم شدہ بہ قصبۂ سوپور مراجعت نمودند و بواسطہ موسم سردی از موضع سوپور کوچ نمودہ بکوہ کرنا درآمدند و یعقوب شاہ با جماعۂ برادران در کوہ کشتواڑ رفت و میران سید شاہ ابوالمعالی بموضع لدہ و کوہستان نایکان رجوع آورد۔ باقی مردم این دیار بسبب سردی سرما بیشمار در خانہائے مردم زمیندار ملجا و مقام گرفتہ بخدمت مردم پادشاہی نہ پیوستند و یوسف خان ولد حسین شاہ و حسین خان ولد ابہ شاہ عہد و پیمان مؤکد بایمان از نواب قاسم خاں گرفتہ بہ لشکر پادشاہی ملحق شدند۔ بعد از لحوق[۱] ایشان نواب قاسم خاں آنچہ در فصول سابقہ جماعہ مذکورہ از جاگیرات خویش متصرف شدہ بودند یک بیک از ایشان باز یافت نمودہ گرفتند۔ لاجرم مردم این دیار پریشان حال و متفرق البال شدہ۔ فرصت وقت سرمایۂ غنیمت دانستہ از عساکر بادشاہی فرار نمودہ جابجا رفتند۔

مجاہدین کشمیر کی جلاوطنی

بعد از انقضائے سرما نواب قاسم خاں صلاح دولت درآن دید کہ میران سید مبارک شاہ کہ اسباب جہانداری را پشت پا زدہ از دنیا و ما فیہا بالکل اعراض نمودہ در زاویہ تجرید و تفرید نشستہ روی بعبادت معبود آوردہ و بابا خلیل اللہ و بابا مہدی کہ در توکل و تجرید یگانہ بودند و حسین شاہ ولد ابہ شاہ و یوسف خاں کہ بخطاب خان خانانی ممتاز بود ہمراہ خنجر بیگ بہ پایۂ سریر خلافت مصیر فرستد۔ تا بنیاد فتنہ و فساد این دیار بیکبار مستاصل گردد۔ چون جماعۂ مذکورہ ہمراہ خنجر بیگ رفتہ بخدمت بادشاہ عالم پناہ مشرف گشتند و موسم سرما نیز منقضی شد۔ ہر کدام از ایشان از مقام و ماوای خویش نہضت نمودہ بہ محاذات لشکر بادشاہی نزول نمود۔

مغلوں کی شکست

چنانچہ یعقوب شاہ باتفاق برادر خود میرزا ابراہیم و ابہ خاں ولد ابدال خاں و زمین دار برنگ چہتر از موضع کشتواڑ برآمدہ در موضع

۱؎ ایک دوسرے سے ملنا

ڈگون (پرگنۂ ولر) نزول نمود و میران سید شاہ ابو المعالی باتفاق برادر خود میران سید ابراہیم خاں و بجی رینہ زمین دار بر قتل مع فرزندان و بہرام نیاناٹک و احمد نیانک زمیداران ناگام و یوسف زیٔی زمیندار گیرو و غیرہم از موضع لدہ خروج کردہ بکوہستان و بموضع غازی ناری ببروت[1] گرفتند و شمس چک باتفاق شمس دونی و زمینداران کمراج از کوہ کرناہ بیرون شدہ بکوہ کمراج فرود آمدند۔ چوں این خبر وحشت اثر بسمع نواب قاسم خاں رسید جلال خاں گکھر را بہ محاربۂ و مقابلۂ میران سید مشارٌ الیہ و مبارک خاں گکھر را بہ محاربہ و شمس چک تعیین نمودہ۔ خود از شہر برآمدہ در موضع گیسو صفوف محاربہ آراستہ کردہ بہ یعقوب شاہ جنگی عظیم بپیوست۔ چنانکہ میرزادہ علی خاں با بسیاں مبارزان عساکر بادشاہی بقتل رسید۔ چوں این قسم معاملۂ ہائلہ وقوع یافت نواب قاسم خاں تقاعد[2] و تہاون[3] ورزیدہ مراجعت نمودہ در شہر درآمدہ جلال خاں و مبارک خاں گکھر را جہت تقویت و تائید از مواضع تعینات پیش خود طلبید و یعقوب شاہ از موضع ڈگون اہتزاز نمودہ در کوہ سلیمان درآمدہ۔ ایبہ خاں ولد ابدال خاں را بہ مصاحبت میران سید مشارٌ الیہ روانہ گردانید تا میران سید مشارٌ الیہ نیز پیش ایشان تشریف فرمایند۔ چوں میران سید مشارٌ الیہ مصحوب ایبہ خاں بہ ملازمت یعقوب شاہ تشریف فرمودند حشمت و شوکت یعقوب شاہ مزید قوت و زیادت ابہت پذیر رفت و شمس چک و شمس دونی کہ از دائرۂ مصلحتِ یعقوب شاہ پائے ارادت بیرون نہادہ بودند ایشان نیز از سبب آمدن میران سید مشارٌ الیہ بآنطرف توجہ نمودہ در موضع ہانجک آں روئے آب آمدہ نزول نمودند۔ نواب قاسم خاں چوں کثرت ازدحام مردم ایں دیار معائنہ نمود جہت محافظت قلعہ شرائط اہتمام بجا آوردہ ہر روز با مردم ایں دیار محاربہ می نمود مدت دو ماہ و پانزدہ روز علی الاتصال بہمیں منوال علم محاربہ میان ہر دو گروہ برپا بود۔ نواب مذکور چوں آثار جبین بے حد و تقاعد بے عدد عساکر بادشاہی مشاہدہ نمود ناچار عرضہ داشت مشتمل بر عسرت و تنگی ایشان بر پایۂ سریر خلافت مصیر مرسول گردانید۔ از استماع ایں حال حضرت خلافت پناہ از ارکان دولت تدبیر دفع ایں فتنت استفسار فرمود ہمہ متفق اللفظ و المعنی چنیں معروض داشتند کہ بغیر توجہ میران سید مشارٌ الیہ سید مبارک شاہ فتنت و فساد مردم ایں دیار ارتفاع پذیر نیست۔

---

[1] بمعنی منزل [2] کسی کام سے باز رکھنا [3] خوار و ذلیل کرنا۔

سیّد مبارک بیہقی کی اکبر اعظم کی پیش کش کا ٹھکرانا اور بنگال میں اکبر کا قید کرنا

بناءً علیٰ ہذا حضرت خلافت پناہ میران سیّد مشارٌ الیہ را بانواع التفات بادشاہانہ ممتاز فرمودہ مامور گردانید کہ برفاقت میرزا یوسف خاں وغیرہ دران دیار رسیدہ برفع و دفع ایں فتنہ قیام نمائید۔ ہرچند بادشاہ پناہ دریں باب تکلیف و مبالغہ بسیار فرمود میران سید مشارٌ الیہ مقدمات عذر درمیان تمہید نمودہ قبول ایں امر نہ نمود لاجرم حضرت خلافت پناہ متغیّر المزاج گردیدہ۔ میران سید مشارٌ الیہ را نزد شہباز خاں کنبوہ بصوب بنگال فرستاد۔ بعد از مدت یکسال چوں شہباز خاں بعزم عتبہ بوسی درگاہ خلافت پناہ مراجعت نمودہ بموضع فیروزآباد رسید ہاتف غیبی ندائے ارجعی بگوش ہوش میران سید مشارٌ الیہ رسانید و بجواب اجابت لبیک تلقین نمود و تاریخ رحلت ایشان برین نہج یافتہ اندے

ہزار حیف کہ سید مبارک دیں دار	چو آفتاب فرو رفت از سرِ کہسار
برحمت و کرمش از سرِ فانی برد	بسوی جنّت باقی مہیمنِ[1] غفار
ز فرقتش دلِ احباب و دوستاں خوں شد	کہ بود بستۂ پناہ ہمہ صغار و کبار
چو سال رحلت او عاقلے ز من پرسید	خرد بدانش گفتا "شہید رفت" ناچار[2]

وازنسل ایشان سہ فرزند گرامی باقی ماند۔ میران سید حسین خاں و میران شاہ ابو المعالی و میران سید ابراہیم خاں کہ ذکر ایشان در اوراق گذشتہ و بیشتر نیز بسمت تحریر خواہد پیوست انشاء اللہ وحدہٗ العزیز۔

مرزا قاسم خاں کی برطرفی اور مرزا یوسف خاں کی تقرری

القصہ چون میران سیّد مبارک شاہ از قبول ایں امر امتناع نمود۔ بدمعاشی و بدسلوکی نواب قاسم خاں با سردارانِ کشمیر بہ پایہ سریرِ خلافت مصیر معلوم گردید۔ حضرت خلافت پناہ میرزا یوسف خان را بعنایات پادشاہانہ ممتاز فرمودہ برفاقت بابا خلیل اللہ و محمد بٹ در ممالک کشمیر تعین فرمود۔ چون محمد بٹ صاحب سیرت و خوش صورت و سلوک بود مردم آں دیار از صِغار و کِبار قدوم مسرت لزوم او را مغتنم دانستہ۔ لوہر چک ولد بہرام چک و اسمٰعیل

---

[1] خدا کے ناموں میں سے ایک نام [2] ۹۹۹ ہجری

نیالک در اثنار راہ بوساطتِ آں مرد سر براہ آمدہ بہ میرزا یوسف خاں ملحق شدند و عساکر پادشاہی بے مزاحمت جنگ وجدل بفراغبالی در شہر کشمیر نزولِ اجلال نمود۔ از استماع ایں حال یعقوب شاہ باتفاق میران سید شاہ ابو المعالی دایبہ خاں ولد ابدال خاں وغیرہما نہضت در کوہستان کشتواڑ نزول نمودند و شمس چک برفاقتِ شمس دوبی وغیرہ در موضع پرونچ (رفتند)

مرزا یوسف خاں کی رشوتیں اور اوچھے ہتھکنڈے

چوں بتاریخ نہصد و نود و پنجم ہجری میرزا یوسف خاں بر مسند حکومت ایں دیار متمکن گردید۔ ناچار نواب قاسم خاں برخے مبارزان کشمیری را مانند علم شیر خاں وغیرہ ہمراہ گرفتہ متوجہ درگاہ خلافت پناہ شد۔ محمد بٹ خوش تدبیر تمام سپاہ و سردارانِ ممالک کشمیر را الوداع استمالت دادہ و اصناف مروّت و ملائمت کردہ درخور ہر کدام جائے و جاگیر مقرر ساختہ در حیطۂ تسخیر و فرماں برداری خود درآوردہ بر محاربہ و مقاتلہ یعقوب شاہ و میران سید مشارٌ الیہ نوعی حریص و راغب گردانید کہ مزیدی بر آں متصور نیست۔ در اثنار ایں حال کہ سلطان انجم بافلاک سراپردۂ نورِ اجلال بر قصر بیت الشرف حمل زدہ ممالک ہفت اقلیم را بخلعت ہائے سُرخ و زرد زیبائی بہار مزین گردانیدہ بود۔ شمس چک و شمس دوبی از منازل خود برآمدہ در ممالک کشمیر بنیاد فتنت و فساد طرح نمودند۔ ازیں حال میرزا یوسف خاں واقف شدہ۔ محمد بٹ را با برخی از مبارزان کشمیر ہمراہ سید بہاء الدین ساختہ بہ محاربۂ ایشان فرستاد۔ سید مشارٌ الیہ باجماعۂ مبارزانِ مذکور احتراز نمودہ در پرگنۂ بیروہ بہ موضع پنضو نزول نمود۔ شمس چک و شمس دوبی فرصت وقت یافتہ مردانگی ورزیدہ بہ سر ایشان شبخون آوردہ اکثر مردم کشمیری را درہم برہم ساختہ۔ چوں بر خیام با انتظام سیّد بہاء الدّین رسید یکی از برادران سید مشارٌ الیہ پاپیادہ از خیمہ برآمدہ شمشیرے بر اسپ او حوالہ نمودہ۔ دوال عنان او را برید۔ عنانِ اختیار از قبضۂ اقتدارِ سوار برآمد۔ اسپ بجذبۂ آخورِ خویش از آں معرکہ مہلکہ او را بدر بردہ بسرحد پرونچ رسانید و باقی مبارزانِ کشمیر باہم در آں معرکہ قتال عظیم نمودہ۔ مبارزان شمس چک بموضع پرونچ مراجعت نمودند و محمد بٹ باعساکر بادشاہی بخدمت میرزا یوسف خاں چوں نفاق در تردد و عدم اتفاق مردم کشمیر محمد بٹ را

---

[1] داوٗ ملفوظ سے مراد گھوڑوں کے چرنے کی جگہ

میرزا یوسف خاں بے نظیر یافت انواع الطاف مصلحت آمیز در بارهٔ او مبذول داشته هر کدام از مبارزان کشمیر را به تجویز مومی الیه بانعامات شائسته ممتاز فرموده بجنگ یعقوب شاه راغب و مائل گردانید چوں انهزام شمس چک وغیره محمد بٹ بر تدبیر خویش مرتب دید سر بسر و راز بادِ غرور پُر کرده انواع لاف وگزاف در باره یعقوب شاه و مبارزان ایشان گفتن آغاز نهاد۔ یعقوب شاه و میران سید شاه ابوالمعالی سخنان نخوت آمیز او شنیده غیرت ورزیده از موضع کشتواڑ برآمده با جمعی در پرگنهٔ دچھن پاره بموضع پنج یاری نزول نمودند۔ چوں خبر آمدن ایشان میرزا یوسف خاں شنیده باتفاق محمد بٹ و حاجی میرک که یکی از امرایانِ نامدارِ عساکرِ ایشان بود با لشکرِ انبوه پُر شکوه و عدهٔ اسپ و خلعت و زرِ بے نهایت داده بطرف ایشان روانه گردانید۔ چوں محمد بٹ باتفاق حاجی میرک به نزدیکِ آں لشکر رسید حقوق آشنائی یکسو نهاده بعضی مردم خوب برسمِ رسالت بطریق عذر و فریب مصحوب پیغامهائے استمالت پیش ایشان فرستاد تا شاید که ایشان بحبلِ استمالت و دلاسا متمسک گردیده۔ نوعے از غفلت و تهاون بخویش راه دهند که فرصت وقت یافته ایشان را بهر نوعی که میسّر شود در قید خود در آوریم ؎

هر که بیگانه شد ز مهر و وفا	در دلش بوئے آشنائی نیست
سینهٔ را که تیره گشت ز عذر	اندرو نور آشنائی نیست
بیوفائی مکن که مردم را	هیچ عیبے چو بیوفائی نیست

بعضی از مبارزان بسخنانِ دلفریب او در ورطهٔ تردد فرو مانده ارادهٔ رفتن در ملازمت ایشان بخاطر اندیشیدند۔ امّا میران سید شاه ابوالمعالی سخنان دلفریب او مکر و ریب انگاشته مصحوبِ قاصد سخنانِ دلپذیر و شیریں سخنان گفته رخصت انصراف[1] نموده باهم مصلحت و تدبیر دفع ایں امرِ خطیر نمودند۔ تمام مدبّران و مبارزان عنانِ اختیار بقبضهٔ اقتدار میرانِ سید مشارٌ الیه سپرده زبانِ مقال بمضمون ایں مصرع مترنّم گردانیدکه۔ ع

صلاح ما همه آنست کاں تراست صلاح

میرانِ سید مشارٌ الیه به تدبیرِ صائب چناں فرمود که اگر امشب بهمیں نسق در اینجا توقف خواهیم نمود ناچار فردا بکام دشمنان اسیر خواهیم شد۔ پس انسب آنست که توکل بر الطافِ لطیف کارساز

---

[1] مان، پھر آنا، واپس آنا

نمودہ بر ایشان دستبردے نمائیم۔ اگر بمدعا مقرون آمد فهو المراد و الّا نقش مردانگی ما بر صفحۂ جہان خواہد ماند ؎

همیں نقش برخوں پس از عہدِ خویش ۔۔۔ کہ دیدی تو از عہدِ شاہان پیش

لاجرم یعقوب شاہ و سائر سرداران بہ مصلحت ایشان پیروی نمودہ۔ قریب با پانصد سوار و پیادہ کمر مردانگی بر میان دلاوری بستہ۔ روئے توجّہ بعساکر بادشاہی آوردند۔ چون نزدیک اُردوئے ایشان رسیدند ساعتی جہت تفحّص خاں ایشان ہمانجا توقف نمودہ۔ وقتِ دیگر کہ سہ چہار گری (گھڑی) روز باقی ماندہ بود۔ در اُردوئے محمد بٹ کہ ہراولِ لشکر بادشاہی بود در آمدہ دادِ شجاعت دادہ دران میدان آنچنان جولان نمودند کہ محمد بٹ با مبارزان خود مضطرب شدہ فرار نمودہ بہ لشکر بادشاہی ملحق شد و میران سید ابراہیم خاں زخمی شدہ در آن میدان از اسپِ مبارزت فرد افتاد۔ ازیں جہت مبارزان و سرداران ساعتی عنانِ مبارزت از تردّد باز کشیدہ بطرف ایشان متوجہ گردیدند کہ ناگہاں دران دار و گیر ابر مطیر آنچناں باریدن گرفت کہ فلک بایں ہمہ دیدۂ دوران حیران و خیرہ ماند۔ لہذا دست از محاربہ باز کشیدہ۔ مبارزان بمقام ماوائے خویش مراجعت نمودند و محمد بٹ بر لشکر و سپاہِ خود اعراض و اعتراضِ گوناگوں نمودہ تا دو روز در مقامِ خویش مقیم ماند و یعقوب شاہ بر رائے رکیک بعضے ناتجربہ کار عمل نمودہ ازان موضع کوچ کردہ بطرف پرگنۂ اولر جہت جمع نمودن سپاہ متوجہ گشت دراں اثنا جمعی از مبارزان ایشان از ترس و رعب عساکر بادشاہی از ایشان جدا شدہ بہ محمد بٹ ملحق گردیدند و جماعۂ مبارزان باقی از آب لنگ گذشتہ در سرحد اولر بہ موضع نارستان بر کلۂ کوتاہی کہ بغایت مرتفع و بلند بود سکونت اختیار نمود و محمد بٹ با سپاہ افزوں از نہایت نہضت نمودہ پائین آن کوہِ نارستان نزول کردہ علی الصّباح رائت جنگ و جدال برافراخت۔ چون لشکر بادشاہی از شمار فزوں بود و ایشان بسیار اندک لاجرم طاقتِ محاربت و قوتِ مقاومت نیاوردہ یعقوب شاہ و میرزا ابراہیم و ایبہ خاں ازان مہلکہ جانستان بزور تیر اندازی خود را خلاص ساختہ بہ کوہ کشتواڑ رفتند و میران سید شاہ ابو المعالی با معدودے چند بموضع تعینات خویش پائے مبارزت در میدان محاربت فشردہ۔ ہمچنانکہ با مخالفان محاربہ و مقاتلہ می کرد۔ عساکر بادشاہی قلت مبارزان میران سید مشارٌ الیہ دیدہ از اطراف و جوانب عقب ہائے کوہ جوق جوق و گروہ گروہ در آمدہ راہ بر آمد مسدود ساختہ تا بموضع چرار تعاقب نمودہ۔ در موضع مذکور از دحام عام و ہجوم لاکلام

آوردہ میران سیّد مشارٌالیہ را محاصرہ نمودہ در قید خود درآوردہ و نزد میرزا یوسف خاں رسانیدند۔ اگرچہ میران سید مشارٌالیہ آں روز دقیقۂ از دقائق شجاعت و مردانگی نامرعی نہ گذاشت۔ اماچوں تقدیر موافق تدبیر نہ شد از دست آں جماعۂ راہِ خلاصی نیافت ؎

باقضا کار زار نتواں کرد — گلہ از روزگار نتواں کرد
کردگار آں کند کہ خود خواہد — حکم برکردگار نتواں کرد

چوں میران سیّد مشارٌالیہ در مردم ایں دیار بحلیۂ شجاعت و شہامت آراستہ و بزیور دیانت پیراستہ بود۔ لاجرم میرزا یوسف خاں قدمِ مسرت لزومِ او از جملہ امور مغتنمات دانستہ تعظیم و تکریم او بجا آوردہ خلعتِ فاخرۂ بادشاہی کہ دران روز پوشیدہ بود بر قامت با استقامت او پوشانده۔ حرفے از مقولۂ معاملات گذشتہ بروئے ایشان مذکور نہ ساختہ منزلے جہت نزول شریف ایشان متعین فرمود۔ چوں شمس چک و شمس دونی ازیں معاملہ اصلاح یافتند قصہ صلح خود نزد سیّد بہاؤالدین مرافعہ و آشکارا کردند۔ سید بہاالدین بحسن تدبیر ایشان را بعہود و مواثیقِ اسمالت دلاسا نمودہ درصحبت میرزا یوسف خاں بمعرضِ بیان چناں رسانید کہ دشمنِ توانا را بکمند حیلہ و لطف تواں بست و خصم غالب را بدانۂ احسان در دام تواں افگند ؎

اگر دانۂ لطف باشد کسے — بدام آورد مرغ زیرک بسے

پس صلاح دولت آنست کہ شمس چک و شمس دونی را استمالت تمام بوفق مرام نمودہ شود تا مطمئن القلب گردیدہ بملازمت شریفہ آمدہ حاضر شوند۔ میرزا یوسف خاں ایں سخنان را بگوش و ہوش اصغا نمودہ بقبول تلقی[1] نمود۔ بعدہٗ سید بہاؤالدین عہود تازہ و شروطِ بے اندازہ از میرزا یوسف خاں گرفتہ ایشان را در حضور او حاضر گردانید۔ میرزا یوسف خان آں جماعۂ را اسپ و خرچی وافر دادہ از ملکِ موروثی برآوردہ ہمراہ سید بہاءالدین بخدمت پادشاہ فرستاد ؎

ہر کہ را در راہِ غربت پائے در گل ماند — او مگر در خواب بیند آں دیار خویش را

کشمیریوں پر اکبر کے بے پناہ مظالم

پس حضرت پادشاہ شرائط غریب پروری و لوازم مرحمت گستری در بارۂ ایشان مبذول

۱؎ ملاقات کرنا۔

فرمودہ ہر کدام را درخورِ حالت بہ منصب معزز و ممتاز گردانید۔ بعد ازاں بسبب بعضے مفتنانِ سخن چنین ایبہ خاں ولد ابدال خاں کہ جلیس و انیسِ صحبتِ یعقوب شاہ بود بموجب فرمان طلب شہزادۂ شاہ سلیم از ایشان جدائی و افتراق برگزیدہ از راہ کشمیر بملاقات میرزا یوسف خاں سید حسین خاں بیہقی و علی ڈار و لوہر چک ولد دولت چک و شمسی چک ولد لوہر چک و اسماعیل دونی وغیرہم را برفاقت بعضی سپاہ بطریق نظر بندی بپایۂ سریر جہاں مصیر فرستاد۔ حضرت خلافت پناہ ہر کدام ایشان را نیز درخورِ حالت و امدادِ بخت بہ منصب ممتاز فرمود بعضی را بہ منصبِ بزرگ و بعضی را بہ عہدۂ احدی گری۔ بعد ازاں بہرام نیائک را مع فرزندان بزہر ہلاہل جان ستان از دار فنا بدار البقا رسانیدہ سیف خاں بیہقی و علی خاں دھچن پارہ و ابراہیم ایبہ شیطان برادر حیدر چک را چشمان از حدقہ برآوردہ انور باصرہ معطل گردانید و لوہر چک قرچی را نیز بہ عذر و بہانہ بموقف سیاست آوردہ بقتل رسانید۔ چوں محبت فضائے دلکشائی و دوستی ہوائے روح افزائے ممالک کشمیر در دل میرزا یوسف خاں باقصیٰ بغائت غالب بود لاجرم ہر روز برخی از اعیانِ آں دیار بہر حیلہ و بہانۂ ہموار در معرض سیاست در آوردہ ہلاک و معدوم می گردانید۔

اکبر اور سیرِ کشمیر

چوں ضبط و ربطِ مہام ممالک کشمیر بوفقِ مرام انتظام پذیر رفت۔ و حقیقت حال بخدمت حضرت خلافت پناہ کما ینبغی واضح و ہویدا گردید۔ لاجرم عنانِ عنائت بتماشائے ممالکِ کشمیر مصروف فرمودہ بہ نزول و اجلال ممالک مذکور را ممتاز و معزز فرمود۔ یعقوب شاہ کہ بموضع کشتوار بفراغت خاطر و نہائیتِ ذوق و طرب با فرزندانِ خویش بے مزاحمت بداندیش اوقات بسر می برد۔ چوں جذبہ خدمت بادشاہی و اقبال شاہنشاہی کمند گردن شوق او گردید ناچار بوساطت میرزا یوسف خاں عہود و شروط گرفتہ آمدہ بخدمت حضرت خلافت پناہ مشرف گشت۔ در اثنائے ایں حال چوں بادشاہ خلافت پناہ عزیمت کابل معطوب گردانید میرزا یوسف خاں بموجب حکم بادشاہی برادر خود شاہ باقر بجائی خویش گذاشتہ۔ خود باعساکر پادشاہی متوجہ کابلستان گردید۔ اوستادلو کہ بشیوۂ حیلہ گری و گریزی شہرۂ آفاق بود بوفق ایما و ارادۂ میرزا یوسف خاں شاہ باقر را برآں آورد کہ میران سید شاہ ابو المعالی و علم شیر خاں و لوہر چک وغیرہم را تا آمدن یوسف خاں در قید حبس مقید و محبوس باید کرد۔ تا علم

فتنت و فساد درین دیار بلند و برپا نه گردد ؂

زغماز عالم بر آید بهم | خلل راه یا بد بخیل و حشم
زغماز گردد جہاں سرنگوں | که ناپاک جان است و تیره درون

ناچار مومیٰ الیه بموجب راه نمائی آں گمراه عمل نموده ۔ مشارٌ الیه هم را در قید خود در آورده محبوس ساخته ۔ عرضداشتے ۔ بخدمت پادشاه خلائق پناه بایں مضمون نوشته فرستاد که میران سید شاه ابو المعالی و علم شیر خان و لوہر چک و بهادر خاں وغیره هم در ممالک کشمیر باعث فتنه و فساد اند اگر حضرتِ خلافت پناه عجالت الوقت میرزا یوسف خاں را در این ولایت تعین فرمانید ۔ هر آئینه تدارکِ ایں فتنه میسّر است و الّا ممالک کشمیر از قبضهٔ تسخیر بدر خواهد رفت ۔ علی الفور حضرت خلافت پناه میرزا یوسف خان را رخصتِ انصراف فرمود ۔ میرزا یوسف خاں نیز صلاحِ مقتضائی وقت خود دیده برجناحِ تعجیل راکب گردیده در کشمیر تشریف آورده میرانِ سید شاه ابو المعالی را بضمّانیت محمد بٹ از قید بر آورده بملازمتِ راجه مان سنگھ فرستاد و علم شیر خان و لوہر چک و بهادر خان وغیرهم را بخدمت بادشاه عالم پناه روانه گردانید ۔ چون اکثر سردارانِ کشمیر متفرق و منتشر ساخته بلائے جلا[1] مبتلا گردانیده اند ۔ فتنت و آشوب آں ممالک بیکبار فرو نشست ۔ لاجرم محمد بٹ را آں قرب و وقار و اعتماد و اعتبار در پیش نه ماند ۔ علی الخصوص او دستا لولو که سر حلقه مردم نجارانِ دیار و سخن تراش چاپلوس آں روزگار بود بسببِ خباثتِ جبلی و خساست[2] طبیعی همیشه در عیب جوئی و غرض گوئی محمد بٹ بجان کوشیده مزاج مرزا یوسف خاں بر او بغایت متغیّر ساخت ؂

مده راه صاحب غرض پیشِ خویش | زصاحب غرض می شود سینه ریش
که او جمله نیرنگ مکر و فن است | برون دوست دارد درون دشمن است

و بهمین فنِ چاپلوسی و غمازی در خدمتِ حضرت خلافت پناه اشتهار پذیر رفته بود ۔ بادشاه جهاں پناه او را در خدمت حضور طلب فرموده واقعات کشمیر از نقیر[3] تا قطمیر از و استفسار می فرمود ۔ او در جواب سخنانِ شاهانِ ماضی و حال و استقبال در رشتهٔ اتصال در کشیده ۔ یک بیک بوجه احسن خاطر نشان می ساخت ۔ بایں تقریب روز بروز مرتبه و منزلت او در خدمتِ خلافت پناه می افزود تا رفته بخطاب نادر العصری ممتاز و سرفراز گردید و از انجا که میرزا یوسف خان و محمد بٹ به نیکو نهادی

[1] جلا وطن [2] نالائقی [3] بمعنی اندک و بسیار

خویش آں ناجنس بداندیش را ہمراز خویش ساختہ و از جملہ احباب خود دانستہ حجاب دوئی از میان مرتفع گردانیدہ بودند۔ ناچار در وقت کار بحضور بادشاہ خلافت پناہ آنہمہ معاملات بسبب قرب منزلت خود تصور نمودہ نقلیات و تصرفات واقعی و غیر واقعی میرزا یوسف خان بخدمت اقدس خاطر نشان ساختہ۔ نوعی مزاج بادشاہ خلافت پناہ برو متغیر ساخت کہ مزیدی بر آں متصور نیست واللہ در من قال۔

مکن تا توانی بنا جنس پل　　　　چو مستی کہ افعی نہد در بغل

عاقل کامل را لازم و واجب است کہ بہ مقتضای مضمون ایں مقال عمل نماید تا از دشمن دوست صورت افعی سیرت پیوستہ محفوظ و مصئون ماند و در خلال ایں احوال بقضائی مبرم ربانی و تقدیر سبحانی خلاصہ خاندان مصطفیٰ و نقادۂ دودمان مرتضیٰ شاہ میرزا و لد سر حلقہ سالکان دریں دیار مشہور و معروف است و تاریخ وفات او بریں وجہ یافتند . . . " روز جمعہ اول وقت نماز " کہ در مصاحبت میرزا یوسف خاں قرب تمام و اعتبار لا کلام داشتہ ہمیشہ در یار فردشی و محبت درزی محمد بٹ دقیقۂ نا مرعی نمی گذاشت از سرائے فانی بجنتِ جاودانی شتافت و تاریخ رحلت او بریں وجہ یافتہ اندسہ ع

" شاہ میرزا مقبول درگاہ الٰہ[1] "

دیا با خلیل اللہ کہ ضامن محمد بٹ مذکور بود او نیز ازیں زندان خانۂ بے غم جاودانہ خرامید و تاریخ وفاتِ او " خلیل الرحمٰن[2] " یافتہ اند۔ لاجرم محمد بٹ رُد در غایتِ تنزل نہاد۔ اُو دستا لو کہ سر حلقۂ اہلِ غمّازہ بود۔ رحلت با با خلیل اللہ رخنۂ عظیم در سدِّ دولت محمد بٹ چناں خفیہ بمعرض خلافت پناہ رسانید۔ کہ با با خلیل اللہ کہ عنان توسن فتنت و فساد محمد بٹ را قائد و رائض بود اکنون چوں از دار فنا بعالم بقا کشید ناچار محمد بٹ انواع فتنت و فساد برپا خواہد نمود۔ پس صلاح دولت آنست کہ در خدمت حضور طلب نمودہ شود تا فساد و فتنہ مجال وقوع در آں ممالک نہ آید۔

لہٰذا حضرت خلافت پناہ محمد بٹ را بپایۂ سریر خلافت مصیر طلب فرمودند۔ چوں محمد بٹ در خدمتِ اقدس پادشاہ مشرف شد بعد از چندگاہ باتفاق و مصلحت میرزا یوسف حسین خاں ولد

---

[1] کذا ۹۹۵ ہجری [2] ۹۹۹ ہجری۔

ابہ شاہ و لوہر چک برادر شمسی چک وحسین دیو وغیرہم را تحریک وتحریص نمودہ بطرف ممالک کشمیر فرستاد کہ در آنجا رسیدہ انواع فتنت وفساد واصناف شورہ انگیزی وعناد درمیان اہل آن دیار تمہید نمایند تا پادشاہ جہاں پناہ بایں واسطہ میرزا یوسف خاں ومحمد بٹ را بہمان دستور سابق جہت نگہبانی ایں ولائیت تعین فرمائد بنا براں آں جماعۂ سادۂ عقل بہ مصلحت ایشان عمل نمودہ روئے عزیمت بطرف ممالک مذکورہ آوردہ درخانۂ زمین دار برتقل علی رینہ نزول نمودند۔ علی رینہ از دائرہ مروت وناموس قدم بیرون نہادہ دچشم فتوت وحیا پوشیدہ حقوق خویشی وحقِ نمک را بہ عقوق[1] بدل نمودہ۔ آں جماعہ راگرفتہ بدست گماشتگان میرزا یوسف خان دریں حدود آمدہ ایم۔ اصلا بسخن ایشان التفات نہ کردہ بلکہ آں سخن راموجب بدنامیِ میرزا یوسف خان دانستہ۔ بے تحاشی وتوقف بر تیغ بے دریغ سر از بدن ایشان جُدا ساختند۔

چو از کمان قضا و قدر جہد تیرے	یقین کہ باز نہ گردد بہیچ تدبیرے

علی رینہ خود نیز متعاقب ایں حال بسبب کردار ناہموار خویش در اثنائے راہ بلدۂ لاہور بہ بلیہ بد مبتلا گردیدہ ودیعت حیات بقابض ارواح سپرد۔ درجائے کہ ہیچ کس بہ تجہیز وتکفین او نپرداخت۔

حق ونان ونمک تبہ کردن	بشکند شخص را سر وگردن
با ولی نعمت از بردن آید	گر سپہر است سرنگوں آئد

چوں ایں تدبیر محمد بٹ کہ بزعم خود پختہ خیال نمودہ بود خام بر آمد۔ باز از سرنو رستۂ تحریک فتنت وفساد جنبانیدہ۔ یوسف خاں کشمیری را بہ آں ممالک فرستادند کہ رخنہ درمیان آں دیار شود وغوغائی اندازد تا بایں وسیلہ بادشاہ خلافت پناہ ایشان را در ممالک مذکور تعین فرماید۔ ایں مشورت درمیان خود مقرر کردہ یوسف خاں را از دار الخلافت لاہور بہ آں ممالک روانہ گردانید۔ اقبال پادشاہی ادراگراہ ساختہ موی کشان باز بخدمت اقدس آوردہ۔ ایں سخن اگرچہ بسمع اقدس بادشاہ کماحقہ رسید اما پادشاہ خلائق پناہ از سر جریمہ او درگذشتہ بہ پاداشِ آں نہ پرداخت۔ یعقوب شاہ را نیز بریں تہمت (بہمیں تہمت گرفتار ساختہ بودند) آوردند۔ چوں بادشاہ خلافت پناہ عہود ومواثیق فرمودہ درخدمت اقدس نگاہداشتہ بود و برفاقت حسن بیگ ترکمان بخدمت

---

[1] نافرمانی

راجہ مان سنگھ در پیش پدر خود یوسف شاہ روانہ گردانید۔ در اثنای راہ میرزا ابراہیم برادر یعقوب شاہ بسبب تحریک بعضی اجلاف بے مصلحت و اتفاق برادر خود چشم مروت بخاک بے مروتی انباشتہ۔ فرصت وقت یافتہ شمشیر علم نمودہ بفرق حسن بیگ ترکمانی حوالہ نمود۔ چون آمنی دنیک اندیش و خوش نفس بود بعون حفظ الٰہی سر موی اور آزاری نرسید۔ مردم حسن بیگ آں حال معائنہ نمودہ، ہجوم آوردہ میرزا ابراہیم را مقتول ساختند؎

مرغ وحشی کہ می رمید از قید ۔۔۔ باہمہ زیرکی بدام افتاد

بہار میں یوسف شاہ کی وفات بحالت کس مپرسی

ازیں قضیہ یعقوب شاہ بسیار متالم گشتہ۔ سر حسرت بزانوی غم نہادہ۔ انگشت ندامت بدندان گزیدن گرفت۔ حسن بیگ آں حال را مشاہدہ کردہ رفت و رحمت نمودہ۔ یعقوب شاہ را بسلامت بے تعرض و مزاحمت بہ جون پور رسانیدہ۔ از یوسف شاہ خط ضمانیت گرفتہ او را از قید و حبس خلاص کردہ بملازمت راجہ مان سنگھ در رہطاس فرستاد در اثنا ایں حال یوسف شاہ از آنجا کہ صفۂ جود حاتم جاہ بمرتبہ داشت کہ ہر چہ از جنس و نقد و خلعت، زر و زیور در نظر کیمیا اثر او در می آمد بے تحاشا و توقف می بخشید۔ مردمی کہ از خصلت خلیقہ و صفت جبلیہ او واقف نبودند ایں قسم سخاوت و کرم او را حمل بر اختلال دماغ او می کردند۔ بعد از فتح اڑیسہ بتاریخ ہشتم شہر ذی الحجہ روز سہ شنبہ وقت چاشت بیمار شد و بتاریخ چہاردہم شہر مذکور سنہ الف در شب چہار شنبہ کہ سہ گری از شب گذشتہ بود جان بحق تسلیم نمود؎

دہان مردہ بزیر زمیں ہمی گوید ۔۔۔ اگرچہ نیست بصورت زبان گفتارش

کہ زینہار بدنیا و مال غرہ مشو ۔۔۔ چو خواہدت بضرورت گذاشت بگذارش

و نعش آں مغفرت پناہ یوسف شاہ میران سید شاہ ابو المعالی بآئین شاہان ذی شوکت و تربیت بزرگان خداوند حشمت از موضع جگرناتھ کہ خانۂ عزی ولات است برداشتہ مسافت دو ماہ قطع نمودہ ہر روز بخیر و خیرات و اعطاء ماکولات و مشروبات بحفاظ و مساکین پرداختہ بتاریخ بیست و سیوم شہر ربیع الاول روز دوشنبہ وقت نماز پیشین در صوبہ بہار بہ پرگنہ بسنگ (بسوک) بخاک سپردہ۔ گرد مزار متبرک ایشان باغی وسیع ترتیب دادہ و چاہ عمیق کندہ بخشت پختہ بستند سال تاریخ وفات او بدیں وجہ یافتہ اند کہ "یوسف شاہ مرد فریاد"

یعقوب شاہ کی ہلاکت اور مغل اعظم کا سنگین جرم

چوں یوسف شاہ ازیں عالمِ فانی بسرائے جاودانی شتافت راجہ مان سنگھ اصناف مہربانی وعنایت در بارۂ فرزندِ گرامی او یعقوب شاہ مبذول داشتہ۔ ہماں منصبِ و جاگیر پدر بزرگوار او بہ پسر نامدارش تفویض فرمود۔ بریں نسق مدتِ یکسال وکسرے گذشت کہ پادشاہ خلائق پناہ راجہ مان سنگھ را بخدمت حضور موفور السرور طلب فرمود۔ راجۂ مذکور عزم دربار کہ مرجع و مصیر اہلِ روزگار است مصمم نمود۔ دو نفر یزید سِیَر کہ داغ خدمت گاری یوسف شاہ بر رُوئے سیاہِ خویش داشتند باہم اتفاق نمودہ بعرض راجہ معروض داشتند کہ یعقوب شاہ دریں حدود باختیار خود گذاشتن از قسم مرغ از دام واکردن و شہباز از دست رہا کردن است۔ اولاً اورا محبوس باید فرمود تا طیران پرواز نہ نمودہ باآشیانہ و مسکن مالوف خود نرسیدہ شکار مرغانِ سُکّانِ آں دیار نہ گنند

سِفلہ نہ خواہد دگرے را بکام　　　خس نہ گذارد مگسے را بجام

سفلہ سیہ رو بُوَد و بدنہاد　　　خاکِ سیہ بر سرِ ہر سفلہ باد

لاجرم راجہ متوہم شدہ بطریقِ نظر بندی یعقوب شاہ را در قلعہ رہطاس وگذاشتہ خود متوجہ درگاہ خلائق پناہ شد۔ بعد از چندگاہ بموجب رخصت حضرت خلافت پناہ عنان انصراف بطرف قلعہ رہطاس چوں مصروف داشت ہماں دو نفر بدسیر و لعنت اثر مصلحت و تدبیر ہلاکت او بہ قاسم خاں کہ بفرزندی یوسف شاہ در افواہ اشتہار پذیرفتہ بود و مدت یکسال بشومی زشتی افعال خویش در حبس بادشاہی محبوس بود و راجہ مان سنگھ در آں حین شفیع او شدہ اورا از ان حبس برآوردہ و در حقیقت نسل مردِ قصاب بودہ درمیان آوردند۔ قاسم خاں بواسطۂ بدنہادی و خباثت جبلّی خود متصل ایں معنی نہ شدہ۔ منتہز[1] فرصتِ وقت بود۔ بالآخر چوں راجہ در قلعۂ رہطاس رسید ایں ہر دو نفر یزید سیر ہمراہ عساکر در آں حدود آمدند۔ یعقوب شاہ جہت تماشا و سیر جاگیر خویش شہر بھیرا از خدمت راجہ التماس رخصت نمودہ مرخص شد و در خانۂ قاسم خانِ مذکور جہت وداع تشریف شریف ارزانی فرمود۔ آں مردِ قصاب کیش ہلاکت آں نیک اندیش مانندِ خون بز دمیش حلال و آسان دانستہ فرصت وقت غنیمت شمردہ۔ چند بیڑۂ پان کہ بہ مصلحت آں بدکیشاں در یکے

---

[1] فرصت پانے والا، موقعہ غنیمت جاننا

از زہر ہلاہل آلود بدست نامبارک خود بطور میزبانی وخدمت یکجہتی و خصوصیت درست کردہ به یعقوب شاہ از صحبت آں مرد جانکاہ وداع نمودہ بجائیگاہ خویش تشریف فرمود۔ تراثت اثر سم در بدنِ مبارک خود معائنہ و مشاہدہ نمود بعد از چند روز کہ بشہر بھیرا رسید۔ رنگ روئے ایشان کہ رشک خورشید تاباں بود چناں بہ کبودی و سبزی متبدل گشت کہ چشم فلک باایں ہمہ کبودی خویش درآں حیران وخیرہ ماند و بتاریخ ہشتم ماہ محرم سنہ ہزار ودو وداعِ ایں عالم فانی نمود

دردا کہ بیخ گلشن شادی بریدہ شد — واحسرتا کہ شاخ طرب بار ور نماند

ای دل فغاں برآر کہ آرام جاں رفت — وے دیدہ خون ببار کہ نور بصر نماند

یعقوب شاہ کے بیٹوں کا المناک قتل

از استماع ایں قضیۂ ہائلہ راجہ جہت خبرداری واستمالتِ فرزندان تمہید بساط تعزیت ایشان بگمان برادری و دلسوزیِ قاسم خاں را بآن حدود تعین فرمود۔ آں ناخدا ترس باتفاق عین رسن را زگلوئے آں بیگناہ چند از سر نو تافتہ متوجہ آں حدود گردیدہ در آنجا رسید مہما امکن فرزندان ایشان را بانواع خشونت واصنافِ عقوبت معذب دانستہ آنچہ اسباب و املاک و زر و زیور کہ در سرکار منکوحہ او ماندہ بود گرفتہ بتصرف خود درآورد و ہیچ کس بغور رسیِ آں جماعۂ مظلومہ بدر بار راجہ نہ پرداخت و رحلت آں پدر بزرگوار و پسر نامدار درمیان مردم ایں دیار باعث مصیبتِ عظیم وحادثۂ بزرگ گردید۔ بعد از ان میران سید شاہ ابو المعالی کہ نسبت خویشی باایشان داشتہ و رابطۂ محبت نیز نعش او را برداشتہ در جوار مزار پدر بزرگوارش در پرگنہ بسنگ (ببوک) سپرد۔ غفران ملک منان شامل حال او باد۔

بعد از اں در عرصۂ سہ چار سال آں مرد ناہموار بقہر قہار وغضب ملک جبار گرفتار گردیدہ دو دنبل[1] نسبت آثار از بغل و مقعد گاہِ او سر زد و از شدتِ آزار آنہا از رفتار مدت یک سال عاطل ماند۔ چون بہ مرہم آں جراحت درماں می پرداخت در واقع مرد از غیب پیدا می شد از دست خود کس او را آں جراحت ہا را نوعی می خراشید و تروتازہ می گردانید کہ اثر مرہم بالکل از انہا مضمحل می شد و ایں صحر از روئے تاسف وحسرت خود با صغار و کبار اظہار

---

[1] پھوڑا

می نمود۔ آخر ہمیں مرض قابض ارواح قبضش فرمود اکنون در صوبہ بنگالہ در موضع ٹانڈہ مدفون است

ہر کہ بدی کرد و بہ بد یار شد   او بہ بدی خویش گرفتار شد

نقلست کہ یعقوب شاہ را شش ماہ پیش ازیں واقعہ بسبب غلبۂ مکیفات افیون خون از شکم نوعی جاری شدہ بود کہ اطباء ہند در علاجِ آں مرض دست نہ کردند و نزدیک بسترِ مرض او نہ رفتند۔ دریں طور حالت یعقوب شاہ اندیشہ ناک نہ گشت و غم و غصّہ نہ خورد و می گفت کہ اکنون وقت رحلت من نیست بلکہ رحلت روز جمعہ ماہِ محرم (کذا) خواہد بود کہ روز قتل امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ است۔ در آں وقت کسے از دوستاں صادق و محبّانِ موافق بر ما گریہ نہ آغاز د و نوحہ و نالہ نکنند۔ بلکہ چوں دوست بدوست پیوندد۔ شادی و مبارک بادی نمائد کہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ بعد از انقضائے آں مدت ساعتے چوں علامات و آثار رحلت بر حال خود معاینہ نمود۔ یعقوب شاہ چشم رفاقت پوشیدہ و از دوستان و عزیزان نوحہ و نالہ چوں علم نو دولتان بلند شد در اثناء ایں حال چشم ہشیاری باز کردہ زبانی کہ از گویا ؤ حرف دنیا باز ماندہ بود جہت تہدید در میان دندان گرفتہ در منع گریہ و زاری آواز ہا بر آوردہ باز چشم از نظارگی دنیا فرو بست۔ میران سید شاہ ابو المعالی فی الحال دستے بر روئے و دستے بزنخداں او نہادہ زبان از تہ دندانِ او اخلاص ساختہ قطرۂ چند شربت بخیال حیات او در کام او چکانیدہ دید کہ مرغ روحش از قفس قالب پرواز نمودہ۔ آشیاں اصلی شاخسار سدرۃ المنتہیٰ مسکن و نشیمن خود ساختہ ؎

زتیغ اجل اندریں خاکداں   اگر خضر گردی نیابی امان

القصہ محمد بٹ خوش تدبیر محبت یوسف شاہ با قصٰی بغائت دلپذیر داشتہ و از روباہ بازیہائے[1] اوستا لولو و فراق کشمیر بے نہائت متاذی بود۔ متعاقب ایں حال رخت حیات بدار البقا کشیدہ بہ ایشان پیوست ؎

دریں کہنہ کاشانۂ بے ثبات   نہ شد جاوداں ہیچ کس را حیات

واعیان و اشراف ممالک کشمیر را برہم زدگی کلّی رو نمود۔ اوستا لولوی مذکور در خدمت حضرت

---

[1] تکلیف پانے والا

خلافت پناہ چناں بعرض رسانید کہ حاصلات ممالکِ مذکورہ بسیار است۔ اگر عاملے جہت تفحص و تجسس متعین شود ہر آئینہ حقیقتِ حال اضافہ حاصلات ممالک مذکورہ کما ینبغی بخدمت اقدس واضح و روشن گردد۔ لہذا حضرت خلافت پناہ حسن بیگ شیخ عمری و قاضی علی کہ یکی از اعمالِ نامدار عملہ پادشاہی بود متعین فرمود۔ ایشاں بموجب فرمان در انجا رسیدہ۔ اصناف عملداری برائے دولت خواہی خود طرح نمودہ۔ انواع تشویش و تعرض بحال رعایا رسانیدند ناچار مردم آں دیار با میرزا یادگار برادر میرزا یوسف خاں متفق شدہ با حسن بیگ شیخ عمری جنگ عظیم پیوستہ نوعی منہزم و مغلوبش گردانیدند کہ از یاران و معاونانِ خویش بیکبار جدا گردیدہ و سر و پا برہنہ پا پیادہ راہہائے تنگ و تاریک قطع نمودہ خود را نزد راجہ راجپل رسانید و قاضی علی در نواحی قلعہ کاملنہ بقتل آوردہ۔ میرزا یادگار را بر مسند ایالت و حکومت آں دیار متمکن گردانیدند۔ چوں ایں نوع حرکت شنیعہ بسمع بندگان خلافت پناہ رسید۔ حضرت خلافت پناہ با عساکر نصرت مآثر متوجہ آں ممالک گردید۔ و میرزا یادگار از استماع ایں حال از کشمیر برآمدہ راہ کنز بل محکم نمودہ بموضع ہیرہ پور نزول نمود۔ ناگاہ بہ ارادہ الٰہی و اقبال پادشاہی ابراہیم خاں کاکر و سارد بیگ ترکمان کہ از جملہ ملازمان میرزا یوسف خاں در اردوئے میرزا یادگار بودند شبا شب ہنگام فرصت جہت مجرائے خدمت خود یافتہ برخواستہ میرزا یادگار بقتل آوردند ؎

بیت۔

چنیں است رسم سرائے غرور	گہے ماتم است اندران گہ سرور
غم و شادمانی است ہر دو بہم	گہے شادمانی بود گاہ غم
عروسی است ایں چرخ ماتم زدہ	یکے شاد ازو دیگرے غمزدہ
فلک ہمچو لولوے بازی گر است	کہ برساعتش بازئی دیگر است
گہے مہر آید ازو گاہ کین	نہ آتش بود پائدار و نہ ایں
قرارے نہ گیرد جہاں برکسے	کہ دوران چو مایا دوار دبسے
بہ نزدش چو نادان و دانا یکیست	اگر صد ہزار اند و گر اند کیست

نہ ابلہ بماند نہ اہلِ خرد
بد و نیک چون بنگری بگذرد

مظلوم کشمیریوں کا قتلِ عام

وبواسطۂ ایں فترات اکثر مردم مبارز مانند میر محمد و بہادر ملک ولد عیدی رینہ و غیر ہما متفرق و منتشر گشتند و سپاہ آں ممالک کمی و قلت پذیرفتند و بعد ازاں تمام سپاہیان ایں دیار تن در زبونی جہت طلب رزق و روزگار در خدمت جاگیر داران ایں دیار رجوع آوردند۔ محب علی کہ یکے از خدمتگاران میرزا یوسف خاں جہت فوجداری پرگنۂ دچھن پارہ وکھاورپارہ متعین بود۔ جماعۂ از سپاہیان ایں دیار بخدمت او رجوع آوردند۔ او درمیان عہد و پیمان معتبر بایمان نمودہ در چشمۂ مچھ بون بہ بہانۂ چہرہ نویسی ہمہ را جمع گردانیدہ بقتل رسانیدہ از خون مسلمانان جوی ہائے خون چوں آب چشمہ مچھ بون جاری ساختہ خود را از برائے حطام دنیائے دوں بہ عذاب جاوید اخروی مغلوب و سرنگوں گردانید۔

نقلست بعد ازیں قضیہ نواب قاسم خاں ہمگی برہنمونی مصلحت و تدبیر بعضے مردم ایں دیار لوہر چک را باجمیع برادران و فرزندان خویش کہ از خدمت پادشاہ خلافت پناہ فرار نمودہ بکوہ دراو آمدہ بودند از موضع مذکور انواع عہود غیر مکرر و اصناف مواثیق مجدد درمیان مستحکم نمودہ او را از گناہ و تقصیرات خود غافل ساختہ در حضور خود حاضر گردانیدہ از عہد و پیمان خود اعراض و اغماض ورزیدہ ہمہ را در قصبۂ سوپور بقتل رسانید ؎

بر ترا چون دو کار آید پیش ‌ ‌ ‌ کہ ندانی کدام باید کرد
آنکہ در وے مظنۂ خطر است ‌ ‌ ‌ آنست بر خود حرام باید کرد
آنکہ بے خوف و خطر باشد ‌ ‌ ‌ بہانت قیام باید کرد

وبعد ازیں واقعہ بعض مردم حسین چک ولد شمس چک کوپوارہ باتفاق مردم سرحد کمراج باجمیل بیگ را بقتل آوردہ از روباہ بازیہاء ملا جمیل بیگ بخواب خرگوش فریفتہ شدہ بازباستمالت و دلاسا و مشار الیہ در ملازمت در آمدہ فارغ البال نشستند و قضیہ محب علی کہ تجربہ و معائنہ ایشان شدہ بود آں را نیز در عقدۂ نسیان انداختہ ہیچ خطرہ و اندیشہ را مجال خطور در دلہائے خویش راہ ندادند ناچار ملا جمیل بیگ فرصت وقت بکام دل دوستان یافتہ در موضع رنگی پورہ تمام دشمنان را بخاک تیرہ سپردند و برابر ساختند۔ حبی چک پیش ازیں واقعہ در شکارگاہ بقضاء ناگاہ پائے او لغزیدہ نوعی افتاد کہ تا قیام قیامت برنخواست۔

بعدازیں قضیہ در صوبۂ دکن شمس چک ولد دولت چک کہ قصۂ او در اوراق گذشتہ
تحریر یافت وفات یافت و قبرش در برہان پور است و پسران او حسین چک و ظفر خاں از فوت
عزیزان پریشان حال خویش مضطرب و حیران شدہ آب و ہوائے بہشت آسا، کشمیر یاد کردہ از
ہندوستان فرار نمودہ در عقب ہائے کوہستان کمراج دمراج در آمدہ خفیہ در مواشی و زراعتہاء
رعایا آں دیار دست اندازی نمودہ اوقات می گذرانیدند۔ چوں حضرت جنت آشیانی بسرائے
جاودانی خرامید بادشاہی بجلوس جہانگیر پادشاہ مزین شد۔ ایبہ خاں ولد حسین خاں ابن ایبہ شاہ
و حسین چک و ظفر خاں وغیرہما باتفاق حاکم تبت کہ جہت کمک خود آوردہ بودند در پرگنہ لار مقابلۂ
عساکر بادشاہی نزول نمودہ مدت دو ماہ و چند ایام نشستند۔ چوں حاکم تبت نفاق جانبین از
مردم کشمیر مشاہدہ کرد متغیر المزاج شدہ و ہم قدرے ترس و رعب بخاطرش راہ یافت و طبل بازگشت
بطرفِ تبت زد و ایں جماعت در موضع شیر کوٹ خیال ایالت بخاطر مصمم نمودہ و غرور بے اندازہ
ورزیدہ۔ انواع فتنت و فساد در آں ممالک بنیاد نہادہ شبہا بخانہائے رعایا و برایا و اہل
سکنہ آں دیار در آمدہ۔ اسباب و مواشی و امتعۂ اخوت ایشان بتاراج و غارت بردہ بر شراب و کباب
صرف می نمودند۔ لہذا در آں دیار چنداں قحط و گرانی رو نمود کہ مزیدی بر آں متصور نیست و آں گروہ
غفلت شیوہ از مردم پادشاہی کہ در آں نواحی بودند بالکل غافل و ناپروا شدہ ہر چہ مقتضائے
نہاد بر فساد ایشان بود بوجود می آوردند۔ ناگاہ مردم پادشاہی منتہز وقت بودہ در شبے کہ سلطان منام
بر قوائے آں گروہ بے انتظام غالب آمدہ بود از موضع سوپور بر آمدہ بر سر ایشان تاخت آوردہ در موضع
شیر کوٹ سرہائے بعضی مردم ایشان را بہ حسام انتقام بریدہ در زورقے[1] انداختہ در شہر کشمیر فرستادہ۔
جہت عبرت متمردان از ان کلہ منارہا ساختند۔ متعاقب ایں حال علی خاں ابن حسین خاں ایبہ
شاہ و حسین چک را بموجب آنکہ دو شمشیر در یک غلاف نمی گنجند باعث وعید شد کہ از سرحد
کمراج انتقال نمودہ بجاے دیگرے سکونت ورزد۔ حسین چک از روئے نفاق و مصلحت در مقام
مدارا در آمدہ متقبل ایں معنی شد۔ بعد از ساعتے علی خاں مذکورہ اعتماد غرور شجاعت خود باجماعت
مردم کہ باو ہمراہ آمدہ بودند بقتل آوردہ۔ او را دستگیر کردہ بحضور مردم پادشاہی روانہ گردانید۔

---

[1] کشتی

ناگاہ درا ثنائے راہ ازیں حال مردم ایما غان آگاہ گشتہ بموضع دان داری اورا بقتل رسانیدہ
بعدازاں ظفر خاں جمعی از پیادگان و برخی از سواران ترتیب دادہ شبخون بر گردہ ایماغاں
کہ در پرگنۂ اڈون بموضع ڈور بود آوردہ با یکدیگر مقاتلہ و محاربہ پیوستند و از طرف ظفر خاں بسیار
مردم کشمیر تلف و تباہ گشتند و ظفر خان خود ازان موضع بزخم شمشیر مجروح گشتہ راہ ہزیمت پیش
گرفتہ بجنگل پرگنۂ بیروہ درآمد۔
متعاقب ایں حال محمد قلی خاں کہ حاکم کشمیر خوش تدبیر و دل پذیر مردم آں دیار بود
بتقدیر لاریب برحمت الٰہی پیوست و بجائے او بموجب حکم نافذ خلافت پناہ جہانگیر بادشاہ میرزا
علی اکبر شاہی بحکومت آں دیار متعین گردید آں مرد در اول از مذہب و ملت با مردم آں دیار بساط
چاپلوسی و مکر و حیل گستردہ بوساطت قاضی صالح عہود تازہ و مواثیق بے اندازہ بایمان غلاظ
مؤکد ساختہ بطرف ظفر خاں وغیرہ گفتہ فرستادند کہ محمد قلی و حکام سابقۂ دیگر بسبب اختلاف
مذاہب باایں بد معاشی و بد سلوکی می نمودند و من چوں از جملہ سنّیان متعصم و شما نیز از آں سواد
عظیم اید معاذ اللہ کہ من در حق شما سر موئی بدسگالی و بداندیشی بوقوع آید۔ وایں مدعا را با نواع
قسم و سوگند چہار یار بزرگوار و سائر صحابۂ کبار مؤکد ساختہ آنجماعہ را بفریب و ریو در دائرۂ حضور خود
درآوردہ باتفاق ملا جمیل بیگ محبوس داشتہ بے دریغ شمشیر سیاست در شہر کشمیر علم نمودہ ہر کہ
از سپاہ و زمیندار و صنعت گر و جولاہ وغیرہ درمی یافتند از صباح تا دوپہر روز بقتل می آوردند۔
بعد از دو روز ظفر خاں را با ہفدہ نفر امرازادہ از حبس برآوردہ بدست حاتم خان زمین دار سپردہ
بعالم عدم روانہ گردانیدند و او در حین سپردن ودیعت حیات بزبان حال و مقال مضمون ایں ابیات
تکرار می نمود کہ ؎

افسوس کہ چرخ مستمندم بگرفت	شہباز بدم بیک کمندم بگرفت
صد خانہ خراب کردہ بودم بستم	تا آہ کدام دردمندم بگرفت

وحبیب خاں ابن حسین خاں را از حسین نائک بمعرض ہلاکت آوردہ۔ یوسف چک را بدست یعقوب
شاہ سپردہ بانواع عقوبت تباہ ساخت و علی خاں ولد یوسف خان و علی خاں ولد نوروز چک
رابدست پسر حاتم خان بقتل آورد۔ الغرض بہمین منوال آں ہفدہ نونہال از گلبن آمال باغستان
ایں جہان غدار بار منال برنہ خوردہ بودند بسموم و صرصر عقوبات جانکاہ از بیخ و بن مستاصل گردانیدہ و

رسوا و خوار زار در کوچه و بازار بموضع رینوار (رینه داری) برتابیده و ہیچ کس را بہ تجہیز و تکفین آن جماعه مرخص نہ گردانید و الآ مردم محلہ جہت دفعِ عفونت و فتن وطن از آنجا بر داشتہ در دشتگاہ کوزہ گراں کہ در قرب آں مکان واقع بود در میان خاک و خاکستر لاشہائے آنہا را متواری ساختند لاجرم فلک کجرفتار بر حال زار آں جماعہ رقت بسیار نمودہ۔ چنداں قطراتِ باران از چشماں بارید و جوش و خروشِ رعد از جان برکشید کہ در وہم زلزلۂ نفخ صور قیامت متصور شدے

چنداں گریستیم کہ ہر کس برو گذشت ۔۔۔ در اشک من بدیدہ رواں گفت ایں چہ جو است

دیگرے

زیرکاں گفتند کاندر مرگ نوعی راحت است ۔۔۔ از بیانِ این سخن بر خلقِ منت می نہند

گفتہ اند آنکس کہ میرد از دو بیروں حال نیست ۔۔۔ یا بدی باشد کہ خلق از جورِ او کمتر دہند

یا کم آزاری نکو خلقی کہ اہل روزگار ۔۔۔ مہر او ور زند او را در دل خود جا دہند

گر نکو کار است ازیں زندانِ محنت وارہند

در بد اندیش است خلق از محنت او وارہند

شیر افگن سے ایبہ خاں اور ملک حیدر چاڈورہ کی جنگ

وایبہ خان ولد ابدال خاں یکے از مبارزانِ آن دیار بود۔ در جلوس حضرت جہانگیر بادشاہ بموجب فرمان عالیشان بر جاگیر بردواں روانہ گردید۔ و دراں پیشہ مردے شیر بیشہ شیر افگن نام سابقاً بعلت جاگیر داری آں موضع مقامِ آرام داشتہ است۔ قطب الدین خاں کہ صاحب صوبہ بنگالہ بود۔ در کار و بار آں مرد شجاعت شعار در زیدہ بخدمت حضرتِ خلافت پناہ معروض داشت کہ تمامی مردم صوبہ بنگالہ منقاد و مطیع حاکم پادشاہ جہاں پناہ مطاع گردیدند الا شیر افگن۔ بہر چہ حکم واجب الاذعان در بارۂ او صادر شود بعمل آورد معاً حکم اقدس چناں نافذ گردید کہ بہ تیغ بیدریغ سر از تنِ او جدا نمودہ بدربار معلی فرستند و ناچار قطب الدین خاں با جمعیت لشکر قریب دو ہزار سوار متوجہ بطرف آں مرد کارزار گردید آں مرد مردانہ با وجود تہمت و مظنۂ ہلاکت خویش از قلعۂ خود قریب با ہفتاد ہشتاد سوار برسم استقبال شتافتہ بخدمت ایشان ملحق گردید و از حرکات و اوضاع عساکرِ ایشان نادانست کہ ایشان اندیشۂ جبر و قتلِ او دیگری ندارند و در خلالِ ایں احوال فیل بان قطب الدین خاں فیل مست را بطرف او کجک زدہ در تحریک در آوردہ۔ اسپ

اورا از جائے خود رم کنانیده بیجا گردانیده . ناچار شیر افگن روئے توجه بقطب الدین آورده جهان
معلوم مذکور کرد که اے سردار خوانین این چه قسم معاملهٔ سلوک و معاش است . چون خان مذکور از
پاسخ او تغافل ورزیده سکوت اختیار نمود . یاران بزبان ترکی به او عتاب و سرزنش آغاز
کرده گفتند که اگر سردار گرده مردے و زهره جوان مردے داری دیگر بکدام وقت بکار خواهد آورد .
لاجرم آں مرد مردانه تهوّر و دلاوری ورزیده پائے شجاعت پیش نهاده حمله بر قطب الدین خان نمود
بے تحاشا به تیغ بیدریغ بزخم اوّل بازوئے اورا از کتف جدا ساخته بزخم دویم شکم اورا از ناگاه
دریده رُودهای اورا بیرون ساخته انداخته بعرصه گاهِ عدم رسانید و حیدر ملک چاڈوره مجادله و مخاصمه
کناں مقابلهٔ او در آمده اورا نیز زخمی و مجروح ساخته خواست که خود را از اں معرکه بسلامت بدر کشید .
ایبه خاں ولد ابدال خاں چوں آں حال معاینه نمود مردانگی نموده اسپ در جولان در آورده بر سر آں
مرد مردانه رسید . هر دو مبارز با هم نزدیک شدند امّا بسبب نزدیک فیل و اسپان هر دو مبارز پائے
بر جائے خویش استوار نتوانستند نمود . ناچار آں هر دو شجاع پیاده شده به محاربه پیوستند . ایبه خاں
ولد ابدال خاں پائے سبقت در میدان مبارزت نهاده شمشیرے بر روئے او حواله نموده . کاسهٔ سر
اورا تا نیمه بر آمد . آں مرد انه که بقوت رمقِ حیات که در بدنش باقی مانده بود . حملهٔ مردانه بر ایبه خاں
آورده بیک زخم شمشیرِ آبدار اسختگی طور در شکم او حواله نموده . کار عمرش بسر انجام رسانید . و خود نیز
در همان نفس جاں بحق تسلیم نمود . و مدفن ایبه خاں در آستانهٔ بهرام سقا در موضع بردوان واقع است .

یوسف خاں

و بعد از پنج و شش ماهِ دیگر یوسف خاں ولد حسین شاه بصوبهٔ بنگاله در نواحی
سلیم آباد بر فیل ماده سوار شده شکار نخچیر گوزن می نمود . ناگاه بتقدیر الهی
از ان شکارگاه نرگاؤمیش صحرائی بر آمده در پی فیل ماده حمله شیرانه آورده . مادهٔ فیل رو بفرار
نهاده . سوار خویش را در ان جنگل زار از پشت خود انداخت . ناچار آں سوار شکار آن نرگاؤمیش
گشته . مرغ حیاتش از آشیانِ بدن پرواز نمود . القصه چوں کشتیِ حیات امرایان این دیار از
گرداب دریائے هلاکت بدستیاریِ بادبان سعی و کوشش بشرطیکه امداد بخت ساحل نرسید و
آفتاب بقائے ایشان در مغرب فنا غروب نموده

چو بر بنده ایزد بلائے گماشت عنایت هم از حق توان چشم داشت
دگر رو نهد نعمتش بے قیاس روا نیست غیر از خدا را سپاس

گہے نعمت دگہ بلا می دہد
خدا می ستاند خدا می دہد

و بعضی معاملاتِ سرداران آں دیار مانند حسین خاں، علی شاہ و حسین خاں، یوسف شاہ وغیرہ۔ بسبب آں اِطناب بر بیاض ایں مختصر تحریر نیا وردہ۔

علی اکبر شاہی کی برطرفی

القصہ چوں ایں قسم معاملۂ ہا کہ از مرزا علی اکبر شاہی دریں دیار از مصلحت او بظہور رسیدہ بود از زبانِ گروہِ دادخورہ بسمع باریافتگانِ جہانگیر خلافت پناہ رسید و عتاب و اعراض فرمودہ۔ میرزا علی اکبر شاہی را از حکومت آں دیار معزول گردانیدہ ایالت آں دیار بہ نواب قلیچ[1] خاں ارزانی فرمودند۔ زمام مہماتِ خواص و عوامِ ممالک ایں دیار بروجہی کہ لائق بود بہ حیدر ملک چاڈورہ سپردند تا مردم ایں دیار از فرطِ عدل و کثرت احسان پادشاہی از ظلم ظالمان وارہیدہ و اوقات خود را بفراغت و رفاہیت گذرانند و موصی الیہ در تعمیر و آبادانی ممالک مذکورہ مساعی جمیلہ بجا آوردہ۔ نوعی اہتمام نماید کہ اقسام اغذیہ و اطعمۂ ماکولات و مشروبات وارزانی غلہ و حبوبات بوفق خاطر خواہ فقیر و بے چارہ بودہ باشد۔ حیدر ملک چاڈورہ کہ بہ خطاب چغتائی ممتاز و سرفراز شدہ بود از روئے خیر اندیشی خلائق و دولت خواہی بادشاہ خلافت پناہ مہم سازیِ عامہ رعایا و ملوک عظیم الشان و سلاطین رفیع المکان ایں دیار بموجب فرمان عالی شان متعہد[2] گردید۔

حارس[3] عدل وے از بس کہ سیاست فرمود فتنہ بگریز بصد مرحلہ از مشعلۂ دود

ضبط شان نوع کہ شاہان اقالیم دگر
وز گدائی نتواند زدنی سیلی جور

و دریں اثنا چوں فلک ستیزۂ انجام طومارِ عمر راجہ مان سنگھ بدستِ اختتام بپیچیدہ بتاریخ ہفتم ماہ جمید آخر ۱۰۲۳ھ بعالم آخرت رسانید و تاریخ وفات او بدیں وجہ یافتہ اند

آہ ازیں چرخ کج روئے سرکش کہ زکشتن نہ گشت سیر اصلا
راجۂ جملہ راجہائے جہاں مان سنگھ آنکہ رفت از دنیا

---

[1] قلی خاں [2] ذمہ دار [3] نگہبان، پاسبان

سالِ تاریخ فوتِ راجہ خسرد
"شد باعـراف جائے" او گفتا[ع]

شاہ ابوالمعالی اور جہانگیر بادشاہ

و میران سید شاہ ابوالمعالی کہ مدت بست و چہار سال کامل حسب الحکم جہاں مطاع خلافت پناہ اکبر بادشاہ در خدمت و ملازمت راجہ مذکور بود و دریں مدت بسبب شجاعت جبلی و شہامت ذاتی کہ لازمہ طائفہ شریفۂ ہاشمی است بادشمنان بادشاہی انواع محاربہ و اصناف مقاتلہ درصوبہ ہائے بنگالہ و اڑیسہ و دکن نمودہ ۔ درہر معرکہ کہ بتائید الٰہی مظفر و منصور بود ۔ اوقات فرخندہ ساعات بناز و نعمت و عیش و عشرت باعتبار تمام و اقتدار لاکلام گذرانیدہ آمدہ باتفاق حیدر ملک بشرف خدمت خلافت پناہ جہانگیر بادشاہ مشرف گردید ۔ و ازآنجا کہ حضرت جہانگیر بادشاہ حسن اہلیت و شجاعت و خوبی لیاقت و شہامت بچشم ادراک و بصیرت درمرات ضمیر ذاتِ میران سید مشارُ الیہ محسوس و معائنہ نمود ۔ لاجرم میران سید مشارٌ الیہ را بالتفات شاہانہ و عنایت خسروانہ ممتاز و مخصوص ساختہ بہ منصب ارجمند سرفراز گردانیدہ و با برادران سید ابراہیم خاں جاگیراز سرکار سندہ ارزانی داشتہ باں طرف مرخص فرمود و چون میران سید مشارٌ الیہ باطائفہ فضلائے سرکار ٹھٹہ بواسطۂ کمال اہلیت و فضیلت خویش نوعی سلوک و معاش فرمود کہ ایشان میران سید مشارٌ الیہ راچوں جان عزیز بلکہ از جان عزیز تر تصور نمودہ تشریف ایشان محض فیض الٰہی و رحمت ایزدی دانستند و تاریخ قدوم عشرت لزوم ایشان در سرکار ٹھٹہ بدین وجہ یافتہ اندے "ابر رحمت آمد ناگہاں"
۱۰۲۳ ہجری

خاتمہ :۔

بحمد اللہ کہ گشت ایں نامہ مختوم	بہ لُطفِ ایزدی دانائے قیوم
در احوالِ شہانِ ملک کشمیر	کہ بودند از حشم ہریک جہانگیر
بہ ترتیبی کہ بایست بی کم و بیش	نہ برد فوق خیالِ بیہدہ کیش
بہارستان شاہی کردہ شد نام	بود در باغِ عالم تازہ چوں نام

ع مادۂ تاریخ صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔

چناں دارم توقع از سخندان | که باشد در سخندانی چو سحبان
که گر یابد غلط اندر عبارت | ویا در اصل معنی یا اشارت
بقدر وسع در اصلاح کوشد | وباغیبم بذیل عفو پوشد
چون تاریخ تمام این خوب اتمام | که بادا تا قیامت نیک فرجام

به پرسیدم ز عقل راست تدبیر
بگفتا نامهٔ شاهان کشمیر
۱۰۲۳ھ

تمت تمام شد

جناب آغا صاحب غفران پناہ کی خواہش تھی کہ "بہارستان شاہی" کی رسم اجرا اسی مہینے میں جناب شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کے ہاتھوں کرائی جائے۔ لیکن کسے معلوم تھا کہ ان دونوں ممتاز ترین ہستیوں کا چراغ زندگی ایک ہی ہفتے میں یکے بعد دیگرے موت کے بے رحم ہاتھوں سے ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے گا۔ شاعر نے خوب کہا ہے ؎

ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے — یہی دنیا کا کارخانہ ہے
موت سے کس کو رستگاری ہے — آج وہ کل ہماری باری ہے
زندگی بے ثبات ہے اس میں — موت عین حیات ہے اس میں

شیخ صاحب کا انتقال ۸ ستمبر بروز چہارشنبہ شام کو ہوا۔ افسوس صد ہزار افسوس! ایسے دیدہ ور مذہبی پیشوا اور قومی رہنما اب کہاں پیدا ہو سکتے ہیں۔ میر نے ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا ہے ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

غرضیکہ ان دونوں ہر دلعزیز رہنماؤں کے گذر جانے سے عالم شریعت اور نظام سیاست میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے اس کا پر کرنا بے حد محال ہے۔ سال ۱۴۰۲ھ ہجری (۱۹۸۲ء) تاریخ کشمیر میں "قومی ماتم" کے طور پر ہمیشہ کے لیے یادگار رہے گا ؎

بہ ضبط گریہ مشغولم اگر بینی درونم را
ز دل تا پردۂ چشمم دو شاخ ارغواں بینی

اکبر حیدری
۱۲ ستمبر ۱۹۸۲ء

رہبر انقلاب حضرت آیت اللہ خمینی صاحب قبلہ، آیت اللہ مطہری اور صدر جمہوریہ ایران کی طرف سے آیت اللہ سید محمد جعفریان نے مجلس سوم میں نمائندگی کی تھی۔ انھوں نے آیت اللہ خمینی اور آغا صاحب مرحوم کی دینی خدمات پر روشنی ڈالی اور آغا صاحب کو ایک برگزیدہ روحانی پیشوا قرار دیا۔ فاتحہ خوانی کی تقریبات صبح ۹ بجے سے شام ۶ بجے تک مسلسل جاری رہیں۔ اس دن ڈسٹرکٹ بڈگام میں چھٹی کا اعلان کیا گیا تھا۔

۱۹ ستمبر وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی ریاستی گورنر جناب بی۔ کے۔ نہرو کے ہمراہ بڈگام گئیں اور آغا صاحب کے لواحقین کو تعزیت پیش کی۔ وزیر اعظم نے آغا صاحب کی عدالت میں ایک بڑے مجمع کے سامنے مرحوم کے تئیں شاندار الفاظ میں عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں:۔

"آغا صاحب اعلیٰ پایہ کے روحانی رہنما تھے۔ میرے دل میں اُن کی بڑی قدر و منزلت تھی۔"

جناب شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب کو آغا صاحب فردوس آرام گاہ سے والہانہ عشق تھا۔ وہ ان کی روحانی قدروں کے زبردست قائل تھے اور اُنھیں اپنا مرشد سمجھتے تھے۔ موصوف سالہا سال سے اُن کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کر کے روحانی فیض حاصل کرتے تھے۔ اپریل ۱۹۸۰ء کے آخری ہفتے میں جناب شیخ صاحب عراقی حکومت کی دعوت پر مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لیے عراق گئے۔ جب انھیں جناب آغا صاحب کی علالت کے بارے میں اطلاع ملی تو فوراً مئی کے دوسرے ہفتے میں کشمیر واپس آئے۔ اور یہاں پہنچتے ہی مورخہ ۱۵ مئی کو جناب آغا صاحب کی خیریت دریافت کرنے کے لیے بڈگام تشریف لے گئے۔ اُنھوں نے مرحوم و مغفور سے سفر عراق کی روداد بیان کی اور فرمایا کہ اُنھیں شہدائے کربلا کے مقدس مقامات خاص کر جناب امام حسین علیہ السلام، جناب ابوالفضل حضرت عباس علیہ السلام اور نجف اشرف میں روضۂ حضرت علی علیہ السلام کی زیارت سے کس قدر سکونِ قلب اور روحانی فیض حاصل ہوا۔ شیخ صاحب نے مزید یہ بھی فرمایا کہ اُنھوں نے حکومت عراق کے وزیر اوقاف کے تعاون سے کربلائے معلیٰ میں مرقد امام حسین علیہ السلام سے خاک شفا حاصل کی۔ اس کے علاوہ شیخ صاحب تسبیح، سجدہ گاہ اور بڑے سائز کا عمدہ اور خوبصورت قرآن حکیم کا مطبوعہ نسخہ بھی اپنے ساتھ لائے تھے قرآن شریف کا یہ نسخہ حکومت عراق نے شیخ صاحب کو بطورِ تحفہ دیا تھا۔ شیخ صاحب کے دل میں آغا صاحب کی جو محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اُنھوں نے یہ تینوں تبرکات آغا صاحب کو اُن کے شریعت کدے پر جا کر بہ نفسِ نفیس پیش کیے۔ تصویر میں آغا صاحب کے ہاتھ میں مذکورہ قرآن کریم اور شیخ صاحب کے ہاتھ میں رومال میں خاکِ شفا دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ تصویر آغا صاحب کے حجرۂ خاص میں ۱۵ مئی ۱۹۸۰ء کو اُتاری گئی تھی۔

جناب شیخ صاحب نے آغا صاحب مرحوم سے یہ بھی بیان فرمایا کہ کربلائے معلیٰ میں روضۂ مطہرہ کی خاک شفا ملنا بہت ہی دشوار ہے۔ بہر حال میں اسے حاصل کر کے سرخرو ہوا ہوں۔ شیخ صاحب نے مزید یہ بھی فرمایا کہ انھوں نے عراقی وزیر اوقاف مسٹر فیصل نوری سے کہا تھا کہ کشمیر میں میرے روحانی پیشوا اور محبوب مرشد آغا سید یوسف شریعت آباد بڈگام میں رہتے ہیں۔ یہ خاک شفا انہی کے لیے ہے۔ تصویر میں دوران گفتگو دونوں بزرگ ترین رہنماؤں کے ہونٹوں پر روحانی تبسم کی کیفیت دیکھی جا سکتی ہے جو اُن کے باہمی خلوص و اعتماد اور روابط کا آئینہ دار ہے۔

آخری دنوں میں جب آغا صاحب بسترِ علالت پر تھے تو شیخ صاحب کو بڑی تشویش لاحق ہوئی۔ وہ روز اُن کے بارے میں دریافت کرتے رہے۔ موصوف نے دلّی سے اپنے معالج ڈاکٹر خلیل اللہ اور دوسرے ڈاکٹروں کو اپنے فرزند ڈاکٹر فاروق عبداللہ کی رہبری میں آغا صاحب کے علاج کے لیے بھیجا تھا۔

آغا صاحب مرحوم علی المقامہ کی مجلس سوم (رسم فاتحہ خوانی) ۲ر ستمبر بروز جمعہ امام باڑہ بڈگام میں انجام دی گئی۔ مجلس عزا کے بعد علمائے دین اور مختلف پارٹیوں کے تمام سیاسی رہنماؤں نے بلا تفریق مذہب وملت آغا صاحب کے تئیں حسن و عقیدت کا اظہار کیا شاعروں اور ادیبوں نے بھی مرحوم قبلہ وکعبہ کی سیرت و کردار پر اپنے بیش بہا خیالات کا مظاہرہ کیا۔ اس موقعہ پر وزیر اعلیٰ شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کا وہ تعزیت نامہ بھی پڑھ کر سنایا گیا جو اُنھوں نے آغا سید محمد فضل اللہ کے نام بھیجا تھا۔ شیخ صاحب نے یہ بیان بستر علالت سے جاری کیا تھا۔ چونکہ یہ موصوف کا آخری پیغام اور آخری تحریر ان کے دستخط خاص سے تھی اس لیے ذیل میں لفظاً لفظاً درج کی جاتی ہے۔

چیف منسٹر

جموں اینڈ کشمیر (انگریزی)

نشان حکومت

CMS/Gen-15/82(3)

محترم آغا سید فضل اللہ صاحب

السلام علیکم

"آپ کے والد بزرگوار کی وفات کی خبر سن کر مجھے انتہائی دکھ پہنچا ہے۔ تحریک آزادی کے دنوں سے لے کر آج تک وہ میرے قریبی رفیق تھے اور اُن کی وفات سے میں نے ایک عزیز اور قابلِ اعتماد دوست کھو دیا ہے اس طرح خود میرے لیے یہ ایک ایسا ذاتی نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

مرحوم آغا صاحب کو اپنے حسن و اخلاق، مجاہدانہ اندازِ فکر اور متوازن خیالات کی وجہ سے عوامی زندگی کے سبھی حلقوں میں عزت و احترام کا مقام حاصل تھا۔ ذاتی طور پر مجھے جب بھی اُن سے بات کرنے کا موقعہ ملا اُنھوں نے کھلے دل اور ذہن کے ساتھ ہر معاملہ پر سنجیدگی اور تدبر سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ وہ نہ صرف یہ کہ دوسروں کو نظم و ضبط اور اعتدال و توازن کا درس دیتے تھے بلکہ خود اپنے کردار و عمل سے بھی عمر بھر اُن قدروں کی آبیاری کرتے رہے۔ اس بات نے ریاستی عوام اور بالخصوص اہل کشمیر کے لیے ان کی شخصیت کو انتہائی محبوب و محترم بنا دیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آج ہر خاص و عام اُن کے غم میں سوگوار ہے۔

اپنی علالت کی وجہ سے اس موقعہ پر خود آپ کے پاس آکر تعزیت کرنا میرے لیے ممکن نہیں۔ لیکن پھر بھی دکھ کے ان لمحات میں میں آپ کے اور دیگر خاندان و جملہ احباب کے ساتھ برابر کا شریک ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت عطا کرے۔ آمین۔

محترم آغا سید محمد فضل اللہ صاحب

شریعت آباد

بڈگام

مخلص

شیخ محمد عبداللہ

31-8-82

اس کے بعد امام باڑے میں نماز ظہرین با جماعت پڑھی گئی۔ اس میں اور لوگوں کے علاوہ ڈاکٹر فاروق عبداللہ نے بھی شمولیت کی۔ بعد نماز ڈاکٹر صاحب نے آغا صاحب کی خدمت میں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ انھوں نے لاکھوں کی تعداد میں اعلان کیا کہ ڈسٹرکٹ بڈگام کا نام آغا صاحب کی یاد میں "یوسف آباد" رکھا جائے گا۔ اور یہاں جو جدید طرز کا اسپتال تعمیر کیا جائے گا وہ بھی ان ہی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔

رہ رہ کے ہوا صبح کی بھرتی تھی دمِ سرد　　خوبانِ چمن تھے صفتِ کاہ رُبا زرد
لائے میں تراوٹ نہ تبسم گل ترمیں　　(انیس)
کانٹا غمِ سرور کا کھٹکتا تھا جگر میں

جلوسِ تابوت کے ہمراہ لاکھوں کی تعداد میں سوگوار سینہ کوبی اور مرثیہ خوانی کرتے تھے۔ عورتیں منہ پیٹتی اور بال نوچتی تھیں۔ ان کے رخسار خون آلود تھے۔ ہر طرف واحسیناؑ وا غریبا وا آقا اور وا ظلمتا کی پکار بلند تھی۔ تابوت ۱۲ بجے دن تک شہرۂ آفاق امام باڑہ بڈگام میں رکھا گیا۔ جہاں آغا صاحب ہر جمعہ کو بعد نماز مجلس پڑھتے تھے۔ یہاں کئی ذاکرین نے مجالس پڑھیں۔ امام باڑہ ایک المناک اور دل خراش منظر پیش کر رہا تھا۔ لوگوں کے سمندر کے مقابلے میں یہ عزا خانہ اپنی وسعتوں کے اعتبار سے کوزے میں سما گیا تھا۔ آخر کار ازدحام خلائق کو دیکھ کر نمازِ جنازہ کریوہ بڈگام کے بہت بڑے میدان میں پڑھائی گئی۔ یہ میدان جو لاکھوں روپیہ کی مالیت کا ہے آغا صاحب مرحوم کی ذاتی ملک تھا۔ جسے اُنھوں نے اپنی زندگی میں باب العلم کے مصارف کے لیے وقف کیا تھا۔ ریاست کے گورنر جناب بی۔ کے۔ نہرو نے تابوت پر پھول برسائے۔ جنازہ گاہ بڈگام کی آبادی سے کوئی ایک ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ گورنر صاحب نے جنازے پر پہیں گل پاشی کی۔ قریب سہ پہر آغا صاحب اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے۔ تُف اس دنیائے دنی پر جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ میر انیسؔ نے اس کی بے ثباتی پر خوب کہا ہے ؎

دنیا بھی عجب گھر ہے کہ راحت نہیں جس میں　　وہ گل ہے یہ گل بوئے محبت نہیں جس میں
وہ دوست ہے یہ دوست مروّت نہیں جس میں　　وہ شہد ہے یہ شہد، حلاوت نہیں جس میں
بے درد والم شام غریباں نہیں گزری
دنیا میں کسی کی کبھی یکساں نہیں گزری

گودی ہے کبھی ماں کی، کبھی قبر کا آغوش　　گل پیرہن اکثر نظر آتے ہیں کفن پوش
سرگرم سخن ہے کبھی انساں کبھی خاموش　　گہہ تخت ہے اور گاہ جنازہ بسرِ دوش
اک طور پہ دیکھا نہ جواں کو نہ مسن کو
شب کو تو چھپر کھٹ میں ہیں تابوت میں دن کو

شادی ہو کہ اندوہ ہو، آرام ہو یا جور　　دنیا میں گزر جاتی ہے انساں کی بہر طور
ماتم کی کبھی فصل ہے، عشرت کا کبھی دور　　ہے شادی و ماتم کا مرقع جو کرو غور
کس باغ پہ آسیب خزاں آ نہیں جاتا
گل کون سا کھلتا ہے جو مرجھا نہیں جاتا

آغا صاحب کی وفات کے سلسلے میں سرکاری طور پر ایک دن کا سوگ منایا گیا۔ اس دن تعطیل کا اعلان کیا گیا اور قومی پرچم سرکاری عمارتوں پر سرنگوں رہا۔ بڈگام ڈسٹرکٹ میں تین دن تک تمام کاروباری ادارے اور سرکاری دفاتر بند رہے۔ انجمن شرعی نے چالیس دن تک سوگ منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے مورخہ ۱۳ اگست کو دلی سے سرکاری طور پر آغا سید محمد فضل اللہ فرزندِ ارجمند آغا صاحب مرحوم کے نام تحریری پیغام ارسال فرمایا۔ کشمیر یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب ڈاکٹر وحید الدین ملک نے بھی اُن کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ
وفاتِ حسرت آیات[1]

صبح کو طائرانِ خوش الحان   پڑھتے ہیں کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ

کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا لکھا جائے اور کیا کہا جائے۔ دنیا آنکھوں میں سنسان نظر آرہی ہے۔ قلم لکھنے سے عاجز اور زبان ادا کرنے سے قاصر ہے ؎

کہہ دوں تو دل سے خون کا چشمہ اُبل پڑے   اور چپ رہوں تو منہ سے کلیجہ نکل پڑے

آخر کار جی کڑا کر کے یہ خبرِ وحشت اثر انتہائی حزن و ملال اور رنج و غم کے ساتھ "بہارستان شاہی" میں درج کی جاتی ہے کہ حجۃ الاسلام، شریعتمدار، آقائے نامدار، جناب آغا سید یوسف الموسوی الصفوی النجفی صدر انجمن شرعی شیعان جموں و کشمیر و بانیِ مدرسۂ باب العلم نے چند دنوں کی مختصر علالت کے بعد شبِ دوشنبہ (ایک بج کر اڑتالیس منٹ) مورخہ ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ ہجری مطابق ۳۰ اگست ۱۹۸۲ء کو اسّی برس کی عمر میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آغا صاحب کی وفات کی خبر آنِ واحد میں جنگل کی آگ کی طرح کشمیر کے طول و عرض میں پھیل گئی اور وادی بھر سے لوگوں کا موجیں مارتا ہوا سمندر سرزمین بڈگام میں اُمنڈ آیا۔ رات مُو پریشان، چاند تارے بے نور، فضا مغموم، اشجار و احجار سکتے میں، سڑکیں غم سے پامال، گلی کوچے سنسان، بازار اور دکان نوحہ خوان، چرند و پرند حیران، پیر و جوان ماتم کنان، یتیم، مسکین، فقیر، غربا، رانڈیں اور بے سہارے لوگ مرثیہ خوان کہ اب ہم جائیں کہاں۔ ایک آغا تھے۔ سو وہ بھی نہ رہے۔ ہر آنکھ اشک بار اور ہر چہرہ اُداس، ذرّہ ذرّہ خاک اُڑا رہا تھا۔ پورا کشمیر درد و کرب کی تاثیر میں ڈوبا ہوا تھا۔ صبح صادق سیاہ پوشی کے عالم میں اپنا گریباں چاک کر کے نمودار ہوئی۔ آفتاب تھرتھراتا ہوا طلوع ہوا۔ اس کا چہرہ بھی خون آلود تھا۔ یہ دن گویا قیامت سے کم نہ تھا۔ اگرچہ ماہِ عزا نہ تھا لیکن روز عاشور کی سی کیفیت نمایاں تھی۔ مومنین کے قلب و جگر مضطرب اور اُن کی آنکھوں میں دنیا تیرہ و تار تھی۔

جب صبح نو بجے آغا صاحب مرحوم کا تابوت شریعت کدے سے برآمد ہوا تو لوگوں نے اپنے گریبان چاک کئے۔ سر پر خاک اُڑائی۔ ان کے گریہ اور فلک شگاف نعروں سے زمین بڈگام متزلزل ہوئی۔ چناروں کے پتے کفِ افسوس مل رہے تھے۔ باغ ویران، پھول اداس، شاخ بار آور پُرخم اور ندی نالے سر پیٹتے تھے۔ پورا ماحول عزاخانہ بن گیا تھا ؎

پھولوں نے گریبانوں کو پھاڑا تھا جو غم سے   گلشن میں اداسی تھی جو اعدا کے ستم سے
سب ڈالیاں جھک جھک گئی تھیں بارِ الم سے   نرگس تھی بہ حسرت نگراں دیدۂ نم سے

ہر مرتبہ سرگرمِ فغاں ہوتی تھی بلبل
غنچوں کے جگر پھٹتے تھے یوں روتی تھی بلبل

تھیں ہمہ تن اشک تھیں گلشن ہمہ تن درد   پھولوں کے سروں پہ جو اُڑاتی تھی صبا گرد

[1] کتاب چھپ چکی تھی اور اس کی جلد بننے جا رہی تھی کہ حجۃ الاسلام آقائے سید یوسف الموسوی کا انتقال ہوگیا۔ اس لیے یہ صفحے ان کی وفات کے بعد شامل کیے گئے ہیں (اکبر حیدری)

وزیراعلیٰ ڈاکٹر فاروق عبداللہ آغائے مرحوم کے صاحب زادے آقا سید محمود کو تعزیت و تسلّی دے رہے ہیں۔

وزیر اعلیٰ ڈاکٹر فاروق عبداللہ آغائے مرحوم کے صاحب زادے آقا سید محمود کو تعزیت و تسلی دے رہے ہیں۔

وزیر اعلیٰ ڈاکٹر فاروق عبداللہ آقائے مرحوم کے فرزند جناب آقا سیّد محمد فضل اللہ کی پیشانی چوم رہے ہیں اور اُنھیں تعزیت پیش کر رہے ہیں۔

وزیر اعلیٰ ڈاکٹر فاروق عبداللہ آقائے مرحوم کے فرزند جناب آقا سید محمد فضل اللہ کی پیشانی چوم رہے ہیں اور انھیں تعزیت پیش کر رہے ہیں۔

آقائے مرحوم کی فاتحہ خوانی کی تقریب پر امام باڑہ بڈگام میں نمازظہرین کا منظر۔ وزیراعلیٰ ڈاکٹر فاروق عبداللہ بیچ میں مصروف نماز ہیں۔ جناب آقا سید باقر قبلہ نماز پڑھا رہے ہیں۔

aharistan-i-Shahi

The Baharistan-i-Shahi

آقائے مرحوم کی فاتحہ خوانی کی تقریب پر امام باڑہ بڈگام میں نمازِ ظہرین کا منظر۔ وزیر اعلیٰ ڈاکٹر فاروق عبداللہ بیچ میں مصروفِ نماز ہیں۔ جناب آقا سید باقر قبلہ نماز پڑھا رہے ہیں۔

آقائے مرحوم کے نمازِ جنازہ کا ایک منظر۔ آقا سید مصطفیٰ صاحب قبلہ نمازِ جنازہ پڑھا رہے ہیں۔

آقائے مرحوم کے نمازِ جنازہ کا ایک منظر۔ آقا سید مصطفیٰ صاحب قبلہ نمازِ جنازہ پڑھا رہے ہیں۔

آقائے مرحوم کے جلوس تابوت کے ساتھ لوگوں کا ایک بھاری اجتماع۔ اس میں عرب و عجم کے نمائندے بھی شامل ہیں۔

آقائے مرحوم کے جلوس تابوت کے ساتھ لوگوں کا ایک بھاری اجتماع۔ اس میں عرب وعجم کے نمائندے بھی شامل ہیں۔

آقائے مرحوم جناب سید یوسف الموسوی صاحب کے آخری سفر کا ایک روح پرور منظر

آقائے مرحوم جناب سید یوسف الموسوی صاحب کے آخری سفر کا ایک روح پرور منظر

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

شیرِ کشمیر شیخ محمد عبداللہ مورخہ ۱۵ رمئی ۱۹۸۰ء کو آقائے مرحوم کو خاکِ شفا پیش کر رہے ہیں۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی پنہاں ہو گئیں

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۸۰ء کو آقائے مرحوم کو خاکِ شفا پیش کر رہے ہیں۔

PREFACE

"Baharistan-I-Shahi" is an important contemporary source material on the history of medieval Kashmir which deals with the events of the valley upto A. H. 1023 (A.D. 1614) and was completed in the same year. Most of the histories written during the Mughal period present, but a blurred and wrong picture of the happenings in Kashmir as the authors were under pressure of either the Mughals or had their own prejudices. "Baharistan-I-Shahi" is an exception. The author of this unusual history, who does not care to disclose his identity, brings light many facts and events which go against the Mughal imperialism and its role in Kashmir.

This is the only contemporary evidence which throws light on the conditions of the last two independent Sultans, Mohammad Yousuf Shah and Mohammad Yaqub Shah of Kashmir in the Mughal Courts. The author also mentions the events which caused the death in Bihar of these two exiled Kings and their family members. He is the only person amongst historians who in detail describes the massacre of Kashmiries at the hands of the Mughals from the very begining of Mirza Haidar Dughlat (1532-1551. A.D.) to that of "Akbar the great" (1586-1605 A. D.).

The book is particularly a treasure of new information about Mir Syed Shamus-Ud-Din Mohammad Iraqi and the Chak Sultans of Kashmir. The author presents the history of Kashmir in its correct perspective and the study of the subject will be incomplete and misleading without going through this work.

"Baharistan-I-Shahi" was nitherto available only in a manuscript form and this is its first printed edition.

Srinagar.

AKBAR HYDERI

Dated : 14. 5. 1982

BAHARISTAN-I-SHAHI

(A History of Kashmir the Beginning up to A.H. 1023)

Written in Persian

By :

An Annonymous Kashmiri Writer
In A. H. 1023 (A. D. 1614)

Edited With Introductions

By :

Dr. Akbar Hyderi Kashmiri
M. A., Ph. D., D. LITT.

BAHARISTAN-I-SHAHI

(A History of Kashmir the Beginning up to A.H. 1023)

Written in Persian

By :

An Annonymous Kashmiri Writer

In A. H. 1023 (A. D. 1614)

Edited With Introductions

By :

Dr. Akbar Hyderi Kashmiri

M. A., Ph. D., D. LITT.

Baharistan-i-Shahi

The Baharistan-i-Shahi by an unknown writer is really a history of Kashmir from the accession of Rinchana to 1614, the pre-islamic period being dismissed only in a few pages. The sources for his history are Sanskrit Chronicles of Jonaraja and Srivara as well as the Persian accounts of Mulla Ahmad, Mulla Nadir, Qazi Ibrahim and Hasan Qari. For the later Shah Mir and the Chak periods he wrote from personal experience or on the basis of information he gathered from the older people

The History of Mughal conquest of Kashmir is also exhaustively given, and is a useful supplement to and check upon the Mughal accounts. More over, this is the only work which relates in detail the life of Yousuf Shah and Yaqub Shah in exile and the manner of their death. The Baharistan-i-Shahi is a very important source.

KASHMIR UNDER THE SULTANS
PAGE 7 By DR. MOHIBUL HASAN

—o—

Baharistan-i-Shahi

This works is from the most valuable history of Kashmir in persian for the period commencing from the earliest times to the year A. H. 1023. Unfortunately, however, the author has concealed his identity who seems to have travelled extensively through the length and breadth of the valley and had familarised himself with the topography. He alone mentions the events which caused the death in Bihar of the exiled Yousuf Shah Chak and his son Yaqub Shah Chak, the last two independent sultans. He appears to have been a protege of Saiyed Abul-Ma-ali who caused great unrest and civil strife in Kashmir during the closing year of the reign of Yousuf Shah Chak.

Baharistan-i-Shahi fills the gap which we come across in the Sanskrit chronicles of Prajabhatta and Suka for the periods 986-1505 and 1537-57. The narative becomes vigorous and comprehensive from A. H. 986 (1579) on words. Baharistan-i-Shahi is the only contemporary chronicles which deals at length with the activities of Mir Shamas-Ud-Din Iraqi.

A HISTORY OF MUSLIM RULE
IN KASHMIR
BY (DR. R. K. PARIMU)

(A History of Kashmir, The Begining upto A-H 1023)

Written in Persian
by
an annonymous
Kashmiri writer
in A-H 1023 (A.D. 1614)

Edited with introductions
by

Dr. AKBAR HYDERI KASHMIRI
M.A. Ph. D.D. Litt. 1982

(A History of Kashmir, The Begining upro A-H 1023)

Written in Persian
by
an annonymous
Kashmiri writer
in A-H 1023 (A.D. 1614)

Edited with introductions
by

Dr. AKBAR HYDERI KASHMIRI
M.A. Ph. D.D. Litt. 1982